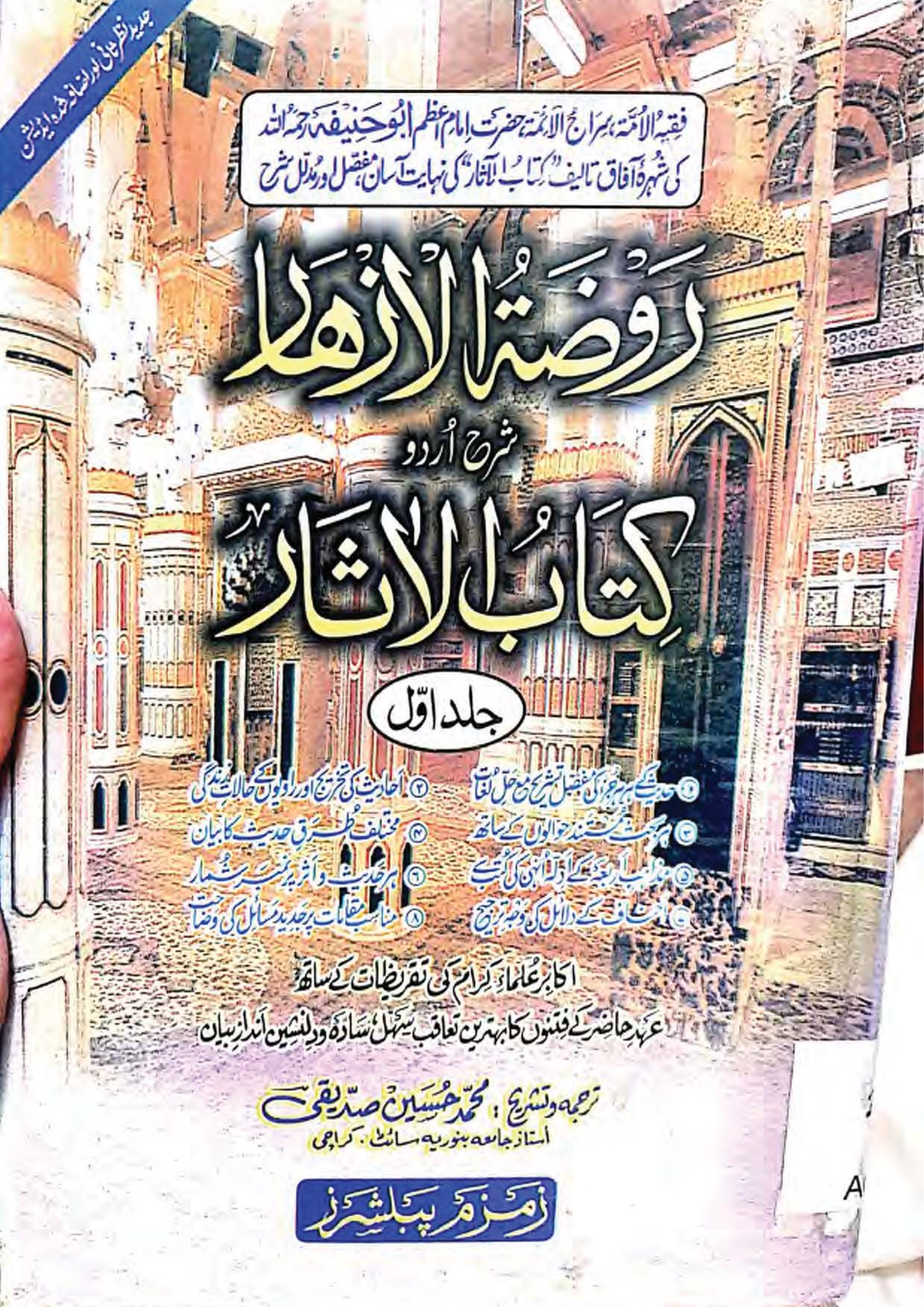


جدید نظر ثانی اور اضافہ شدہ ایڈیشن
فقیہ الامۃ، سراج الائمۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کی شہرۂ آفاق تالیف "کتاب الآثار" کی نہایت آسان مفصل اور مدلل شرح
روضۃ الازہار
شرح اردو
کتاب الآثار
جلد اول
① حدیث کے ہر جزو کی مفصل تشریح مع حل لغات
② احادیث کی تخریج اور راویوں کے حالات زندگی
③ ہر بحث مستند حوالوں کے ساتھ
④ مختلف طرق حدیث کا بیان
⑤ مذاہب اربعہ کے دلائل انہی کی کتب سے
⑥ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
⑦ احناف کے دلائل کی وجہ ترجیح
⑧ مناسب مقامات پر جدید مسائل کی وضاحت
اکابر علماء کرام کی تقریظات کے ساتھ
عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب سہل، سادہ و دلنشین انداز بیان
ترجمہ و تشریح: محمد حسین صدیقی
استاذ جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی
زمزم پبلشرز

فقیہ الاُمّۃ، سراج الائمۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کی شہرۂ آفاق تالیف "کتاب الآثار" کی نہایت آسان مفصّل و مُدلّل شرح

روضۃ الازہار

شرح اُردو

کتاب الآثار

① حدیث کے ہر ہر جزو کی مفصّل تشریح مع حلِ لغات ② احادیث کی تخریج اور راویوں کے حالاتِ زندگی
③ ہر بحث مُستند حوالوں کے ساتھ ④ مختلف طُرقِ حدیث کا بیان
⑤ مذاہبِ اربعہ کے ادلّہ اُنہی کی کُتب سے ⑥ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
⑦ احناف کے دلائل کی وجہِ ترجیح ⑧ مناسب مقامات پر جدید مسائل کی وضاحت

اکابر عُلماءِ کرام کی تقریظات کے ساتھ
عہدِ حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب سہل، سادہ و دلنشین اندازِ بیان

ترجمہ و تشریح : محمّد حسین صدّیقی
اُستاذ جامعہ بنوریہ سائٹ ۔ کراچی

زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی
فون ۷۷۲۵۶۷۳

کتاب کا نام : روضۃ الازھار

تاریخ اشاعت : مئی ۲۰۰۱ء

باھتمام : احباب زم زم پبلشرز

کمپوزنگ : فاروقِ اعظم کمپوزرز فون: 63 75 386

سرورق : لومینز گرافکس

مطبع :

ناشر : زم زم پبلشرز، شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی
فون: 7725673 - 7760374 فیکس:7725673
ای میل - zamzam@sat.net.pk

دیگر ملنے کے پتے : دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
علمی کتاب گھر اردو بازار۔ کراچی
قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ۔ کراچی
صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک۔ کراچی فون : 7224292
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار۔ لاہور

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ
❑ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم حدیث	۱۰۹
❑ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور فقہ	۱۱۱
❑ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ محدثین وفقہاء کی نظر میں	۱۱۳
❑ وفات	۱۱۵
❑ نماز جنازہ اور تدفین	۱۱۵
❑ اولاد	۱۱۵
❑ تصانیف	۱۱۵
❑ کتاب الآثار اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۱۶
باب الوضوء	۱۲۱
❑ اعضاء وضو کو دو مرتبہ دھونا	۱۲۲
❑ کیا ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہوگا؟	۱۲۳
❑ حضرت حماد ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات	۱۲۴
❑ حضرت ابراہیم النخعیؒ کے مختصر حالات	۱۲۴
❑ حضرت اسود بن یزیدؒ کے مختصر حالات	۱۲۵
❑ حضرت عمر بن الخطابؓ کے حالات	۱۲۶
❑ کانوں کے مسح میں مذاہب علماء	۱۲۷
❑ کانوں کے مسح کے لئے کیا نیا پانی لینا ضروری ہے؟	۱۲۷
❑ کانوں کے مسح کے لئے کیا نیا پانی لینا ضروری ہے	۱۲۸
❑ اس حدیث پر سوالات وجوابات	۱۲۸
❑ مسح علی الاذنین کا حکم	۱۲۹
❑ کیا ہر قسم کی نماز کے لئے وضو شرط ہے؟	۱۳۰
❑ تکبیر کن کن الفاظ سے کہی جا سکتی ہے	۱۳۱
❑ نماز میں السلام علیکم کا حکم	۱۳۱
❑ نماز میں سورۃ فاتحہ کا حکم	۱۳۲

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
دوسرا مذہب اور دلیل	۱۴۶
امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے جوابات	۱۴۷
موزوں کو پاکی کی حالت میں پہنا جائے	۱۴۷
حضرت حنظلہ بن نباتہ کے مختصر حالات	۱۴۸
حضرت نباتہ الجعفی کے مختصر حالات	۱۴۸
موزوں پر مسح کرنے میں اب بھی کسی کا اختلاف ہے؟	۱۴۹
حضرت سالم بن عبداللہ کے مختصر حالات	۱۵۰
حضرت سعد بن ابی وقاص کے مختصر حالات	۱۵۰
موزوں کو کمال طہارت پر پہننا ضروری ہے	۱۵۲
امام مالک و امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے دلائل کے جوابات	۱۵۳
حضرت شعبیؒ کے مختصر حالات	۱۵۳
حضرت ابراہیم بن ابی موسیٰ الاشعریؒ کے مختصر حالات	۱۵۴
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات	۱۵۴
کیا مسح علی الخفین قرآن سے منسوخ ہے	۱۵۶
حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات	۱۵۷
مقیم اور مسافر کے لئے مسح کرنے کی مدت	۱۵۸
حضرت محمد بن عمر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات	۱۵۹
حضرت عمر بن الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات	۱۵۹
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات	۱۵۹
جرموق پر مسح کرنے کا حکم	۱۶۱
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل	۱۶۱
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب	۱۶۲
اگر مسح کی مدت ختم ہو جائے تو کیا دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے	۱۶۳
باب الوضوء مما غیرت النار	۱۶۴

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
احناف کے مذہب کو ترجیح	۲۲۳
دوسرا مسئلہ	۲۲۴
تیسرا مسئلہ	۲۲۴
چوتھا مسئلہ	۲۲۴
باب مسح الوجه بعد الوضو بالمنديل وقص الشارب	۲۲۶
وضو کے بعد تولیہ یا رومال کا استعمال اور مونچھیں کاٹنے کا بیان	۲۲۶
وضوء کے پانی کو خشک کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل	۲۲۷
ناخن کاٹنے کے بعد پانی بہائے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے	۲۲۹
باب السواک	۲۳۰
مسواک کا بیان	۲۳۰
بیان مذاہب	۲۳۱
مسواک وضوء کی سنت ہے یا نماز کی	۲۳۱
دلائل احناف	۲۳۱
دلائل شوافع	۲۳۲
امام شافعی کے استدلال کا جواب	۲۳۲
احناف کے مذہب کی وجہ ترجیح	۲۳۲
حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات	۲۳۲
حضرت ابو علی کے مختصر حالات	۲۳۳
حضرت تمام کے مختصر حالات	۲۳۳
حالت احرام میں مسواک کرنے کا حکم	۲۳۴
مسواک سنن دین میں سے ہے	۲۳۴
باب وضو المرأة ومسح الخمار	۲۳۵
عورت کے وضو اور دوپٹہ پر مسح کرنے کا بیان	۲۳۵
عورت کو دوپٹہ پر اور مرد کو عمامہ پر مسح کرنا ناجائز ہے	۲۳۵

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ
حیض اور استحاضہ والی عورت کے غسل کرنے کا بیان	۲۵۲
☐ استحاضہ اور حیض کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۲۵۲
☐ دم حیض اور دم استحاضہ میں فرق	۲۵۲
☐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مستحاضہ عورتیں	۲۵۲
☐ مستحاضہ عورت کو نماز کے لئے طہارت حاصل کرنے کی کیا صورت ہوگی	۲۵۴
☐ ابراہیم النخعی کی دلیل کے جوابات	۲۵۴
☐ مستحاضہ کے لئے نماز پڑھنے کا طریقہ	۲۵۶
☐ اختلاف ائمہ	۲۵۶
☐ حضرت ایوب بن عتبہ کے مختصر حالات	۲۵۷
☐ حضرت یحییٰ بن کثیر کے مختصر حالات	۲۵۷
☐ حضرت ابو سلمہ بنت عبدالرحمٰن بن عوف کے مختصر حالات	۲۵۷
☐ حضرت ام حبیبہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات	۲۵۸
باب الحائض فی صلاتها	۲۵۹
نماز کے وقت میں حیض آنے کا بیان	۲۵۹
☐ حائضہ پر نماز کی قضاء واجب نہیں	۲۵۹
☐ حائضہ روزہ کی قضاء کرتی ہے تو نماز کی قضاء کیوں نہیں؟	۲۶۰
☐ ایام حیض کی متروک نمازوں پر کیا ثواب ملتا ہے؟	۲۶۰
☐ حیض کا خون جنابت سے کئی اعتبار سے زیادہ نجس ہے	۲۶۱
☐ حائضہ عورت کب نماز کی قضاء کرے گی	۲۶۳
باب النفساء والحبلى ترى الدم	۲۶۵
نفاس والی اور ایسی حاملہ جس کو خون آئے اس کا بیان	۲۶۵
☐ نفاس کے لغوی واصطلاحی معنی	۲۶۵
☐ اگر چالیس دن سے زیادہ نفاس آجائے	۲۶۶
☐ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا، اس میں امام شافعی کا اختلاف	۲۶۷

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
حضرت قتادہ کے مختصر حالات	۴۶۰
حضرت انس بن مالک کے مختصر حالات	۴۶۰
حضرت سعید ابن المسیب کے مختصر حالات	۴۶۱
حضرت خلاس کے مختصر حالات	۴۶۱
حضرت جندبؓ کے مختصر حالات	۴۶۴
باب من صلى في بيته بغير اذان	۴۶۶
اس شخص کا بیان جو اپنے گھر میں بغیر اذان کے نماز پڑھے	۴۶۶
گھر پر جماعت کروانے والا کیا اذان و اقامت کہے گا؟	۴۶۷
باب ما يقطع الصلوة	۴۶۸
نماز توڑنے والی چیزوں کا بیان	۴۶۸
اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے؟	۴۶۸
پہلے مذہب والوں کا استدلال	۴۶۹
جواب دوسرے مذہب والوں کا	۴۶۹
حضرت ابراہیم بن یزید المکیؒ کے مختصر حالات	۴۷۰
حضرت عمرو بن دینار کے مختصر حالات	۴۷۱
حضرت عبداللہ بن مبارک کے مختصر حالات	۴۷۲
حضرت یعقوب بن القعقاع کے مختصر حالات	۴۷۳
حضرت عطاء بن ابی رباح کے مختصر حالات	۴۷۳
حضرت عبداللہ بن عون کے مختصر حالات	۴۷۵
محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے مختصر حالات	۴۷۶
محاذات کا مسئلہ	۴۷۷
امام ابوحنیفہ کا استدلال	۴۷۷
محاذات کی شرائط	۴۷۹
کیا نمازی کے سامنے سے عورت کتا یا گدھا گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے؟	۴۸۲

عنوان	صفحہ
پہلے اور دوسرے مذہب والوں کے استدلال	۴۸۳
جمہور فقہاء وائمہ کا استدلال	۴۸۳
پہلے اور دوسرے مذہب والوں کے جوابات	۴۸۳
عشاء کے بعد قصہ گوئی منع ہے	۴۸۵
باب الرعاف في الصلوة والحديث	۴۸۷
نماز میں نکسیر پھوٹنے یا وضو ٹوٹ جانے کا بیان	۴۸۷
دلیل جمہور علماء کی	۴۸۸
دلیل امام شافعی ومالک رحمہما اللہ	۴۸۸
جواب	۴۸۸
حضرت عبدالملک بن عمیر کے مختصر حالات	۴۸۹
حضرت معبد بن صبیح کے مختصر حالات	۴۸۹
استیناف افضل ہے	۴۹۲
باب ما يعاد من الصلوة وما يكره منها	۴۹۳
نماز کے اعادہ اور مکروہات کا بیان	۴۹۳
پہلے مذہب والوں کا استدلال	۴۹۴
دوسرے مذہب والوں کا استدلال	۴۹۴
جواب	۴۹۴
اس سدل کے بارے میں دو مذہب ہیں	۴۹۹
استدلال پہلے مذہب والوں کا	۵۰۱
دوسرے مذہب والوں کا استدلال	۵۰۱
جواب مذہب اول	۵۰۱
پہلے مذہب والوں کا استدلال	۵۰۲
دوسرے مذہب والوں کا استدلال	۵۰۲
تیسرے مذہب والوں کا استدلال	۵۰۳

صفحہ	عنوان
۵۰۳	کیا روضہ اقدس کی زیارت کے لئے بھی جانا جائز نہیں
۵۰۴	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے متعلق علماء دیوبند کی تصریح
۵۰۵	کیا روضہ اقدس کے علاوہ دوسری قبروں پر جانا جائز ہے؟
۵۰۶	حضرت قزعۃ کے مختصر حالات
۵۰۷	پہلی بات
۵۰۷	دوسری بات
۵۰۸	تیسری بات
۵۰۸	دوسرے مذہب والوں کا استدلال
۵۰۸	پہلے مذہب والوں کا استدلال
۵۰۸	کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع کیوں ہے
۵۰۹	چوتھی بات
۵۰۹	پانچویں بات
۵۰۹	چھٹی بات
۵۱۲	کتنی رکعت میں قراءت فرض ہے
۵۱۲	قراءت کرنے کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟
۵۱۳	پہلے مذہب والوں کا استدلال
۵۱۴	دوسرے مذہب والوں کا استدلال
۵۱۴	دوسرے مذہب والوں کے جواب اور ترجیح مذہب اول
۵۲۰	پہلے مذہب والوں کا استدلال
۵۲۰	پہلے مذہب والوں کا استدلال اور دوسرے مذہب والوں کا جواب
۵۲۳	حضرت عاصم ابن النجود کے مختصر حالات
۵۲۳	حضرت ابی رزین کے مختصر حالات
۵۲۵	باب الرجل یجد البلل فی الصلاۃ
۵۲۵	جو شخص نماز میں تری دیکھے اس کا بیان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

کتاب الآثار

از — مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ

کسی کتاب کی اہمیت اور عظمت شان کا اندازہ لگانے کے لئے حسب ذیل امور پر نظر ڈالنا ضروری ہے:

1. مصنف کا فضل و کمال
2. صحت کا التزام
3. حسن ترتیب او موضوع سے متعلق تمام اہم مباحث کا استیعاب
4. قبولیت عام اور شہرت

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تمام اوصاف کے لحاظ سے "کتاب الآثار" فقہ یعنی علم سنن واحکام کی جملہ تصانیف سے فائق ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مصنف کا فضل و کمال: اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ کتاب الآثار کے سوا آج ہمارے پاس سنن کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں کہ جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہو اور یہ وہ فضیلت ہے جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس عہد کے تمام نامور ائمہ میں ممتاز ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح مشکوۃ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے ناقل ہیں:

﴿اَنَّهٗ اَدْرَكَ جَمَاعَةً مِنَ الصَّحَابَةِ" كَانُوْا بِالْكُوْفَةِ بَعْدَ مَوْلِدِهٖ بِهَا سَنَةَ ثَمَانِيْنَ فَهُوَ مِنْ طَبْقَةِ التَّابِعِيْنَ وَلَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ مِّنْ اَئِمَّةِ الْاَمْصَارِ الْمُعَاصِرِيْنَ لَهٗ كَالْاَوْزَاعِيِّ" بِالشَّامِ وَالْحَمَّادَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَالثَّوْرِيِّ" بِالْكُوْفَةِ وَمَالِكٍ" بِالْمَدِيْنَةِ الشَّرِيْفَةِ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ" بِمِصْرَ﴾

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا جو کوفہ میں تھے جبکہ ۸۰ھ

میں وہاں پیدا ہوئے لہٰذا وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ امصار میں سے کسی کی نسبت جیسے کہ اوزاعی کی نسبت جو شام میں تھے اور حماد بن زید کی نسبت جو بصرہ میں تھے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت جو کوفہ میں تھے اور مالک کی نسبت جو مدینہ شریف میں تھے اور لیث بن سعد کی نسبت جو مصر میں تھے، ثابت نہیں ہوئی۔"(۱)

امام ممدوح کی جلالت قدر کے لئے اس سے زیادہ کیا درکار ہے کہ وہ امت میں امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کے اجتہادی مسائل پر اسلامی دنیا کی دو تہائی آبادی بارہ سو برس سے برابر عمل کرتی چلی آرہی ہے تمام اکابر ائمہ آپ کے فضل و کمال کے معترف ہیں۔ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک بزرگ آئے اور جب اٹھ کر چلے گئے تو امام موصوف نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا نہیں (اور میں ان کو پہچان چکا تھا) فرمانے لگے:

﴿هٰذَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ لَوْ قَالَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةُ مِنْ ذَهَبٍ لَخَرَجَتْ كَمَا قَالَ لَقَدْ وُفِّقَ لَهُ الْفِقْهُ حَتّٰى مَا عَلَيْهِ فِيْهِ كَثِيْرُ مَؤُنَةٍ﴾ (۲)

"یہ ابوحنیفہ نعمان ہیں جو اگر یہ کہدیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا مشقت نہیں ہوتی"۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ﴾ (۳)

"لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں"۔

ابوبکر مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا:

﴿لَمْ يَصِحَّ عِنْدَنَا اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ قَالَ اَلْقُرْآنُ مَخْلُوْقٌ﴾

"ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے"۔

میں نے عرض کیا کہ "الحمد للہ" اے ابوعبداللہ (یہ امام احمد کی کنیت ہے" ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے فرمانے لگے:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ هُوَ مِنَ الْعِلْمِ وَالْوَرَعِ وَاِيْثَارِ الدَّارِ الْاٰخِرَةِ بِمَحَلٍّ لَا يُدْرِكُهُ اَحَدٌ﴾ (۴)

سبحان اللہ وہ تو علم، ورع، زہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر فائز ہیں کہ جہاں کسی کی رسائی نہیں۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ شہادت دیتے کہ:

﴿مَا مَقَلَتْ عَيْنِيْ مِثْلَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ (۵)

"میری آنکھوں نے ابوحنیفہ کی مثل نہیں دیکھا"۔

وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

﴿اَلْعُلَمَاءُ اِبْنُ عَبَّاسٍ فِيْ زَمَانِهٖ وَالشَّعْبِيُّ فِيْ زَمَانِهٖ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ فِيْ زَمَانِهٖ﴾ (۶)

"علماء تو یہ تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں، شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ میں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ میں"۔

عبدالرحمٰن بن مہدی جو فن رجال کے مشہور امام ہیں فرماتے ہیں:

﴿كُنْتُ نَقَّالًا لِلْحَدِيْثِ فَرَأَيْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْعُلَمَاءِ وَسُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ اَمِيْرَ الْعُلَمَاءِ وَشُعْبَةَ عَيَّارَ الْحَدِيْثِ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ صَرَّافَ الْحَدِيْثِ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَاضِيَ الْعُلَمَاءِ وَاَبَاحَنِيْفَةَ قَاضِيَ قُضَاةِ الْعُلَمَاءِ وَمَنْ قَالَ لَكَ سِوٰى هٰذَا فَارْمِهٖ فِيْ كُنَاسَةِ بَنِيْ سُلَيْمٍ﴾ (۷)

"میں حدیث کا بڑا ناقل تھا سو میں نے دیکھا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ تو علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ امیرالعلماء اور شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث کی کسوٹی ہیں اور عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے صراف اور یحیٰی بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی العلماء ہیں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی قضاۃ العلماء۔ اور جو شخص تمہیں اس کے سوا کچھ اور بتائے تو اس کی بات کو بنی سلیم کے کوڑے میں پھینک دو"۔

شیخ الاسلام یزید بن ہارون کا قول ہے:

﴿كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ تَقِيًّا فَقِيْهًا زَاهِدًا عَالِمًا صَدُوْقَ اللِّسَانِ اَحْفَظَ اَهْلِ زَمَانِهٖ سَمِعْتُ كُلَّ مَنْ اَدْرَكْتُهٗ مِنْ اَهْلِ زَمَانِهٖ اَنَّهٗ مَارُوِيَ اَفْقَهُ مِنْهُ﴾ (۸)

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ متقی، فقیہہ پاکیزہ صفات، زاہد عالم، زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ ان سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا گیا"۔

یہ بھی انہی کا بیان ہے کہ:

﴿لَمْ أَرَ أَعْقَلَ وَلاَ أَفْضَلَ وَلاَ أَوْرَعَ مِنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ (۹)

"میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل، ان سے افضل اور ان سے زیادہ پاکباز نہیں دیکھا"۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿إِنَّهُ وَاللّٰهِ لَأَعْلَمُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِمَا جَاءَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾ (۱۰)

"واللہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں"۔

سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے ایک بار ان کے شاگرد احمد بن محمد البغدادی نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی۔ فرمانے لگے:

﴿عَدْلٌ ثِقَةٌ مَا ظَنُّكَ بِمَنْ عَدَّلَهُ ابْنُ الْمُبَارَكَ وَوَكِيْعٌ﴾ (۱۱)

"سراپا عدالت ہیں، ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی ابن مبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے"۔

امام الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے:

﴿لَوْلاَ أَنَّ اللّٰهَ تَدَارَكَنِيْ بِأَبِيْ حَنِيْفَةَ وَسُفْيَانَ لَكُنْتَ بِدْعِيًّا﴾ (۱۲)

"اگر اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ میرا تدارک نہ کیا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا"۔

شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن مقری، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث روایت کرتے تو ان الفاظ میں کیا کرتے:

﴿حدثنا ابو حنيفة شاه مردان﴾ (۱۳)

ائمہ اعلام کی ان شہادتوں سے جو صحیح ترین ماخذ سے منقول ہیں۔ آپ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جلالت علمی کا اندازہ لگاسکتے ہیں کہ امت محمدیہ میں ان کا مقام کیا ہے، امام اہل بلخ خلف بن ایوب نے بالکل صحیح کہا ہے کہ:

﴿صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَارَ إِلٰى أَصْحَابِهِ ثُمَّ

صَارَ اِلَی التَّابِعِیْنَ ثُمَّ صَارَ اِلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَصْحَابِہٖ فَمَنْ شَاءَ فَلْیَرْضَ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَسْخَطْ ﴾ [14]

"اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو صحابہ کے بعد تابعین کو۔ پھر تابعین سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو ملا۔ اس پر چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض"۔

صحت کا التزام: پہلے اس پر غور کیجئے کہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا پایہ ہے شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿کَانَ اَعْلَمَ اَھْلِ عَصْرِہٖ بِالْحَدِیْثِ ﴾ [15]

"وہ اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے"۔

شیخ الاسلام یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۶ ہجری (جن کے بارے میں علی بن المدینی کہا کرتے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا) اور سید الحفاظ یحییٰ بن سعید القطان المتوفی ۱۹۸ ہجری (جن کے بارے میں ابن المدینی کا قول ہے کہ ان سے بڑھ کر رجال کا عالم میری نظر سے نہیں گزرا) کی تصریحات اس سلسلہ میں ابھی آپ کی نظر سے گزریں، پھر اس امر کو نظر میں رکھئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار [16] احادیث کے مجموعہ سے چن کر اس کتاب کو مرتب کیا ہے، چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد، امام مکی، امام الائمہ بکر بن محمد زرنجری المتوفی ۵۱۲ ہجری کے حوالے سے جو بڑے پایہ کے محدث گذرے ہیں ناقل ہیں۔

﴿وَانْتَخَبَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ الْآثَارَ مِنْ اَرْبَعِیْنَ اَلْفَ حَدِیْثٍ ﴾ [17]

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے"۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے مسند ابی حنیفہ میں بہ سند متصل یحییٰ بن نصر بن حاجب کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

﴿دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِیْ بَیْتٍ مَمْلُوْءٍ کِتَابًا فَقُلْتُ مَا ھٰذِہٖ قَالَ ھٰذِہٖ اَحَادِیْثٌ کُلُّھَا وَمَا حَدَّثْتُ بِہٖ اِلَّا الْیَسِیْرَ الَّذِیْ یُنْتَفَعُ بِہٖ ﴾ [18]

"میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا کہ جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں فرمایا یہ سب حدیثیں ہیں اور میں نے ان میں

سے صرف تھوڑی سی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے انتفاع ہو"۔

پھر یہ دیکھئے کہ بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس احتیاط کا کن لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ حافظ ابو محمد عبداللہ حارثی بسند متصل وکیع سے جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں، نقل کرتے ہیں کہ:

﴿اَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عَبَّادٍ سَمِعْتُ یُوْسُفَ الصَّفَّارَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ وَکِیْعًا یَقُوْلُ لَقَدْ وُجِدَ الْوَرَعُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْحَدِیْثِ مَالَمْ یُوْجَدْ عَنْ غَیْرِہٖ﴾ (۱۹)

"جیسی احتیاط امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث میں پائی گئی، کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی"۔

اسی طرح علی بن جعد جوہری سے جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاری و ابوداؤد کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ:

﴿قَالَ الْقَاسِمُ بْنُ عُبَادٍ فِیْ حَدِیْثِہٖ قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اِذَا جَاءَ بِالْحَدِیْثِ جَاءَ بِہٖ مِثْلَ الدُّرِّ﴾ (۲۰)

"امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) جب حدیث بیان کرتے ہیں تو موتی کی طرح آبدار ہوتی ہیں"۔

اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ جن پر فن جرح و تعدیل کا دارومدار ہے فرماتے ہیں:

﴿کَانَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ ثِقَۃً لَا یُحَدِّثُ بِالْحَدِیْثِ اِلَّا بِمَا یَحْفَظُہٗ وَلَا یُحَدِّثُ بِمَا لَا یَحْفَظُ﴾ (۲۱)

"ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو یاد ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے"۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی جلالت شان پر سارے محدثین کا اتفاق ہے انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں ان میں کتاب الآثار کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

رَوٰی اٰثَارًا فَاَجَابَ فِیْهَا
کَطَیَرَانِ الصُّقُوْرِ مِنَ الْمُنِیْفَةِ

"انہوں نے آثار کو روایت کیا تو اس سرعت سے رواں ہوئے جیسے بلندی سے شکاری پرندے اڑتے ہیں"۔

فَلَمْ يَكُ بِالْعِرَاقِ لَهٗ نَظِيْرٌ
وَلَا بِالْمَشْرِقَيْنِ وَلَا بِكُوْفَة

"سو نہ تو عراق میں ان کی نظیر تھی، نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں"۔ [۲۲]

اسی طرح امام اہل سمرقند ابومقاتل سمرقندی اپنی ایک نظم میں جو انہوں نے امام ممدوح کی منقبت میں کہی ہے فرماتے ہیں ۔

رَوَی الْآثَارَ عَنْ نَبَلٍ ثِقَاتٍ
غِزَارِ الْعِلْمِ مَشْيَخَةٍ حَصِيْفَةٍ

"انہوں نے الآثار کو ان نبلاء ثقات سے روایت کیا ہے جو بڑے وسیع العلم اور پکے مشائخ تھے"۔ [۲۳]

اب خود سوچ لیجئے کہ "کتاب الآثار" کی روایت صحت کے کس اعلیٰ معیار پر ہیں۔

حسن ترتیب و استیعاب مباحث: تاریخ ورجال کی کتابوں میں علم حدیث کے متعلق صحابہ و تابعین کے بہت سے نوشتوں اور صحیفوں [۲۴] کا ذکر ملتا ہے جو اس کثرت سے تھے کہ محدث ابونعیم اصفہانی کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکان ان سے بھرا ہوا تھا۔ اور اگرچہ اس میں شک نہیں کہ کوفہ میں علم حدیث کا جس قدر تحریری سرمایہ تھا وہ سب امام ممدوح نے اپنے پاس جمع کرلیا تھا۔ تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دوسرے بلاد اسلامیہ میں کس قدر تحریری سرمایہ تھا وہ سب امام ممدوح نے اپنے پاس جمع کرلیا تھا۔ تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دوسرے بلاد اسلامیہ میں اور کس قدر ذخیرہ موجود ہوگا لیکن اس کثرت کے باوجود ابھی تک حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے تھے ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جس قدر حدیثیں ان کو یاد تھیں انہیں قلم بند کرلیا تھا۔ تمام امت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس بارے میں شرف اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتبہ فرمایا اور اس خوبی وخوش اسلوبی سے مرتب فرمایا کہ آج تک سنن واحکام کی تمام کتابیں انہی کی فقہی ترتیب کے مطابق تدوین و مرتب ہوتی چلی آرہی ہیں۔ سب سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤطا کی ترتیب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تتبع کیا اور بعد کے تمام ائمہ نے اسی طریقہ کو اختیار کرلیا۔ حسن قبول اسی کا نام ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مِنْ مَنَاقِبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ" اَلَّتِیْ اِنْفَرَدَ بِهَا اَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ الشَّرِیْعَةِ وَرَتَّبَهٗ اَبْوَابًا ثُمَّ تَبِعَهٗ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ فِیْ تَرْتِیْبِ الْمُوَطَّا وَلَمْ یَسْبِقْ اَبَا حَنِیْفَةَ اَحَدٌ﴾ (۲۵)

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی۔ پھر امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر کسی کو اولیت حاصل نہیں ہے"۔

امام ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی رحمہ اللہ نے جن کا شمار متقدمین فقہاء میں ہے اس سلسلے میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ:

﴿فَاِذَا كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدْ ضَمِنَ لِنَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِفْظَ الشَّرِیْعَةِ وَكَانَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ اَوَّلَ مَنْ دَوَّنَهَا فَیَبْعُدُ اَنْ یَكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدْ ضَمِنَهَا ثُمَّ یَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ دَوَّنَهَا عَلٰی خَطَاءٍ﴾ (۲۶)

"جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے متعلق حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کو مدون فرمایا تو اب یہ بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کی حفاظت کی ضمانت لیں اور پھر اس کا پہلا مدون ہی غلط تدوین کردے"۔

قبولیت عام اور شہرت: قبول عام اور شہرت دوام کا یہ حال ہے کہ امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ دو ثلث اہل اسلام کیا جاتا ہے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے۔ اور اس مذہب کے مسائل فقہ کی بنا اسی کتاب الآثار کی احادیث و روایات پر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" میں "کتاب الآثار" کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے (۲۷) اور تصریح کی ہے کہ:

"مسند ابی حنیفہ و آثار محمد مبنائے فقہ حنفیہ است"۔ (۲۸)

"فقہ حنفی کی بنا "مسند ابی حنیفہ" و "آثار محمد" پر ہے"۔

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف سے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے استفادہ کا ذکر تاریخ میں بصراحت

مذکور ہے۔ قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوام اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ" میں بسند ناقل ہیں:

﴿حَدَّثَنِیْ یُوْسُفُ بْنُ اَحْمَدَ الْمَکِّیُّ ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَازِمِ الْفَقِیْهُ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ الصَّائِغُ بِمَکَّةَ ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الشَّافِعِیِّ عَنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ الدَّرَاوَرْدِیِّ قَالَ کَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ یَنْظُرُ فِیْ کُتُبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَیَنْتَفِعُ بِهَا﴾ (۲۹)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبدالعزیز دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے۔

خود امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ:

﴿مَنْ لَّمْ یَنْظُرْ فِیْ کُتُبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ لَمْ یَتَبَحَّرْ فِی الْفِقْهِ﴾ (۳۰)

"جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کو نہیں دیکھے گا فقہ میں تبحر نہیں ہوگا"۔

ابو مسلم مستملی نے ایک بار شیخ الاسلام یزید بن ہارون سے بغداد میں سوال کیا کہ:

﴿یَا اَبَا خَالِدٍ وَمَا تَقُوْلُ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالنَّظْرِ فِیْ کُتُبِهٖ﴾

"اے ابوخالد ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی تصانیف کے مطالعہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں"۔

شیخ الاسلام نے جواب دیا:

﴿اُنْظُرُوْا فِیْهَا اِنْ کُنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَفَقَّهُوْا﴾ (۳۱)

"اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو ان کا مطالعہ کیا کرو"۔

ایک اور موقع پر جب یزید بن ہارون حدیث کا درس دے رہے تھے طلباء کو خطاب کرکے کہنے لگے:

﴿هِمَّتُکُمُ السَّمَاعُ وَالْجَمْعُ لَوْ کَانَ هِمَّتُکُمُ الْعِلْمَ لَطَلَبْتُمْ تَفْسِیْرَ الْحَدِیْثِ وَمَعَانِیْهِ وَ نَظَرْتُمْ فِیْ کُتُبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَقْوَالِهٖ فَیُفَسِّرُ لَکُمُ الْحَدِیْثَ﴾ (۳۲)

"تمہارا تو مقصد بس حدیث کا سننا اور جمع کرلینا ہے اگر علم تم لوگوں کا مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش رکھتے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف اور ان کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی تشریح تم پر کھلتی"۔

اور حافظ عبداللہ بن داؤد خریبی نے فرمایا:

﴿مَنْ اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ مِنْ ذُلِّ الْعَمِيِ وَالْجَهْلِ وَيَجِدَ لَذَّةَ الْفِقْهِ فَلْيَنْظُرْ فِيْ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ (۳۳)

"جو شخص چاہتا ہے کہ نابینائی اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت سے آشنا ہو اس کو چاہئے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں دیکھے"۔

حافظ ابویعلی خلیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "کتاب الارشاد" میں امام مزنی کے ترجمہ میں جو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اجل تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں لکھا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مزنی کے بھانجے تھے، ایک بار محمد بن احمد شروطی نے ان سے دریافت کیا کہ:

﴿لِمَ خَالَفْتَ خَالَكَ وَاخْتَرْتَ مَذْهَبَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"آپ نے اپنے ماموں کے خلاف ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب کیوں اختیار کیا"۔

امام طحاوی نے فرمایا:

﴿لِاَنِّيْ كُنْتُ اَرٰى خَالِيْ يُدِيْمُ النَّظَرَ فِيْ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلِذٰلِكَ اِنْتَقَلْتُ اِلَيْهِ﴾

"اس لئے کہ میں اپنے ماموں کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے لہٰذا میں نے بھی انہیں کے مذہب کو اختیار کرلیا"۔

یہ تھیں ائمہ حدیث کی تصریحات اور یہ تھا ان کا طرز عمل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کے بارے میں۔ اب ذرا اس پر بھی نظر ڈالئے کہ کتاب الآثار کی تصنیف نے اس فن کی تدوین پر کیا اثر ڈالا۔ روایات کی تبویب اور حسن ترتیب کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا بعد کے تمام مؤلفین نے اسی کو قائم رکھا۔ مؤطا کی ترتیب اسی کو سامنے رکھ کر کی گئی۔ اسی طرح روایات کے انتخاب اور ان کی صحت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے ارباب صحاح نے باوجود اختلاف ذوق کے اس کا پورا پورا خیال رکھا۔ روایت سے احتجاج کے باب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا طرز عمل یہ بتلایا ہے:

﴿اِنِّيْ اٰخُذُ بِكِتَابِ اللّٰهِ اِذَا وَجَدْتُّهٗ وَمَالَمْ اَجِدْهُ فِيْهِ اَخَذْتُ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰثَارِ الصِّحَاحِ عَنْهُ الَّتِيْ فَشَتْ فِيْ اَيْدِي الثِّقَاتِ﴾ (۳۴)

"میں مسئلہ کو جب "کتاب اللہ" میں پاتا ہوں تو وہاں سے لیتا ہوں اور جو وہاں نہ ملے تو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں کہ جو ثقات کے ہاتھوں شائع ہوچکی ہیں"۔

اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے:

﴿یَاْخُذُ بِمَا صَحَّ عِنْدَهٗ مِنَ الْاَحَادِیْثِ الَّتِیْ کَانَ یَحْمِلُهَا الثِّقَاةُ وَبِالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ﴾ (۳۵)

"جو حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقات روایت کرتے چلے آتے ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے، اسی سے لیتے ہیں"۔

"کتاب الآثار" میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی "آثار صحاح" کو جن کی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جمع کردیا ہے۔ امام ممدوح نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال و ہدایات کو منباء اول اور آثار صحابہ و تابعین کو منباء ثانی قرار دیا ہے۔

غور کیجئے بعینہٖ یہی طرز امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے متبع میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤطا میں اختیار فرمایا ہے جو بقول شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اصل وام صحیحین است، اس اعتبار سے "کتاب الآثار صحیحین کی ام الام" ہوئی۔ شاہ صاحب موصوف نے "عجالہ نافعہ" میں یہ بھی لکھا ہے:

"صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر چند در بسط و کثرت احادیث دہ چند مؤطا باشند لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال وراہ اعتبار و استنباط از مؤطا آموختہ اند"۔ (۳۶)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہرچند کہ بسط و کثرت احادیث کے اعتبار سے مؤطا سے دس گنی ہیں لیکن روایت حدیث کا طریقہ رجال کی تمیز اور اعتبار و استنباط کا ڈھنگ مؤطا ہی سے سیکھا ہے۔

ادھر فقہاء محدثین کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ترتیب مضامین تو درکنار اپنی تصنیفات کے نام تک تجویز کرنے میں اس کی ہم آہنگی کی، چنانچہ امام ثلجی نے اپنی کتاب کا نام "تصحیح الآثار" اور امام طحاوی نے "معانی الآثار" اور "مشکل الآثار" اور امام طبری نے "تہذیب الآثار" رکھا۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ "کتاب الآثار" سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب پر مرتب نہ تھی۔ "کتاب الآثار" تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج ہوا۔ اور چونکہ اس میں تبویب کے ساتھ ساتھ صحیح روایات کے درج کرنے کا التزام تھا اس لئے بعد کو ابواب پر تصنیف کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ جہاں تک ہوسکے صحیح تر روایات درج کتاب کی جائیں۔ چنانچہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ "تدریب الراوی" میں

لکھتے ہیں:

﴿اِنَّ الْمُصَنِّفَ عَلَى الْاَبْوَابِ اِنَّمَا يُوْرِدُ اَصَحَّ مَافِيْهِ لِيَصْلُحَ لِلْاِخْتِجَاجِ﴾ (۳۷)

''ابواب پر تصنیف کرنے والا اس مضمون کی صحیح تر روایت کو لاتا ہے جو استدلال کے لائق ہو''۔

اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ حسن ترتیب، جودت تالیف، صحت روایات اور ان کے انتخاب کے بارے میں کتاب الآثار نے بعد کی تصنیفات پر کتنا عمدہ اثر ڈالا ہے۔

کتاب الآثار کے نسخے

مؤطا، صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور دیگر کتب حدیث کی طرح ''کتاب الآثار'' کے بھی متعدد نسخے ہیں جن میں روایات کی تعداد کے لحاظ سے بھی فرق ہے اور ابواب کی تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے بھی۔ چنانچہ بعض نسخوں میں بہت سی روایات ایسی ملتی ہیں جو دوسرے نسخوں میں پائی نہیں جاتیں۔ اسی طرح کسی نسخے میں کوئی روایت کہیں مذکور ہے اور کسی میں کہیں، اس قسم کا اختلاف کتب مذکورہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ایسا ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام شاگردوں نے ''کتاب الآثار'' کو ایک ہی وقت میں امام موصوف سے حاصل نہیں کیا تھا۔ بلکہ مختلف شاگردوں نے مختلف اوقات میں اس کا سماع کیا تھا۔ اس زمانے کا دستور تھا کہ استاد اپنے حفظ سے احادیث کا املا کراتا اور شاگرد اس کو لکھ لیا کرتے۔ اس اختلاف اشخاص اور اختلاف اوقات کی بناء پر ناگزیر تھا کہ روایات کی تعداد اور ابواب کی تقدیم و تاخیر میں کسی قدر اختلاف ضرور ہو۔

علاوہ ازیں نظر ثانی کے وقت اکثر اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور شاگرد ہیں فرماتے ہیں:

﴿كَتَبْتُ كُتُبَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ غَيْرَ مَرَّةٍ كَانَ يَقَعُ فِيْهَا زِيَادَاتٌ فَاَكْتُبُهَا﴾ (۳۸)

''میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کو کئی بار نقل کیا کیونکہ ان میں اضافے ہوتے رہتے تھے اور مجھے انہیں لکھنا پڑتا''۔

محدثین نے کتاب الآثار کے جن نسخوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

❶ کتاب الآثار بروایت امام زفر بن الھذیل رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۵۸ ہجری

ان کے نسخہ کا ذکر حافظ امیر بن ماکولا المتوفی ۴۷۵ھ نے اپنی مشہور کتاب "اَلْإِکْمَالُ فِیْ رَفْعِ الْإِرْتِیَابِ عَنِ الْمُؤْتَلِفِ وَالْمُخْتَلَفِ مِنَ السُّمَاءِ وَالْکُنٰی وَالْأَنْسَابِ" کے باب الحصینی والجصینی میں کیا ہے۔[۳۹] چنانچہ محدث احمد بن بکر حصینی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

﴿اَحْمَدُ بْنُ بَکْرِ بْنِ سَیْفِ اَبُوْبَکْرِ الْحُصَیْنِی ثِقَةٌ یَمِیْلُ مَیْلَ اَهْلِ النَّظْرِ رَوٰی عَنْ اَبِیْ وَهَبٍ عَنْ زُفَرَبْنِ الْهُذَیْلِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ" "کِتَابَ الْآثَارِ"﴾

"احمد بن بکر بن سیف ابوبکر حصینی ثقہ ہیں۔ اہل نظر یعنی فقہاء۔ حنفیہ کی طرف میلان رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتاب الآثار کو بواسطہ امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے شاگرد ابووہب سے روایت کرتے ہیں"۔

امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس نسخہ کا ذکر حافظ ابوسعد سمعانی شافعی نے "کتاب الانساب"[۴۰] میں اور حافظ عبدالقادر قرشی حنفی نے "الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ"[۴۱] میں بھی کیا ہے۔

واضح رہے کہ امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ سے "کتاب الآثار" کی روایت ان کے تین شاگردوں نے کی ہے۔ ایک یہی ابووہب محمد بن مزاحم مروزی۔ دوسرے شداد بن حکیم بلخی جن کے نسخے سے "جامع مسانید الامام الاعظم للخوارزمی" میں "مسند حافظ ابن خسرو بلخی" وغیرہ کے حوالہ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں اور تیسرے حکم بن ایوب، پہلے دو نسخوں کا ذکر محدث حاکم نیشاپوری نے بھی اپنی مشہور کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں بایں الفاظ کیا ہے:

﴿نُسْخَةٌ لِزُفَرَبْنِ الْهُذَیْلِ الْجُعْفِیِّ تَفَرَّدَبِهَا عَنْهُ شَدَّادُ بْنُ حَکِیْمِ الْبَلْخِیُّ وَنُسْخَةٌ اَیْضًا لِزُفَرَبْنِ الْهُذَیْلِ الْجُعْفِیِّ تَفَرَّدَبِهَا اَبُوْوَهْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُزَاحِمِ الْمِرْوَزِیُّ عَنْهُ﴾[۴۲]

"زفر بن ہذیل جعفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں اور زفر ہی کا ایک نسخہ اور ہے جس کو ان سے صرف ابووہب محمد بن مزاحم مروزی روایت کرتے ہیں"۔

امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے تیسرے نسخے کا ذکر حافظ ابوالشیخ بن حبان نے اپنی کتاب "طبقات للمحدثین باصبہان والواردین علیہا"[۴۳] میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت درج ذیل ہے:

﴿اَحْمَدُ بْنُ رُسْتَةَ بْنِ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِیْرَةِ کَانَ عِنْدَهُ "اَلسُّنَنُ" عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ

﴿الْحَكَمِ بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ زُفَرَ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ﴾

"احمد بن رستہ جو محمد بن المغیرہ کے نواسے ہیں ان کے پاس "سنن" تھی جس کو وہ اپنے نانا محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ حکم بن ایوب رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ زفر رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور وہ اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے تھے"۔

حافظ ابوالشیخ نے یہاں کتاب الآثار کو السنن کے نام سے ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ اس کتاب میں ہر راوی کے ترجمہ میں اس کی روایت سے ایک دو حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں اس لئے معمول کے مطابق اس نسخہ سے بھی دو حدیثیں درج کی ہیں۔ اسی طرح حافظ ابونعیم اصفہانی نے بھی "تاریخ اصبہان" میں اس نسخہ کی روایتیں نقل کی ہیں (۴۴) امام طبرانی کی "معجم الصغیر" (۴۵) میں بھی اس نسخہ کی ایک روایت موجود ہے۔

۲ کتاب الآثار بروایت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۸۲ ہجری

اس نسخہ کا ذکر حافظ عبدالقادر قرشی نے "الجوہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ" میں کیا ہے چنانچہ امام یوسف بن ابی یوسف کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں:

﴿رَوٰى "كِتَابَ الْآثَارِ" عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ مُجَلَّدٌ ضَخْمٌ﴾

"یہ اپنے والد کی سند سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتاب الآثار کی روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد میں ہے"۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ابوالوفا افغانی صدر "مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن" کو کہ انہوں نے بڑی تلاش اور کوشش سے اس نسخہ کو فراہم کر کے تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر ۱۳۵۵ ہجری میں مصر سے طبع کرا کر شائع کیا۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی "کتاب الآثار" کے اس نسخہ کو دو شخص روایت کرتے ہیں ایک یہی ان کے صاحبزادے امام یوسف مذکور اور دوسرے عمرو بن ابی عمرو، محدث خوارزمی نے عمرو کی روایت کو "جامع المسانید" میں نسخہ ابی یوسف سے موسوم کیا ہے اور اس کتاب کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابویوسف تک نقل کر دی ہے۔

۳ کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ ہجری

ان کا نسخہ "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں متداول ترین، مشہور ترین اور مقبول ترین ہے اور اسی کے

بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تَعْجِيْلُ الْمَنْفَعَةِ بِزَوَائِدِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ" کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے:

﴿وَالْمَوْجُوْدُ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ" إِنَّمَا هُوَ كِتَابُ الْآثَارِ الَّتِيْ رَوَاهَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ" عَنْهُ﴾

"حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو مستقل کتاب موجود ہے وہ "کتاب الآثار" ہے جس کو محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے روایت کیا ہے"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس نسخے میں جن راویوں سے حدیثیں مروی ہیں ان کے حالات میں دو اہم کتابیں لکھی ہیں پہلی تصنیف جو مستقل طور پر رجال "کتاب الآثار" سے متعلق ہے، اس کا نام "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے، دوسری کتاب یہی "تعجیل المنفعۃ" ہے جس میں حافظ صاحب موصوف نے صرف ان رواۃ حدیث کا تذکرہ لکھا ہے کہ جن سے ائمہ اربعہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں نقل کی ہیں۔ مگر صحاح ستہ میں ان کے سلسلہ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی ذیل میں انہوں نے "تعجیل المنفعۃ" میں "کتاب الآثار" امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے زوائد رجال کو بھی جمع کردیا ہے۔ محدث سخاوی نے "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ"[۴۶] میں لکھا ہے کہ حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا المتوفی ۸۷۹ ہجری نے بھی "رجال کتاب الآثار" امام محمد پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ ملا کاتب چلپی نے "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" میں "کتاب الآثار" کے متعلق خود امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح کا ذکر کیا ہے۔[۴۷] اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں کتاب الآثار کے متعلق خود امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح کا حوالہ دیا ہے اور علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی نے "العقود فی تاریخ العہود"[۴۸] میں حافظ قاسم بن قطلوبغا کی تصنیفات میں ان کی ایک کتاب التعلیق علی کتاب الآثار کا بھی ذکر کیا ہے جو رجال "کتاب الآثار" کے علاوہ ہے۔ اسی طرح علامہ مراوی نے بھی "سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر" میں شیخ ابوالفضل نور الدین علی بن مراد موصلی عمری شافعی المتوفی ۱۱۴۷ ہجری کے ترجمہ میں ان کی "شرح کتاب الآثار" امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے، خود ہم نے اس کے رجال پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا ہے۔ حال میں مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری نے بھی اس پر دو ضخیم جلدوں میں ایک مبسوط و محققانہ شرح لکھی ہے جس کے بارے میں مولانا ابوالوفا افغانی نے شرحا حسنالم یر مثلہ[۴۹] (ایسی عمدہ شرح کہ جس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس نسخہ کو ان کے متعدد شاگردوں نے روایت کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ امام ابو حفص کبیر اور امام ابو سلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے۔ ان دونوں بزرگوں کے علاوہ امام ممدوح کے ایک شاگرد عمرو بن ابی عمرو بھی ان سے اس کتاب کی روایت کرتے ہیں۔ اور محدث خوارزمی نے "جامع المسانید" میں اسی نسخہ کو امام محمد سے موسوم کیا ہے۔ غالباً اس نسخہ میں فتاوی تابعین کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ صرف احادیث ہی درج ہیں اور شاید اسی بناء پر اس کو مسند ابی حنیفہ کہا جاتا ہے۔

امام ابو حفص کبیر اور امام ابو سلیمان جوزجانی چونکہ فقہ حنفی کے ارکان نقل کرتے ہیں اس لئے "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں ان ہی حضرات کی روایت کو زیادہ فروغ ہوا۔ کاتب الحروف بھی "کتاب الآثار" امام محمد کو امام ابو حفص کبیر ہی کے طریق سے روایت کرتا ہے۔ جس کی سند درج ذیل ہے:

اجازنی الشیخ الفقیه العالم المحدث مولانا ابو الوفا الافغانی اداره اللّٰه بالعزو الكرامة قال اجازنی الشیخ عبدالقادر بن الشیخ محمد الحواری الزبیری المدنی مدير مكتبة شيخ الاسلام عارف حكمت لمدينة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی شهر اللّٰه المحرم ۱۳۴۱هجری عن الشیخ علی ظاهر الوتری عن الشیخ عبدالغنی الدهلوی عن الشیخ محمد عابد السندی عن عمه الشیخ محمد حسین بن محمد مراد الانصاری قال اجازنی الشیخ عبدالخالق بن علی المزجاجی قال قرأت علی الشیخ محمد بن علاء الدین المزجاجی عن الشیخ احمد بن محمد النخلی عن الشیخ محمد بن علاء الدین البابلی عن ابی النجاسالم بن محمد السهوری عن النجم محمد بن احمد ابن علی الغیطی عن شیخ الاسلام زکریا الانصاری عن الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی انابها ابوعبداللّٰه الجریری محمد بن علی ابن صلاح انا القوام امیر کاتب بن امیر عمر بن غازی الاتقانی انا البرهان احمد بن اسعد بن محمد البخاری والحسام حسین بن علی السغناقی قالا انا فخر الحرمین حافظ الدین محد بن محمد بن نصر البخاری انا الامام محمد بن عبدالستار الکردری انا عمر بن عبدالکریم الورسکی انا عبدالرحمن بن محمد الکرمانی انا ابوبکر بن الحسین الارسابندی انا ابوعبداللّٰه الزوزنی انا ابوزید الدبوسی انا ابوجعفر الستروشنی وابوعلی الحسین بن خضر النسفی انا ابوبکر محمد بن الفضل انا ابومحمد عبداللّٰه بن محمد بن یعقوب الحارثی انا ابوعبداللّٰه

محمد بن ابی حفص الکبیر انا ابی انا الامام محمد بن الحسن الشیبانی ﴾

④ کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ لولوی المتوفی ۲۰۴ ہجری

اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "لسان المیزان" میں کیا ہے۔ چنانچہ محدث محمد ابن ابراہیم جیش بغوی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

﴿مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ جَيْشِ الْبَغْوِيْ رَوٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شُجَاعِ الثَّلْجِيِّ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ "كِتَابَ الْآثَارِ" ﴾ (۵۰)

"محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی، محمد بن شجاع ثلجی سے وہ امام حسن بن زیاد سے اور وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کتاب الآثار کو روایت کرتے ہیں"۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی "اعلام الموقعین" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے:

﴿قَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادِ اللُّؤْلُؤِيُّ ثَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَاسْتَوٰى جَالِسًا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ تَشِيْبُ فِيْهِ الْوِلْدَانُ وَتَضَعُ الْحَوَامِلُ مَافِيْ بُطُوْنِهَا﴾ (الحدیث) (۵۱)

محدث علی بن عبدالحسن دوالیبی حنبلی نے اپنے "ثبت" میں اس نسخہ سے ساٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جن کو محدث ناقد شیخ محمد زاھد کوثری حنفی نے اپنی مشہور تصنیف "الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع" میں بتمام وکمال نقل کردیا ہے۔

محدث خوارزمی نے "جامع مسانید" میں اس نسخہ کو "مسند ابی حنیفہ لحسن بن زیاد" سے موسوم کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام لولوی تک نقل کردی ہے خوارزمی کی طرح دیگر محدثین بھی اس کو "مسند ابی حنیفہ" ہی کے نام سے روایت کرتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر عسقلانی کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسانید و اجازات کو محدث علی بن عبدالحسن الادوالیبی الحنبلی نے اپنے "ثبت" میں اور حافظ ابن طولون حنفی نے "الفہرست الاوسط" مین اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی شافعی مصنف "سیرۃ شامیہ" نے "عقود الجان" میں اور محدث ایوب خلوتی حنفی نے اپنے "ثبت" میں اور خاتمہ الحفاظ ملا محمد عابد سندھی نے "حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد" میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور علامہ

محدث محمد زاہد کوثری نے ان سب کو "الامتاع" میں نقل کر دیا ہے۔ جو ۱۳۶۸ ہجری میں مصر میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

ان حضرات کے علاوہ خود حضرت امام کے صاحبزادے الامام بن الامام حماد بن ابی حنیفہ المتوفی ۱۷۰ ہجری اور مشہور محدث محمد بن خالد الوہبی المتوفی قبل ۱۹۰ ہجری کی روایت سے بھی "کتاب الآثار" کے نسخے مروی ہیں۔ چنانچہ "جامع مسانید" میں محدث خوارزمی نے ان دونوں نسخوں سے حدیثوں کی روایت کی ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اپنی اسناد بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔ خوارزمی نے ان دونوں نسخوں کا ذکر بھی "مسند ابی حنیفہ" ہی کے نام سے کیا ہے۔

ملحوظ خاطر رہے کہ چونکہ محدث خوارزمی نے ان نسخوں کو "مسند" کہا ہے اس لئے بعد کے اکثر مصنفین بھی ان کو مسند ہی کے نام سے ذکر کرنے لگے۔ متقدمین کا دستور ہے کہ وہ ایک کتاب کو متعدد ناموں سے ذکر کر دیا کرتے ہیں مثلاً دارمی کی تصنیف کو "مسند دارمی" بھی کہتے ہیں اور "سنن دارمی" بھی۔ ترمذی کی کتاب کو سنن بھی کہتے ہیں اور جامع بھی اسی طرح "کتاب الآثار" کے ان نسخوں کو کبھی علماء نے "مسند" کے نام سے ذکر کیا ہے اور کبھی "سنن" کے نام سے اور کبھی "کتاب الآثار" کے نام سے اور کبھی صرف نسخہ ہی لکھ دیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے مجموعہ حدیث کا اصل نام جس کو خود امام ممدوح نے مرتب فرمایا تھا "کتاب الآثار" ہے۔ ملک العلماء امام علاءالدین کاسانی نے بھی "بدائع الصنائع" میں اس کا ذکر "آثار ابی حنیفہ" ہی کے نام سے کیا ہے۔[۵۲]

شیخ محمد سعید سنبل نے لکھا ہے کہ چونکہ "کتاب الآثار" امام محمد میں تابعین سے زیادہ روایتیں منقول ہیں۔ اس بناء پر خود انہوں نے اس کا نام "الآثار" رکھا ہے۔[۵۳] لیکن شیخ صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ تابعی کے قول کو "اثر" سے تعبیر کرنا متاخرین کی اصطلاح ہے متقدمین کے یہاں اثر کا اطلاق موقوف مرفوع سب پر ہوتا تھا۔ خود امام محمد نے بھی "کتاب الآثار" اور "مؤطا" میں اس لفظ کو اس کے عام معنی ہی میں استعمال کیا ہے۔ ہاں اس کتاب کے جن نسخوں کو علماء نے "مسند" سے موسوم کیا ہے وہ اسی بناء پر کیا ہے کہ ان نسخوں میں مرفوع حدیثیں زیادہ ہیں۔ اور چونکہ کتاب الآثار کا موضوع احادیث احکام یعنی سنن ہیں اس بناء پر بعض محدثین نے اس نام سے بھی اس کا ذکر کر دیا ہے۔

مذکورہ بالا چھ حضرات کے علاوہ جن کے ذریعہ سے "کتاب الآثار" کا سلسلہ امت میں باقی رہا کتب تاریخ میں اور جن محدثین کے متعلق یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے اس کتاب کا سماع کیا ہے وہ یہ ہیں۔

❶ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ: جن کی تصریح سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ "میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو کئی دفعہ لکھا ہے اور محدث خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں حمیدی شیخ بخاری کی زبانی نقل کیا ہے:

﴿سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی يَقُوْلُ كَتَبْتُ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اَرْبَعَمِائَةِ حَدِيْثٍ﴾

"میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں نے چار سو حدیثیں لکھی ہیں"۔

❷ امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ تعالیٰ: ان سے حافظ عارثی نے بسند نقل کیا ہے کہ:

﴿سَمِعْتُ مِنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ كُتُبَهٗ وَ آثَارَهٗ﴾ (۵۴)

"میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کی کتابوں کو اور ان کے آثار کو سنا ہے"۔

❸ شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ تعالیٰ: ان کے بارے میں علامہ کردری لکھتے ہیں:

﴿سَمِعَ مِنَ الْاِمَامِ تِسْعَمِائَةِ حَدِيْثٍ﴾ (۵۵)

"انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نو سو حدیثیں سنی ہیں"۔

❹ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ تعالیٰ: ان کے متعلق حافظ ابن عبدالبر "جامع بیان العلم" میں سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ:

﴿مَارَأَيْتُ اَحَدًا أُقَدِّمُهٗ عَلٰی وَكِيْعٍ" وَكَانَ يُفْتِیْ بِرَأْيِ أَبِیْ حَنِيْفَةَ" وَكَانَ يَحْفَظُ حَدِيْثَهٗ كُلَّهٗ وَكَانَ قَدْسَمِعَ مِنْ أَبِیْ حَنِيْفَةَ" حَدِيْثًا كَثِيْرًا﴾ (۵۶)

"میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جسے وکیع پر مقدم کروں اور وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور انکی حدیثیں ساری انہیں حفظ تھیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہت حدیثیں سنی تھیں"۔

❺ حماد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ: یہی حافظ ابن عبدالبر الانتقاء فی فضائل الائمۃ الفقہاء میں رقم طراز ہیں:

﴿وَرَوٰی حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَحَادِیْثَ کَثِیْرَۃً﴾ (۵۷)

"حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں"۔

❻ خالد الواسطی رحمہ اللہ تعالیٰ: ان کے بارے میں بھی ابن عبدالبر نے الانتقاء میں یہی تصریح کی ہے:

﴿وَرَوٰی عَنْہُ خَالِدُ الْوَاسِطِیُّ اَحَادِیْثَ کَثِیْرَۃً﴾ (۵۸)

واضح رہے کہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک احادیث کثیرہ کی تعداد کم از کم اتنی ہے جتنی کہ مؤطا کی روایات ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ میں بھی یہی الفاظ لکھے ہیں:

﴿کَتَبَ عَنْ مَالِکٍ کَثِیْرًا مِّنْ حَدِیْثِہٖ﴾ (۵۹)

حالانکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوری مؤطا کا سماع کیا ہے۔

❼ اسد بن عمرو: محدث صیمری نے ابونعیم فضل بن دکین سے بسند ان کے متعلق تصرح نقل کی ہے:

﴿اَوَّلُ مَنْ کَتَبَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَسَدُ بْنُ عَمْرٍو﴾ (۶۰)

"اسد بن عمرو پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو لکھا ہے"۔

یہ وہ تیرہ ارکان نقل ہیں کہ جن میں سے ہر ایک علم فقہ و حدیث کا آفتاب و ماہتاب ہے۔ یاد رہے بجز مؤطا امام مالک کے اور کسی کتاب کے راوی اس قدر جلالت علمی کے حامل نہیں ہیں یہ بھی خیال رہے کہ یہ صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کتاب کو سنا ہے ورنہ امام ممدوح سے روایت حدیث کا سلسلہ تو اتنا وسیع ہے کہ بقول حافظ ذہبی:

﴿رَوٰی عَنْہُ مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ وَالْفُقَھَاءِ عِدَّۃٌ لَا یُحْصَوْنَ﴾ (۶۱)

"ان سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیثیں روایت کی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا"۔

واللّٰہ أعلم وعلمہٗ اتم



ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہندوستان میں علم حدیث کا چرچا دوسرے ممالک کی بنسبت کم رہا ہے اس لئے یہاں کے بعض مصنّفین کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ملا جیون المتوفی ۱۱۳۰ ہجری نور الانوار میں لکھتے ہیں:

﴿لَمْ يَجْمَعْ اَبُوْحَنِيفَةَ كِتَابًا فِي الْحَدِيْثِ﴾ (۶۲)

"ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث میں کوئی کتاب مدون نہیں فرمائی"۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب مصفی شرح مؤطا کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

"وازئمہ فقہ امروز ہیچ کتابے کہ خود ایشاں تصنیف کردہ باشند بدست مردمان نیست الامؤطا"۔ (صفحہ ۳)

"اور آج ائمہ فقہ کی کوئی کتاب کہ جس کو خود انہوں نے تصنیف کیا ہو سوائے مؤطا کے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے"۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بھی بستان المحدثین میں اپنے والد ماجد کی پیروی میں یہی لکھتے ہیں کہ:

"باید دانست کہ از تصانیف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ در علم حدیث غیر از مؤطا موجود نیست"۔ (۶۳)

"جاننا چاہئے کہ ائمہ اربعہ کی تصانیف میں سے علم حدیث میں بجز مؤطا کے اور کوئی تصنیف موجود نہیں ہے"۔

مولانا شبلی نعمانی نے بھی اس بارے میں شاہ ولی اللہ صاحب ہی کے فیصلے کو کافی سمجھا ہے وہ فرماتے ہیں:

"بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے"۔ (۶۴)

اور ان کے جانشین مولانا سید سلیمان ندوی بھی یہی لکھ رہے ہیں کہ:

"امام مالک کے سوا کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر نہیں ہوئی"۔ (۶۵)

ملا جیون محدث نہ تھے اس لئے ان کا انکار محل تعجب نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کتاب الآثار سے بخوبی

واقف ہیں انہوں نے شیخ تاج الدین قلعی حنفی مفتی مکہ مکرمہ سے اس کے اطراف کا سماع بھی کیا ہے۔ چنانچہ انسان العین فی مشائخ الحرمین میں ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

"واطراف.... کتاب الآثار امام محمد وموطائے او ازوے سماع نمود"۔ (۶۶)

شاہ صاحب ممدوح کو یہ بھی معلوم ہے کہ امام محمد اس کتاب کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ مصفی میں خود ان کے الفاظ ہیں:

"آثارے کہ از امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کردہ است"۔ (۶۷)

مگر شاید وہ اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بجائے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ محدث ملا علی قاری نے خود مؤطا امام محمد کے متعلق بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام محمد نے ان دونوں کتابوں کو ان کے مصنفین سے جس انداز پر روایت کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس کو نقل کیا اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہوجانا کچھ زیادہ محل تعجب نہیں۔ امام موصوف کا ان دونوں کتابوں میں طرز عمل یہ ہے کہ وہ ہر باب میں اولاً اس کتاب کی روایتیں نقل کرتے ہیں، پھر بالالتزام ان روایات کے متعلق اپنا اور اپنے استاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اگر اصل کتاب کی کسی روایت پر ان کا عمل نہیں ہوتا تو اس کی نقل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کی وجوہ دلائل بالتفصیل لکھتے ہیں۔ او اسی ذیل میں کتاب الآثار اور مؤطا دونوں کتابوں میں بہت سی حدیثیں اور آثار امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی منقول ہیں۔ اس بناء پر بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں خود امام محمد ہی کی تصنیف کردہ ہیں (۶۸) حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ کتاب الآثار، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اور مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات سے ان کے راوی ہیں لیکن چونکہ امام ممدوح نے ان کتابوں کی روایات میں امور مذکورہ بالا کا اہتمام رکھا ہے اس بناء پر ان کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور ان کا تداول اس درجہ عام ہوگیا کہ بجائے اصل مصنف کے خود ان کی طرف کتاب کا انتساب ہونے لگا اور کتاب الآثار امام محمد اور مؤطا امام محمد کہا جانے لگا۔ اسی لئے ان حضرات کو بھی یہ غلط فہمی ہوگئی جس کی اصل وجہ ان دونوں کتابوں کے بقیہ نسخوں پر عدم اطلاع ہے۔



(۱) الخیرات الحسان فصل سادس۔ از علامہ ابن حجر مکی

(۲) "مناقب ابی حنیفہ" از محدث صیمری۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے۔

(۳) "مناقب ابی حنیفہ" از حافظ ذہبی صفحہ ۱۹ طبع مصر۔

(۴) "مناقب ابی حنیفہ" از ذہبی صفحہ ۲۷۔

(۵) ایضاً صفحہ ۱۹۔

(۶) مناقب صیمری۔

(۷) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ مکی جلد ۲ صفحہ ۴۵ طبع طائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

(۸) مناقب صیمری۔

(۹) مناقب ذہبی صفحہ ۲۶۔

(۱۰) "مقدمہ کتاب التعلیم" از مسعود بن شیبہ سندی بحوالہ تاریخ امام طحاوی۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مجلس علمی کراچی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۱۱) مناقب الامام الاعظم از علامہ کردری جلد ۱ صفحہ ۹۱ طبع دائرۃ المعارف۔

(۱۲) مناقب ابی حنیفہ از حافظ ذہبی صفحہ ۱۸۔

(۱۳) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۔

(۱۴) تاریخ بغداد از محدث خطیب بغدادی، ترجمہ امام ابو حنیفہ۔

(۱۵) اصول الفقہ از امام سرخسی جلد ۱ صفحہ ۳۵۰ طبع مصر ۱۳۷۲۔

(۱۶) یہ چالیس ہزار متون احادیث کی تعداد نہیں بلکہ اسانید کی ہے اور اس تعداد میں صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ بھی داخل ہیں کیونکہ سلف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث اور اثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں احادیث کے طرق و اسانید کی تعداد چالیس پچاس ہزار سے متجاوز نہ تھی بعد کو بخاری و مسلم کے عہد میں یہی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی کیونکہ جب ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس شاگردوں سے بیان کیا تو اب محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس حدیث کی دس اسنادیں اور دس طریقے ہوگئے۔ چنانچہ اگر آپ "کتاب الآثار" اور "مؤطا" کی احادیث کی تخریج بقیہ کتب احادیث سے کرنے بیٹھیں تو ایک ایک روایت کے دسیوں بیسیوں بلکہ سینکڑوں اسنادیں مل جائیں گی۔

(۱۷) "مناقب الامام الاعظم" جلد ۱ صفحہ ۹۵۔

(۱۸) "عقود الجواہر المنیفہ" جلد ۲۳ طبع مصر۔

(۱۹) مناقب صدر الائمہ جلد، صفحہ ۱۹۷۔

(۲۰) جامع مسانید الامام الاعظم از محدث خوارزمی جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ طبع دائرۃ المعارف۔

(۲۱) "تاریخ بغداد" تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر اور طبقات الحفاظ امام سیوطی میں امام ابوحنیفہ کا ترجمہ دیکھو، سیوطی کی طبقات الحفاظ کا قلمی نسخہ مدرسہ نظامیہ حیدر آباد دکن کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گذرا ہے۔

(۲۲) مناقب صدر الائمہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۰۔

(۲۳) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۱۔
(۲۴) ان صحیفوں میں سے مشہور تابعی ہمام بن منبہ کا صحیفہ جو ۵۸ ہجری سے پہلے کی تالیف ہے اردو ترجمہ کے ساتھ گذشتہ سال ہی حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے۔
(۲۵) تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ طبع دائرۃ المعارف صفحہ ۳۶۔
(۲۶) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۷۔
(۲۷) کتاب مذکور صفحہ ۱۸۵ طبع مجتبائی دہلی۔
(۲۸) ایضاً صفحہ ۱۷۱۔
(۲۹) تعلیقات الانتقاء فی فضائل الثلاثہ الفقہاء، از محدث کوثری صفحہ ۱۴ طبع مصر۔
(۳۰) "مناقب ابی حنیفہ" از صیمری۔
(۳۱) "تاریخ بغداد" از خطیب۔
(۳۲) "مناقب صدر الائمہ" جلد ۲ صفحہ ۴۸۔
(۳۳) مناقب صیمری۔
(۳۴) مناقب صیمری۔
(۳۵) الانتقاء فی فضائل الائمہ الثلاثہ الفقہاء از حافظ ابن عبد البر صفحہ ۱۴۲ طبع مصر۔
(۳۶) عجالہ نافعہ صفحہ ۵ طبع مجتبائی دہلی۔
(۳۷) "تدریب الراوی" صفحہ ۵۶ طبع مصر۔
(۳۸) مناقب صدر الائمہ جلد ۲ صفحہ ۶۸۔
(۳۹) اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ ریاست ٹونک اور کتب خانہ حیدر آباد دکن میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔
(۴۰) ملاحظہ ہو کتاب الانساب نسبت الجصینی یہ کتاب لیڈن (ہالینڈ یورپ) میں چھپی ہے۔
(۴۱) الجواہر المضیہ میں احمد بن بکر کا تذکرہ دیکھو۔
(۴۲) معرفۃ علوم الحدیث صفحہ ۱۶۴ طبع دار الکتب المصریہ۔
(۴۳) اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔
(۴۴) یہ کتاب اب یورپ میں طبع ہو چکی ہے۔ میں نے اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں دیکھا ہے۔
(۴۵) ملاحظہ ہو صفحہ ۳۳ طبع انصاری دہلی۔
(۴۶) کتاب مذکور صفحہ ۱۱۷ طبع دمشق ۱۳۴۹ھ۔
(۴۷) ملاحظہ ہو مبسوط سرخسی جلد ۱ صفحہ ۸۰ طبع مصر ۱۳۲۴ ہجری اس کی اصل عبارت یہ ہے: **فقد ذکر محمد رحمہ اللہ تعالی فی شرح الاثار لہ الخ۔**
(۴۸) الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع للسخاوی میں حافظ قاسم کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔
(۴۹) مقدمہ "کتاب الآثار" امام ابو یوسف از مولانا افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۵۰) واضح رہے کہ لسان المیزان کے مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت اس طرح مذکور ہے، محمد بن ابراھیم بن حسن البغوی روی عن محمد بن نجیح البلخی عن الحسن بن زیاد عن محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ "کتاب الآثار"۔

لیکن طباعت کے اندر اسماء میں سخت تصحیف ہو گئی ہے۔ حبیش البغوی کی بجائے حسن البغوی غلط چھپ گیا۔ اسی طرح شجاع الثلجی کی جگہ نجیح البلخی محض غلط ہے اور عن الحسن بن زیادہ عن ابی حنیفہ کے درمیان عن محمد بن الحسن کا اضافہ اگر اصل منقول عنہ میں بھی موجود ہے تو یقیناً غلط ہے بہرحال مطبع کے مصححین نے یہاں تصحیح کا اہتمام بالکل نہیں کیا۔ قلمی نوشتوں کے پڑھنے میں اسماء کی غلطی تو بالکل معمولی بات ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے متعلق تو مشہور ہے کہ وہ نہایت بدخط تھے خود ہم نے حافظ صاحب کے قلم کا لکھا ہوا "اتحاف المہرہ" کا نسخہ دیکھا ہے فی الواقع ان کے نوشتہ کا صحیح پڑھ لینا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ محمد بن ابراہیم بن حبیش بغوی اور امام محمد بن شجاع ثلجی دونوں بڑے مشہور و معروف محدث گذرے ہیں۔ حافظ خطیب بغدادی نے ان دو حضرات کا مفصل تذکرہ تاریخ بغداد میں لکھا ہے اور چونکہ یہ دونوں حنفی ہیں اس لئے وہ اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کے خلاف تعصب کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

(۵۱) اعلام الموقعین جلد ا صفحہ ۴۳ طبع اشرف المطابع دہلی۔

(۵۲) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ا صفحہ ۲۲۰ طبع مصر۔

(۵۳) اوائل شیخ محمد سعید سنبل صفحہ ۸ طبع احمدی دھلی۔

(۵۴) ملاحظہ ہو "مناقب الامام الاعظم" از صدر الائمہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۔

(۵۵) "مناقب الامام الاعظم" از امام کردری ۲/۲۳۱۔

(۵۶) جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ طبع مصر۔

(۵۷) الانتقاء صفحہ ۱۳۰ طبع مصر۔

(۵۸) ایضاً صفحہ ۱۳۶۔

(۵۹) یعنی انہوں نے امام مالک سے ان کی بہت سی حدیثیں لکھی ہیں (الانتقاء صفحہ ۱۷۴۔

(۶۰) "الجواہر المضیہ" ترجمہ اسد بن عمرو۔

(۶۱) "مناقب ابی حنیفہ" از حافظ ذہبی صفحہ ۱۱۔

(۶۲) نور الانوار طبع علوی لکھنو صفحہ ۱۷۰۔

(۶۳) بستان المحدثین صفحہ ۲۸،۲۷ طبع محمدی لاہور۔

(۶۴) سیرۃ النعمان صفحہ ۱۱۹ طبع مفید عام آگرہ سن ۱۸۸۲۔

(۶۵) حیات امام مالک صفحہ ۹۰ طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۴۰ ہجری۔

(۶۶) انسان العین صفحہ ۱۶ طبع احمدی دھلی۔

(۶۷) مصفی صفحہ ۸۔

(۶۸) مولانا شبلی نعمانی نے کتاب الآثار کے متعلق اور ملا علی قاری نے مؤطا کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھ کر آپ کو اس غلط فہمی کی وجہ خود معلوم ہو جائے گی۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں: "خوارزمی نے آثار امام محمد کو بھی امام کی مسانید میں داخل کیا

ہے۔ بے شبہ اس کتاب میں اکثر روایتیں امام صاحب ہی سے ہیں اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو امام ابوحنیفہ کا مسند کہیں یا آثار امام محمد کے نام سے پکاریں لیکن یاد رہے کہ امام محمد نے اس کتاب میں بہت سی آثار اور حدیثیں دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہیں" اس لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب امام محمد کی طرف زیادہ موزوں ہے۔(سیرۃ النعمان صفحہ ۲۷)

وقد وجدت بخط الاستاذ المرحوم الشیخ عبداللہ السندی فی ظہر ھذا الکتاب انہ مؤطا مالک ابن انس بروایۃ محمد بن الحسن وھو مشکل اذ یروی الامام محمد فیمن غیر الامام مالک ایضا کالامام ابی حنیفۃ وامثالہ ولعلہ نظر الی الاغلب۔

میں نے اپنے استاذ مرحوم شیخ عبداللہ سندھی کے قلم سے اس کتاب کی پشت پر یہ لکھا ہوا پایا کہ یہ مؤطا مالک بن انس بروایت محمد بن الحسن ہے اور یہ مشکل ہے کیونکہ امام محمد اس کتاب میں امام مالک کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی جیسے کہ امام ابوحنیفہ اوران کے امثال ہیں روایت کرتے ہیں اور شاید استاذ مرحوم کا یہ فرمانا اس کی اغلب روایات کے اعتبار سے ہو۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح مؤطا محمد کے قلمی نسخے ہندوستان و پاکستان کے متعدد کتب خانوں میں ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ملاحظہ فرمایا آپ نے مولانا شبلی نعمانی کو جو اشکال کتاب الآثار امام محمد کے امام ابوحنیفہ کی طرف انتساب میں ہے وہی اشکال ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو مؤطا امام محمد کے امام مالک کی طرف منسوب کرنے میں ہے۔



تقریظ

استاذ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار رحمہ اللہ تعالیٰ

مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ العلی العظیم والصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ وبعد

اهل الحديث هم اهل النبی وان
لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ، انفاس قدسیہ، تعلیمات وارشادات امت مسلمہ کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کے بعد دوسرا بنیادی مرجع یہی مبارک احادیث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ان کی حفاظت، تعلیم، تشریح، تبلیغ اور تسہیل کے لئے اپنے بندوں کو توفیق بخشی جنہوں نے اس کی خدمت کرکے اپنا نام ان خوش نصیبوں میں لکھوایا جن کی قسمت میں رب العالمین نے یہ توفیق ازل سے لکھ رکھی تھی۔

محدثین عظام نے احادیث کے ذخیرے مرتب کئے اور امت مسلمہ کی ہدایت کے سامان کو تحریف و تبدیل اور ضیاع سے محفوظ کیا۔ بعد والوں نے اپنے اپنے ذوق، انداز اور حالات کے لحاظ سے اس کی خدمت کی، برصغیر پاک و ہند میں محدثین کی ایک عظیم جماعت نے اس سلسلہ میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ محدث ہند حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر ہمارے شیخ محدث العصر علامۃ الدھر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ تک اکابر علماء محدثین اور اساطین علم اور ینابیع رشد و ہدایت نے جو خدمات انجام

دینی تاریخ کے اوراق اس کے شاہد عدل ہیں۔ ان حضرات نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت، شرح و تعلیم کے سلسلہ میں جو کارنامے انجام دیئے وہ رہتی دنیا تک ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

دور حاضر میں اللہ جل شانہ نے جن حضرات کو علم حدیث کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی ہے ان میں سے فاضل علوم دینیہ برادرم مولانا محمد حسین صاحب حفظہ اللہ استاد حدیث جامعہ بنوریہ بھی ہیں جنہوں نے وفاق المدارس العربیہ کے عالیہ نصاب میں شامل امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ النعمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی معروف تالیف کتاب الآثار کی اردو زبان میں عمدہ، جاندار اور بہترین اسلوب میں مفصّل شرح لکھی (اس سے پہلے بھی انہوں نے کچھ کتابوں کی شرح لکھی ہے)

اس سے قبل کئی حضرات اس کتاب کی شرحیں لکھ چکے ہیں لیکن موصوف نے اپنی شرح میں بہت سی خوبیاں یکجا جمع کردی ہیں چنانچہ رواۃ کے حالات زندگی، حل لغات، مصادر و مراجع، کا بیان وغیرہ ایسی خصوصیات ہیں جو دوسری شروح میں کم پائی جاتی ہیں۔ بندہ نے خود بھی بعض جگہ سے اس شرح کو دیکھا اور بہت ہی مسرور ہوا اور برادرم مولانا حسین قاسم صاحب حفظہ اللہ رفیق دار التصنیف و استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کو اس پر ایک نظر ڈالنے کو کہا، انہوں نے بھی اس شرح کو پسند کیا اور اس کی خصوصیات کی نشاندہی کی۔ ماشاء اللہ شرح میں فقہی اختلافی مسائل پر تفصیلی محققانہ بحث کی گئی ہے اور انشاء اللہ یہ شرح عوام و خواص سب کے لئے نافع ہوگی، البتہ اگر مباحث کا استقصاء اور استیعاب کرلیا جاتا تو اور چار چاند لگ جاتے۔ بہرحال موصوف کی محنت لائق صد تحسین ہے۔

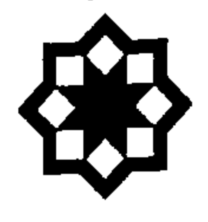
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خدمت حدیث کو قبولیت سے نوازے اور طلبہ و علماء سب کو اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله و صحبه اجمعین

محمد حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۱۶/۶/۲۱ ہجری

۱۹۹۵/۱۱/۱۵ عیسوی



جذباتِ تشکر

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث بجامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی احکام کے مأخذ میں دوسرے نمبر پر سنت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا نام ہے علماء نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے آثار کو بھی حکماً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ ملحق کیا ہے خصوصاً صحابہ کرام کے وہ اقوال جو اجتہادی مسائل کے ساتھ متعلق ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست شاگرد تھے اور ان کے پاس دینی احکام کے متعلق جتنا بھی علم تھا وہ انہوں نے بلاواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اس لئے ان کے اقوال کا احادیث کے ساتھ ملحق ہونا باعث تعجب نہیں ہونا چاہئے۔

آثار (جو اثر کی جمع ہے) کے متعلق متقدمین کی اصطلاح یہ تھی کہ وہ مرفوع احادیث اور اقوال صحابہ سب پر اثار کا اطلاق کیا کرتے تھے۔ البتہ متأخرین کی اصطلاح میں عموماً صحابہ کرام کے اقوال و افعال پر آثار کا اطلاق کیا جانے لگا۔

امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب الآثار متقدمین کے طرز پر ان کی اصطلاح کے مطابق لکھی گئی تھی اس لئے ان کی اس کتاب میں مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے ارشاد واقوال کا بھی ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہے اور بعض ایسے آثار بھی اس میں موجود ہیں جو احادیث و آثار کی دوسری کتابوں میں موجود نہیں یہ ان صحابہ تابعین اور مجتہدین کے اقوال کا مستند مجموعہ ہے جو کوفہ میں وارد ہوئے۔

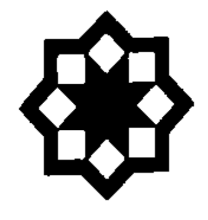
یہ کتاب درحقیقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے امام محمد اس کے راوی ہیں اور انہوں نے اس میں کچھ اضافے بھی کئے ہیں جیسے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الآثار ہے کہ وہ ان کی طرف منسوب

ہو کر کتاب الآثار لابی یوسف کہلاتی ہے لیکن در حقیقت وہ بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کے راوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اور انہوں نے بھی اس میں کچھ اضافے کئے ہیں۔

امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب الآثار ہمارے دینی جامعات و مدارس کے نصاب میں درجہ عالیہ کے دوسرے سال کے نصاب میں شامل ہے اور اس اعتبار سے ادق ہے کہ اب تک اس کی صحیح خدمت بھی نہیں ہوئی۔ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہان پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح عربی میں لکھی تھی لیکن وہ ناقص چھپی اسی طرح حضرت مولانا ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر کچھ تعلیقات لکھے تھے لیکن وہ بھی مکمل شرح نہیں ہے۔ اگر مفتی مہدی حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح مکمل ہوجاتی تو وہ مستغنی کردیتی لیکن وہ ناقص چھپی ہے پتہ نہیں کہ اس کا مکمل مسودہ کہیں موجود ہے بھی کہ نہیں۔ اردو زبان میں اس کتاب پر بعض حضرات نے کچھ حواشی اور تعلیقات لکھے ہیں۔ لیکن وہ بھی انسان کی علمی تشنگی دور نہیں کرتے۔

اب الحمد للہ جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کے استاذ حدیث حضرت مولانا محمد حسین صاحب دامت فیوضہم نے اس کی شرح لکھنی شروع کی ہے جو انشاء اللہ ایک مکمل شرح ہوگی۔ بندہ نے جتنا حصّہ دیکھا وہ الحمد للہ قابل اعتماد ہے اور مولانا مدظلہ نے بہت ہی محنت کرکے اصلی مأخذ کی طرف رجوع کرکے صحیح باتیں نقل فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرماکر خود ان کی علمی ترقی کا ذریعہ بنائے اور طلباء علوم دینیہ اور عام مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے اور مؤلف دامت برکاتہم کو خدام علم حدیث میں شامل فرمائے۔ آمین۔

نظام الدین شامزی
۱۴۱۶/۵/۲۶ ہجری



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعا تشکر

فخر ملت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ کے صاحبزادے
حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ

﴿عن معاویۃ رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین و انما انا قاسم و اللہ یعطی﴾

"اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائیں اسس دین کی سمجھ عطاء فرمادیتے ہیں اور میں تو (دین کی سمجھ) بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔"

کائنات میں جتنے بھی فقیہہ گزرے ہیں وہ سب کے سب اس حدیث پاک کا مصداق و محمل ہیں۔ اس نسبت عالی کی اساس پر تمام فقہاء امت واجب الاحترام ہیں۔ ان تمام فقہا کے سرخیل سراج الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ بہت زیادہ قدر کے لائق ہیں کہ انہوں نے عمر بھر انسانوں کو دین متین کی سمجھ سے مزین فرمایا۔ قرآن۔ حدیث، اعمال و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیاس و اجتہاد سے ہزاروں انسانوں کو شعور و آگہی عطاء فرمائی، امت محمدیہ علی صحابہا الصلوٰۃ والتحیہ کی فکری پریشانی اور غیروں کی فکری یلغار کے وقت امت کی رہنمائی کی اور قانون اسلامی کی تدوین کی۔ فکر آوارہ کے روگی، امام صاحب کی کاوش وجہد کو "فقہ ملوکی" سے تعبیر کرتے ہیں ایسے آوارہ منش لوگوں کے علم میں ہونا چاہئے کہ ہمیشہ اس درجہ کے کام حکومتوں کی نگرانی اور سرپرستی میں ہی ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام مدینہ طیبہ کی اسلامی و نبوی حکومت میں کیا وہ مکہ مکرمہ میں نہیں ہوسکا۔ اس لئے کہ آپ مکہ مکرمہ میں حکمران و بااختیار نہیں تھے۔ بلاشبہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اگر بنو عباس نے کی تو کیا عیب ہے؟ یہ تو حسن ملوک ہے۔ اور لوگ اس حسن کو بھی گدلانا چاہتے ہیں۔

ما نجا اللہ و الرسول معاً۔ فکیف انا   لوگوں کے نشتر قلم سے اللہ و رسول نہیں بچے، ابوحنیفہ کیسے

بچتے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بے مثال کاوش جس کو فقہ کی "طبقاتی کشمکش" کا حصہ بنادیا گیا ہے، افسوس ناک ہے، حالانکہ یہ فقہ امت کی عمومی زندگی پر لاگو کرنے کے قابل تھی۔

﴿ ام للانسان ما تمنّٰی ﴾

حضرت امام صاحب کی تمام تر کاوش فقہ، حدیث پاک کی انہی روایات پر مبنی ہے جو آپ نے اپنے اجلہ تلامذہ کو املا کرائیں۔ ان تلامذہ کی تعداد چالیس تک ہے۔

ان میں سر کردہ اکابر بھی ہیں جو خود اجتہاد پر فائز ہو چکے تھے۔ مثلاً

امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، اما زفر، امام اعبداللہ بن مبارک، امام فضیل بن عیاض، امام داؤد بن نصیر، امام وکیع، اما حسن بن زیاد اور امام حفص رحمہم اللہ اور بھی بہت سے نام ہیں جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وجدان و آگہی کے لئے حسن فکر کے طلبگاروں میں ہیں۔

اردو میں اما صاحب کے علم پر بہت کم کام ہوا ہے۔ حالانکہ کام کی بہت ضرورت ہے۔ مجھ جیسے بے علم و ناواقف اس کے بہت زیادہ محتاج ہیں۔ حضرت مولانا محمد حسین صدیقی نے استاد حدیث جامعہ بنوریہ نے شرح کتاب الاثار لکھ کر جہاں مدارس عربیہ کے طلباء کو فائدہ پہنچایا ہے وہاں اہل مطالعہ و تحقیق کا بھی بھلا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تائید و نصرت فرمائیں اور نہیں بہت سا کام کرنے کی طاقت و ہمت عطاء فرمائیں۔ (آمین)

والدعاء

سید عطاء المحسن بخاری

مہتمم مدرسہ معمورہ، دار نبی ہاشم ملتان



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا حنیف جالندھری دامت برکاتہم
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے علماء کو یہ شرف بخشا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال کو صحیح سند کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ نے صدر اول ہی میں احادیث کے مجموعے مرتب فرمائے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ پاک نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے حدیث وفقہ کی جو خدمت لی ہے وہ بیان کی محتاج نہیں۔ آپ جلیل القدر محدث بھی تھے اور فقیہ جلیل بھی۔ آپ کی مسند کو کئی حضرات نے مرتب فرمایا، ان میں سے اصح ترین نسخہ وہ ہے جو حضرت قاری امام ابویوسف رحمہ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ علیہ نے آپ کی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے جمع فرمایا۔

کتاب الآثار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مرتب مجتہد ہیں اور یہ کتاب خیر القرون میں مرتب ہوئی۔ اس کے تمام رواۃ تام الضبط کثیر الملازمہ ہیں اور اپنے اپنے زمانہ کے افقہ الناس ہیں۔ یہ تینوں خصوصیتیں یکجا کسی کتاب میں نہیں ملیں گی۔

وفاق المدارس العربیہ کے حضرات اکابر نے اس کی اہمیت کے پیش نظر "المرحلۃ العالیہ" کے نصاب میں اس کتاب کو داخل کیا ہے۔

حال ہی میں جامعہ بنوریہ کراچی کے مدرس حضرت مولانا محمد حسین صدیقی صاحب نے بڑی عرق ریزی سے اس کا ترجمہ و تشریح "روضۃ الازھار" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ کتاب میں درج شدہ تمام مسائل باحوالہ ہیں۔ ابتداء میں مفید معلومات پر مشتمل بعض ضروری مباحث بھی ذکر کی گئی ہیں۔ صفحہ نمبر ۴۴ پر

محدثین احناف کی مرتب کردہ کتب کی تفصیل موجود ہے۔ اس طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے چالیس نامور تلامذہ کا صفحہ نمبر۵۹ پر ذکر موجود ہے۔ جس سے دور حاضر کے بعض ان لوگوں کا پروپیگنڈہ دور ہوجاتا ہے جو اپنی جہالت اور عناد کی بنا پر حضرات احناف کی طرف علم حدیث سے ناواقفیت کا الزام لگاتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب محترم صدیقی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

امید ہے کہ اہل علم اس کتاب کی قدر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جلد از جلد اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۞

۱۱/۶/۱۴۱۸ھ



کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی ہے

مقدمہ میں چند اہم بحثوں کو ذکر کرنا ضروری سمجھا جارہا ہے جس سے کتاب کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

علم حدیث کے لغوی معنی

اصل میں حدیث یہ ضد ہے قدیم کی۔

علم حدیث کی اصطلاحی تعریف

﴿عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ اَقْوَالُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَفْعَالُهٗ وَاَحْوَالُهٗ﴾ (۱)

بعض فرماتے ہیں:

﴿مَعْرِفَةُ مَا اُضِيْفَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اِلٰى صَحَابِيٍّ اَوْ اِلٰى مَنْ دُوْنَهٗ قَوْلًا اَوْ فِعْلًا اَوْ صِفَةً اَوْ تَقْرِيْرًا﴾ (۲)

بعض فرماتے ہیں:

﴿جُمْلَةُ الْاَخْبَارِ الْمَرْوِيَّاتُ﴾

بعض فرماتے ہیں:

﴿مَعْرِفَةُ مَا اُضِيْفَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا لَّهٗ اَوْ فِعْلًا اَوْ تَقْرِيْرًا اَوْ صِفَةً﴾ (۳)

علم حدیث کی تعریف میں اختلاف کی وجہ محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ علم حدیث کی متعدد اقسام میں کسی نے کسی قسم کو سامنے رکھتے ہوئے تعریف کی کسی نے کسی دوسری قسم کو سامنے رکھتے ہوئے تعریف کی۔

موضوع علم حدیث

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور احوال ہیں۔
کرمانی نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔
بعض نے کہا، مسند اور متن ہے۔

غرض وغایت علم حدیث کی

اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَیْنِ۔

احادیث کی چند اہم اصطلاحات

مرفوع

لغوی معنی: بلند کیا ہوا۔ یہ وضع کی ضد ہے۔

اصطلاحی معنی: وہ حدیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہو یا تقریر ہو یعنی جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو خواہ اس حدیث کی نسبت کرنے والا صحابی یا تابعی یا بعد کے لوگ ہوں۔ مثلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ الخ۔

اقسام: اس کی چار اقسام ہیں: ① مرفوع قولی ② مرفوع فعلی ③ مرفوع تقریری ④ مرفوع وصفی

مرفوع قولی کی مثال: کوئی راوی یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

مرفوع فعلی کی مثال: کوئی راوی یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا۔

مرفوع تقریری کی مثال: کوئی راوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیے گئے کسی فعل کو نقل کرے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ ہو۔

مرفوع وصفی کی مثال: روای یہ بیان کرے کہ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اخلاق والے تھے۔

موقوف

لغوی معنی: روکا ہوا۔

اصطلاحی معنی: وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول، فعل یا تقریر ہو۔[۴]

پھر اس موقوف کی تین قسمیں ہیں۔

❶ موقوف قولی وہ حدیث جس میں کسی صحابی کا ارشاد منقول ہو اس کی مثال: قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍؓ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ۔

❷ موقوف فعلی وہ حدیث جس میں کسی صحابی کا کوئی فعل منقول ہے جیسے بخاری کا قول: وام ابن عباس فیتھم۔

❸ موقوف تقریری وہ حدیث جس میں کسی صحابی کی تائید سکوتی منقول ہے اس کی مثال: کوئی تابعی راوی یہ کہے کہ میں نے صحابی کے سامنے یہ عمل کیا تھا مگر انہوں نے اس پر انکار نہیں کیا۔

مقطوع

لغوی معنی: کاٹا ہوا۔

اصطلاحی معنی: وہ قول و فعل جس کی کسی تابعی کی طرف نسبت کی جائے۔(۵)

مقطوع قولی کی مثال: قول حسن بصری رحمه الله تعالٰی حل وعلیه بدعته۔

مقطوع فعلی کی مثال: ابراھیم بن محمد بن مستر کا قول کان مسروق یرخی السرسینه وبین اهلو ویقبل علی صورته وبحیهم ودیناهم۔

متصل

لغوی معنی: ملنے والا، ملا ہوا۔

اصطلاحی معنی: حدیث مرفوع یا موقوف اس کی سند متصل ہو۔

متصل مرفوع کی مثال: مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ كَذَا۔

متصل موقوف کی مثال: مالک عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما انه قال کذا۔

مسند

لغوی معنی: نسبت کیا ہوا۔

اصطلاحی معنی: وہ حدیث مرفوع جو متصل ہو یا ہر وہ کتاب جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات الگ الگ منقول ہوں۔[٦]

مثال: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزناء عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعًا۔[٧]

یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کی سند متصل بھی ہے۔

سند

لغوی معنی: سہارا۔

اصطلاحی معنی: جو ناقلین حدیث و خبر کے ناموں پر مشتمل حصہ ہو اس کو سند کہتے ہیں۔

متن

لغوی معنی: زمین کا سخت ابھرا ہوا حصہ۔

اصطلاحی معنی: سند کے بعد کا حصہ یا جس کلام پر سند کی انتہاء ہو۔

روایت

لغوی معنی روایت کیا ہوا۔

اصطلاحی معنی: وہ چیز جسے روایت کیا جائے خواہ وہ فعل ہو یا قول جسے سند کے بعد ذکر کیا جائے اسی کو متن اور روایت بھی کہتے ہیں۔

محدث: وہ عالم جسے حدیث کے الفاظ و معنی دونوں کا علم ہو۔[٨] ہمارے زمانہ میں اس کو کہیں گے جو کتب حدیث کے مطالعہ اور درس تدریس کے ساتھ زیادہ اشتغال رکھے۔[٩]

حافظ: ایسا حدیث کا جاننے والا جسے محدثین کے ہر طبقہ کے اجزاء کے بابت معلومات غیر معلومات سے زائد ہوں۔ ہمارے زمانے میں اس کو کہیں گے جو حدیث کو سنتے ساتھ یہ بتادے کہ یہ حدیث صحاح ہے یا حسان یا ضعاف میں سے ہے نیز اس کو ایک ہزار سے زائد احادیث یاد ہوں۔

حجت: وہ محدث جس کو تین لاکھ احادیث کا پورا پورا علم ہو۔

امیر المؤمنین فی الحدیث: جس کی رائے کو بنظر اطمینان لکھا جاتا ہو جیسے سفیان ثوری، حماد بن سالم، شعبہ بن حجاج، عبد اللہ بن مبارک، بخاری و مسلم، احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ (١٠)

حاکم: وہ محدث جس کی احادیث سے واقفیت اتنی ہو کہ شاید ہی کوئی حصہ اس کی معلومات سے باہر ہو۔ (١١)

---

(١) صحاح۔
(٢) عمدۃ القاری۔
(٣) فتح الباقی شرح الفیہ العراقی۔
(٤) تدریب الراوی ١/ ١٨٤ فتح المغیث۔
(٥) تدریب الراوی ١/ ١٩٤۔
(٦) تدریب الراوی ١٨٢۔
(٧) بخاری ٤٧۔
(٨) تدریب الراوی ١/ ٤٢۔
(٩) قواعد فی علوم الحدیث۔
(١٠) تیسیر المصطلح الحدیث ١٦ منہج النقد ٧٦، ٧٧۔
(١١) قواعد فی علوم الحدیث۔ وشرح القاری علی النزہۃ صفحہ ٣۔



کتاب الاثار کی کچھ اپنی مخصوص اصطلاحات

❶ اس کتاب میں عموماً اَخْبَرَنَا کا لفظ استعمال ہوا ہے اور پوری کتاب میں صرف تین جگہ میں لفظ عن استعمال ہوا ہے:

① فَقَالَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَكِ۔

② عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فُضَالَةَ۔

③ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَكِ۔

❷ اَخْبَرَنَا کے معنیٰ میں ہی حَدَّثَنَا کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی دونوں کو مترادف مانا گیا ہے۔

❸ لَایَنْبَغِیْ عموماً لَایَجُوْزُ کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی کبھی لَایَسْتَحِبُّ کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور یہ بات قرینہ سے معلوم ہوگی۔

(اور متقدمین فقہاء کے یہاں اس کا استعمال عام ہے واجب کو بھی شامل ہوتا ہے اور مستحب کو بھی اور مکروہ کو بھی صاحب مصباح المنیر کا فرمانا یہ ہے کہ اس کے معنیٰ کبھی یَجِبُ کے اور کبھی یَنْدُبُ کے ہوتے ہیں یہ سب سباق و سیاق سے معلوم ہوگا)

❹ یُکْرَہُ عِنْدَہٗ کراہت تحریمہ کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

(ابن نجیم نے اس لفظ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر کراہیت کا لفظ مطلقاً ذکر ہو تو مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ الا یہ کہ کوئی قرینہ ہو یا تنزیہی کی تصریح ہو)

❺ اگر صحابہ کے آپس کے اختلاف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کُلٌّ جَمِیْلٌ حَسَنٌ وَلٰکِنْ اَعْجَبُ اِلَیْنَا قَوْلُ فُلَانٍ یَعْنِیْ اَفْضَلُ وَاَرْجَحُ۔

❻ لَایُعْجِبُنَا اس لفظ کا اطلاق کئی معنیٰ میں اس کتاب میں ہوا ہے۔ کبھی اس کا اطلاق کراہیت تحریمی میں اور کبھی کراہیت تنزیہی میں۔

❼ اَحَبُّ: لفظ احب کا استعمال استحباب کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

❽ جب دو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول ہوں اور ان میں سے ایک قول کو لینا ہوتا ہے تو اس کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں مثلاً:

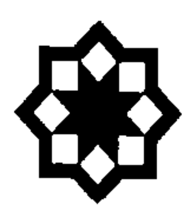
① قَوْلُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ قَوْلِ فُلاَنٍ۔

② اور کبھی اس طرح فرماتے ہیں نَحْنُ بِقَوْلِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ نَأْخُذُ وَلاَ نَأْخُذُ قَوْلَ فُلاَنٍ۔

③ اور کبھی اس طرح فرماتے ہیں قَوْلُ عَلِيٍّ أَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ قَوْلِ عُمَرَ۔

④ اور کبھی فرماتے ہیں نَحْنُ بِقَوْلِ عَائِشَةَ نَاْخُذُ وَلاَ نَاْخُذُ بِالْقَوْلِ الْاَوَّلِ۔

❾ لَاَبَاْسَ کا اکثر استعمال ایسے امر میں ہوتا ہے جس کا ترک اولیٰ ہو لیکن امر مندوب میں بھی استعمال ہوتا ہے۔



تألیف احادیث کی اصطلاحات

احادیث پر محدثین نے مختلف حیثیتوں سے تصانیف فرمائی ہیں ان کی اصطلاحات کا سمجھنا بھی حدیث کے طالب علموں کے لئے ضروری ہے۔

① **جامع:** اس کی جمع جوامع آتی ہے۔ یہ حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں آٹھ مضامین کی احادیث جمع کی گئی ہوں۔ وہ آٹھ مضامین اس شعر میں جمع ہیں:

سیر و آداب و تفسیر و عقائد
فتن و اشراط و احکام و مناقب

اس موضوع کی سب سے پہلی کتاب جامع معمر بن راشد ہے جو اب نایاب ہے۔ دوسری کتاب اس موضوع پر جامع سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ ہجری) ہے۔ تیسری جامع عبدالرزاق تصنیف امام عبدالرزاق النعمانی (متوفی ۲۱۱ ہجری) ہے جو گیارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اسی طرح جامع دارمی، جامع ابن عیینہ (متوفی ۱۹۸ ہجری) جامع ترمذی (متوفی ۲۷۰ ہجری) وغیرہ ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور جامع بخاری و مسلم ہیں۔

② **السنن:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن کی ترتیب فقہی ابواب کے مطابق ہو۔ ان میں عقائد و مناقب اور غزوات و تفسیر وغیرہ سے متعلّق روایات نہیں ہوتیں۔ اس میں عموماً مرفوع احادیث ہوتی ہیں۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ مثلاً:

سنن ابی داؤد (متوفی ۲۷۵ ہجری) سنن نسائی (متوفی ۳۰۳ ہجری) سنن ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ ہجری) سنن بیہقی (متوفی ۴۵۸ ہجری) سنن دار قطنی (متوفی ۳۸۵ ہجری) سنن شافعی (متوفی ۲۰۴ ہجری)

③ **مسند:** اس کی جمع مسانید ہے اس سے مراد عموماً وہ کتب حدیث ہوتی ہیں جن میں ہر ہر صحابی سے منقول روایات یکجا ذکر کی گئی ہوں خواہ صحابہ کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا ان کے باہمی مراتب و فضائل کے اعتبار سے اور کبھی مسابقت فی الاسلام کا اعتبار کر کے ایسے صحابی کی حدیث کو پہلے رکھا جاتا ہے اور کبھی طبقات مہاجرین اور انصار کی ترتیب پر بھی مسانید کو مرتب کیا گیا ہے۔ مثلاً:

سب سے پہلی مسند، مسند احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ ہجری) مسند ابی داؤد طیالسی (متوفی ۲۰۴ ہجری) مسند حمیدی (متوفی ۲۱۹ ہجری) مسند عبدبن حمید (متوفی ۲۲۹ ہجری)

④ **معجم:** اس کی جمع معاجم آتی ہے اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں حروف تہجی کی رعایت

رکھتے ہوئے رواۃ حدیث کی روایات کو جمع کیا گیا ہو خواہ ان راویوں میں صحابہ کا لحاظ رکھا گیا ہو یا اپنے اساتذہ یا کسی خاص شہر و مقام کے محدثین و شیوخ کا۔

معجم اور مسند میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ اس میں امام طبرانی (متوفی ۳۶۰ ہجری) کی معاجم بہت مشہور ہیں:

المعجم الکبیر: اس میں صحابہ کرام کی ترتیب سے احادیث جمع کی گئی ہیں۔

المعجم الاوسط: اس میں شیوخ کی ترتیب سے احادیث جمع کی گئی ہیں۔

المعجم الصغیر: اس میں شیوخ میں سے ہر ایک کی ایک ایک حدیث ذکر کی گئی ہے۔

⑤ مستدرک: اس کی جمع مستدرکات ہے۔ اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں کسی خاص کتاب کے مصنف کی رعایت کردہ شرائط کے مطابق رہ جانے والی احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ صحیحین پر متعدد علماء نے مستدرکات لکھی ہیں ان میں کتاب الالزامات للدار قطنی، المستدرک علی الصحیحین للحافظ ابی ذر عبد مشہور ہیں مگر ان میں مشہور ترین کتاب ابو عبداللہ حاکم (متوفی ۴۰۵ ہجری) کی المستدرک علی الصحیحین ہے۔

⑥ جزء: اس کی جمع اجزاء ہے اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں کسی راوی کی تمام روایات یا کسی ایک موضوع و پہلو کے متعلق تمام احادیث کو جمع کر دیا گیا ہو۔ راوی کی مثال جزء مارواہ ابو حنیفہ عن الصحابۃ، مصنف ابو معشر عبدالکریم طبری (متوفی ۴۷۸ ہجری)

موضوع کی مثال جزء رفع الیدین فی الصلاۃ امام بخاری کی اور جزء القرأۃ خلف الامام، وجزء القرأۃ للبیھقی وجزء الجھر ببسم اللہ، للدار قطنی، وجزء الجھر ببسم اللہ للخطیب البغدادی۔

آخری دور کی کتاب علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف کتاب التصریح بما تواتر فی نزول المسیح مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کا جزء حجۃ الوداع وغیرہ۔

⑦ مستخرج: اس کی جمع مستخرجات ہے۔ اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں کسی کتاب میں ذکر کردہ احادیث صاحب کتاب کو واسطہ بنائے بغیر دوسری اسناد کے ساتھ جمع کر دی جائیں مثلاً:

مسلم کے متعلق مستخرج ابی عوانۃ علی صحیح مسلم اس میں صحیح مسلم کی روایات ایسی سند سے روایت ہیں جن میں مصنف کا واسطہ نہیں آتا۔

اسی طرح مستخرج ابی نعیم علی صحیح مسلم (متوفی ۴۳۰ ہجری)

بخاری کے متعلق مستخرج اسماعیلی ابوبکر احمد بن اسماعیلی (متوفی ۳۷۱ ہجری)

ابوداؤد کے متعلق مستخرج قاسم بن اصبغ (متوفی ۳۴۰ ہجری)

⑧ **مجمع:** اس کی جمع مجامیع آتی ہے۔ اس سے مراد وہ کتب احادیث ہیں جن میں حدیث کی کئی کتابوں کو یکجا جمع کر دیا گیا ہو۔ ایسی کتب کی تعداد بہت زیادہ ہے مثلاً:

❶ امام حمید کی الجمع بین الصحیحین اس میں بخاری و مسلم کو جمع کیا گیا ہے۔

❷ حافظ رزین بن معاویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تجرید الصحاح الستة اس میں صحاح ستہ کو جمع کیا ہے۔

❸ حافظ ابن اثر جزری کی جامع الاصول اس میں بھی صحاح ستہ کو جمع کیا گیا ہے۔ انہوں نے مؤطا امام مالک کو لیا ہے۔ ابن ماجہ کی جگہ پر۔

❹ علامہ نورالدین الہیثمی کی مجمع الزوائد و منبع الفوائد اس میں انہوں نے مسند بزار، مسند احمد، مسند ابی یعلی اور امام طبرانی کی تینوں معاجم کی ان احادیث کو جمع کیا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں آئیں۔

❺ جمع محمد بن محمد سلیمان (متوفی ۱۰۹۴ ہجری) کی کتاب جمع الفوائد من جامع الاصول والزوائد اس میں انہوں نے چودہ اہم کتابوں کو جمع کیا ہے۔

❻ اس میں سب سے زیادہ اہم کتاب علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۱۱ ہجری) کی جامع الجوامع ہے اس میں انہوں نے تمام قولی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ہے اور فعلی احادیث کو صحابہ کرام کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔

❼ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۱۱) نے ہی جامع الجوامع کی تلخیص کی اس کا نام جامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے اس میں تمام کتب حدیث میں سے قولی روایات کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔

⑪ **طرف:** اس کی جمع اطراف ہے۔ یہ ان کتب حدیث کو کہتے ہیں کہ جن میں صرف اول و آخر الفاظ ذکر کئے گئے ہوں جن سے پوری حدیث کو پہچانا جاسکے اور آخر میں اس حدیث کا حوالہ دے دیا گیا ہو کہ یہ حدیث فلاں فلاں کتب حدیث سے لی گئی ہے مثلاً:

❶ حافظ ابراہیم بن محمد ابومسعود دمشقی (متوفی ۴۰۰ ہجری) کی کتاب اطراف الصحیحین۔

❷ علی بن حسین ابن عساکر متوفی ۵۷۱ ہجری کی الاشراف علی معرفة الاطراف یہ سنن اربعہ کے بارے میں ہے۔

❸ حافظ عبدالغنی مقدسی کی کتاب اطراف الکتب الستة بھی مشہور ہے۔

⑫ **علل:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں ایسی احادیث ذکر کی گئی ہوں جن کی سند میں کلام ہو جیسے: کتاب العلل للبخاری، کتاب العلل الصغیر والکبیر للترمذی، کتاب العلل للمسلم، علل ابن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷ ہجری) علل دار قطنی (متوفی ۳۸۵)

⑬ **غریب الحدیث:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں احادیث کے کلمات کی لغوی و اصطلاحی تحقیق کی گئی ہو جیسے:

غریب الحدیث، ابو عبید قاسم بن سلام۔

الفائق، علامہ زمخشری۔

النہایۃ فی غریب والاثر، علامہ مجدالدین ابن الاثیر الجزری۔

مجمع بحار الانوار فی غریب التنزیل ولطائف الاخبار، علامہ طاہر پٹنی، انور شاہ کشمیریؒ اس کتاب کی بہت تعریف فرماتے تھے۔

⑭ **اسباب الحدیث:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں احادیث کا سبب ورود بیان کیا جاتا ہے۔

اس موضوع پر کئی لوگوں نے قلم اٹھایا مثلاً:

ابو حفص العکبری، حامد بن کزنی، علامہ سیوطی اور علامہ ابراہیم بن محمد الشہیر بابن حمزۃ الحسینی الدمشقی الحنفی کی کتاب البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف۔

⑮ **الامالی:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں کہ جن میں استاذ اپنی یاد کی ہوئی احادیث تلامذہ کو املاء کرواتا ہے اس مجموعہ کو امالی کہا جاتا ہے۔ جیسے:

❶ فیض الباری علی صحیح البخاری جو انور شاہ کشمیری کی تقاریر کا مجموعہ ہے اس کو مولانا بدر عالم میرٹھی نے جمع فرمایا ہے۔

❷ الکوکب الدری، لامع الدراری حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی امالی میں جس کو مولانا یحییٰ صاحب والد ماجد شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے مرتب فرمایا ہے۔

⑯ **التراجم:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں ایک طریق سند کی تمام احادیث کو ایک باب میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

راوی مالک عن نافع عن ابن عمر اس کے تحت وہ احادیث نقل کی جاتی ہیں جو اس سند سے مروی ہوں۔

⑰ **الموضوعات:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں موضوع، متہم بالوضع احادیث کی تحقیق کی

گئی ہو۔ کہتے ہیں کہ اس موضوع پر سب سے پہلے علامہ عبدالرحمان بن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۵۶۷ ہجری) نے قلم اٹھایا۔ ان کی دو کتابیں ہیں:

❶ العلل المتناهية في الاخبار الواهية اور الموضاعات الكبرىٰ۔
❷ ملا علی قاری حنفی کی الموضوعات الكبير (متوفی ۱۰۱۴ ہجری)
❸ علامہ طاہر پٹنی کی تذكرة الموضوعات۔
❹ قاضی شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ ہجری) کی الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة۔
❺ اللالي الموضوعة في الاحاديث الموضوعة علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ ہجری)
❻ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ ہجری) کی الاحاديث المرفوعة في الاخبار الموضوعة۔
❼ حافظ ابن قیم (متوفی ۷۵۱) کی المنار المنيف في الصحيح والضعيف۔

⑱ **كتب الاحاديث المشتهرة:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں کہ وہ احادیث جو مشہور تو ہوتی ہیں مگر ان کی سند کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ اس پر بھی کئی لوگوں نے تصانیف کی ہیں مثلاً:

❶ حافظ شمس الدین سخاوی کی المقاصد الحسنة في الاحاديث المشتهرة على الالسنة۔
❷ علامہ زرکشی کی التذكرة في الاحاديث المشهورة۔
❸ علامہ سیوطی کی الدر المنتشرة في الاحاديث المشتهرة۔
❹ حافظ ابن حجر کی اللالي المنشورة في الاحاديث المشهورة۔

⑲ **کتب تخریج:** اس سے مراد وہ کتب ہیں جن میں کسی دوسری کتاب کے متعلق یا بے حوالہ احادیث کی سند اور اس کا حوالہ دے دیا گیا ہو۔ مثلاً:

❶ ہدایہ کی احادیث پر نصب الرایۃ ہے۔ اسی طرح
❷ حافظ ابن حجر کی الدراية في تخريج احاديث الهداية۔
❸ حافظ ابن حجر کی ہی الكافي الشاف في تخريج احاديث الكشاف۔
❹ عبدالرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ ہجری) کی الفتح السماوي بتخريج احاديث البيضاوي۔
❺ عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی ۸۰۶) کی المغني عن حمل الاسفار جس میں احیاء العلوم کتاب کی احادیث کی تخریج ہے۔

⑳ **فہارس:** اس سے مراد وہ کتب ہیں کہ جن میں کسی کتاب کی احادیث کی فہرست ہو جیسے:

❶ فہارس البخاری

❷ فهرس لاحاديث مسلم القولية۔

❸ مفتاح كنوز السنة　اس میں صحاح ستہ کے علاوہ چودہ کتابوں کی فہرست ہے۔

❹ فهرست لالفاظ الترمذی۔

❺ فهرست لالفاظ صحيح مسلم۔

❻ ڈاکٹر وینسنک اور ان کے ساتھ مستشرقین کی جماعت نے اس موضوع پر بہت ہی جامع کام کیا جو سات جلدوں میں ہے اس میں انہوں نے حروف تہجی کے حساب سے ہر لفظ کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ کون کون سی حدیث میں آیا ہے۔ اس کی ایک تلخیص وینسنک نے ہی مفتاح کنوز السنۃ کے نام سے لکھی ہے۔

(۲۱) **التجرید:**　اس سے مراد وہ کتب ہیں کہ جن میں حدیث سے سند اور مکررات کو حذف کرکے صرف صحابی کا نام اور حدیث کا متن ذکر کردیا جاتا ہے۔ مثلاً:

❶ تجريد المسلم للقرطبی۔

❷ تجريد البخاری للزبيدی　وغیرہ۔

(۲۲) **افراد والغرائب:**　اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں کہ جن میں کسی شخص کے تفردات کو جمع کردیا گیا ہو مثلاً:

❶ كتاب الافراد للدار قطنی۔

(۲۳) **المشیخۃ:**　اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں صرف کسی ایک یا چند شیوخ کی احادیث کو جمع کردیا گیا ہو مثلاً:

❶ مشيخة ابن الفاری۔

(۲۴) **اربعین:**　اس کی جمع اربعینیات ہے۔ اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں چالیس احادیث کسی ایک باب یا ایک موضوع یا ابواب مختلفہ کی احادیث جمع کردی گئی ہوں وہ سب ایک سند سے مروی ہوں یا متعدد اسناد سے۔ ایسی بہت سی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں مثلاً:

اربعین عبداللہ بن مبارک، محمد بن اسلم طوسی، دار قطنی، ابونعیم، ابوعبدالرحمان سلمی، علامہ نووی۔

اربعین کا سب سے پہلا مجموعہ بقول ملا کاتب چلپی کے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۸۱ ہجری) نے لکھا۔ تقریباً ستر(۷۰) الاربعین کے نام ملا کاتب نے اپنی کتاب　كشف الظنون　میں ذکر کئے

ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

❶ محمد بن اسلم طوسی (متوفی ۲۴۲ ہجری)
❷ حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ ہجری)
❸ حافظ دار قطنی (متوفی ۳۳۵ ہجری)
❹ حافظ ابوبکر آجری (متوفی ۳۶۰ ہجری)
❺ حافظ شمس الدین جزری (متوفی ۸۳۳ ہجری)
❻ امام ابوعبداللہ حاکم صاحب مستدرک (متوفی ۴۰۵ ہجری)
❼ حافظ ابونعیم صہبانی (متوفی ۴۴۹ ہجری)
❽ حافظ ابن عساکر (متوفی ۴۷۱ ہجری)
❾ حافظ ابوبکر بیہقی (متوفی ۴۵۸ ہجری)
❿ ابوعثمان حیابونی (متوفی ۴۴۹ ہجری)
⓫ علامہ نووی (متوفی ۶۷۶ ہجری)

(۲۵) احکام: اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں احکام و مسائل کے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہو مثلاً:

ابن دقیق العید مالکی (متوفی ۷۰۲ ہجری) کی الامام فی احادیث الاحکام۔
مولانا ظفر احمد تھانوی (متوفی ۱۳۹۴ ہجری) کی اعلاء السنن۔
تقی الدین عبدالغنی حنبلی کی عمدۃ الاحکام۔
حافظ ابن حجر کی بلوغ المرام وغیرہ۔

(۲۶) اثار، مصنف، مؤطا: یہ تینوں ایک ہی معنی میں ہیں تقریباً ان سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جن کی ترتیب ابواب فقہ کے مطابق ہو اور اس میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ موقوفہ اور مقطوعہ وغیرہ احادیث بھی ہوں جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الاثار مصنف ابوبکر یعقوب ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ ہجری) کی، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق (متوفی ۲۱۱ ہجری) کی مؤطا مالک وغیرہ۔

(۲۷) ترتیب: اس سے مراد وہ کتب ہیں جن میں کسی دوسری غیر مرتب کتاب کی احادیث کو کسی خاص ترتیب سے جمع کر دیا گیا ہو مثلاً:

❶ ترتیب مسند احمد علی الحروف لابن المجیب۔

❷ علامہ ابن الساعاتی نے مسند احمد کو ابواب کی ترتیب پر جمع کرکے اس کا نام الفتح الربانی رکھا۔

(۲۸) **ترغیب والترہیب:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں صرف ترغیب وترہیب کی احادیث کو جمع کردیا گیا ہو مثلاً:

حافظ عبدالعظیم منذری (متوفی ۶۵۶ ہجری) کی کتاب الترغیب والترہیب۔

(۲۹) **الاذکار:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعاؤں کو جمع کردیا گیا ہو مثلاً:

❶ الحصن الحصین من کلام سید المرسلین،

❷ امام نووی کی کتاب الاذکار وغیرہ۔

(۳۰) **مسلسلات:** اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں کہ جن میں تمام راوی کسی خاص فعل یا کسی خاص لفظ یا کسی ایک صفت پر جمع ہوگئے ہوں مثلاً:

ہر راوی محدث ہو یا ہر راوی فقیہ ہو یا ہر راوی نے مسواک کرتے ہوئے یا مصافحہ کرتے ہوئے اس حدیث کو بیان کیا ہو۔



"آثار" کی بحث

اس کتاب میں اکثر آثار ہیں۔ اس سے اس کی پہچان بھی کتاب سے پہلے ضروری ہے۔ آثار یہ اثر کی جمع ہے اثر کا لغوی معنی نشانی، کسی چیز کا باقی ماندہ حصہ۔

تعریف اصطلاحی:

اس میں تین قول ہیں:

پہلا قول: حدیث اور اثر ہم معنی مرادف الفاظ ہیں۔ اسی وجہ سے محدث کوثری بھی کہتے ہیں، یہی بات علامہ نووی اور علامہ لکھنوی نے فرمائی ہے۔[۱]

دوسرا قول: وہ جس کی نسبت صحابہ کی طرف ہو۔[۲]

تیسرا قول: صحابہ یا تابعین کی طرف منسوب قول ہو یا فعل۔

اگرچہ جمہور محدثین کے نزدیک اثر اور حدیث دونوں مرادف ہیں مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیسرے قول میں استعمال کیا ہے کیونکہ اس موجودہ کتاب میں حضرت ابراہیم النخعی ہی کے اقوال کو لیا گیا ہے۔ بہت ہی کم مرفوعات ہیں۔ ابراہیم النخعی کے اقوال کو اس لئے جمع کیا گیا ہے کہ وہ صحابہ کے دور خاص کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے امین و محافظ تھے چند جگہوں پر امام محمد نے ابراہیم نخعی کے قول کو چھوڑ کر دوسروں کے قول کو بھی لیا ہے۔[۳]

---

(۱) نووی شرح مسلم ۱/ ۶۳ ظفر الامانی ۵۰۴۔

(۲) تدریب الراوی ۱/ ۴۳۔ ۱۸۴ و کذا اوجز المسالک، امانی الاحبار شرح نخبۃ الفکر۔

(۳) مقدمہ ابوالوفاء شرح کتاب الآثار ۱/ ۷۔



اس کتاب میں بہت سی روایات مرسل ہیں اس لئے اس کو بھی سمجھنا ایک طالب علم کے لئے ضروری ہے۔

مرسل کی تعریف

تعریف لغوی: مرسل بمعنی چھوڑا ہوا۔[١]

تعریف اصطلاحی: وہ حدیث جس کی سند کے آخری حصہ سے تابعی کے بعد کے راوی کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

مرسل کی قسمیں

مرسل کی کئی قسمیں ہیں

① صحابی مرسل کرے۔

② قرن ثانی والے مرسل کرے۔

③ بعد کے زمانے والے عادل لوگ مرسل کریں۔

پہلی قسم تو بالاتفاق مقبول ہے اور دوسری اور تیسری قسم احناف کے نزدیک حجت ہے۔[٢]

اس میں کئی مذاہب ہیں

❶ مرسل مطلقاً حجت ہے یہ مذہب امام ابوحنیفہ، امام مالک، صحیح قول امام احمد، جمہور علماء و فقہاء، صحابہ و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس میں دو سو سال تک امت کا یہی مذہب رہا۔

❷ مرسل مطلقاً حجت نہیں یہ مذہب اصحاب حدیث، اہل ظواہر کا ہے۔

❸ مرسل حجت ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والے میں قبول روایت کی شرط موجود ہو۔

❹ مرسل حجت ہے اس وقت جب کہ اس کے علاوہ دوسری روایت موجود نہ ہو۔

❺ مرسل یہ سند سے بھی منقول ہے یہ امام احمد کا قول ہے۔

❻ حدیث مرسل استحباب کے درجہ میں تو حجت بن سکتی ہے مگر وجوب کے درجہ میں نہیں۔

❼ صرف صحابی کی مرسل حجت ہے کسی دوسرے کی نہیں۔

❽ حدیث مرسل حجت ہے بشرطیکہ اس میں حسب ذیل شرائط پائی جائیں:

① ارسال کرنے والا اکابر تابعین میں سے ہو جیسے سعید بن مسیب۔

② جب غیرمذکور راوی کا نام لیا جائے اور تعیین کی جائے تو ثقہ کا ہی نام لیا جائے۔ امور ذیل میں سے کسی ایک کی موافقت پائی جائے۔

③ کسی دوسرے طریق وسند سے متصلاً پوری سند کے ساتھ مروی ہو، یا

④ مرسلاً مروی ہو مگر ارسال کرنے والا اور اس کے اساتذہ رواۃ سند پہلی مرسل کے رواۃ سے الگ ہوں۔

⑤ کسی صحابی کے قول کے موافق ہو۔

⑥ اکثر اہل علم اس کے مضمون کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں۔ (۳)

---

(۱) معجم الوسیط ۱/۳۴۴ القاموس المحیط ۳/۳۱۵۔

(۲) اصول البزدوی صفحہ ۱۷۱۔

(۳) الرسالۃ ۴۶۱، قواعد فی علوم الحدیث ۸۵۔



مراسیل کے حجت ہونے کے دلائل

صحابہ اور تابعین کا اس کے مقبول ہونے پر اجماع ہے صحابہ کے زمانے میں مراسیل پر عمل کرتے تھے مثلاً ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا ربا الا فی النیة اس کے بعد فرمایا کہ اس بات کی خبر مجھ کو اسامہ بن زید نے دی تھی۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی اکثر روایات مرسل ہی ہوتی ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ چھوٹے تھے صحابہ سے ہی نقل کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔

تابعین کے نزدیک بھی یہ حجت ہے۔ اس بات کو عبدالبرقی نے کتاب ال؟ کے مقدمہ میں اور بلقینی نے علوم الحدیث میں اور ابن جریر طبری نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ مراسیل کے حجت ہونے پر تابعین کا اجماع ہے۔ تابعین میں کسی کا بھی اس بارے میں اختلاف نہیں۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مراسیل کا انکار کرنے والے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح النقایہ میں فرمایا ہے کہ سلف مراسیل کو حجت سمجھتے ہیں مسند کی طرح اس میں صحابہ میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں تھا۔[1]

علامہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک لوگ مراسیل پر عمل کرتے ہیں اور کتابوں میں مراسیل کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ ہمیشہ سے علماء یہ فرماتے ہیں کہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال کذا وقال فلان کذا۔

اسی قسم کی بات علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین یہاں تک کہ دو سو سال تک سب کا اتفاق چلا آیا کہ مرسل حجت ہے۔[2]

علامہ بزدوی فرماتے ہیں کہ اگر مرسل کا انکار کر دیا جائے تو احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ختم ہو جائے گا۔[3]

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ بھی مراسیل سے استدلال کرتے ہیں اگر یہ حجت نہ ہوتیں تو ان سے استدلال نہ کرتے۔[4]

علامہ ابن تیمیہ اپنا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں:

﴿والمراسیل قد تنازع الناس فی قبولها وردها واصح الاقوال ان منها المقبول والمردود ومنها الموقوف فمن علم من حاله انه لا یرسل الا عن ثقة قبل مرسلته

ومن عرف انه يرسل عن الثقة وغير الثقة ان كان ارساله رواية عمن لا يعرف حاله فهذا موقوف وما كان من مراسيل مخالفا لما رواه ﴾

"مراسیل کے رد وقبول کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ ان میں قابل قبول بھی ہیں اور قابل رد بھی اور وہ بھی کہ جن کے بارے میں توقف سے کام لینا پڑے گا چنانچہ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ثقہ کے علاوہ اور کسی سے ارسال نہیں کرتا اس کی مرسل قبول کی جائے گی اور جس کے بارے میں یہ پتہ چل گیا کہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہے بعض نے اس کو حجت تسلیم کرنے سے انکار کیا بعض نے اس کا درجہ مسند کے بعد رکھا اور بعض نے اس کو مسند پر ترجیح دی"۔ (۵)

(۱) شرح النقایۃ صفحہ۱۔

(۲) مقدمہ نصب الرایۃ ۲۷ وکذا منیہ الالمعی از حافظ قاسم بن قطلوبغا صفحہ ۲۷۔

(۳) اصول البزدوی صفحہ ۱۷۳۔

(۴) نصب الرایۃ ۲۸۔

(۵) کتاب التحقیق شرح حسامی۔



ائمہ اربعہ اور علم حدیث

ائمہ اربعہ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ میں جو مقام و عظمت نصیب فرمائی اور اللہ نے ان سے فقہ میں کام لیا دوسری طرف اللہ نے ان ائمہ سے حدیث کا بھی کام لیا اور ان کی تالیفات حدیث کو بھی اللہ نے وہ مقام عطا فرمایا جو دوسرے کسی کو نہیں ملا۔ مؤلفین حدیث میں سے کوئی بڑے سے بڑا صاحب فن ان کا شریک و ہمسر نہیں ہوا اسی وجہ سے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہ کو محدثین کا امام قرار دیا ہے۔

شیخ محمد بن جعفر کتانی (متوفی ۱۳۴۵ ہجری) نے لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کی کتابیں جو صحاح ستہ کے ساتھ مل کر دس کو پہنچ جاتی ہیں۔ یہ اسلام کی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان پر ہی دین کا مدار ہے۔[1]

اور بصرہ والوں نے صحاح ستہ کے ساتھ اس کو ملایا ہے جیسے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ میں ائمہ اربعہ کی کتب احادیث کے رجال کو جمع کیا ہے جو صحاح ستہ سے زائد ہیں۔

اسی طرح سے ابوالمحاسن محمد بن علی بن حسن بن حمزہ حلیمی دمشقی (۷۶۵ ہجری) نے اپنی کتاب التذکرۃ برجال العشرۃ میں صحاح ستہ کے ساتھ ائمہ اربعہ کی کتب حدیث کے رجال کے حال کو بھی جمع کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم حدیث

اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کئی کتب حدیث منسوب ہیں مثلاً:

① کتاب الآثار۔

② اربعینات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

③ وحدانیات امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

④ مسند امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مگر حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے امام ابوحنیفہ کی تالیف صرف کتاب الآثار ہی ہے باقی امام ابوحنیفہ کی تالیفات نہیں ہیں۔

فقہی ترتیب کے مطابق عہد اسلام کی سب سے پہلی کتاب ہی کتاب الآثار ہے۔ (اس کتاب کا مقام کیا ہے یہ بحث مقدمہ میں گذر چکی ہے)

اس کتاب میں مرفوع احادیث بہت کم ہیں نہ ہونے کے برابر ہیں عام طور سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال ہیں۔ زیادہ تر آثار ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لئے گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے محافظ تھے۔

اس کتاب میں ابواب کا عنوان دیا گیا ہے۔ صرف ایک جگہ پر "کتاب" کا عنوان ہے وہ کتاب المناسک میں ہے۔ اس کے بعد پھر ابواب ہی کا عنوان قائم فرمایا ہے۔ اس کتاب کے سات نسخے زیادہ مشہور ہیں پھر ان میں سے دو نسخے زیادہ مشہور ہوئے ایک امام محمدؒ کا دوسرا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ان سے پھر امام محمدؒ کا نسخہ زیادہ مشہور ہوا۔

امام محمدؒ کے نسخے میں کل ۳۰۵ ابواب ہیں۔ اور اسی نسخے کے اعتبار سے اس میں مرفوعات کی تعداد کل ایک سو بائیس ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے کے اعتبار سے کل مرویات کی تعداد ایک ہزار ستر ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے کے اعتبار سے مرویات کی تعداد ۹۱۶ ہے۔

ان مرویات کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے چالیس ہزار احادیث کے ذخیرہ سے انتخاب کر کے اپنے تلامذہ کو املاء کرایا ہے۔ [۲]

شروحات و تعلیقات کتاب الآثار

محدثین نے کتاب الآثار پر جو کام کیا ہے اس بات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے نزدیک کتاب الآثار کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ بڑے بڑے محدثین نے اس کتاب کی شرح لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں:

❶ امام طحاوی نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔

❷ علامہ ابن ہمام کے مشہور شاگرد حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۰ ہجری) نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔

❸ اسی طرح ابن حجر کی تصنیف ہے جس کا نام الایثار لذکر رواۃ الآثار

❹ اور حافظ ابن حجر ہی نے تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الاربعہ میں کتاب الآثار کے تمام راویوں کو جمع کیا۔

❺ اسی طرح سے حافظ ابوبکر ابن حجر الحسینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب جس کا نام التذکرۃ الرجال العشرۃ ہے اس میں صحاح ستہ اور ائمہ اربعہ کے رجال کو جمع کیا ہے اس میں بھی کتاب الآثار کے تمام راویوں کے

حالات کو جمع کیا ہے۔

❻ اسی طرح شیخ جمال الدین قونوی (متوفی ۷۷۰ ہجری) نے اس کی شرح لکھی۔

❼ زمانہ قریب میں بھی دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوری نے اس کی بہت ہی عمدہ ضخیم شرح لکھی ہے مگر افسوس کہ وہ صرف باب تخفیف الصلاۃ تک ہی پوری ہو سکی۔

❽ اسی طرح مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

❾ اور اسی طرح سے حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاص شاگرد مولانا ابوالوفاء افغانی نے اس پر تعلیق کی ہے۔ ان دونوں کا اردو ترجمہ عبدالعزیز بن عبدالرشید نے نیز شیخ محمد صفیر الدین نے کر دیا ہے۔

❿ المختار شرح کتاب الآثار مصنف حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن نے بھی تحریر فرمائی ہے جس میں ترجمہ اور مختصر جامع شرح اردو میں کی گئی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم حدیث

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کئی کتب حدیث منسوب ہیں:

① مؤطا مالک۔ ② غرائب مالک۔ ③ مسند مالیس بالمؤطا

اس میں بھی حقیقت یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف صرف مؤطا ہے باقی دوسروں کی تصانیف ہیں۔

غرائب مالک: یہ محمد بن اسحاق بن قاسم بن شعبان (متوفی ۳۵۵ہجری) کی تصنیف ہے اور تیسری کتاب مسند مالیس بالمؤطا یہ عبد الرحمان جوہری مالکی (متوفی ۳۸۵ہجری) کی تصنیف ہے۔

بہرحال مؤطا کی علمی کاوش ایک بڑا مقام رکھتی ہے۔

اس کی ترتیب و تنقیح وغیرہ میں خود امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ مجھ کو اس پر چالیس سال کا عرصہ لگا۔ ایک لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے اس میں احادیث لکھیں۔

مؤطا کے نسخوں کی تعداد انیس سے زائد ہے۔[۳] ان میں سے مشہور ۱۷ ہیں۔[۴] پھر ان میں سے چار زیادہ مشہور ہوئے:

① یحییٰ۔ ② ابن بکیر۔ ③ ابو مصعب ④ ابن مصعب۔

ان نسخوں کی وجہ سے تعداد روایات میں کافی اختلاف ہے۔ اس وجہ سے دار قطنی اور ابوالولید باجی نے اختلاف الموطات کے نام سے کتابیں لکھیں۔ سب سے زیادہ نسخہ جو یحییٰ کا ہے (پورا نام یحییٰ ابن یحییٰ مصمودی اندلسی متوفی ۲۰۴ ہجری) اسی کو اکثر شراح نے مدار بنایا ہے۔ اسی نسخہ کی شرح علامہ سیوطی اور زرقانی علامہ باجی اور شاہ ولی اللہ نے لکھی ہے اس میں روایات کی تعداد ۱۷۲۰ ہے جن میں سے چھ سو تو مرفوع متصل ہیں اور دو سو بائیس مرسل اور ۶۱۳ موقوف اور ۲۸۵ مقطوع ہیں۔[۵] اور اقوال تابعین ۲۸۵ ہیں۔

مؤطا مالک کا مقام

جمہور علماء نے طبقات کتب حدیث میں طبقہ اولیٰ میں مؤطا مالک کا شمار فرمایا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تو مؤطا مالک کو تمام احادیث کی کتابوں سے مقدم سمجھتے ہیں۔[۶]

مگر مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفتاح السعادۃ سے نقل کیا ہے کہ مؤطا کا مقام ترمذی کے بعد ہے۔ یہ قول نقل فرماکر حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس کا درجہ مسلم کے بعد تیسرے درجہ کا ہے۔[۷]

حافظ ابوزرعہ فرماتے ہیں:

﴿لَوْ حَلَفَ رَجُلٌ بِالطَّلَاقِ عَلٰى حَدِيْثِ مَالِكٍ فِي الْمُوَطَّا اَنَّهَا صِحَاحٌ لَمْ يَحْنَثْ﴾

"کہ کوئی شخص اس بات پر طلاق کی قسم کھائے کہ مؤطا میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ وہ صحیح ہیں تو وہ شخص حانث نہ ہوگا"۔

شروحات و تعلیقات مؤطا

قاضی عیاض کے بقول اس کی تقریباً ۹۹ شروحات ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

❶ کتاب الشهيد لما في المؤطا من المعاني والا سانيد　حافظ ابن عبدالبر مالکی (متوفی ۴۶۳ ہجری) کی شرح ہے۔

❷ المنتقى　یہ ابوالولید الباجی (متوفی ۴۷۴ ہجری) کی شرح ہے۔

❸ كشف المغطا عن المؤطا، جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ہجری) کی شرح ہے۔

❹ تنوير الحوالك السيوطی　یہ کشف المغطا کا اختصار ہے۔

❺ شرح زرقانی، محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (متوفی ۱۱۲۲ ہجری) کی بہت عمدہ شرح ہے۔

❻ المصفی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۱۷۶ہجری) کی شرح ہے۔

❼ المسوی، فارسی زبان میں مؤطا کی تعلیق ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ہجری) کی۔

اوجز المسالک الی مؤطا مالک مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بہت ہی عمدہ شرح ہے جس کی تعریف مالکی علماء نے بھی کی ہے۔

تعلیق مفتی محمد شفیعؒ کا حاشیہ۔

تعلیق مولانا اشفاق الرحمان بھی طبع ہو چکی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم حدیث

حدیث اور علوم حدیث سے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چار کتابیں مشہور ہیں:

① اختلاف الحدیث۔ ② سنن الشافعی۔ ③ مسند الشافعی۔ ④ فضائل القرآن۔

یہاں پر بھی حقیقت یہ ہے کہ اختلاف الحدیث اور فضائل القرآن تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف کردہ کتابیں ہیں اور باقی دو دوسروں کی تصنیف کردہ ہیں جو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔ سنن شافعی تو اسماعیل بن یحیٰی مزنی (متوفی ۲۸۴ہجری) نے مرتب کی ہے اور مسند شافعی امام شافعی کے خاص شاگرد ربیع بن سلیمان ماروی مصری (متوفی ۲۷۰ہجری) نے مرتب کی ہے۔

مسند شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ساری مرویاتِ ربیع کی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست سنی ہوئی ہیں سوائے چار کے جن کو ربیع نے بویطی کے واسطہ سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے۔

مسند شافعی کی کل مرویات کی تعداد تکرار کے ساتھ ۱۱۹۰ ہے اور بغیر تکرار کے ۹۴۰ جن میں سے ۸۲۰ مسند مرفوع ہیں اور ۱۲۰ مراسل اور مقطوع و منفصل ہیں۔(۸)

شروحات مسند شافعی

❶ التذکرۃ برجال العشرۃ۔

❷ تعجیل المنفعۃ۔

ان دونوں میں مسند شافعی کے رجال پر بحث ہے۔

❸ استحاف المھرۃ باطراف العشرۃ رجال کے ساتھ اس کے اطراف کو بھی جمع کیا گیا ہے۔(۹)

❹ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ ابن الاثیر الجزری (متوفی ۶۰۶ہجری) نے اس کی شرح لکھی ہے

جس کا نام کتاب الشافعی العینی فی شرح مسند الشافعی ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۵ شیخ زین الدین حلبی نے اس کا انتخاب کیا ہے اس کا نام المنتخب الرضی فی مسندات الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ رکھا ہے۔

۶ الشافعی العینی علی مسند الشافعی علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ہجری) کی بھی شرح ہے۔

۷ علامہ رافعی (متوفی ۶۲۳ہجری) نے بھی مسند شافعی کی شرح لکھی تھی جو دو جلدوں میں ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم حدیث

ان کی طرف حدیث کی تین کتابیں منسوب ہیں:

① مسند احمد۔ ② الناسخ والمنسوخ۔ ③ کتاب الزھد۔

یہ تینوں ہی امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تألیف ہیں۔

ان تینوں میں سب سے زیادہ اہم کام اور احادیث کا ذخیرہ مسند احمد ہے۔

سولہ سال کی عمر سے علم حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوگئے تھے اور احادیث کا جمع کرنا شروع کردیا تھا۔ یہ تقریباً ۱۸۰ہجری کا عہد تھا۔[10]

اور اخیر زندگی تک احادیث کو جمع کرتے رہے اس کو تقریباً ساڑھے سات لاکھ سے زائد احادیث سے جمع و انتخاب کیا ہے اس میں کانٹ چھانٹ کرتے رہے صرف احادیث کو جمع فرمایا تھا اس میں ترتیب وغیرہ نہیں دے پائے تھے۔ آخری عمر میں اپنے دونوں صاحبزادگان صالح و عبد اللہ اور کچھ خواص تلامذہ کو بلاکر اس منتشر مجموعے کا املاء کروایا۔[11]

پھر اس پر ترتیب و تہذیب کا کام امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے وفات پانے کے بعد ان کے صاحبزادے عبد اللہ (متوفی ۲۹۰ ہجری) نے کیا مگر اس میں بہت سی غلطیاں ہوئیں یہاں تک کہ مدنیوں کو شامیوں میں اور بھی اس کے عکس بھی کردیا گیا ہے۔[12]

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اگر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ خود اس کو مرتب و مہذب فرماتے تو یہ بہت ہی اعلیٰ کام ہوجاتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے امید ہے کہ شاید کسی بندے کو اس کار عظیم کی توفیق عطاء فرمادے۔[13]

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے فائدہ حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ رواۃ کے اعتبار سے ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جس روایت کو تلاش کیا جائے اس کے راوی کا علم پہلے سے ہو۔ دوسرے یہ کہ مسند احمد میں تمام صحابہ کی ترتیب پر بھی کتاب نہیں کہ تمام صحابہ کے ایک ترتیب کے ساتھ

نام آجائیں۔ بلکہ اس میں بھی کبھی ایمان کی سبقت اور ہجرت وغیرہ کے اعتبار سے بھی کئی ترتیبیں قائم ہیں۔ اسی وجہ سے ایک صحابی کی روایات کتاب میں کئی مواقع میں چلتی ہیں۔

بعد میں شیخ ناصرالدین البانی نے اس پر یہ کام کیا کہ صحابہ کی حروف تہجی کے اعتبار سے فہرست مرتب کی اس میں ہر صحابی کا نام ایک جگہ رکھا گیا ہے اور ہر صحابی کے نام کے سامنے مسند کے جن جن اجزاء میں اور جن جن صفحات پر اس صحابی کی روایات ہیں اس کو ذکر کردیا ہے۔

احمد بن عبد الرحمان بن محمد البنا معروف بساعاتی نے مسند احمد کو ابواب کے اعتبار سے مرتب کیا ہے اور اس کا نام الفتح الربانی رکھا ہے۔[۱۴]

مسند احمد کی بعض خصوصیات

❶ حدیث کا اتنا بڑا اور کوئی مجموعہ صحیحہ نہیں۔
❷ دیگر مسانید سے صحیح تر ہے۔
❸ اس میں تقریباً تین سو ثلاثی روایات ہیں۔

روایات کی تعداد

اس میں سات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مرویات ہیں۔ روایات کی تعداد تین ہزار بتائی گئی ہے اور عبد اللہ کی زوائد کو شمار کرکے چالیس ہزار تعداد بتائی جاتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مکررات کے ساتھ یہ تعداد ہو۔

مسند احمد کا مقام

شاہ ولی اللہ نے مسند احمد کو طبقہ ثانیہ کی کتب کے قریب قریب بتایا ہے۔[۱۵]

قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسند میں جن روایات کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے وہ بھی قابل احتجاج ہیں۔[۱۶]

مسند احمد کی شروحات وتعلیقات

اس پر کئی طرح سے کام کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

❶ ابوالحسن بن الہادی مہندلی حنفی م (متوفی ۱۱۲۹ ہجری) نے اس کی شرح لکھی ہے۔

❷ اور اس کے رجال پر کام تعجیل المنفعۃ میں۔ اور

❸ التذکرۃ میں کی گئی ہے۔

❹ ابن حجر نے دو جلدوں میں اس کے اطراف کو مستقلاً جمع کیا ہے۔

❺ ابن حجر نے ہی ایک اور شرح بنام القول المسدد فی الذب عن مسند احمد لکھی اس میں ان احادیث کا جواب دیا گیا ہے جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ موضوع ہیں۔

❻ محمد بن احمد نابلسی حنبلی (متوفی ۱۱۸۸ ہجری) نے مسند احمد کی ثلاثیات کو الگ اس کی دو جلدوں میں شرح لکھی ہے جس کا نام الصدر المکمد رکھا ہے۔

❼ بعض لوگوں نے اس کو مختصر کیا ہے جن میں علامہ زین الدین عمر بن احمد شجاع جلتی ہیں انہوں نے اس مجموعہ کا نام المنتقد من مسند الامام احمد رکھا ہے۔

❽ اسی طرح سراج الدین عمر بن علی جو ابن الملقن کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے بھی مسند احمد کا اختصار کیا ہے۔

---

(۱) قلائد الازھار ۱/۱۶۔ ۱۵۔

(۲) ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون ۱۵ و مناقب الامام الاعظم ۱/۹۵۔

(۳) مصفی صفحہ ۷۔

(۴) التعلیق المجد ۱۸ تا ۲۰۔

(۵) تنویر الحوالک ۹۔

(۶) مصفی شرح مؤطا کا مقدمہ، حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۳۳۔

(۷) مقدمہ اوجز المسالک ۲۱۔

(۸) مزید وضاحت کے لئے اوجز المسالک کا مقدمہ دیکھیں۔

(۹) تدریب الراوی ۱/۷۵ الرسالۃ المنظرفۃ ۷، ۱۳۔

(۱۰) احمد بن حنبل از شیخ ابوزیرہ ۱۵۹۔

(۱۱) مقدمہ المسند بہ تحقیق۔

(۱۲) بستان ۲۶۔

(۱۳) امام احمد بن حنبل ۱۶۳ از شیخ ابوزیرہ۔

(۱۴) اس ترتیب کے بارے میں پوری معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ الفتح الربانی وبلوغ الامانی ۱/۲۰۔

(۱۵) حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۰۷۔ (۱۶) نیل الاوطار ۱/۱۳۔

علماء احناف کی احادیث کی خدمات[1]

جس طرح سے احناف کے امام نے کتاب الآثار تصنیف کی ان کی اقتداء میں علماء احناف نے بھی متعدد احادیث کی کتابیں لکھی ہیں اگر ان کی تمام مؤلفات کا شمار کیا جائے تو اس کے لئے مستقل جلد کی ضرورت پڑے گی۔ یہاں پر ہم صرف چند علماء احناف کی اس سلسلہ کی خدمات مختصر انداز میں ذکر کریں گے۔

اسماء کتب	تصانیف	متوفی
(۱) کتاب الآثار	امام ابو حنیفہؒ	۱۵۰ھ
(۲) مؤطا	امام محمدؒ	۱۸۹ھ
(۳) کتاب الحجہ علی اہل المدینہ	امام محمدؒ	۱۸۹ھ
(۴) کتاب الزھد	عبداللہ بن مبارکؒ	۱۸۱ھ
(۵) کتاب الجہاد	عبداللہ بن مبارکؒ	۱۸۱ھ
(۶) کتاب الاستیذان	عبداللہ بن مبارکؒ	۱۸۱ھ
(۷) کتاب البر والصلہ	عبداللہ بن مبارکؒ	۱۸۱ھ
(۸) کتاب الذکر والدعاء	امام ابو یوسفؒ	۱۸۲ھ
(۹) کتاب الخراج	امام ابو یوسفؒ	۱۸۲ھ
(۱۰) کتاب الزکاۃ	یوسف بن امام ابی یوسفؒ	۲۹۷ھ
(۱۱) کتاب السنن	یوسف بن امام ابی یوسفؒ	۲۹۷ھ
(۱۲) کتاب الصیام	یوسف بن امام ابی یوسفؒ	۲۹۷ھ
(۱۳) سنن احمد بن کامل بغدادی	احمد بن بغدادیؒ	۳۵۰ھ
(۱۴) مسند وکیع بن جراح	وکیع بن جراحؒ	۱۹۸ھ

نوٹ: بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ علماء احناف احادیث سے زیادہ واقف نہیں ہیں اس لئے اس کا یہاں مختصر طور سے ذکر کرنے کو ضروری سمجھا گیا۔ جی چاہتا تھا کہ ایک ایک کتاب کے تعارف اور اہمیت کو بھی ذکر کیا جائے مگر طوالت کے خوف سے اس کو حذف کیا جاتا ہے۔ یہ تو چند نمونے کے طور پر ذکر کردیئے ورنہ احناف کی علم حدیث میں بے شمار کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ احادیث کی شروحات وتراجم وغیرہ کی تالیفات کی بھی کثیر تعداد ہے۔

(۱) الفوائد البھیۃ ابو حنیفہ واصحابہ المحدثون۔

اسماء کتب	تصانیف	متوفی
(۱۵) شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد طحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶) کتاب مشکل الآثار	ابو جعفر احمد طحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷) کتاب الدعوات	جعفر بن محمد نسفی	۴۳۲ھ
(۱۸) کتاب الخطیب النبویہ	جعفر بن محمد نسفی	۴۳۲ھ
(۱۹) کتاب فضائل القرآن	جعفر بن محمد نسفی	۴۳۲ھ
(۲۰) معرفۃ الصحابۃ	جعفر بن محمد نسفی	۴۳۲ھ
(۲۱) معجم الصحابۃ	ابو الحسن عبد الباقی بن قانع	۳۵۱ھ
(۲۲) کتاب السنن	ابو العلاء محمد بن ابی بکر کلا بازی	۷۰۰ھ
(۲۳) مشتبہ النسبہ	ابو العلاء محمد و بن ابی بکر کلا بازی	۷۰۰ھ
(۲۴) المنتخب فی الحدیث	علی بن عثمان معروف بابن ترکمانی	۷۵۰ھ
(۲۵) الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی	علی بن عثمان معروف بابن ترکمان	۷۵۰ھ
(۲۶) المؤتلف والمختلف	علی بن عثمان بابن ترکمان	۷۵۰ھ
(۲۷) کتاب الضعفاء والمترو کین	علی بن عثمان معروف بابن ترکمان	۷۵۰ھ
(۲۸) کتاب السنہ	ابو عبد اللہ الحکم بن سعید	۲۹۵ھ
(۲۹) کتاب الکشف الالٰہی عن شدید النصف الموضوع والواھی	محمد بن محمد ابن محمد حسین طرابلسی	۱۱۷۷ھ
(۳۰) اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المرائرہ	ابن لولون ابو عبد اللہ محمد دمشقی	۹۵۳ھ
(۳۱) نصب الرایۃ	ابی محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی	۷۶۲ھ
(۳۲) الغایۃ	محی الدین عبد القادر قرشی	۷۷۵ھ
(۳۳) الکفایۃ	محی الدین عبد القادر قرشی	۷۷۵ھ
(۳۴) آثار السنن	شیخ ظہیر احسن شوق نیموی	۱۳۲۵ھ
(۳۵) مشارق الانوار	شیخ حسن بن محمد صنعانی لاہوری	۶۳۷ھ
(۳۶) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	شیخ علی حسان الدین متقی	۹۷۵ھ
	شیخ علی حسام الدین متقی	۹۷۵ھ
(۳۷) ونہج العمال فی سنن الاقوال	شیخ علی حسام الدین متقی	۹۷۵ھ
(۳۸) التقویم فی احادیث النبی الکریمؐ	مولانا سخاوت علی جونپوری	۱۲۶۴ھ
(۳۹) العروۃ الوثقی لتتبع سنۃ سید الوری	شیخ عبد اللہ صدیق الہ آبادی	ھ

اسماء کتب	تصانیف	متوفی
(۴۰) ماثبت بالسنۃ ایام السنۃ	عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
(۴۱) اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد تھانوی	۱۳۹۴ھ
(۴۲) عقد الجمان فی شعیب الایمان	سید مرتضی بلگرامی زبیدی	۱۲۰۵ھ
(۴۳) مشکاۃ الآثار	محمد میاں دہلوی	
(۴۴) فقہ السنن والآثار	مفتی عمیم الاحسان مجددی	



امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس کاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

نام محمد، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام حسن، دادا کا نام فرقد ہے۔ شیبانی نسبت ہے۔ دراصل دمشقی ہیں۔

پیدائش: پیدائش ۱۳۲ ہجری میں ہوئی۔(۱)

جب آپ کے والد ملازمت کے سلسلہ میں عراق آئے تو وہاں ایک گاؤں "واسطہ" کے رہنے کے زمانے میں آپ پیدا ہوئے۔

حلیہ: بال گھنے، گداز بدن، بہت زیادہ خوبصورت تھے اور ساتھ ہی خوش لباس بھی تھے۔

تعلیم و تربیت: والد کے ساتھ کوفہ آئے اور پھر وہاں ہی مستقل رہائش اختیار کرلی اور وہاں ہی نشوونما پائی۔ اس وقت میں کوفہ امام البلاد کی حیثیت رکھتا تھا۔ قرآن پاک کی تعلیم کے بعد ادب و لغت کی طرف توجہ کی اور اس میں مہارت حاصل کی۔(۲)

اساتذہ: سب سے پہلے فقہ کی تعلیم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی جب ابتداء میں حاضر ہوئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ پہلے حفظ قرآن مجید کرلو۔ کہتے ہیں اس کے ایک ہی ہفتہ کے بعد امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ حاضر ہوئے اپنے والد کے ساتھ اور یہ خوش خبری سنائی کہ میں نے قرآن مجید آپ کے کہنے پر حفظ کرلیا۔ اس سے ان کے حافظہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد مستقل امام ابوحنیفہ کے ایسے شاگرد بنے کہ سفرو حضر میں ساتھ ساتھ رہتے تھے اور جب چار سال کے بعد ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو پھر امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ امام ابویوسف کے اگرچہ یہ شاگرد تھے مگر اس کے باوجود امام ابویوسف ان کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب امام ابویوسف بغداد میں قاضی تھے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں آپ کے پاس بغداد آنا چاہتا ہوں اس پر امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ان کو خط لکھا کہ اہل کوفہ کو آپ سے فائدہ ہورہا ہے اس لئے آپ کے یہاں آنے سے وہاں کے لوگوں کا نقصان ہوگا اس لئے آپ وہاں ہی رہیئے۔(۳)

حدیث کے علم کے لئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور تین سال تک وہاں

رہے اور تقریباً سات سو احادیث ان سے سنیں۔ بقول صاحب کردری کے جو امام محمد کا قول نقل کرتے ہیں:

﴿عَلٰی بَابِ مَالِكٍ ثَلَاثَ سِنِيْنَ اَوْ اَكْثَرَ وَسَمِعْتُ مِنْهُ سَبْعَ مِائَةٍ﴾

"میں امام مالک کے دروازے پر تین یا اس سے کچھ مدت زیادہ رہا اور اسی مدت میں میں نے سات سو احادیث ان سے سنیں۔"(۴)

اس کے علاوہ بھی آپ نے اس زمانے کے کئی علماء سے علم حاصل کیا جن کی تعداد بعض کے نزدیک تو سو ہے۔ بقول علامہ زاہد الکوثری کے ستر ہے جن میں بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابویوسف، اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی، سفیان بن سعید الثوری، عبید اللہ بن عمر، مسعر بن کدام، محمد بن صلال، ضحاک بن عثمان، قیس بن ربیع، اسحاق بن جازم، ابوالاصوص، سلام بن سلیمان، عبدالرحمان بن ابی الزفاء، محمد بن ابان الصالح القرشی، عیسی بن ابی عیسی الخیاط، حسن بن عمارہ، سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن عبدالملک، عبداللہ بن مبارک، عبادہ بن العوام، شعبہ بن الحجاج، ابوالعوام، ہشام بن ابی عبداللہ الربیع بن الضبی، عبداللہ بن عبدالرحمان بن یعلی الثقفی، مبارک بن فضالہ، عبدالجبار بن عباس، اسرائیل بن یونس وغیرہ۔

امام محمد کا علمی انہماک: علمی مشقت کا یہ حال ہوچکا تھا کہ جب کپڑے میلے ہوجاتے تھے مگر جب تک کوئی دوسرا اس کو نہ بدلواتا وہ کپڑے نہ بدلتے کہ ان کو اس کا ہوش ہی نہ ہوتا تھا۔

مناقب کردری میں لکھا ہے کہ امام محمد کے گھر میں ایک مرغ تھا جو بانگیں دیا کرتا تھا اس کو انہوں نے ذبح کروادیا صرف اس وجہ سے کہ اس کی بانگ کی وجہ سے کام میں خلل ہوتا ہے۔(۵)

ان کے نواسے نے اپنی والدہ (یعنی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی) سے پوچھا کہ نانا جان جب گھر پر ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس میں رہتے تھے۔ ان کے اردگرد کتابوں کا انبار رہتا تھا۔ اسی کے مطالعہ میں مشغول رہتے کسی سے کوئی بات نہ کرتے۔ اشارہ وغیرہ سے اپنی ضرورت بیان کرتے تھے۔(۶)

علامہ زاہد الکوثری تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن سماعہ جو امام محمد کے خاص شاگردوں میں سے تھے فرماتے ہیں کہ امام محمد کو مطالعہ میں اس قدر انہماک ہوتا تھا۔ جب کوئی ان کو سلام کرتا تو بے خبری میں اس کو جواب دینے کے بجائے اس کو دعا دیتے تھے۔(۷)

درس کا انداز: درس میں قرات خود کرتے تھے۔(۸)

خود امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام محمد کسی مسئلہ پر تقریر کرتے تو اس طرح کرتے کہ ایک لفظ کی بھی تقدیم و تاخیر نہ ہوتی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان پر قرآن کا نزول ہو رہا ہے۔[۹]

اور ساتھ میں اپنے شاگردوں کی مالی مدد بھی خود کرتے تھے۔ ان کے خاص شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے مجھ کو پچاس دینار دیئے اور جب امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ قرض کے سلسلہ میں نظربند ہوگئے جب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہوئی تو فوراً ان کا قرض ادا کرکے ان کو رہا کروا دیا۔[۱۰] بقول علامہ ؎

یہی عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انسان سے انسان

آپ کا درس دن کے ساتھ رات میں بھی جاری رہتا تھا۔ اسد بن فرات جب قیروان سے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں مسافر آدمی ہوں آپ کے درس میں اس قدر مجمع ہوتا ہے کہ میں پورا فائدہ حاصل نہیں کرپاتا تو فرمایا کہ رات میں آجایا کرو۔ رات کو ان کو پڑھاتے تھے جب ان کو نیند آنے لگتی تو پانی کا چھڑکاؤ ان کے منہ پر مارتے اور پھر سبق شروع کردیتے۔ تقریباً اپنی پوری زندگی کو درس و تدریس کے ہی لئے وقف کی ہوئی تھی اس لئے ان کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے جن میں چند کی نام یہ ہیں:

تلامذہ: ابوحفص الکبیر البخاری، یہ امام بخاری کے استادوں میں سے ہیں۔ ابوسلیمان، موسیٰ بن سلیمان، الجوز جانی، انہی کی روایت سے ظاہر الروایۃ کی مشہور چھ کتابیں پوری دنیا میں پھیلی۔ امام شافعی، ابوعبیدہ قاسم بن سلام، محمد بن مقاتل، جو ابن جریر طبری کے استاد ہیں، یحییٰ بن معین، ابوبکر بن ابراہیم، ابوزکریا، یحییٰ بن صالح، ابوحاتم، ابوجعفر احمد بن محمد بن مہران السنوری، مؤطا امام محمد کے راوی ہیں، سفیان بن سحبان البصری، معلی بن منصور رازی، ابوبکر بن تقاتل، محمد بن عمر الواقدی، ثراد بن حکیم البلخی، الحسن بن حرب البرقی، خلف بن ایوب البلخی، موسیٰ بن نصر الرازی، محمد بن سماعۃ التمیمی، علی بن معبد بن شراد البرقی، ابن جبلہ، شعیب بن سلیمان الکیسانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ محدثین وفقہاء کی نظر میں

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے استادوں میں سے ہیں۔ جب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۴سال کی عمر میں ان سے یہ مسئلہ معلوم کیا کہ اگر نابالغ بچہ عشاء کی نماز پڑھ کر سوجائے رات کے ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ بالغ ہوجائے تو کیا وہ دوبارہ عشاء کی نماز پڑھے گا یا نہیں۔ اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں دوبارہ پڑھے۔ تو اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اٹھے وضو کرکے مسجد کے ایک کونے میں عشاء کی نماز پڑھی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا کہ یہ لڑکا رشید ہوگا۔ (۱۱)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ: اگرچہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے استادوں میں سے ہیں اس کے باوجود آپ کی تعریف کی۔ یحییٰ بن صالح سے پوچھا گیا کہ آپ نے امام مالک، امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کی صحبت اٹھائی ہے ان میں سے زیادہ فقیہ کون تھا۔ اس پر انہوں نے فرمایا محمد بن حسن افقہ من مالک۔ (۱۲)

ایک موقعہ پر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرق کی طرف سے ہمارے پاس کوئی باکمال آدمی نہیں آیا اس مجلس میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی موجود تھے ان کو دیکھ کر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوائے اس نوجوان کے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث میں ابن عیینہ اور فقہ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا فقیہ نہیں دیکھا۔ ایک اور موقعہ پر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا فقہ میں بصیرت رکھنے والا میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر فقہاء انصاف سے دیکھیں تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا ان کو فقیہ نظر نہیں آئے گا۔ (۱۳)

ایک موقعہ پر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا عاقل، فقیہ، زاہد، متقی، خوش تقریر اور بحث و نقد کرنے والا نہیں دیکھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑا عالم کتاب اللہ کا نہیں دیکھا مجھ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن مجید ان کی صفت میں نازل ہوا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد جیسا عاقل آدمی نہیں دیکھا۔ (۱۴)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی قول نقل کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ فقہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (۱۵)

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ: امام احمد سے جب امام ابراہیم حربی نے پوچھا کہ آپ کو ایسے دقیق مسائل کہاں

سے معلوم ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے (علامہ ذہبی) مقدمہ مؤطا محمد میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مولانا عبدالحئ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جب تین آدمیوں کا کسی مسئلہ میں اتفاق ہوجائے تو پھر کسی کی مخالفت کا اعتبار نہیں وہ تین یہ ہیں: ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد بن حسن رحہم اللہ تعالیٰ۔ (۱۶)

ابوعبید فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن الحسن جیسا عالم نہیں دیکھا۔ (۱۷)

علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ امام محمد صدوق ہیں۔ (۱۸)

عبداللہ بن علی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو صدوق ہیں۔ (۱۹)

قاضی ابن ابی رجاء نے محویہ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد کی وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ ابوعبداللہ کیا گذری کہا مجھ سے ارشاد ہوا میں نے تم کو علم کا خزانہ دیا تھا بخشنے کے لئے میں کہا امام ابویوسف کا کیا حال ہے کہا فوقی پھر میں نے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ کا کیا حال ہے فرمایا فوقه بطبقات بہت ہی اونچے طبقے میں ہیں۔ (۲۰)

علامہ ذہبی نے فرمایا کہ امام محمد ذہین ترین لوگوں میں سے تھے۔

امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی نے کہا قال محمد انہوں نے دریافت فرمایا کون محمد اس نے کہا محمد بن حسن اس پر امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مرحبا لمن يملا الاذن سمعا والقلب فهما﴾ (۲۱)

”مرحبا اس شخص کو جو کان کو سماع دل کو فہم سے بھردیتا ہے“۔

امام ابوحفص فرماتے ہیں کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ امام محمد صرف علم کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔ (۲۲)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف کے بعد فقہ کی ریاست امام محمد کی طرف منتقل ہوگئی تھی جن سے ائمہ کرام نے فقہ حاصل کیا۔ (۲۳)

محمد بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے حصول کے لئے دس ہزار درہم خرچ کئے اگر مجھے پہلے ان کی کتابوں کی اہمیت معلوم ہوجاتی تو میں کسی دوسری طرف متوجہ ہی نہ ہوتا۔ (۲۴)

وفات: ہارون الرشید کو کسی کام کے لئے رَی جانا تھا تو وہ ساتھ میں امام محمد اور امام کسائی (امام نحو) رحمہما اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے ساتھ سفر میں لے گئے۔ رَی میں ہی ۱۸۹ ہجری میں ۵۸ برس کی عمر میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اللہ کی شان اسی دن یا ایک دو دن بعد امام کسائی کا بھی انتقال مقام رَی میں ہوا۔ اس پر ہارون الرشید نے کہا کہ میں نے رَی میں فقہ اور نحو کو دفن کر دیا۔ (۴۵)

جوہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

اولاد: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی اولادوں کے سلسلہ میں کوئی زیادہ تفصیل نہیں ملتی صرف ایک صاحب زادی کا ذکر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شادی ہوئی تھی۔

تصنیفات: امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی تصانیف سے ہر مسلک کے فقہاء فائدہ حاصل کرتے رہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی جتنی تصانیف اس زمانے میں کسی نے بھی نہیں چھوڑی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیفات کتنی تھیں اس کی صحیح تعداد کا معلوم ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ النافع الکبیر میں مولانا عبدالحی نے کہا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیفات کی تعداد ۹۹۹ ہے۔ مگر علماء نے اس کو مبالغہ پر محمول کیا ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار کتابیں لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ تعداد پوری کرتے۔

ہم ابن ندیم سے ان کی کتابوں کی فہرست نقل کرتے ہیں یہ حسب ذیل ہیں:
اس کے بعد جن کتابوں کے بارے میں جو معلومات ہوئیں وہ تحریر کی جائیں گی۔

(۱) کتاب الصلوۃ۔ (۲) کتاب الزکوۃ۔ (۳) کتاب المناسک۔ (۴) کتاب نوادر الصلوٰۃ۔ (۵) کتاب النکاح۔ (۶) کتاب الطلاق۔ (۷) کتاب العتاق وامہات الاولاد۔ (۸) کتاب السلم والبیوع۔ (۹) کتاب المضاربۃ الکبیر۔ (۱۰) کتاب المضاربۃ الصغیر۔ (۱۱) کتاب الاجارات الکبیر۔ (۱۲) کتاب الاجارات الصغیر۔ (۱۳) کتاب الصرف۔ (۱۴) کتاب الرھن۔ (۱۵) کتاب الشفعہ۔ (۱۶) کتاب الحیض۔ (۱۷) کتاب المزارعۃ الکبیر۔ (۱۸) کتاب المزارعۃ الصغیر۔ (۱۹) کتاب المفاوضہ وھی الشرکۃ۔ (۲۰) کتاب الوکالۃ۔ (۲۱) کتاب العاریۃ۔ (۲۲) کتاب الودیعۃ۔ (۲۳) کتاب الحوالۃ۔ (۲۴) کتاب الکفالۃ۔ (۲۵) کتاب الاقرار۔ (۲۶) کتاب الدعوی والبینات۔ (۲۷) کتاب الحیل۔ (۲۸) کتاب الماذون الکبیر۔ (۲۹) کتاب الماذون الصغیر۔ (۳۰) کتاب القسمہ۔ (۳۱) کتاب الدیات۔ (۳۲) کتاب الجنایات المدبر والمکاتب۔ (۳۳) کتاب الولاء۔ (۳۴) کتاب الشرب۔ (۳۵) کتاب السرقہ وقطاع الطریق۔ (۳۶) کتاب الصید والذبائح۔ (۳۷) کتاب العتق فی المرض۔ (۳۸) کتاب العین والدین۔ (۳۹) کتاب الرجوع عن الشہادات۔ (۴۰) کتاب الوقوف والصدقات۔ (۴۱) کتاب الغصب۔ (۴۲) کتاب الحدود۔ (۴۳) کتاب الھبہ والصدقات۔ (۴۴) کتاب الایمان والنذور والکفارات۔ (۴۵) کتاب الوصایا۔ (۴۶) کتاب

حساب الوصایا۔ (۴۷)کتاب الصلح۔ (۴۸)کتاب الخنثیٰ والمفقود۔ (۴۹)کتاب اجتھاد الرائی۔ (۵۰)کتاب الاکراہ۔ (۵۱)کتاب الاستحسان۔ (۵۲)کتاب اللقیط۔ (۵۳)کتاب اللقطہ۔ (۵۴)کتاب الآبق۔ (۵۵)کتاب الجامع الصغیر۔ (۵۶)کتاب اصول الفقہ۔ (۵۷)کتاب الجامع الکبیر۔ (۵۸)کتاب امالی محمد فی الفقہ وھی الکیسانیات۔ (۵۹)کتاب الزیادات۔ (۶۰)کتاب زیادۃ الزیادات۔ (۶۱)کتاب التحری۔ (۶۲)کتاب المعاقل۔ (۶۳)کتاب الخصال۔ (۶۴)کتاب الرد علی اھل المدینہ۔ (۶۵)کتاب نوادر محمد۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور کتابوں پر مختصر تبصرہ

(۱) **مؤطا امام محمد:** اس میں سب سے زیادہ معتبر نسخہ یحیٰی بن یحیٰی منصوری کا ہے۔ پاکستان ہندوستان میں یہی نسخہ ملتا ہے۔ احادیث مرفوعہ و موقوفہ کی تعداد ۱۱۵۸ ہے اس کے علاوہ ایک سو پچھتر احادیث ایسی بھی ہیں جنہیں انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے نقل کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کردہ کی تعداد ۱۰۰۵ ہے اور ۱۳ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ۴ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور بقیہ دیگر حضرات سے مروی ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مؤطا میں بہت سے آثار و روایات اور فضائل کو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی روایت کیا ہے اس لئے اس کو مجازا مؤطا محمد کہتے ہیں۔

(۲) **کتاب الحجۃ:** اس کا پورا نام کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں میں سے ہیں مگر اس کے باوجود بعض چیزوں میں اختلاف تھا۔ اس کتاب میں انہوں نے انہی باتوں کا جواب دیا ہے اور ان کے خلاف حجت قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ الجنۃ المعارف النعمانیہ سے چھپ چکی ہے۔

(۳) **ظاہر الروایۃ:** اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتابیں حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے یہ ان چھ کتابوں کو کہتے ہیں ان میں سے پہلی مبسوط ہے یہ اسم بامسمی ہے پوری کتاب چھ جلدوں میں ہے اس کو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زبانی یاد کیا تھا۔ اسی ترتیب پر امام شافعی نے کتاب الام لکھی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ پاکستان میں ادارۃ القرآن نے پانچ جلدوں میں چھاپی ہے۔ تقریباً تین ہزار صفحات ہیں اور اس میں دس ہزار سے زائد مسائل ہیں۔ اسی کتاب کے بارے میں مشہور ہے کہ حکیم نام کے ایک عیسائی یا یہودی نے جب یہ کتاب دیکھی تو وہ مسلمان ہوگیا اور اس نے کہا جب تمہارے محمد اصغر کی کتاب ایسی ہے تو تمہارے محمد اکبر (صلی اللہ

علیہ وسلم) کی کتاب کیسی ہوگی۔

④ **جامع الکبیر:** ظاہر کی کتابوں میں سے دوسری کتاب الجامع الکبیر ہے۔ ابن شجاع نے کہا ہے فن فقہ میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ امام لغت اخفش اور علامہ شریف وغیرہ نے کتاب کی عربیت کی تعریف کی ہے امام ابن تیمیہ نے بھی اس کی عربیت کا اعتراف کیا ہے۔ یہ کتاب پہلے الجنة احیاء المعارف النعمانیه حیدر آباد دکن سے چھپی تھی اب کراچی میں بھی ایچ ایم سعید کمپنی نے اس کو چھاپا ہے۔ اس کی بھی فقہائے مجتہدین نے متعدد شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں: قاضی ابوفاروح، ابوبکر بلخی، شیخ ابوبکر رازی جصاص، ابوعبداللہ جرجانی، ابواللیث سمرقندی، امام ابوالفضل کرمانی، امام برھان الدین، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، امام العتابی، قاضی الارسیانوی، امام ظہیرالدین۔

⑤ **الجامع الصغیر:** ظاہر کی کتابوں میں سے یہ تیسری کتاب ہے اس کتاب میں ۱۵۳۲ مسائل جمع ہیں۔ ایک سو ستر مسائل کا اختلاف ذکر کیا ہے۔ صرف دو قیاسی مسئلے ہیں باقی تمام کے تمام کا ماخذ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا آثار ہیں۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو سفر و حضر میں اپنے ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔ یہ کتاب مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حاشیہ کے ساتھ چھپ گئی ہے۔ مولانا عبدالحئی نے اس پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس کا نام النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر رکھا ہے۔ اب یہ کتاب کراچی میں ادارة القرآن سے بھی چھپ رہی ہے اس کتاب کی چالیس شروحات لکھی گئی ہیں۔[۲۶]

⑥ **سیر الصغیر:** یہ ظاہری روایت کی کتابوں میں سے چوتھی کتاب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیر ومغازی پر اپنے تلامذہ کو کچھ املاء کرایا تھا اس کو ان کے متعدد تلامذہ نے کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔ اسی کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع کیا ہے۔ اس کتاب پر امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد لکھا ہے اور کہا کہ اہل عراق کو سیر سے کیا واسطہ اس کا جواب امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی دیا تھا اور امام محمد نے بھی۔ امام محمد کا جواب سیر الکبیر کے نام سے اہل علم میں متداول ہے۔

⑦ **سیر الکبیر:** یہ ظاہری روایت کی کتابوں میں پانچویں نمبر پر ہے۔ یہ کتاب امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب میں لکھی گئی تھی مگر اب یہ سیر و مغازی کی بہترین کتاب ہے۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری تصنیفات میں سے ہے۔ یہ کتاب ۱۶۰ اجزاء پر مشتمل ہے۔ ہارون الرشید اس کتاب کے بہت زیادہ مداح تھے۔ اس کا ترکی زبان میں بھی ترجمہ ہوچکا ہے۔ امام سرخسی متوفی ۴۹۰ ہجری نے بھی اس کی شرح لکھی ہے یہ شرح چار جلدوں میں دائرۃ المعارف سے چھپ چکی ہے اس کی ایک شرح غیابائی نے بھی لکھی ہے جو

تیسیر کے نام سے مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

(۸) **زیادات:** ظاہری روایت کی چھٹی کتاب زیادات اور زیادۃ الزیادات میں ان دونوں کتابوں کو الجامع الکبیر کا تکملہ اور ضمیمہ کہنا چاہئے کیونکہ ان میں جامع کبیر سے جو مسائل رہ گئے تھے ان مسائل کا استیعاب کیا گیا ہے اس کی بھی کئی لوگوں نے شروحات لکھی ہیں جن میں امام سرخسی کی شرح الزیادات علی الزیادات اور عتابی کی شرح بھی شامل ہے۔ ان دونوں کتابوں کو احیاء المعارف النعمانیہ نے چھاپا ہے۔

ان الزیادات زاد اللّٰہ رونقھا
عقم سائلھا من اصعب الکتب
اصولھا کالعذاری قط ما اقترعت
فروعھن ید فی العجم والعرب
ینال قارئھا فی العلم منزلۃ
یغیب ادراکھا عن اعین الشھب

(۹) **غیر ظاھر الروایۃ:** ظاہری روایات کی کتابوں کے علاوہ غیر ظاہری کتابیں بھی ہیں "رقات" یہ ان مسائل کا مجموعہ ہے جن کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے رقہ کے قاضی ہونے کے دوران مستنبط کئے تھے۔ اس کے راوی اور جامع ان کے مشہور شاگرد محمد بن سماعہ ہیں۔

(۱۰) **کیسانیات:** اس کے راوی شعیب بن سلیمان الکیسانی ہیں ان کے نام پر اس کتاب کا نام پڑ گیا ہے۔ اس کا دوسرا نام الامالی بھی ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد سے چھپ چکا ہے۔

(۱۱) **جرجانیات:** اس کتاب کے راوی شاگرد علی بن صالح الجرجانی ہیں۔ ان کے نام پر ہی اس کتاب کا نام جرجانیات پڑ گیا ہے۔

(۱۲) **کتاب النوادر:** اس کے راوی ابراہیم بن رستم ہیں۔

(۱۳) **ہارونیات:** اس کے بارے میں کچھ معلومات نہیں ہو سکی۔

(۱۴) **کتاب الکسب:** یہ کتاب ناتمام چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ اس کی تصنیف کا سبب یہ بنا جب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ زہد و ورع پر کوئی کتاب تصنیف فرمائیں تو اس کے جواب میں انہوں نے کتاب البیوع لکھنا شروع کی بتانا یہ مقصود تھا کہ انسان کا رزق اگر حلال ہو تو اعمال بھی

اچھے ہوجاتے ہیں۔ اگر حرام ہو تو اعمال بھی برے ہوجاتے ہیں۔ مگر جب لوگوں کا اصرار زیادہ بڑھا تو انہوں نے یہ کتاب لکھنا شروع کی مگر تکمیل سے پہلے ہی انتقال ہوگیا۔ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے اس کی بھی شرح لکھی ہے۔

⑮ **کتاب المخارج والحیل:** اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بھی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد محمد بن سماعہ امام محمد سے نقل کرتے ہیں **هذا الكتاب ليس من كتبنا وانما القى فيها** یہ ہماری کتابوں میں سے نہیں ہے کسی نے اس کو گھڑ لیا ہے۔

مزید حالات کے لئے: الفہرست ابن ندیم۲۵۷ تاریخ بغداد۲/۱۷۲ الانساب۷/۴۳۳ اللباب۲/۲۱۹ وفیات الاعیان۴/۱۸۴ المغنی فی الضعفاء۲/۲۱۹ میزان اعتدال۳/۵۱۳ لسان المیزان۵/۱۲۱ شذرات الذہب۱/۳۲۶ الفوائد البہیہ ۱۶۳ مناقب کردری، بلوغ الامانی، مقدمہ انوار الباری، بستان المحدثین وغیرہ۔

---

(۱) تاریخ بغداد۲/۱۷۲۔ (۲) بلوغ الامانی۵۔ (۳) مناقب کردری۲/۱۵۴۔

(۴) مناقب کردری۲/۱۶۰۔ (۵) مناقب کردری۲/۱۶۲۔ (۶) بلوغ الامانی۔

(۷) بلوغ الامانی۔ (۸) معالم الایمان۱/۵۔ (۹) تاریخ بغداد۲/۱۷۶۔

(۱۰) مناقب کردری۲/۱۵۔ (۱۱) مناقب کردری۲/۱۵۵۔ (۱۲) مناقب کردری۲/۱۵۶۔

(۱۳) بلوغ الامانی۵۵۔ (۱۴) تاریخ بغداد۔ (۱۵) خطیب بغدادی۔

(۱۶) مقدمہ مؤطا امام محمد۔ (۱۷) بلوغ الامانی۵۵۔ (۱۸) تاریخ بغداد۔

(۱۹) مناقب کردری۲/۵۰۔ (۲۰) تاریخ بغداد۔ (۲۱) تاریخ بغداد۔

(۲۲) بلوغ الامانی۵۵۔ (۲۳) بلوغ الامانی۔ (۲۴) مناقب کردری۲/۱۵۲۔

(۲۵) مناقب کردری۲/۱۶۵۔

(۲۶) الجواہر المضیہ۲/۴۴۹، جن میں سے بعض شراح کے نام یہ ہیں: ① فخر الاسلام علی بزدوی۔ ② شمس الائمہ سرخسی۔ ③ ابو اللیث سمرقندی۔ ④ علامہ الاسبیجابی۔ ⑤ ابوبکر رازی۔ ⑥ برھان الدین محیط۔ ⑦ احمد بن اسماعیل۔ ⑧ علامہ الحبوبی۔ ⑨ ابو المعین النخعی۔ ⑩ فخر الدین خان۔ ⑪ صاحب الہدایہ۔ ⑫ بدر الدین عمر۔ ⑬ علامہ العتابی۔ ⑭ علامہ تمرتاشی (تاریخ الفقہ)



امام الائمہ سراج الامہ سید الفقہاء و شیخ المحدثین

ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات

لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّالَنَالَہٗ رَجُلٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَہٗ
ھُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ

نام نعمان، کنیت ابوحنیفہ، لقب امام اعظم، والد کا نام ثابت۔ امام صاحب کے دادا کی ولادت اسلام پر ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ کے پوتے اسماعیل کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور پردادا ثابت زمانہ طفولیت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے اور ان کے خاندان کے لئے برکت کی دعا کی تھی۔[۲]

جائے پیدائش: آپ کی پیدائش کوفہ میں ہوئی۔ کوفہ کے بارے میں علامہ کوثری نے لکھا ہے۔[۳] کہ کوفہ ایک اسلامی شہر ہے جو عہد فاروقی کے ۱۷ہجری میں بحکم امیرالمومنین (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تعمیر کیا گیا۔ اس کے اطراف میں عرب آباد کئے گئے۔ سرکاری طور سے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا گیا۔ ان کی علمی منزلت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے اہل کوفہ کو لکھا کہ ابن مسعود کی مجھے یہاں خود ضرورت تھی لیکن تمہاری ضرورت کو مقدم سمجھ کر تمہاری تعلیم کے لئے ان کو بھیج رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری وقت تک لوگوں کو قرآن مجید اور مسائل دینیہ کی تعلیم دیتے رہے۔ ان کی تعلیمی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس شہر میں چار ہزار علماء اور محدثین پیدا ہوئے اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے تو بے ساختہ بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھلا کرے کہ انہوں نے اس بستی کو علم سے بھر دیا۔

حضرت ابراہیم نخعی بھی اس کوفہ میں تھے، ان کے بارے میں ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ان کی مراسیل صحیح ہیں۔ ابو عمران کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی اپنے زمانے کے تمام علماء سے افضل ہیں۔ ۹۵ہجری میں انتقال ہوا

جب ان کا انتقال ہوا تو ابو عمران نے کہا کہ آج تم نے سب سے بڑے فقیہ آدمی کو دفن کر دیا۔ کسی نے کہا کہ حسن بصری سے بھی بڑے فقیہ تھے فرمایا کہ تمام اہل بصرہ اہل کوفہ (اہل شام) اور اہل حجاز سے بھی بڑے فقیہ تھے۔ امام بخاری کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی متعدد بار حدیث حاصل کرنے کے لئے کوفہ گئے۔ (۴)

کہتے ہیں کہ شروع میں آپ نے اپنے آبائی پیشہ ریشمی کپڑے کی تجارت شروع کی ہزاروں لاکھوں کا کاروبار تھا عراق، شام، ایران اور عرب سے تجارتی رواسم تھے۔ ایک دن امام شعبی سے ملاقات ہوئی امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا صاحبزادے کیا کرتے ہیں جواب دیا تجارت۔ پھر پوچھا علماء کے پاس بھی جاتے ہو جواب دیا اما قلیل الاختلاط ان کے پاس کم آتا جاتا ہوں۔ اس پر امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی امام صاحب کہتے ہیں کہ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات میرے دل میں لگ گئی اور میں نے علم حاصل کرنا شروع کیا۔ (۵) اور پھر فقہ و حدیث کا علم متعدد اساتذہ سے حاصل کیا کوفہ میں کوئی محدث ایسا نہیں جس سے آپ نے علم حاصل نہ کیا ہو اسی وجہ سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ (۶) مگر خصوصی طور سے علم حضرت حماد سے حاصل کیا اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کا مقولہ نقل کیا ہے کہ میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں اپنے والدین کے ساتھ اپنے اساتذہ اور امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے دعائے مغفرت نہ کی ہو۔ جب تک زندہ رہے اپنے اساتذہ کے مکان کی طرف کبھی پیر پھیلا کر نہیں سوئے۔ بقول شاعر ؎

مَا مَدَّ رِجْلَيْهِ يَوْمًا نَحْوَ مَنْزِلِهٖ
وَ دُوْنَهٗ سِكَكٌ سَبْعٌ كَالطَّوَارِئ

تلامذہ: بقول ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ کا احصار دشوار ہے۔ بعض نے کہا ائمہ اسلام میں اتنے شاگرد اور تلامذہ کسی اور امام کے نہیں ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب" تحریر فرماتے ہیں کہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح فقہاء میں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن ابن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں تو اسی طرح محدثین میں عبداللہ بن مبارک، لیث بن سعد، امام مالک، مسعر بن کدام رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ (۸)

علامہ کردری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ سو فقہاء و محدثین کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

تابعیت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں کئی صحابہ حیات تھے۔ کیونکہ آپ کی سن پیدائش ۸۰ ہجری ہے اسی وجہ سے جمہور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ

اللہ تعالیٰ تابعی تھے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بار بار دیکھا ہے۔[۹]

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا فَهُوَ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ مِنَ التَّابِعِيْنَ۔[۱۰]

اسی وجہ سے امام صاحب تابعین میں سے ہیں۔ خطیب بغدادی علامہ ذہبی، علامہ ابن جوزی، علامہ مزنی، امام دار قطنی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ آپ کے تابعی ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔[۱۱]

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كَفٰى نُعْمَانُ فَخْرًا مَارَوَاهُ
مِنَ الْاَخْبَارِ عَنْ غُرَرِ الصَّحَابَةِ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا زمانہ پایا:

اس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ حافظ المزنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام صاحب نے ۲۷ صحابہ سے ملاقات کی ہے۔[۱۲]

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ:

﴿اَدْرَكَ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ ثَمَانِيَةً مِّنَ الصَّحَابَةِ﴾

"یعنی امام صاحب نے آٹھ صحابہ سے ملاقات کی ہے"۔[۱۳]

اور بقول دار قطنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صرف ایک سے ملاقات ہوئی وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿اَدْرَكَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ جَمَاعَةً مِّنَ الصَّحَابَةِ لِاَنَّهٗ وُلِدَ بِالْكُوْفَةِ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَبِهَا يَوْمَئِذٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اَوْفٰى فَاِنَّهٗ مَاتَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِالْاِتِّفَاقِ وَبِالْبَصْرَةِ يَوْمَئِذٍ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَفَاتَ سَنَةَ تِسْعِيْنَ اَوْ بَعْدَهَا﴾[۱۴]

"امام بوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفی موجود تھے اس لئے بالاتفاق ان کا انتقال ۸۰ ہجری کے بعد ہوا ہے اسی طرح بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے اور ان کا انتقال ۹۰ ہجری یا اس کے بعد ہوا ہے"۔

ابن خلکان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار صحابہ کو دیکھا ہے۔
یہ سب اقوال بتارہے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تابعیت کا انکار کسی طرح ممکن نہیں۔
بقول "مصنف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ" کے امام صاحب کی جن صحابہ سے ملاقات کا قوی امکان ہے اس کی تعداد ۲۲ ہے۔ (۱۵)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور علم حدیث

بعض لوگوں نے کہا جن میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ پیش پیش ہیں۔ (۱۶) کہ امام ابو حنیفہ کو حدیث سے تعلق بہت کم تھا اسی وجہ سے ان سے روایات بہت کم منقول ہیں۔ بعض نے تو صرف (۱۷) احادیث کا حافظ بتایا ہے مگر یہ بات کسی طرح صحیح نہیں۔ علامہ ذہبی نے مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم سبق تھے وہ فرماتے ہیں:

﴿طَلَبْتُ مَعَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ الْحَدِیْثَ فَغَلَبَنَا وَاَخَذْنَا فِی الزُّھْدِ فَبَرَعَ عَلَیْنَا وَطَلَبْنَا مَعَهُ الْفِقْهَ فَجَاءَ مِنْهُ مَا تَرَوْنَ﴾

"میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ علم حدیث حاصل کیا تو وہ ہم پر غالب رہے اور زھد میں بھی وہ ہم پر غالب رہے فقہ ان کے ساتھ شروع کی تو تم دیکھتے ہی ہو کہ کیا کمال ان سے ظاہر ہوا"۔

صاحب عقود الجمان فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایات کی قلت کی وجہ حفظ حدیث کی وسعت کے باوجود استنباط مسائل کی مشغولیت تھی اسی طرح سے امام مالک و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ سے ان کی مسموعات کی بہ نسبت کم روایات منقول ہیں جیسے کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی معلومات کی کثرت کے باوجود دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں کم روایات پائی جاتی ہیں۔ امام وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جتنی احتیاط حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے اتنی کسی میں نہیں پائی جاتی۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مکی بن ابراہیم نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اعلم اہل زمانہ بتایا ہے۔ (۱۸)

حضرت معمر کہتے ہیں شرح حدیث میں امام صاحب سے زیادہ عالم میں نے نہیں دیکھا۔
حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ امام صاحب نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں دو ہزار صحابہ سے اور دو ہزار دیگر مشائخ سے اور علامہ ذہبی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو حافظ کہا ہے حافظ اس کو کہتے ہیں جس کو ایک

لاکھ احادیث یاد ہوں۔ یہی بات علامہ محمد ابن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہی ہے۔[19] علامہ مزنی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کَانَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ ثِقَۃً فِی الْحَدِیْثِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث میں ثقہ ہیں۔[20] یہی بات علامہ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن حجر مکی، حافظ عراقی، علامہ صفی الدین رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے فرمائی ہے۔[21]

بھٹکتا ہی رہے گا اپنی منزل پر نہ پہنچے گا
نہیں ہیں رہروی سے جس کی آداب سفر پیدا

دوسرا اعتراض امام صاحب پر کہ انہوں نے قیاس کو حدیث پر مقدم کیا ہے:

اس کا جواب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود دیا فرمایا کہ واللہ وہ شخص ہم پر جھوٹ افتراء کرتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں کیا نص کے بعد قیاس کی ضرورت ہوگی؟[22]

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ صحیح حدیث کے مقابل میں کسی بھی رائے کا اعتبار نہیں کرتے تھے۔[23]

علی بن معبد جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ:

﴿اَبُوْحَنِیْفَۃَ اِذَجَاءَ بِالْحَدِیْثِ جَاءَ بِمِثْلِ الدُّرِّ﴾[24]

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ موتی کی طرح چمکتی ہوتی ہے"۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خدا کی قسم امام ابوحنیفہ سوائے حدیث کے رائے کے اختیار کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

﴿جَمِیْعُ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ مُجْمِعُوْنَ اَنَّ مَذْھَبَہٗ اَنَّ ضَعِیْفَ الْحَدِیْثِ اَوْلٰی عِنْدَہٗ مِنَ الْقِیَاسِ﴾

"کہ تمام اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے"۔[25]

خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول منقول ہے:

﴿اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِ الصَّحَابَۃِ وَنُقِلَ اَنَّہٗ قَالَ

اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ (۲۶)

"کہ میرے قول کو خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قول صحابہ کے مقابلے میں ترک کردو اور یہ بھی فرمایا کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے"۔

ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ذَكَرَ ابْنُ حَزْمٍ الْإِجْمَاعَ عَلٰى مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ ضَعِيْفَ الْحَدِيْثِ اَوْلٰى عِنْدَهٗ مِنَ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ اِذَا لَمْ يُجَدْ فِي الْبَابِ غَيْرُهٗ (۲۷)

"کہ ابن حزم فرماتے ہیں اس بات پر اجماع واقع ہو چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث ان کے نزدیک قیاس ورائے سے اولی اور مقدم ہے جب کہ اس باب میں اس کے بغیر کچھ اور نہ مل سکے"۔

ایک دوسری جگہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عَجِبْنَا لِلنَّاسِ يَقُوْلُوْنَ اُفْتِيْ بِالرَّاْيِ مَا اُفْتِيْ اِلَّا بِالْاَثَرِ (۲۸)

"لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتوی دیتا ہوں حالانکہ میں تو حدیث کے مطابق فتوی دیتا ہوں"۔

امام ابوالقاسم غسان بن محمد بن عبداللہ بن سالم نے فرمایا ہے:

وَضَعَ الْقِيَاسَ اَبُوْحَنِيْفَةَ كُلَّهٗ فَاَتٰى بِاَوْضَحِ حُجَّةٍ وَّقِيَاسٍ

"قیاس کی بنیاد ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور اس میں انہوں نے واضح حجت اور قیاس سے کام لیا ہے"۔

بَنٰى عَلَى الْاٰثَارِ رَأْسَ بِنَائِهٖ فَاَتَتْ غَوَامِضُهٗ عَلَى الْاَسَاسِ

"اور انہوں نے اپنے قیاس کی عمارات احادیث پر رکھی ہیں اس لئے اس کی باریکیاں مضبوط بنیاد پر کھڑی ہیں"۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور فقہ

(اس مسئلہ پر ہم تفصیلی بحث کرنے کی بجائے اجمال سے کام لیں گے کیونکہ ہمارا موضوع حدیث کا ہے

فقہ کا نہیں)

فقہ حنفی کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک شخص کی رائے پر موقوف نہیں بلکہ چالیس علماء کی جماعت شوری کی ترتیب کردہ فقہ ہے۔ جس کو آپ نے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے منتخب کئے تھے۔ اسد بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک ایک مسئلہ پر کبھی کبھار تین تین دن تک بحث ہوتی اور کبھی مہینہ بھی لگ جاتا تھا پھر اس کو لکھا جاتا۔

طریقہ کار: سب سے پہلے کتاب اللہ کو پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر آثار صحابہ آخر میں قیاس سے غور کرتے تھے۔ سب سے آخر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہوتی تھی۔ آپ ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب ہی اس کو دل سے قبول کرلیتے تھے۔ جب کسی کا اختلاف باقی رہتا تو اس کو اسی اختلاف کے ساتھ قلم بند کرایا جاتا۔ یہ تقریباً ۲۲ سال کی مدت میں فقہ مرتب ہوا۔ یہ مجموعہ ۸۳ ہزار صفحات پر مشتمل تھا جس میں ۳۸ ہزار مسائل عبادات کے متعلق تھے باقی ۴۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات و عقوبات سے تھا۔[۲۹]

اور وہ افراد شوریٰ یہ ہیں:

(۱) امام زفر متوفی ۱۵۸ ہجری
(۲) امام مالک بن حفول متوفی ۱۵۹ ہجری
(۳) امام داؤد طائی متوفی ۱۶۰ ہجری
(۴) امام مندول بن علی متوفی ۱۶۸ ہجری
(۵) امام نصر بن عبد الکریم متوفی ۱۶۹ ہجری
(۶) امام عمرو بن میمون متوفی ۱۷۱ ہجری
(۷) امام حبان بن علی متوفی ۱۷۲ ہجری
(۸) امام ابو عصمہ متوفی ۱۷۳ ہجری
(۹) امام زہیر بن معاویہ متوفی ۱۷۳ ہجری
(۱۰) امام قاسم بن معین متوفی ۱۷۵ ہجری
(۱۱) امام حماد بن الامام ابو حنیفہ متوفی ۱۷۶ ہجری
(۱۲) امام مہیاج بن بسطام متوفی ۱۷۷ ہجری
(۱۳) امام شریک بن عبد اللہ متوفی ۱۷۸ ہجری
(۱۴) امام عافیہ بن زید متوفی ۱۸۰ ہجری
(۱۵) امام عبد اللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ ہجری
(۱۶) امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ ہجری
(۱۷) امام محمد بن نوح متوفی ۱۸۲ ہجری
(۱۸) امام ہشیم بن بشیر السلمی متوفی ۱۸۳ ہجری
(۱۹) امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا متوفی ۱۸۴ ہجری
(۲۰) امام فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۷ ہجری
(۲۱) امام اسد بن عمرو متوفی ۱۸۸ ہجری
(۲۲) امام محمد بن الحسن متوفی ۱۸۹ ہجری
(۲۳) امام علی بن سہر متوفی ۱۸۹ ہجری
(۲۴) امام یوسف بن خالد متوفی ۱۸۹ ہجری
(۲۵) امام عبد اللہ بن ادریس متوفی ۱۹۲ ہجری
(۲۶) امام فضل بن موسیٰ متوفی ۱۹۲ ہجری
(۲۷) امام علی بن ظبیان متوفی ۱۹۲ ہجری
(۲۸) امام حفص بن غیاث متوفی ۱۹۴ ہجری
(۲۹) امام وکیع بن الجراح متوفی ۱۹۴ ہجری
(۳۰) امام ہشام بن یوسف متوفی ۱۹۷ ہجری
(۳۱) امام یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ ہجری
(۳۲) امام شعیب بن اسحاق متوفی ۱۹۸ ہجری

(۳۳) امام ابو حفص بن عبد الرحمان متوفی ۱۹۹ہجری (۳۴) امام ابو مطیع بلخی متوفی ۱۹۹ہجری
(۳۵) امام خالد بن سلیمان متوفی ۱۹۹ہجری (۳۶) امام عبد المسید متوفی ۲۰۳ہجری
(۳۷) امام حسن بن زیاد متوفی ۲۰۴ہجری (۳۸) امام ابو عاصم النبیل متوفی ۲۱۲ہجری
(۳۹) امام مکی بن ابراہیم متوفی ۲۱۵ہجری (۴۰) امام حماد بن دلیل متوفی ۲۱۵ہجری

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ محدثین و فقہاء کی نظر میں

امام ابو حنیفہ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

﴿لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْرَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ﴾ [۳۰]

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"اس سے مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں"۔ [۳۱]

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"سب کے سب فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں۔ جو شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا مطالعہ نہ کرے وہ عالم معتبر نہیں ہو سکتا"۔ [۳۲]

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ایک موقعہ پر مجلس سے اٹھے تو اپنے تلامذہ سے فرمایا:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تم کیا سمجھتے ہو وہ تو بڑے فقیہ ہیں"۔ [۳۳]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ زہد، تقویٰ اور علم میں اس جگہ پر ہیں کہ کوئی اس مقام کو نہیں پہنچ سکا۔"

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"رائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے ہم تو ان کی عیال ہیں"۔

نیز ایک موقعہ پر فرمایا کہ:

"تمہاری رائے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کہ نہر فرات کے مقابلے میں چھوٹے نالے"۔ [۳۴]

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اتنے بڑے انسان تھے کہ ان سے علم، تقوی، سخاوت وغیرہ کے پہاڑ بنائے جاسکتے ہیں"۔

ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ:

"دنیا کے دروازے ہمارے لئے بھی کھلے تھے اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی لیکن امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کو اختیار کیا ہم نے دنیا کو"۔ (۳۵)

یحییٰ بن سعید المسیب فرماتے ہیں کہ:

"خدائے بزرگ کی قسم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس امت میں قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے"۔ (۳۶)

محدث ابن داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"اہل اسلام پر نماز میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے دعا کرنا لازم ہے کیونکہ انہوں نے دوسروں کے لئے سنن و آثار کو جمع کردیا جب کوئی آثار یا حدیث کا ارادہ کرے تو وہ سفیان کو دیکھے اور اگر اس کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے"۔ (۳۷)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"وہ شخص محروم ہے جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کچھ حصہ نہیں ملا اور خدا اس شخص کا برا کرے جو ہمارے شیخ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر برائی کے ساتھ کرے۔ اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے تو وہ سب بھی ان کا اتباع کرتے"۔ (۳۸)

حفص بن عبدالرحمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (یہ امام نسائی اور ابوداؤد کے استادوں میں سے ہیں) کہ:

"میں ہر قسم کے علماء فقہاء اور زاہدوں کے پاس بیٹھا لیکن ان میں سب اوصاف کا جامع امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نہیں پایا"۔ (۳۹)

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ابتداء میں دو چیزوں کے بارے میں بڑا خیال تھا کہ وہ کوفہ کے پل سے آگے نہ بڑھ سکیں گے ایک حضرت حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قراءت دوسرا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فقہ مگر یہ دونوں آفاق میں پہنچ چکی ہیں"۔ [۴۰]

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

"قرآت تو امام حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اس پر تمام انسانوں کا اتفاق ہوگا"۔

وفات: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال بروز جمعہ ماہ رجب ۱۵۰ہجری میں ہوا۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ [۴۱] محمد ذوالنفس الذکیہ نے مدینہ منورہ میں اور اس کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف اعلان بغاوت کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید کی۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ منصور نے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو جیل میں بند کرواکر کوڑے لگوائے اس کی وجہ یہی ابراہیم کی حمایت تھی نہ کہ عہدۂ قضا، جس کو ظاہر کیا گیا۔ پھر جیل میں آپ کو زہر دیا گیا اور پھر آپ سجدہ کی حالت میں رحلت فرماگئے۔ [۴۲] اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ اور تدفین: حسن بن عمارہؒ آپ کے استادوں میں سے تھے۔ آپ کو غسل دیا اور یہ فرماتے رہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے تیس سال تک افطار نہیں کیا اور نہ چالیس سال سے رات کو آرام کیا۔ آپ ہم سب میں سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ عابد سب سے زیادہ پرہیز گار تھے۔ [۴۳]

پہلی مرتبہ نماز جنازہ میں تقریباً پچاس ہزار آدمی شریک ہوئے نماز جنازہ چھ مرتبہ ہوئی مولانا شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں چالیس دن تک لوگ آپ کی قبر پر نماز پڑھتے رہے۔ [۴۴]

اولاد: علامہ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بات تو یقینی طور سے کہی جاسکتی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے وقت صرف حماد ہی موجود تھے اور باقی کا کچھ علم نہیں ہے۔

تصانیف: بعض لوگ جن میں اول نمبر پر معتزلہ ہیں۔ [۴۵] اور تعجب ہے علامہ شبلی نعمانی پر کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام صاحب کی اپنی کوئی تصنیف نہیں۔ [۴۶]

مشہور مؤرخ محمد بن اسحاق بن ندیم نے کہا ہے کہ امام صاحب کی کئی تصانیف ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

① الفقہ الاکبر۔ ② کتاب الرسالۃ الی البتی۔ ③ کتاب العالم والمتعلم۔ ④ کتاب الرد علی القدریۃ۔ [۴۷]

علامہ کوثری بلوغ الامانی کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ مؤلفات اقدمین میں امام صاحب کی مندرجہ ذیل کتب کا ذکر ملتا ہے:

① کتاب الرائی۔ ② کتاب اختلاف الصحابہ۔ ③ کتاب الجامع۔ ④ کتاب السیر۔ ⑤ کتاب الاوسط۔ ⑥ الفقہ الاکبر۔ ⑦ الفقہ الابسط۔ ⑧ کتاب العالم والمتعلم۔ ⑨ کتاب الرد علی القدریہ۔ ⑩ رسالۃ الامام الی عثمان البتی فی الارجاء۔ ⑪ اور چند مکاتیب جو بطور وصایا اپنے احباب کو تحریر فرماتے تھے۔[۴۸]

علامہ طاش کبری زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم میں علم کلام کی اکثر بحثیں ذکر کی ہیں امام فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔[۴۹]

علامہ حافظ الدین البنرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا ہے کہ میں نے خود یہ دونوں کتابیں علامہ شمس الدین الکردری ابرار تغیئی القماوی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھیں ان دونوں کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہیں۔[۵۰]

یہ الگ بات ہے کہ ہمارے زمانے میں صرف الفقہ الاکبر اور العالم والمتعلم اور وصایا کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ: قرآن مجید کے بعد کتب خانہ اسلام کی یہ دوسری کتاب ہے جو ابواب پر مرتب ہوئی۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے قال اخبرنا ابوحنیفۃ عن فلان کہہ کر امام صاحب سے روایت کیا ہے۔

امام صاحب کے ۱۵ سے زائد مسانید ہیں:

(۱) جامع ابو محمد عبداللہ الحارثی بخاری متوفی ۳۴۰ ہجری
(۲) جامع الحافظ ابو القاسم
(۳) جامع الحافظ ابو الخیر محمد بن المظفر متوفی ۳۷۹ ہجری
(۴) جامع حافظ ابو نعیم متوفی ۳۰۴ ہجری
(۵) جامع ابو بکر بن عبد الباقی
(۶) جامع ابو احمد بن عبداللہ جرجانی
(۷) جامع امام الحسن اللولوی متوفی ۲۰۴ ہجری
(۸) جامع حافظ عمر بن الحسن الاشانی
(۹) جامع ابو بکر احمد بن الکلاعی
(۱۰) جامع حافظ ابو عبداللہ بن محمد البلخی
(۱۱) جامع حماد بن ابی حنیفہ
(۱۲) جامع حافظ ابو القاسم
(۱۳) جامع امام محمد متوفی ۱۸۹ ہجری
(۱۴) جامع امام محمد متوفی ۱۸۹ ہجری
(۱۵) جامع امام ابو یوسف متوفی ۱۸۳ ہجری

پھر ان کو امام ابوالمؤید محمد بن محمد خوارزمی متوفی۵۲۶ ہجری نے تمام المسانید کو ایک جگہ جمع کیا ہے اور جامع المسانید کو فقہی ابواب پر مرتب فرمایا ہے کہ یہ امت پر احسان فرمایا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ فضیلت کچھ کم نہیں کہ انہوں نے علم حدیث مین سب سے پہلے ابواب فقیہہ پر مرتب کتاب تالیف کی۔ (۵۱)

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

رَوٰی آثَارَہٗ فَاَجَابَ فِیْهَا
کَطَیْرَانِ الصُّقُوْرِ مِنَ الْمَنِیْفَةِ

انہوں نے آثار کو روایت کیا تو ایسی بلند پروازی دکھائی کہ جیسے شکاری پرندے بلند مقام پر پرواز کررہے ہوں۔

وَلَمْ یَكُ بِالْعِرَاقِ لَهُ نَظِیْرٌ
وَلاَ بِالْمَشْرِقَیْنِ وَلاَ بِكُوْفَة

"سو نہ عراق میں ان کی کوئی نظیر تھی نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں"۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کیجئے:

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۱۳
(۲) وفیات الاعیان ۵/ ۴۱۵، ۴۲۳
(۳) تہذیب الکمال ۴/ ۱۴
(۴) تہذیب التہذیب ۴/ ۱۹۸
(۵) البدایۃ والنھایہ ۱۰/ ۱۰۷
(۶) تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۴۹
(۷) الجواھر المضیۃ ۱/ ۲۶
(۸) شذرات الذہب ۱/ ۲۲۷
(۹) الجرح والتعدیل ۸/ ۴۴۹
(۱۰) الکامل فی التاریخ ۵/ ۵۴۹
(۱۱) خلاصۃ تہذیب الکمال ۴۰۲
(۱۲) سیر اعلام النبلاء ۶/ ۳۹۰
(۱۳) عقود الرجان (امام احمد بن طحاوی)
(۱۴) البستان فی مناقب النعمان (شیخ محی الدین عبدالقادر القریشی)
(۱۵) شقائق النعمان فی مناقب النعمان۔
(۱۶) تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ (سیوطی)
(۱۷) عقود الجمان
(۱۸) الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعلم ابی حنیفہ النعمان (ابن حجر مکی)
(۱۹) مرأۃ الجنان فی معرفہ حوادث الزمانی الزمان
(۲۰) مناقب الامام الاعظم۔
(۲۱) مناقب الامام الاعظم (شباب کردری)
(۲۲) سیرۃ النعمان

(۲۳) ابو حنیفہ (ابو زہرہ)
(۲۴) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (علامہ صیمری)
(۲۵) امام الاعظم ابو حنیفہ۔
(۲۶) مکانۃ الامام ابو حنیفہ بین المحدثین (الدکتور محمد قاسم عبدہ الحارثی)
(۲۷) تانیب الخطیب للکوثری۔
(۲۸) تنسیق النظام (محمد حسن سنبھلی)۔
(۲۹) اُوشحۃ الجید (مولانا مشوق نیموی)۔
(۳۰) مقدمہ اوجز المسالک (مولانا محمد زکریا)۔
(۳۱) انوار الباری۔
(۳۲) مناقب (علامہ موفق)
(۳۳) کشف الغمہ علی سراج الامۃ (مفتی مہدی حسن)۔
(۳۴) مقام ابی حنیفۃ (مولانا سرفراز خان صفدر)۔
(۳۵) الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل للامام عبد الحیٔ الکھنوی مع تعلیقہ للشیخ عبد الفتاح ابی غدہ۔
(۳۶) انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن (مولانا ظفر احمد تھانوی)

ساٹھ سے اوپر کتابیں ہیں جن میں امام صاحب کی سیرت مستقل یا ضمناً بیان ہوئی ہے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

---

(۱) یہ شعر امام شافعی کی طرف منسوب ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ نعمان کا تزکرہ ہمارے سامنے بار بار کرو کیونکہ وہ ایک مشک ہے جس کے تکرار سے خوشبو پھیلے گی۔
(۲) البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۰۷ خیرات الحسان۔
(۳) مقدمہ نصب الرایہ۔
(۴) فتح الباری۔
(۵) موافق ۱/۵۹۔
(۶) شرح سفر السعادۃ صفحہ ۲۰ علامہ سیوطی اللہ تعالیٰ نے تبییض الصحیفہ میں اور علامہ کردری نے مناقب امام ابی حنیفہ میں، مولانا عبد الحیٔ نے التعلیق الممجد میں بہت سے نام گنوائے ہیں اور مفتی عزیز الرحمان نے بھی اپنی کتاب ''امام ابو حنیفہ'' میں ۱۱۲ ناموں کو شمار کروایا ہے دیکھیں از ۵۹ تا ۶۲
(۷) موافق۔
(۸) مقدمہ اوجز المسالک صفحہ ۶۸۔
(۹) خیرات الحسان۔
(۱۰) تنسیق النظام صفحہ ۱۰۔
(۱۱) مقدمہ اوجز المسالک ۵۶ اوشحۃ الجید صفحہ ۴۵۔
(۱۲) معجم المصنفین ۲/۲۳۔
(۱۳) تنسیق النظام صفحہ ۱۰۔

(۱۴) تنسیق النظام صفحہ ۱۰۔

(۱۵) جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱)حضرت انس بن مالک متوفی ۹۳ ہجری (۲)حضرت عبداللہ بن ابی اوفی متوفی ۸۷ہجری۔ (۳)حضرت سہل بن سعد متوفی ۸۸ہجری۔ (۴)حضرت ابوالطفیل متوفی ۱۱۰ہجری۔(۵)حضرت واثلہ بن الاسقع متوفی ۸۵ہجری۔ (۶)حضرت مقدام بن معدیکرب متوفی ۸۷ہجری۔ (۷)حضرت امامہ باہلی متوفی ۸۶ہجری۔ (۸)حضرت عمرو بن حریث متوفی ۸۵ ہجری۔ (۹)حضرت عبداللہ بن بشر متوفی ۸۸ ہجری۔ (۱۰)بسر بن ارطاۃ متوفی ۸۶ہجری۔ (۱۱)عبداللہ بن حارث بن جزء متوفی ۸۵ یا۸۶ یا۸۷ہجری۔ (۱۲)حضرت تعبی بن عبدالسلمی متوفی ۸۷ہجری یا ۹۰ہجری۔ (۱۳)حضرت اسعد بن سہل متوفی ۱۰۰ہجری۔ (۱۴)حضرت سائب بن یزید متوفی ۹۱ہجری۔ (۱۵)حضرت طارق بن شہاب بجلی کوفی متوفی ۸۲ہجری یا ۸۳ہجری۔ (۱۶)حضرت عبداللہ بن ثعلبہ متوفی ۸۷یا۸۹ہجری۔ (۱۷)حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل متوفی ۹۹ ہجری۔ (۱۸)حضرت عمر بن ابی سلمہ متوفی ۸۳ہجری۔ (۱۹)حضرت مالک بن حویرث متوفی ۸۳ ہجری (۲۰)حضرت محمد بن لبید متوفی ۹۶ہجری۔ (۲۱)حضرت مالک بن اوس متوفی ۹۲ہجری۔ (۲۲)حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۱۶) خطیب بغدادی نے تقریباً ۵۴ صفحات پر وہ نکتہ بیان کیا ہے جس کا جواب صرف عناد کے سواء کچھ نہیں دیا جاسکتا

(۱۷) مناقب ابی حنیفہ ۲۷۔

(۱۸) موفق ۱۹۷/۲۔

(۱۹) مقدمہ اوجز المسالک ۶۰۔

(۲۰) تذکرۃ الحفاظ، عقود الجمان۔

(۲۱) اوشحہ۔

(۲۲) دیکھیں اوشحہ۔

(۲۳) میزان لعلامہ شعرانی۔

(۲۴) کتاب مبسوط۔

(۲۵) خیرات الحسان ۲۷۔

(۲۶) تفسیر مظہری۔

(۲۷) دلیل الطالب ۸۸۷ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ۱۹۷۔

(۲۸) الخیرات الحسان ۲۷ جواہر المضیۃ ۲۰۲/۲ تبییض الصحیفہ ۲۸۔

(۲۹) جامع المسانید ۴۵۔

(۳۰) بخاری ۲۷۷/۲ مسلم ۳۱۲/۲۔

(۳۱) خیرات الحسان صفحہ ۱۳۔

(۳۲) انوار الباری ۱۰۲/۱۔

(۳۳) انوار الباری ۱۰۲/۱۔

(۳۵) موفق ۴۲/۲۔

(۳۵) موفق۔
(۳۶) انوار الباری۔
(۳۷) حدائق الحنفیۃ۔
(۳۸) موفق۔
(۳۹) موفق۔
(۴۰) انوار الباری ۱/ ۱۰۳۔
(۴۱) محدثین عظام ۷۵۔
(۴۲) الخیرات الحسان ۶۲۔
(۴۳) سیرۃ النعمان ۵۱۔
(۴۴) سیرۃ النعمان ۵۳۔
(۴۵) الجواہر المضیہ ۱/ ۴۔
(۴۶) سیرۃ النعمان۔
(۴۷) الفہرست ابن ندیم ۲۹۸۔
(۴۸) بلوغ الامانی کا حاشیہ صفحہ ۱۸۔
(۴۹) کتاب اصول۔
(۵۰) مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ: ۲/ ۲۹۔
(۵۱) تبییض الصحیفہ۔

نوٹ: کتاب الآثار پر کچھ باتیں تو مقدمہ میں گذر چکی ہیں مزید کے لئے حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی کی کتاب علم حدیث اور ابن ماجہ صفحہ ۱۷۰ - ۱۵۸ پر دیکھیں۔



بَابُ الْوُضُوْءِ

مصنفین کی عام عادت ہے کہ اپنی کتاب کو کبھی لفظ کتاب سے اور کبھی باب سے اور کبھی فصل سے شروع کرتے ہیں اس کے مابین فرق یہ ہے کہ اگر متحد الاجناس مختلف الانواع مسائل کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہاں لفظ کتاب کا عنوان قائم کرتے ہیں اور جہاں متحد الانواع مختلف الاشخاص مسائل کا بیان مقصود ہوتا ہے تو وہاں لفظ باب کو لاتے ہیں اور جہاں متحد الاشخاص مسائل کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں لفظ فصل کو لاتے ہیں۔

لفظ وضو مشتق ہے وضاءۃ سے۔ لغوی معنی اچھا ہونے کے ہیں۔ اصطلاحی معنی اَلْغَسْلُ وَالْمَسْحُ فِیْ اَعْضَاءٍ مَّخْصُوْصَۃٍ۔(۱)

فرضیت وضو بعض کے نزدیک مدینہ میں ہوئی مگر اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مکہ میں فرضیت ہوئی جیسے کہ نماز مکہ میں فرض ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز بھی وضو کے بغیر نہیں پڑھی (۲) وضو، قرآن (۳) احادیث اور اجماع سب سے ثابت ہے۔

وضو اس امت کی خصوصیت میں سے ہے باعتبار امم سابقہ کے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: بِالْوُضُوْءِ فِیْ اَحَدِ الْقَوْلَیْنِ وَھُوَ الْاَصَحُّ فَلَمْ یَکُنْ اِلَّا لِلْاَنْبِیَاءِ دُوْنَ اُمَمِہِمْ (۴) انبیاء کے لئے وضوء کا ثابت ہونا کئی روایات سے ثابت ہے۔ مثلاً فَذٰلِکَ وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وضو اس امت کی خصوصیت نہیں پہلی امتیں بھی کرتی تھیں جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مرتبہ وضو کر کے ارشاد فرمایا کہ: ھٰذَا وُضُوْءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ (۵) اور حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت سارہ کے بارے میں آتا ہے: فَقَامَتْ تَتَوَضَّأُ وَتُصَلِّیْ (۶) تو معلوم ہوا کہ وضو اس امت کی خصوصیت نہیں ہے۔ (۷)

---

(۱) عمدۃ القاری۔

(۲) حافظ ابن حجر ۱/۲۰۵ اور صاحب عمدۃ القاری نے اس بارے میں طویل بحث کی ہے۔

(۳) یایھا الذین امنو اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم۔

(۴) المجھود اللبیب فی خصائص الحبیب۔

(۵) طبرانی۔

(۶) بخاری و مسلم۔

(۷) سعایہ۔

اعضاء وضو کو دو دو مرتبہ دھونا

۱

﴿قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَثْنٰى وَ تَمَضْمَضَ مَثْنٰى وَاسْتَنْشَقَ مَثْنٰى وَغَسَلَ وَجْهَهُ مَثْنٰى وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ مَثْنٰى مُقْبِلًا وَّ مُدْبِرًا وَمَسَحَ رَأْسَهُ مَثْنٰى وَ غَسَلَ رِجْلَيْهِ مَثْنٰى وَقَالَ حَمَّادٌ اَلْوَاحِدَةُ تُجْزِئُ اِذَا اُسْبِغَتْ قَالَ مُحَمَّدٌ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَبِهٖ نَأْخُذُ﴾

”محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ سے خبر دی اور انہوں نے ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے انہوں نے حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ سے انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے وضو کیا، دو مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے دو مرتبہ کلی کی دو مرتبہ ناک میں پانی ڈالا دو مرتبہ اپنا چہرہ دھویا دو مرتبہ آگے پیچھے سے اپنے بازو دھوئے دو مرتبہ، اپنے سر کا مسح کیا اور دو مرتبہ اپنے پاؤں دھوئے۔ حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر اچھی طرح سے پانی پہنچا دیا جائے تو ایک ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہو جائے گا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں“۔

لغات: مُقْبِلًا: ”افعال“ بمعنی سامنے۔ مُدْبِرًا: افعال بمعنی پشت پھیرنا، پیچھے جانا۔

تشریح

اَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَثْنٰى۔

سوال: اعضاء وضو کو کتنی مرتبہ دھونا چاہئے؟

جواب: اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھونا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور دو دو بار بھی اور تین تین

بار بھی دھونا یہ سب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مگر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ایک بار دھونا تو فرض ہے اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔[۱]

بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ پہلی مرتبہ دھونا فرض ہے دوسری بار دھونا سنت اور تیسری بار اکمال وضو کے لئے ہے۔ ابن ھمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ دھونا فرض ہے دوسری اور تیسری مرتبہ کا مجموعہ مسنون ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ابن الھمام والی بات کو پسند کیا ہے۔[۲]

بعض کا قول ہے کہ پہلی بار تو فرض ہے اور دوسری اور تیسری مرتبہ دھونا مستقل سنت ہے۔[۳]

غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ: کہنیوں کو دھوئے۔ جمہور کے نزدیک کہنیوں کو بھی دھونے میں شامل کرے گا مگر امام زفر، امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر کہنیوں کو نہ دھوئے تو کوئی حرج نہیں۔[۴]

وَمَسَحَ رَأْسَهُ مَثْنٰی: امام ابوحنیفہ، امام مالک امام محمد امام اسحاق سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے یہی ہے کہ مسح ایک ہی بار کرنا ہے اور یہاں پر مثنی کا لفظ ہے یہ غالباً ادبار اور اقبال کی دو حرکتوں پر محمول ہے جو درحقیقت مسح دو مرتبہ پر نہیں بلکہ استیعاب رأس پر دلالت کرتا ہے اور ایک مرتبہ مسح رأس کی عقلی وجہ یہ بھی ہے کہ مسح علی الخفین اور مسح علی الجبیرہ ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں پر بھی مسح علی الرأس ایک ہی مرتبہ ہونا چاہئے۔

قَالَ حَمَّادٌ اَلْوَاحِدَةُ تُجْزِئُ اِذَا اُسْبِغَتْ: حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر اچھی طرح سے پانی پہنچا دیا جائے تو ایک ہی مرتبہ دھونا کافی ہو جائے گا۔

کیا ایک مرتبہ بھی دھونا کافی ہوگا؟

ابن زید فرماتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ اعضاء مغسولہ کو ایک ہی مرتبہ دھونا فرض ہے بشرطیکہ اچھی طرح ہر عضو کو دھولیا جائے۔

اسی طرح شرح طحاوی میں ہے کہ اگر ایک مرتبہ اچھی طرح دھولیا تو کافی ہو جائے گا۔ البتہ دو دو مرتبہ دھونا افضل ہوگا تین مرتبہ دھونا اس سے بھی زیادہ اچھا ہوگا۔ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیت فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ کے ظاہر سے تو ایک ہی مرتبہ دھونا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے۔[۵]

مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ بلا کسی عذر کے صرف ایک ہی مرتبہ دھونے پر اکتفاء کرتے رہنا مکروہ ہوگا۔[۶]

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤطا میں فرمایا:

﴿اَلْوُضُوْءُ ثَلٰثًا ثَلٰثًا اَفْضَلُ وَالْاِثْنَانُ یُجْزِیَانِ وَالْوَاحِدَۃُ اِذَا اُسْبِغَتْ تُجْزِیْ اَیْضًا وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ﴾ (۷)

"امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین تین مرتبہ وضو کے اعضاء کو دھونا افضل ہے دو مرتبہ کافی رہتا ہے اور ایک مرتبہ بھی کافی ہوجاتا ہے جب کہ تم کامل طریقہ سے وضو کرلو یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

نوٹ: امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حالات مقدمہ میں گذر چکے ہیں۔

حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: یہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام شاگردوں میں افقہ تھے۔ اس بات پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیثوں کا حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی جاننے والا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کے بعد ان کو ہی ان کی مسند تعلیم پر بٹھایا گیا اور یہ فقیہ عراق مشہور ہوئے۔

اساتذہ: حضرت انس (خاص خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) زید بن وھب، عکرمہ، ابووائل، سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، حسن بصری، علامہ شعبی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

تلامذہ: بے شمار شاگرد ہوئے مثلاً امام ابوحنیفہ، شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشام، مسعر بن کدام وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے کبار علماء ان کے شاگرد ہوئے ہیں۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا:

① طبقات ابن سعد ۳۳۲/۶ ② تہذیب الکمال ۳۳۱ ③ تہذیب التہذیب ۱۷۴/۱ ④ العبر ۱۵۱/۱ ⑤ طبقات الحفاظ ۴۸ ⑥ خلاصہ تہذیب الکمال ۹۲ ⑦ تہذیب التہذیب ۱۶/۳۔

حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نہایت خوش لباس تھے۔ بہت زیادہ قیمتی پوشاک استعمال کرتے تھے۔ سمور کی ٹوپی لگاتے اور کبھی عمامہ بھی باندھتے تھے۔ انگوٹھی بھی استعمال کرتے تھے جس پر لکھا تھا ذباب اللہ ونحن لہ۔

نام ابراہیم، کنیت ابوعمران، والد کا نام زید بن اسود تھا۔ قبیلہ نخعی کے تھے جو کوفہ میں آباد تھا۔ ان کے چچا علقمہ اور ماموں اسود تھے یہ دونوں ہی بڑے محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بچپن ہی سے ان کی صحبت میسر آئی۔ (طبقات ابن سعد ۱۹/۶)

ان کا مخصوص علم، علم فقہ تھا اگرچہ حدیث میں بھی بہت زیادہ ماہر تھے۔ ان کے فقہی کمال پر سب کا ہی اتفاق ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فقیہ عراق کہا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو فقیہ کوفہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جب کوئی فتویٰ معلوم کرنے آتا تو ان سے فرماتے کہ ابراہیم کی موجودگی میں مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔

ابووائل رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کے پاس کوئی مستفتی آتا تو وہ اس کو ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے اور فرماتے کہ جو وہ جواب دیں مجھے بھی بتادینا۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۴)

اساتذہ: اسود، عبدالرحمان بن یزید، علقمہ، ابومعمر، ابن حارث، قاضی شریح، مسروق رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے چوٹی کے علماء سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں سے اعمش، منصور، حماد بن ابی سلیمان، مغیرہ ابن مقسم، زبید الیمانی، ابن عون، قابل ذکر ہیں۔

وفات: حجاج کی موت کے چند مہینے بعد بیمار ہوئے یہ بیماری ایسی تھی جو موت پر ختم ہوئی۔ موت کے وقت بہت زیادہ پریشان تھے کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے فرمایا کہ خدا کا قاصد آنے والا ہے معلوم نہیں جنت کا پیغام لے کر آئے گا یا جہنم کا۔(ابن خلقان ۱/۳) انتقال کے وقت انچاس، پچاس یا اس سے کچھ کم یا زیادہ عمر کے تھے۔(طبقات ابن سعد ۶/۱۹۹)

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ
کہیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ

مزید حالات دیکھنے کے لئے ان کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

① تہذیب التہذیب ۱/۱۷۷ ② طبقات ابن سعد ۱۸۹۶ ③ تہذیب الاسماء ۱/۱۰۴ ④ تذکرۃ الحفاظ ⑤ طبقات کبری الامام شعرانی ۱/۳۶ ⑥ ابن خلقان ۱/۳ ⑦ تاریخ البخاری ۱/۳۳۳ ⑧ البدایۃ والنہایۃ ۹/۱۴۰ ⑨ طبقات الحفاظ للسیوطی ۲۹ ⑩ شذرات الذہب ۱/۱۱۱ ⑪ وفیات الاعیان ۱/۲۵۔

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام اسود، کنیت ابوعمر، والد کا نام یزید تھا۔ مقام نخع کے رہنے والے تھے۔

حلیہ: آخری عمر میں بال سفید ہوئے تھے۔ سر اور داڑھی میں زرد خضاب استعمال کرتے تھے۔ عموماً سیاہ رنگ کا عمامہ باندھتے تھے اور ٹوپی بھی استعمال کرتے تھے۔(طبقات ابن سعد ۶/۵۹)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو امام فقیہ زاہد و عابد اور عالم کوفہ لکھتے ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۳)

اسی طرح علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت علمیت پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے۔(تہذیب الاسماء ۱/۱۲۲)

اساتذہ: انہوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابومحذورہ، حضرت عائشہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے اکابر صحابہ سے علم حاصل کیا۔(تہذیب التہذیب ۱/۳۴۳) حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تو بہت زیادہ تعلقات رکھتے تھے۔(طبقات بن سعد ۶/۴۸)

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں بھی ان کے بھانجے حضرت ابراہیم نخعی، بھائی عبدالرحمان اور چچیرے بھائی حضرت علقمہ، عمارہ بن عمر، ابواسحاق سبعی، محارب بن دثار، اور اشعث بن ابی الشعثاء رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے علم حاصل کیا۔(تہذیب التہذیب ۱/۴۳)

ان کو عبادات کا بہت زیادہ شوق تھا۔ سات سو نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۳) قریب قریب روزانہ ہی

روزہ رکھتے تھے اور تقریباً ہر سال حج کرتے تھے۔ ان کے حج کی تعداد ستر ہے۔
۷۵ ہجری میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اپنے بھانجے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہدایت کی تھی کہ آخری وقت میں مجھ کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ کی تلقین کرنا۔ (طبقات ابن سعد ۴۸/۶)

مزید حالات دیکھنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

① تہذیب التہذیب ۳۴۲/۱ ② طبقات ابن سعد ۴۸۷/۶ ③ تذکرۃ الحفاظ ۴۳/۱ ④ تہذیب الاسماء ۱۲۲/۱ ⑤ الجرح والتعدیل ⑥ طبقات شیرازی ۷۹ ⑦ البدایۃ والنھایۃ ۱۲/۹ ⑧ طبقات الحفاظ للسیوطی ۱۵ ⑨ شذرات الذہب ۸۲/۱۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عمر، کنیت ابو حفص، فاروق لقب، والد کا نام خطاب، والدہ کا نام خطاب تھا۔

حلیہ: رنگ گندمی، سر چندن، رخسار پر گوشت کم تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ مونچھیں بڑی بڑی، قد نہایت لمبا تھا۔

ولادت: سیرت نبوی سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی اللھم اعز الاسلام باحد الرجلین اما بابن ھشام و اما بعمر بن الخطاب (ترمذی باب مناقب عمر) تقدیر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا لکھا تھا اسلام میں داخل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سب سے بڑے جاں نثار بن گئے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۷ ہجری نبوی میں مسلمان ہوئے ان سے قبل ۲۹ لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے تقریباً تمام ہی غزوات میں شرکت کی۔ خوب جانبازی سے جنگ کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں ہی ان کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔

تلامذہ: ایک بہت بڑی جماعت کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔

وفات: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابو لؤلؤ نے بدھ کے دن ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ ہجری کو مدینہ میں خنجر سے زخمی کر دیا تھا۔ پھر چودہ دن بیمار رہ کر دسویں تاریخ محرم کو بروز اتوار انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ تھی۔ جنازہ کی نماز صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۵۳۹ روایات منقول ہیں۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں،

① الاصابہ ۵۱۸/۲ ② فتوح البلدان بلاذری ۴۷۷ ③ اسد الغابۃ ④ کنز العمال فضائل عمر بن الخطاب ⑤ طبقات ابن سعد ۱۹۳/۱ ⑥ زرقانی ۳۷۱/۱ ⑦ ازالۃ الخلفاء ۶/۶۔

---

(۱) فتح القدیر۔ (۲) بحرالرائق۔ (۳) بحرالرائق۔ (۴) شامی ۷۰/۱۔
(۵) عمدۃ القاری میں مسح علی الراس پر تیرہ اقوال ہیں دیکھیں ۶۵۳/۱ و درالمختار ۷۰/۱۔
(۶) احکام القرآن و شامی ۸۴/۱۔
(۷) بنایہ وکذا موطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِغْسِلْ مُقَدَّمَ اُذُنَيْكَ مَعَ الْوَجْهِ وَامْسَحْ مُؤَخَّرَ اُذُنَيْكَ مَعَ الرَّأْسِ﴾

"امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبردی اور انہوں نے حماد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پھر حماد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا، اپنے کانوں کے اگلے حصے کو چہرے کے ساتھ دھوؤ، اور پچھلے حصے کا سر کے ساتھ مسح کرو"۔

تشریح

کانوں کے مسح میں مذاہب علماء

اس میں مسح اذنین کو بیان کیا گیا ہے۔ اس بارے میں علماء کے چند اقوال (1) ہیں:

ایک ہی پانی سے سر اور کانوں کا مسح کرنا چاہئے۔ یہ قول اکثر اہل علم کا جس میں حضرت عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابوموسیٰ الاشعری، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عطا، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابن سیرین، سفیان ثوری، اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے۔ دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ کانوں کے سامنے والا حصہ چہرے کے ساتھ دھویا جائے اور پیچھے والے حصے کا سر کے ساتھ مسح کیا جائے یہ قول امام شعبی اور حسن بن صالح رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔ تیسرا قول اس میں اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا یہ ہے کہ کانوں کے اگلے حصے کا مسح چہرے کے ساتھ اور پچھلے والے حصے کا مسح سر کے مسح کے ساتھ کیا جائے۔ چوتھا قول ابن شریح رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے کہتے ہیں کہ سر کے ساتھ بھی مسح کیا جائے چہرے کے ساتھ بھی احتیاطاً دھو لیا جائے۔ پانچواں قول امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے فرماتے ہیں کہ کے ظاہر و باطن دونوں حصے، چہرے کے ساتھ دھوئے جائیں حضرات روافض لکھتے ہیں کہ کانوں کا مسح مستحب ہی نہیں ہے۔ چھٹا قول امام شافعی و مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے کہ کانوں کا مسح تین بار کرنا اور نئے پانی کے ساتھ کرنا مسنون ہے۔ اوپر کے قول میں دوسرے نمبر کے قول کی طرف اشارہ ہے۔ باقی احناف کے مسلک کو آگے والی حدیث میں بیان کیا جارہا ہے۔

(1) یہ اقوال عمدۃ القاری، فتح الملہم، نیل الاوطار، اوجز المسالک، امانی الاخبار وغیرہ سے جمع کئے گئے ہیں۔

۳

﴿قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ قَالَ مُحَمَّدٌ يُعْجِبُنَا اَنْ نَمْسَحَ مُقَدَّمَهُمَا وَمُؤَخَّرَهُمَا مَعَ الرَّأْسِ، وَبِهٖ نَأْخُذُ﴾

"امام محمد نے فرمایا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کان سر میں شامل ہیں۔ امام محمد نے فرمایا ہمیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ہم کان کے اگلے پچھلے دونوں حصوں کا سر کے ساتھ مسح کریں ہمارا عمل اسی پر ہے"۔

لغات: یُعْجِبُنَا: "افعال" پسند آنا، "اَعْجَبَنِیْ جُوْدَتُهٗ": ہمیں اس کی عمدگی پسند آئی۔ مُقَدَّمَهُمَا: تفعیل، سامنے کرنا، آگے کرنا، مُؤَخَّرَهُمَا: تفعیل، پیچھے کرنا۔

تشریح

اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ: جیسا کہ گذشتہ صفحہ پر گذرا کہ احناف کا مسلک مسح اذنین میں یہ ہے کہ ایک ہی پانی سے سر اور کانوں کا مسح کرنا چاہئے اسی میں حدیث بالا سے استدلال کیا گیا ہے۔ مذہب احناف کے لئے احادیث فعلیہ اور احادیث قولیہ دونوں طرح کی ہیں۔ احادیث فعلیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا اور کانوں کا ایک مرتبہ مسح کیا۔[1] احناف کی قولی حدیث مذکورہ بالا ہے "اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ"[2]

کانوں کے مسح کے لئے کیا نیا پانی لینا ضروری ہے؟

اگر کانوں کے لئے نیا پانی لیا تو احناف کے نزدیک اس میں کئی اقوال ہیں بدائع اور محیط میں ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ یہ بدعت ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ مکروہ تو نہیں مگر اس کو نہ سنت کہے نہ ہی وضو کے آداب میں سے کہے۔[3]

اس حدیث پر سوالات وجوابات

اس حدیث پر شوافع نے کئی اعتراضات وارد کئے ہیں مثلاً ایک بات یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مسح

عَلَى الْأُذُنَيْنِ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو خلقت کو بیان کیا گیا ہے کہ کان سر کا ایک حصہ ہے۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان احکامات کے لئے مبعوث کیا گیا تھا نہ کہ بیان خلقت کے لئے۔ (۴)

ہمارے اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوئی ہے جس کو ابن خزیمہ و ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضورؐ کا وضو نہ بتاؤں؟ اس حدیث میں ہے "ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَمَسَحَ بِهَا رَأْسَهُ وَ اُذُنَيْهِ" رأسته الخ اور اس حدیث پر نسائی نے باب بھی قائم کیا ہے باب مسح الاذنین مع الرأس۔ (۵)

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اذنین ممسوح ہونے میں سر کے مشابہ ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جو احناف بیان کرتے ہیں کہ سر کے پانی سے کانوں کا مسح کیا جائے۔

جواب: اگر یہ مطلب ہوگا جیسے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں تو یہ بھی کہنا چاہئے تھا کہ اَلرِّجْلَانِ مِنَ الْيَدَيْنِ۔

مسح علی الاذنین کا حکم

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سنت ہے مگر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ واجب ہے۔ (۶)

---

(۱) سنن نسائی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، بیہقی اور ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت کا ترجمہ ہے۔

(۲) یہ روایت آٹھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے" جن میں عبداللہ بن زید، ابوموسیٰ اشعری، ابن عباس، امام ابوامامہ، ابوہریرہ، انس بن مالک، ابن عمر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔

(۳) معارف السنن ۱/۱۷۸۔

(۴) ہدایہ۔ (۵) فتح ۱/۲۵۔

(۶) اوجز المسالک ۱/ ۲۷ حاشیہ الکوکب الدری ۲/۲۸ ابن قدامہ نے مغنی میں ۱/۹۰ بدائع الصنائع ۱/ ۲۳ نیل الاوطار ۱/۱۵۶۔ بدایۃ المجتہد ۱/ ۱۴ میں ابن رشد مالکی نے امام ابوحنیفہ کی طرف فرضیت کو منسوب کیا ہے جو تمام کتب حنفیہ کے خلاف ہے۔



٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخبَرَنَا اَبُوْحَنِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْسُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ نضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْوُضُوْءُ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ وَالتَّكْبِيْرُ تَحْرِيْمُهَا وَالتَّسْلِيْمُ تَحْلِيْلُهَا وَلَا تُجْزِئُ صَلٰوةٌ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَعَهَا غَيْرُهَا وَفِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَسَلِّمْ يَعْنِيْ فَتَشَهَّدْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَاِنْ قَرَأَبِاُمِّ الْكِتَابِ وَحْدَهَا فَقَدْ أَسَاءَ وَيُجْزِئُهُ﴾

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وضوء نماز کی کنجی ہے اور تکبیر نماز کے لئے تحریمہ اور سلام اس سے نکلنے کا ذریعہ ہے اور کوئی نماز سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کے پڑھنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی اور ہر دو رکعتوں میں سلام (یعنی التحیات) پڑھو۔

امام محمد فرماتے ہیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص صرف سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو اس نے برا کیا لیکن نماز ہو جائے گی"۔

لغات: مِفْتَاحٌ: اسم آلہ، کھولنے کا آلہ، چابی۔ تَحْلِيْلٌ: تفعیل، رکاوٹ دور کرنا، حلال کرنا۔ لَاتُجْزِئُ: افعال، کافی ہونا۔ اَسَاءَ: افعال، برا کرنا، بدسلوکی کرنا۔

تشریح

کیا ہر قسم کی نماز کے لئے وضو شرط ہے؟

اَلْوُضُوْءُ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ: وضو نماز کی کنجی ہے۔ یہ جزء جمہور علماء کی دلیل ہے کہ کسی قسم کی نماز بغیر وضو کے صحیح نہیں۔ تو یہ جزء امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس روایت کے خلاف حجت ہے جس میں فرماتے ہیں کہ طہارت کے بغیر بھی سقوط ذمہ ہو جاتا ہے البتہ نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے۔

البتہ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کے بارے میں امام ابن جریر طبری، عامر شعبی اور ابن علیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ یہ بغیر طہارت کے بھی جائز ہے اور نماز جنازہ کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی

طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ بغیر طہارت کے جائز ہونے کے قائل ہیں حالانکہ یہ نسبت صحیح نہیں۔ البتہ سجدہ تلاوت کے بارے میں امام بخاری، ابن جریر طبری اور عامر شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے ساتھ متفق ہیں کہ وہ بغیر طہارت کے جائز ہے جیسے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اثر ہے کہ سجد علی غیر وضوء لیکن علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ بخاری کے اصلی نسخہ میں سجد علی وضوء ہے جو جمہور کے موافق ہے۔

وَالتَّکْبِیْرُ تَحْرِیْمُھَا: تکبیر نماز کے لئے تحریمہ ہے۔

تکبیر کن کن الفاظ سے کہی جاسکتی ہے؟

حسن بصری اور سعید ابن المسیب رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے کہ نماز کے شروع کرنے کے لئے تکبیر یا کوئی اور ذکر ضروری نہیں صرف نیت کافی ہوجاتی ہے۔ جمہور کے نزدیک نیت کے ساتھ ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ اثر بالا بھی حسن بصری، سعید ابن المسیب رحمہما اللہ تعالیٰ کے خلاف حجت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر ایسا ذکر جو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتا ہو اس سے فریضہ تحریمہ ادا ہوجاتا ہے (اگرچہ نماز واجب الاعادہ ہوگی)[1] مثلاً اللہ اجل، اللہ اعظم وغیرہ۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ فریضہ صرف اللہ اکبر ہی کے ذریعہ سے پورا ہوگا اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ اکبر اور اللہ الاکبر کے ساتھ پورا ہوتا ہے جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک اللہ اکبر، اللہ الاکبر اور اللہ الکبیر کے ساتھ پورا ہوتا ہے۔[2]

وَالتَّسْلِیْمُ تَحْلِیْلُھَا: سلام اس سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔

نماز میں السلام علیکم کا حکم

امام شافعی امام مالک، امام احمد، امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صیغہ سلام یعنی السلام علیکم کہہ کر نماز سے نکلنا فرض اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خُرُوْج بِصُنْعِ الْمُصَلِّیْ فرض ہے اور صیغہ سلام کے بارے میں دو روایتیں ہیں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ سنت کہتے ہیں جب کہ صاحب فتح القدیر نے اس کو واجب کہا ہے۔ دوسرا قول راجح ہے۔[3] مطلب یہ ہوا کہ جو شخص صیغہ سلام کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نماز سے باہر آتا ہے تو اس کا فریضہ تو ادا ہوجائے گا مگر ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ اسی حدیث بالا سے استدلال کرتے ہیں کہ خبر معرف باللام

ہونے کی وجہ سے حصر آگیا تو مطلب یہ ہوا کہ نماز سے حلال ہونا صیغہ سلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اسلئے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ وجوب ثابت ہو سکتا ہے۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٖ نَأْخُذُ وَاِنْ قَرَأَبِاُمِّ الْقُرْآنِ وَحْدَهَا فَقَدْ اَسَاءَ وَيُجْزِئُهٗ امام محمد فرماتے ہیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں کہ جس نے صرف سورۃ فاتحہ پڑھی تو اس نے برا کیا لیکن نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔[۴]

نماز میں سورۃ فاتحہ کا حکم

سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں احناف کے نزدیک واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ اس کو رکن اور فرض مانتے ہیں اس وجہ سے ان کے نزدیک نماز نہیں ہوتی۔ ائمہ ثلاثہ اس حدیث بالا جیسی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

احناف کا استدلال

قرآن کی آیت فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ سے ہے اس پر خبر واحد سے کوئی قید نہیں لگائی جاسکتی یا یہاں لام نفی ذات کے لئے ہے مقصد یہ ہوگا کہ عدم قراءت کی صورت میں تو بالکل نماز فاسد ہو جائے گی تو یہاں قراءت سے مراد قراءت فاتحہ نہیں بلکہ مطلق قراءت ہے۔[۵]

ابوسفیان رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: ان کا نام طریف تھا والد کا نام شہاب بن سعد ہے۔ ابن عدی وغیرہ نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

اساتذہ: انہوں نے عبداللہ بن الحارث، ابی نضرۃ، ثمامہ بن عبداللہ بن انس، سفیان ثوری، ابوحنیفہ، محمد بن فضیل وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

ان سے ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے بھی روایات نقل کی ہیں۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۵/۱۲ کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

ابی نضرہ کے مختصر حالات: ان کا نام منذر ہے والد کے نام مالک قطعہ ہے۔ ابن حبان، یحیٰی بن معین، ابوزرعہ، نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا ہے اور یہ بہت زیادہ فصیح لوگوں میں سے تھے۔

اساتذہ: انہوں نے زیادہ تر علم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حاصل کیا۔ ان میں سے بعض یہ ہیں: حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ الاشعری، ابوہریرہ، حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر، حضرت عمران بن حصین، سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔

تلامذہ: ان سے بھی بہت سے لوگوں نے علم سیکھا۔ ان میں سے بعض یہ ہیں: سلیمان التیمی، سعید بن یزید، عبدالعزیز بن صہیب، حمید الطویل، عاصم لاحول، قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہ۔

وفات: ۱۰۷ یا ۱۰۸ سال کی عمر میں دنیا سے رحلت فرمائی۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۳۰۳/۱ کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام سعید، ابو سعید کنیت، خاندان خدرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام مالک اور والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا۔ ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والدین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ آنے سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔ احد کے بعد سے تمام غزوات میں شرکت کی۔ اس سے پہلے کم سن تھے۔ عہد نبوت میں مدینہ منورہ میں ہی رہے اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ چھوڑنے سے منع کیا تھا۔ (تاریخ خلفاء للسیوطی) اور یہ ان لوگوں میں سے بھی تھے جنہوں نے یزید کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں فتوی دیا کرتے تھے۔ (اصابہ تذکرۃ ابو سعید الخدری) اپنے زمانے کے سب سے بڑے مفتی شمار ہوتے تھے۔ ان کا حلقہ اتنا وسیع ہوتا تھا کہ اگر کوئی سوال کرنا چاہتا تو کافی دیر کے بعد اس کو موقع ملتا۔ (مسند احمد ۳۵/۲)

تلامذہ: شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا ان میں سے چند یہ ہیں حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، ابن زبیر، ابوالطفیل، ابوامامہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہم، سعید بن مسیب، طارق بن شہاب، عطا، مجاہد، ابوعثمان، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابونضرہ، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وفات: ۷۴ ہجری میں جمعہ کے دن وفات پائی۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔ بعض لوگوں نے عمر ۷۴ سال بتائی ہے مگر علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۸۶ سال بتائی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۴۷/۱) اور یہی صحیح ہے۔ ان سے روایات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

① طبقات ابن سعد ② تذکرۃ الحفاظ ③ شذرات الذہب ④ تاریخ ابن عساکر ۹۰/۷ ⑤ البدایۃ والنھایۃ ۳۰/۹ ⑥ الاصابہ ⑦ النجوم الزاہرۃ ۱۹۲/۱ ⑧ طبقات خلیفہ ۱۰۶۔

---

(۱) شامی ۳۵۸/۱ بحر الرائق ۳۰۶/۱ فتح القدیر ۲۲۸/۱ شرح کنز شرح عینی ۲۷ وغیرہ میں ہے امام نے اس قول سے رجوع کرلیا تھا۔ وعلیہ الفتوی۔

(۲) ہدایۃ، بدائع ۱۳۱/۱ بنایہ، فتح القدیر۔

(۳) فتح القدیر یہی بات جواہر النقی ۱۵۸/۱ عمدۃ القاری ۱۸۸/۳ میں ہے۔ (۴) شامی ۳۳۳/۱۔

(۵) انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس مسئلہ میں تحقیق بحث انشاء اللہ العزیز باب القراۃ خلف الامام وتلقینہ کے ضمن میں آئے گی۔

۵

﴿قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِمَامُكَ اِنْ شِئْتَ فَاَقْلِلْ مِنْهُ، وَاِنْ شِئْتَ فَاَكْثِرْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"امام محمد فرماتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز میں قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ (قرآن) تمہارا امام ہے تم چاہو تو کم پڑھو یا زیادہ پڑھو۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے"۔

تشریح

هُوَ اِمَامُكَ: قرآن تمہارا امام ہے۔ جو اس کو آگے رکھے تو اس کے لئے یہ صراط مستقیم اور جنت کا رہنما بنے گا اور جو قرآن کو پیچھے چھوڑے گا تو اس کو گمراہی اور جہنم میں پہنچائے گا۔[1]

اسی طرح ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تورات کے چند اوراق پڑھتے دیکھا تو غصہ فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ اگر آج موسیٰ (علیہ السلام) بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔

اِنْ شِئْتَ فَاَقْلِلْ مِنْهُ وَاِنْ شِئْتَ فَاَكْثِرْ: تم چاہو تو تم کم پڑھو یا زیادہ پڑھو۔ اسی معنیٰ میں ہے فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کہ اس میں قدر آسان قراءت کرو مگر اس بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کم از کم نماز میں ایک آیت تو پڑھی جائے جس کو قرآن کہا جاسکتا ہو کیونکہ حدیث بالا اور آیت قرآنیہ میں کوئی قید نہیں ہے کہ کتنی پڑھی جائے جو جتنا پڑھے گا اتنا ہی اچھا ہے لیکن ایک آیت سے کم کو بالاجماع قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ پوری آیت کو حکماً اور حقیقتاً قرآن کہا جاتا ہے۔ حکماً اس لئے کہ حائضہ اور جنبی پر ایک آیت کی قراءت حرام ہے آیت سے کم جائز ہے۔[2]

حقیقتاً اس لئے اس کا قرآن ہونا تو ظاہر ہے۔

کتنی رکعتوں میں قراءت فرض ہے؟

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح قول اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ ساری رکعتوں میں

قراءت فرض ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین رکعتوں میں فرض ہے کیونکہ وَلِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو رکعت میں فرض ہے۔

حسن بصری، امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف ایک رکعت میں قراءت فرض ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عبداللہ، ابوالعباس کنیت، والد کا نام عباس، والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا۔

ولادت: ہجرت کے تین سال قبل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی تھی۔(اسد الغابہ) والدہ کے ساتھ مکہ میں ہی مسلمان ہوگئے تھے۔(طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن عباس کی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اس بناء پر حضرت عبداللہ بن عباس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی آنے جانے کا موقع ملتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کا بھی مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جب بیدار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے وضو کے لئے پانی پہلے رکھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے تو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابن عباس کا نام لیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التأویل۔(مسند احمد ۱/۳۲۸)

انہوں نے براہ راست علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سیکھا۔ ان کی روایت کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔ ان میں ۷۵ متفق علیہ ہیں اور ۱۱۸ بخاری میں اور ۴۹ صحیح مسلم میں منقول ہیں۔(تحذیب الکمال ۲۰۲)

تلامذہ: شاگردوں کی تعداد بہت ہی زیادہ تھی ابوصالح کہتے ہیں میں نے کسی شخص کی اتنی بڑی مجلس نہیں دیکھی۔(مستدرک حاکم ۳/۵۳۸) اور تلامذہ کی تہذیب التہذیب نے بہت لمبی فہرست دی ہے۔

وفات: ۶۸ ہجری میں انتقال ہوا۔ محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔(اصابہ ۳/۱۴۱)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

① اسد الغابہ ② اصابہ ③ طبری واقعات ۲۵ ہجری ④ مسند احمد ۱/۳۰۵ ⑤ تذکرۃ الحفاظ ۱/۵ ⑥ استیعاب ۱/۳۵۳ ⑦ تہذیب التہذیب ⑧ تاریخ ابن عساکر ۹/۲۳۸ ⑨ وفیات الاعیان ۳/۶۲ ⑩ النجوم الزاهرة ۱/۱۸۲ ⑪ البدایۃ والنہایۃ ۸/۲۹۵ ⑫ العقد الثمین ۵/۱۰۹۔

(۱) قلائد الازہار ۱/۱۶۔ (۲) رواہ طحاوی۔

نوٹ: نماز میں کم از کم کتنی مقدار قراءت ہونے سے نماز ہوجاتی ہے اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تین روایات ہیں ① ایک آیت اگرچہ وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو (منیہ، شرح منیہ) ② دوم جس کو قراءت کہہ سکتے ہوں۔(عینی) ③ سوم صاحبین کی طرح کہ ایک دو آیت بڑی یا چھوٹی تین آیات ہوں۔(کتاب الاصل)

بَابُ مَا یُجْزِئُ فِی الْوُضُوْءِ مِنْ سُؤْرِ الْفَرَسِ وَالْبَغْلِ وَالْحِمَارِ وَالسِّنَّوْرِ

گھوڑے، خچر، گدھے اور بلی کے جھوٹے سے وضوء کرنے کا بیان

لغات: سُؤْرٌ بمعنی جھوٹا، بعض کہتے ہیں کہ پینے والا جو آخر میں چھوڑ دے۔ شرع میں اس کا استعمال پینے کی چیزوں میں ہوتا تھا مگر بعد میں کھانا اور دوسری چیز جو کھانے سے بچ جائے اس کو بھی کہہ دیتے ہیں۔(۱) اس کی جمع الاسار آتی ہے۔

اَلْفَرَسُ: گھوڑا، اس کی جمع افراس آتی ہے مذکر مونث دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے لہٰذا مؤنث کو فرسۃ نہیں کہا جائے گا۔

بَغْلٌ: یہ گھوڑے اور گدھے کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ اس کی ماں گھوڑی ہو اور باپ گدھا تو یہ بہت زیادہ گھوڑے سے مشابہ ہوتا ہے اور اگر ماں گدھی ہو اور باپ گھوڑا تو یہ گدھے سے بہت زیادہ مشابہ ہوتا ہے، اور اگر خچر گھوڑی یا گائے سے پیدا ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہوگا۔(۲)

اَلْحِمَارُ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تھے، قرآن میں بھی گدھے کا ذکر آیا ہے، فَانْظُرْ اِلٰی الْحِمَارِ۔ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً۔

اَلسِّنَّوْرُ: بمعنی بلی، سین کے کسرہ اور نون مشدد کے فتح کے ساتھ اس کی جمع سنانیر آتی ہے مونث کو السنورۃ کہتے ہیں، بلی کے بہت سے نام مستعمل ہیں مثلاً یہی سِنَّوْرٌ، هِرَّةٌ، قِطٌّ، اَلْخَیْدَعُ، اَلْخَیْطَلُ، ضَیْوَنٌ۔ ان جانوروں کا حکم اس باب میں بیان ہوگا۔

بلی کے جھوٹے کا حکم



٦

مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی السِّنَّوْرِ تَشْرَبُ مِنَ الْاِنَاءِ قَالَ: هِیَ مِنْ أَهْلِ الْبَیْتِ لَابَأْسَ بِشُرْبِ فَضْلِهَا، فَسَأَلْتُهُ اَیُتَطَهَّرُ بِفَضْلِهَا لِلصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَرْخَصَ الْمَاءَ وَلَمْ یَأْمُرْهُ وَلَمْ یَنْهَهُ، قَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ أَبُوْ

حَنِيْفَةَ غَيْرُهُ أَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ وَاِنْ تَوَضَّأَ مِنْهُ أَجْزَأَهُ وَاِنْ شَرِبَهُ فَلاَ بَأْسَ بِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِقَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ نَأْخُذُ﴾

"اگر برتن میں رکھے ہوئے پانی سے بلی پی لے تو حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بلی گھر میں رہنے والے جانوروں میں سے ہے تو اس کا جھوٹا پینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ میں نے سوال کیا اس کے جھوٹے سے نماز کے لئے وضو کرسکتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانی کو آسان بنادیا ہے۔ انہوں نے نہ اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے روکا۔ امام محمد کہتے ہیں امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ بلی کے جھوٹے کے علاوہ دوسرا پانی استعمال کرنا (وضو) کے لئے مجھے زیادہ پسند ہے لیکن اگر اس سے بھی وضو کرلیا جائے تو جائز ہوجائے گا۔ اگر اس کو پی بھی لیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ کے اسی قول پر ہی عمل کرتے ہیں"۔

تشریح

بلی کے جھوٹے میں ائمہ کرام کے مذاہب

بلی کے جھوٹے میں ائمہ کے دو مذہب ہیں:

① امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام محمد کا ایک قول، امام ابویوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق پاک ہے۔

② امام ابوحنیفہ، امام زفر، حسن بصری، سعید بن المسیب، محمد بن سیرین، صحیح قول امام محمد، عبدالرحمان ابن ابی لیلی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ علماء احناف نے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

جمہور کا مستدل

ائمہ ثلاثہ کا مستدل ابوداؤد کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارٍ

التَّمَارِ عَنْ اُمِّہٖ اَنَّ مَوْلَاتَھَا اَرْسَلَتْھَا بِھَرِیْسَۃٍ اِلٰی عَائِشَۃَ فَوَجَدْتُھَا تُصَلِّیْ فَاَشَارَتْ اِلَیَّ اَنْ ضَعِیْھَا فَجَاءَتْ ھِرَّۃٌ فَاَکَلَتْ مِنْھَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ اَکَلَتْ مِنْ حَیْثُ اَکَلَتِ الْھِرَّۃُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّھَا لَیْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا ھِیَ مِنَ الطَّوَّافِیْنَ عَلَیْکُمْ وَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ بِفَضْلِھَا ﴾ (۳)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل وہ ہے جو شرح معانی الآثار میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿قَالَ ثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ قُرَّۃَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ طَھُوْرُ الْاِنَاءِ اِذَا وَلَغَ فِیْہِ الْھِرُّ اَنْ یُّغْسَلَ مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ﴾

اسی طرح مسلم کی روایت میں ہے:

﴿صدقونا علٰی ابی ھُرَیرۃ فِی الْھِرِّ فِی الْاِنَاءِ قَالَ اِغْسِلْہُ مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ﴾ (۴)

جمہور کے مستدل کے جوابات

جمہور کی دلیل کا جواب یہ ہے، کہ کراہت تنزیہی بھی جواز کا ایک حصہ ہی ہے، ابن ھمام رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بلی کا جھوٹا اپنی اصل کے اعتبار سے نجس ہے لیکن عموم بلوی کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی ہے تو یہ علّت کراہت تنزیہی کی طرف مشیر ہے۔ (۵)

دوسرا جواب: کہ جمہور کی روایت میں ہے لَیْسَتْ بِنَجَسٍ۔ اگر بلاکراہت یہ طاہر ہوتا تو آپ صاف طور سے فرمادیتے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنوان کو تبدیل فرمایا کہ لَیْسَتْ بِنَجَسٍ معلوم ہوا کہ اس کی طہارت میں کمال نہیں ہے۔ اسی کو احناف نے مکروہ تنزیہی لیا ہے۔

صاحب بذل المجہود رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ جمہور کی روایت میں اس بات کا احتمال ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ خادمہ پریشان ہورہی ہے تو اس کی تسلی کی خاطر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو نوش فرمایا کراہت کے باجود۔ (۶)

غَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ: بلی کے جھوٹے کے علاوہ دوسرا پانی استعمال کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ جیسا کہ اوپر کی

دلیل سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا مکروہ ہے تو اب بہتر یہی ہوگا کہ ایسے پانی سے وضوء کیا جائے جو بالکل طاہر ہو اگر مجبوری ہو تو ایسے پانی سے بھی وضوء وغیرہ جائز ہوگا۔

وَبِقَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ نَأْخُذُ: کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس مسئلہ میں ایک رائے ہونے پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول دال ہے جو مؤطا محمد میں ہے:

﴿لَا بَأْسَ بِاَنْ یَّتَوَضَّأَ بِسُوْرِ الْھِرَّۃِ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیْنَا مِنْہُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ﴾ (۷)

مگر ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابویوسف امام صاحب کے ساتھ میں فَاِنَّھُمْ ذَکَرُوْا مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ عَدَمَ الْکَرَاھَۃِ رِوَایَۃٌ عَنْہُ۔

---

(۱) مغرب ۱/۲۴۰ و قاموس۔

(۲) شامی فتاویٰ قاضی خان۔

(۳) ابوداؤد۔

(۴) مسلم۔

(۵) فتح القدیر ۱/۷۷ یہی بات بحرالرائق ۱/۱۳۱۔ اسی پر الاشباہ والنظائر ۱۲۵ پر ایک قاعدہ ہے المشقۃ تجلب التیسیر اس اصول کی وجہ سے بھی تخفیف آجائے گی۔

(۶) بذل المجہود: ۱/۴۹ یہی بات تعلیق الصبیح، معارف السنن: ۱/۳۳۰ میں بھی موجود ہے۔

(۷) اس طرح فتاویٰ قاضی خان، فتاوی تاتار خانیہ، جامع الرموز، رمزالحقائق وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد اور امام ابوحنیفہ کا ایک قول ہے۔



گدھے اور خچر کے جھوٹے کا حکم

۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَا خَيْرَ فِيْ سُوْرِ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ وَلَا يَتَوَضَّأُ اَحَدٌ بِسُوْرِ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ وَيَتَوَضَّأُ مِنْ سُوْرِ الْفَرَسِ وَالْبِرْذَوْنِ وَالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَأْخُذُ﴾

"حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ خچر اور گدھے کے جھوٹے میں کوئی خیر نہیں اور کوئی شخص بھی خچر اور گدھے کے جھوٹے سے وضو نہ کرے البتہ گھوڑے، بکری اور اونٹ کے جھوٹے سے وضو کرسکتا ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور ہم اس کو لیتے ہیں"۔

لغات: بِرْذَوْنٌ: ترکی گھوڑے کو کہتے ہیں۔

تشریح

گدھے اور خچر کے جھوٹے میں اختلاف ائمہ

گدھے اور خچر کے جھوٹے میں بھی اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طاہر اور مطہر دونوں ہے۔[1] كَانَ كُلُّ حَيَوَانٍ يُنْتَفَعُ مُجَلَّدُهٗ فَسُوْرُهٗ طَهُوْرٌ عِنْدَهٗ۔

یعنی جس جانور کے چمڑے سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے تو اس کا جھوٹا پاک ہوتا ہے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں نجس ہے۔[2] جیسے کہ آتا ہے کہ خیبر کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کروایا تھا:

﴿اَمَرَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ بِاِكْفَاءِ الْقِدْرِ الَّتِيْ فِيْهَا لُحُوْمُ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ﴾ [3]

دوسری روایت میں مشکوک ہونے کا ذکر ہے۔[4] دوسری روایت ہی راجح ہے کیونکہ اس باب میں

احادیث متعارض ہیں۔ (۵) بعض سے نجس معلوم ہوتا ہے جیسے کہ ابھی روایت گذری اور بعض سے طاہر معلوم ہوتا ہے مثلاً غالب ابن الجبر حَیْثُ قَالَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ مَّالٍ فَقَالَ لَیْسَ لِیْ مَالٌ اِلَّا حُمَیْرَاتٌ لِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلْ مِنْ سَمِیْنِ مَالِكَ اسی طرح اقوال صحابہ بھی متعارض ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں نجس ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول طہارت کا ہے۔ قیاس میں بھی تعارض ہے کہ گوشت کا لحاظ رکھیں تو بالاتفاق حرام ہے اور اگر پسینے کو دیکھیں تو پاک معلوم ہوتا اس بناء پر مشکوک ہے۔ (۶)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ جھوٹے کا تعلّق تو گوشت سے ہوتا ہے کیونکہ لعاب گوشت سے بنتا ہے نہ کہ کھال سے تو گوشت کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ نہ کہ کھال کا۔ (۷)

گھوڑے، بکری، اونٹ کا جھوٹا پاک ہے

وَیَتَوَضَّأُ مِنْ سُؤْرِ الْفَرَسِ وَالْبِرْذَوْنِ وَالشَّاةِ الخ گھوڑے، بکری اور اونٹ کا جھوٹا طاہر ہے۔ قانون یہ ہے کہ جس کا گوشت حلال ہے اس کا جھوٹا بھی پاک ہے کیونکہ گوشت سے لعاب بنتا ہے چونکہ لعاب پانی پیتے وقت پانی میں ملتا ہے تو اس وجہ سے اس کا جھوٹا پاک ہے تو اب ایسے پانی سے بلاشبہ وضو جائز ہوگا۔ (۸)
روایت میں ہے کہ صاحبین کا بھی یہی قول ہے بعض کتب فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین روایات اور نقل کی ہیں:
① گھوڑے کا جھوٹا مکروہ ہے۔ ② مشکوک ہے۔ ③ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ یَتَوَضَّأَ بِغَیْرِهٖ۔ (۹)

(۱) عنایہ علی حاشیہ فتح القدیر ۱/۷۸۔ (۲) ہدایہ۔ (۳) طحاوی۔
(۴) عنایہ ۱/۷۸۔ (۵) فتح القدیر ۱/۷۹۔ (۶) فتح القدیر، عنایہ وغیرہ۔
(۷) فتح القدیر ۱/۷۹ کفایہ ۱/۱۰۰ ابدائع ۱/۶۵۔ (۸) ہدایہ۔
(۹) یہاں پر تو سور (جھوٹا) کی تین قسمیں بیان ہوئیں علماء فرماتے ہیں سور کی آٹھ قسمیں ہیں: سور ہرہ کا ذکر اثر نمبر ۶ کے ضمن میں گذرا ② سور کلب (کتا) ناپاک ہے۔ ③ سور سباع غیر ماکول اللحم یہ بھی ناپاک ہے۔ ④ سور طوائف البیوت مثلاً بلی، سانپ، چوہا وغیرہ اس کا حکم بھی سور ہرہ کے ضمن میں آگیا۔ سور الحمار سور البغل وغیرہ یہ مشکوک ہے اس کا حکم بھی اثر کے ضمن میں آگیا۔ ⑤ سور مسلم یہ بالاتفاق پاک ہے۔ ⑥ سور کافر اس میں اختلاف ہے۔ ⑦ سور ماکول اللحم یہ بالاتفاق پاک ہے۔ ⑧ سور الخنزیر یہ بالاتفاق نجس ہے۔

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

موزوں پر مسح کی مشروعیت

تمام امت سلف و خلف سب کے سب مسح علی الخفین کے جواز پر متفق ہیں کیونکہ اس کے بارے میں فعلی، قولی اور تقریری ہر طرح کی احادیث موجود ہیں جو کہ حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔[۱]

چنانچہ میمونی نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ مسح کی حدیث تہتر صحابہ سے منقول ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اسی سے زائد صحابہ مسح علی الخفین کو بیان کرتے ہیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ حَدَّثَنِیْ سَبْعُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ کہ مجھ سے ستر صحابہ نے بیان کیا ہے کہ وہ موزوں پر مسح کرتے تھے۔[۲]

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اَنَّہٗ قَالَ لَیْسَ عَلَی الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّیْنِ عَنِ الصَّحَابَۃِ اِخْتِلَافٌ کہ موزے کے مسح کرنے کے بارے میں صحابہ میں اختلاف نہیں تھا۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کی چار نشانیاں ہیں:

① شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو فضیلت دینا۔

② ختنین (عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھنا۔

③ مسح علی الخفین کو جائز سمجھنا۔

④ نیز نبیذ تمر کو حلال سمجھنا۔[۳]

اسی وجہ سے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَخَافُ الْکُفْرَ عَلٰی مَنْ لَّا یَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ﴾

"کہ جو مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے اس کے کفر میں خوف ہے"۔

۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ جَھْمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَدِمْتُ الْعِرَاقَ لِغَزْوَۃِ جَلُوْلَاءَ فَرَأَیْتُ سَعْدَ

بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقُلْتُ مَا ھٰذَا یَا سَعْدُ؟ قَالَ اِذَا لَقِیْتَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَاسْئَلْہُ قَالَ فَلَقِیْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاَخْبَرْتُہٗ بِمَا صَنَعَ سَعْدٌ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صَدَقَ سَعْدٌ، رَأَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُہٗ فَصَنَعْنَاہُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَبِہٖ نَاْخُذُ﴾

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں غزوہ جلولاء کے لئے عراق سے آیا تو میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا میں نے پوچھا اے سعد یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، جب تم عمرؓ سے ملو تو ان سے اس بارے میں دریافت کرنا۔ تو انہوں نے کہا۔ میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو انہیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بتلایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سعد نے سچ کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (موزوں پر مسح) کرتے دیکھا ہے اس لئے ہم نے بھی مسح کیا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں"۔

لغات: جلولاء: یہ بغداد میں ایک جگہ کا نام ہے وہاں جنگ ہوتی تھی اس کو معرکۂ جلولاء کہتے ہیں۔
لقیت: (س) ملاقات کرنا۔ صَنَعَ: (ف) کرنا۔

تشریح

مسح علی الخفین میں کیا کچھ صحابہ میں اختلاف تھا

مسح علی الخفین بالاتفاق جائز ہے۔ شروع میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار منقول ہے اسی طرح عبداللہ بن عباس (۴) اور حضرت عائشہ (۵) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک ایک روایت انکار مسح علی خفین کی آئی ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت حضر میں انکار مسح کرتے تھے جیسے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے مگر حالت سفر میں تو وہ بھی جائز سمجھتے تھے۔ (۶)

دوسرا جواب یہ اثر بالا ہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موزوں پر مسح کا پہلے علم نہ تھا جب وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ آئے اور ان کو مسح کرتے دیکھا تو اس

کی وجہ معلوم کی تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا کہ جب تم اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانا تو اس کی تصدیق کرلینا تو جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح کہتے ہیں۔(۷)

اور جہاں تک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف انکار منسوب ہے تو یہ صحیح نہیں۔(۸)

ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اثبات مسح علی الخفین کی روایت بھی منقول ہے۔(۹)

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام ابی الجہم تھا، کنیت ابوبکر، والد کا نام عبداللہ تھا۔ قبیلہ عدی سے تعلق رکھتے تھے۔(تہذیب التہذیب ۳۶/۱۲)

ابن حبان نے ان کو صدوق اور ثقات کہا ہے اسی طرح زبیر بن بکار نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

اساتذہ: استادوں میں سے محمد بن ابی الجہیم بن حذیفہ، فاطمہ بنت قیس، عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں کی تعداد بہت لمبی ہے ان میں سے سفیان ثوری، ابوالعمیس، علی بن صالح حیؒ، شریک، شعبہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ہیں۔

مزید حالات معلوم کرنے کے لئے تہذیب التہذیب ۳۶/۱۲، التعجیل المنفعۃ ۶۹، کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عبداللہ، کنیت ابوعبدالرحمٰن، والد کا نام امیرالمؤمنین حضرت عمر بن الخطاب والدہ کا نام زینب تھا۔

حلیہ: اپنے والد کے بہت ہی مشابہ تھے۔ دراز قامت اور بھاری جسم تھا۔ رنگ گندمی تھا۔(اصابہ ۱۰۹/۵) غزوہ خندق میں جب ان کی عمر ۱۵ سال ہوگئی تو ان کو غزوہ کی اجازت ملی ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قضاء کا عہدہ دینا چاہا تو انہوں نے معذرت کرلی۔ فتنوں سے بہت دور رہتے تھے صرف فتنے ہی سے بچنے کے لئے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔(طبقات ابن سعد)

وفات: مکہ میں انتقال ہوا۔ نماز جنازہ حجاج بن یوسف نے پڑھائی۔(طبقات ابن سعد)

ان سے روایات کی تعداد ۱۶۳۸ ہے۔

مزید حالات معلوم کرنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد، اصابہ ۱۰۹/۵

---

(۱) عمدۃ القاری ۵۸/۱۔

(۲) الازہار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ بحوالہ معارف السنن ۳۱/۱۔

(۳) بدائع الصنائع ۱/۷۔

(۴) بدائع الصنائع ۱/۷۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں والله مامسح رسول الله صلی الله صلی الله علیه وسلم بعد نزول المائده۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے لان اقطع رجلی بالموسیٰ احب الی من المسح علی الخفین کہ میرے پاؤں کو استرے سے کاٹا جانا مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں موزوں پر مسح کروں۔

(۷) مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت موجود ہے کہ انہوں نے مسح علی خفین کیا ہے۔

(۸) بخاری۔

(۹) بیہقی کی حضرت عائشہؓ والی اس روایت میں محمد بن مہاجر بغدادی ہے یہ روایت کو گھڑا کرتا تھا۔ ابن حبان فتح القدیر وغیرہ۔

(۱۰) فتح القدیر۔



۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ بَنَانَةَ الْجُعْفِي اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَلْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّيْنِ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهِنَّ، اِذَا لَبِسْتَهُمَا وَاَنْتَ طَاهِرٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَأْخُذُ﴾

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مقیم کو ایک دن اور ایک رات اور مسافر کو تین دن تین رات تک موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ تم نے موزے پاکی کی حالت میں پہنے ہوں۔ امام محمدؒ نے فرمایا یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں"۔

تشریح

موزوں پر مسح کرنے کی مدت

اَلْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّيْنِ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهِنَّ: جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مسح الخفین کی مدت مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہیں۔ اس بارے میں حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں مثلاً حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت ابوہریرہ، صفوان بن عسل، عبداللہ بن عمر، عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے اسی قسم کا مضمون منقول ہے۔

دوسرا مذہب اور دلیل

امام مالک اور لیث بن سعد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کی کوئی مدت نہیں ہے۔[1] مثلاً ان کا سب سے اعلیٰ مستدل ابوداؤد کی اس روایت سے ہے جس کے راوی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

﴿عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلِلْمُقِيْمِ

يَوْمًا وَلَيْلَةً قَالَ اَبُوْدَاوُدَ رَوَاهُ مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَرِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيْ بِاِسْنَادِهِ قَالَ فِيْهِ وَلَوِ اسْتَزَدْنَاهُ لَزَادَنَا ﴾[۲]

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے جوابات

اس حدیث کا جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے۔

اول: وَلَوِ اسْتَزَدْنَاهُ لَزَادَنَا یہ زیادتی صحیح نہیں ہے علامہ زیلعی اور علامہ ابن دقیق العید رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

دوم ابتداء اسلام کی یہ حدیث ہے کہ شروع میں کوئی حد مقرر نہیں تھی اس وقت کی یہ بات ہے بعد میں حد مقرر کردی گئی ہے۔

سوم: یہ خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا گمان تھا کہ اگر زیادتی طلب کرتے تو اس سے زائد کی اجازت مل جاتی۔[۳]

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اہم معاملات میں صحابہ سے مشورہ کرتے تھے۔ اس وقت کے لئے حضرت خذیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم زیادہ مدت کا مشورہ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمالیتے لیکن ہم نے زیادہ کا مشورہ نہیں دیا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ نہیں کہا تھا مگر جب بعد میں مدت مقرر ہوئی تو وہ احتمال ختم ہوگیا۔[۴]

اس روایت کے بارے میں خود امام ابوداؤد نے کہا لیس بالقوی۔ امام بخاری اور ابن القطان رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اسے معلول کہا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے رجال مجہول ہیں۔
اور بھی چند روایات سے استدلال ہے جو کہ سب کی سب ضعیف ہیں۔

موزوں کو پاکی کی حالت میں پہنا جائے

اِذَا لَبِسْتَهُمَا وَاَنْتَ طَاهِرٌ: بشرطیکہ تم نے موزے پاکی کی حالت میں پہنے ہوں۔ امام ابوبکر جصاص رازی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر دونوں پاؤں دھوکر موزے پہنے ہوں تو پھر حدث سے قبل طہارت کو مکمل کرلے تو اب حدث کے بعد ان پر مسح کرسکتا ہے۔ یہ مذہب ہے احناف کا اور سفیان ثوری، مطرف،

مالکی، ابن المنذر اور داؤد ظاہری وغیرہ کا اور ایک روایت امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی بھی یہی ہے اور ایک روایت مالک کی اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر موزے کامل طہارت (یعنی وضو) پر پہنے ہوں تو اب مسح جائز ہو گا۔ ورنہ نہیں۔

حضرت حنظلہ بن نباتہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: اس نام کے راوی اسماء الرجال میں نہیں ملتا۔ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنظلہ عن بناتہ الجعفی ہیں۔ کاتب سے یہاں پر غلطی ہوئی ہے کہ اس نے عن کو بن بنادیا۔ (قلائد الازھار)

نام حنظلہ والد کا نام قیس تھا۔ علامہ نسائی اور علامہ واقدی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں یہی بات ابن حبان نے بھی کہی ہے۔ علامہ زہری کہتے ہیں کہ انصار میں ان جیسا سخی نہیں دیکھا گیا۔

اساتذہ: میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت رافع بن خدیج، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن الزبیر وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: شاگردوں میں سے ربیعہ، یحییٰ بن سعید الانصاری، علامہ زھری، ابوالحویرث رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

مزید حالات معلوم کرنے کے لئے تہذیب التہذیب ۳/ ۶۳ کا مطالعہ مفید ثابت ہو گا۔

حضرت نباتہ الجعفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: اصل یہ نباتہ بھی نہیں ہے بلکہ بناتہ ہے پہلے باء ہے پھر نون ہے کتاب میں اس کا عکس ہے۔ (بخاری)

یہ اپنے زمانے کے بڑے علماء میں سے شمار کئے جاتے تھے ابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ مدرس تھے۔ (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۱۶) ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

استادوں میں سے حضرت عمر، سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب ۱۰/۴۱۶)

شاگردوں میں سے اسود بن یزید، عاصم بن کلیب رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب ۱۰/۴۱۶)

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۱۰/۴۱۶ خلاصہ ۴۵ کا مطالعہ مفید ثابت ہو گا۔

---

(۱) بدایۃ المجتہد ۱/ ۲۰ شرح مسلم النووی ۱/ ۱۳۵ نیل الاوطار ۱/ ۷۷ ابذل المجہود ۱/ ۶۹۔

(۲) ابوداؤد۔

(۳) نیل الاوطار ۱/ ۲۰۳ فتح الملہم ۱/ ۴۳۹۔

(۴) فتح الملہم۔ ۱/ ۴۳۹ فتح ۴۶۸۔



۱۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِخْتَلَفَ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّيْنِ فَقَالَ سَعْدٌ اِمْسَحْ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ مَا يُعْجِبُنِیْ فَاَتَيَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَصَّا عَلَيْهِ الْقِصَّةَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَمُّكَ اَفْقَهُ مِنْكَ﴾

"سالم بن عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موزوں پر مسح کے بارے میں اختلاف ہوا حضرت سعد نے فرمایا مسح کرو حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے تو یہ مسح معلوم نہیں ہوتا چنانچہ یہ دونوں حضرات عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے یہ واقعہ ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہارے چچا جان تم سے زیادہ سمجھدار ہیں"۔

لغات: يُعْجِبُنِیْ: افعال، پسند کرنا۔

تشریح

موزوں پر مسح کرنے میں اب بھی کسی کا اختلاف ہے؟

جیسے کہ ابھی حدیث نمبر۸ کے ضمن میں گذرا ہے کہ شروع میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسح علی الخفین میں تردد تھا مگر بعد میں جب یہ تردد دور ہوگیا تو وہ مسح علی الخفین کے قائل ہوگئے تھے۔ اب امت میں اس مسئلہ میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ ابواسحاق سبیعی، قیس بن الربیع، قاضی ابوالطیب رحمہم اللہ تعالیٰ نے ابوبکر بن داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ اور خوارج و روافض کا یہ اختلاف کتب فقہ میں نقل کیا ہے۔(۱) ان حضرات کا اختلاف دلائل متواترہ کی موجودگی میں قابل اعتناء نہیں ہے۔

اس وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ اگر مسح علی الخفین میں کسی کا اختلاف ہوتا تو ہم بھی مسح نہ کرتے۔

اسی طرح علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور فقہاء مسلمین میں سے کسی نے

بھی مسح علی الخفین کا انکار نہیں کیا۔
علامہ عینی نے بہت سے صحابہ کی روایات مسح علی الخفین جمع کی ہیں۔ ان دلائل کی روشنی میں کوئی بھی انکار مسح علی الخفین نہیں کر سکتا۔ (۲)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام سالم، ابو عمر کنیت، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب شہنشاہ ایران کی لڑکیاں گرفتار ہو کر آئی تھیں تو ان میں سے ایک حضرت عبداللہ کو بھی ملی تھی سالم اسی کے بطن سے تھے۔(تہذیب التہذیب ۴۳۸/۳)
زندگی بہت سادہ تھی۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ان کی زندگی نہایت خشک اور سادہ تھی۔ لباس کی قیمت دو درھم سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ غذا میں صرف روٹی اور روغن زیتون ہوتا تھا۔(تذکرۃ الحفاظ ۱۴۵/۵)
طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور حضرت عبداللہ کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔(۱۴۵/۵)
امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سالم سے زیادہ زہد ورع میں سلف صالحین سے مشابہ کوئی نہ تھا۔(تذکرۃ الحفاظ ۷۷/۱)
علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ان کی ذات علم و عمل کی جامع تھی۔(تذکرۃ الحفاظ ۷۷/۱)

اساتذہ: زیادہ تر علم اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی سیکھا مزید حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے بھی حاصل کیا۔(تہذیب التہذیب ۴۳۷/۳)

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں سے حضرت عمرو بن دینار، حضرت امام زہری، حضرت موسیٰ بن عقبہ، حضرت حمید الطویل، حضرت صالح بن کیسان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن حفص، حضرت عاصم بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن ابی بکر رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ اکابر محدثین تھے۔
ان کا شمار مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہوتا ہے۔(تہذیب التہذیب ۴۳۷/۳)

وفات: ذی الحجہ ۱۰۶ میں مدینہ منورہ میں ہی وفات پائی۔ ہشام بن عبدالملک نے نماز جنازہ پڑھائی۔(طبقات ابن سعد ۱۴۸/۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام سعد، کنیت ابو اسحاق، والد کا نام حارث، والدہ کا نام حمنہ تھا۔ ۱۹ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے تھے۔

حلیہ: قد بلند و بالا، جسم موٹا، ناک چپٹی، سر بڑا، ہاتھ کی انگلیاں موٹی موٹی تھیں۔ چھ یا سات آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئے۔(فتح الباری) تمام ہی غزوات میں شرکت کی۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ پھر کچھ شکایات کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو معزول کر دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں دوبارہ کوفہ کے گورنر بنائے گئے پھر تین سال کے بعد

معزول ہوگئے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔ مدینہ سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ایک مکان میں رہتے تھے۔ آخری وقت میں نابینا بھی ہوگئے تھے۔ پھر ۵۵ ہجری میں اسی جگہ انتقال ہوا۔(طبقات ابن سعد) ان کو ان کی وصیت کے مطابق اسی کپڑے میں کفن دیا گیا جس کو انہوں نے غزوہ بدر کے موقعہ پر استعمال کیا تھا۔(اسد الغابۃ) اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا:

① تہذیب التہذیب ② اصابہ ③ شذرات الذھب ④ وفیات الاعیان ⑤ طبقات ابن سعد۔

---

(۱) ان سے روایت مصنف بن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(۲) عمدۃ القاری۔



۱۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ؓ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ رَجَعَ وَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ رُوْمِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَرَفَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ضِيْقِ كُمَّيْهَا، قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ مِنْ اِدَاوَةٍ مَّعِيْ فَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَلَمْ يَنْزَعْهُمَا ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى﴾

”حضرت مغیرة بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر نکلے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے (قضاء حاجت کے لئے) جب قضاء حاجت سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائے آپ نے تنگ آستین والا ایک رومی جبہ پہن رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کی آستینوں کے تنگ ہونے کے اسے اوپر چڑھایا، حضرت مغیرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک لوٹے سے جو میرے پاس تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی ڈالتا رہا آپ نے نماز والا وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا ان کو اتارا نہیں اور پھر آگے بڑھے اور نماز پڑھی“۔

لغات: انطلق: انفعال، چلنا۔ قضی: ض، گذارنا، پورا کرنا، ادا کرنا۔ ضیقة الکمین: آستینوں کا تنگ ہونا۔ اصب علیه: نصر، اوپر سے ڈالنا انڈیلنا۔ اداوة: برتن۔

تشریح

موزوں کو کیا کمال طہارت پر پہننا ضروری ہے؟

مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَلَمْ يَنْزَعْهُمَا: موزوں کو کمال طہارت پر پہنے اور نہ پہننے کے بارے ہمارے اور امام شافعی و مالک کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ امام مالک و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہنتے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے۔ ہمارے نزدیک بوقت حدث طہارت کا کامل ہونا شرط ہے۔

امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کے جوابات

امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ حدیث بالا سے استدلال فرماتے ہیں فلم ینزعهما دوسری روایت میں آتا ہے۔

﴿دعهما فانی ادخلتهما طاهرتین فمسح علیهما﴾ (۱)

"کہ موزے چونکہ طہارت کاملہ کے بعد پہنے تھے اس لئے ان پر مسح فرمایا"۔

دوسری حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

﴿قال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلیک تغسلهما قال انی ادخلتهما وهما طاهرتان﴾ (۲)

عقلی دلیل یہ ہے کہ وقت لبس اور وقت حدث دونوں طرفوں میں طہارت کا ہونا ضروری ہے جیسے کہ زکوٰۃ میں سال کے اول اور آخر دونوں میں کمال نصاب ضروری ہے۔

جواب: ان احادیث میں عدم جواز سے کوئی تعرض نہیں۔ اس حدیث میں اکمل واحسن طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ شبیراحمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فرماتے ہیں کہ حدیث مغیرہ میں فانی ادخلتهما طاهرتین کو بطور علت کے بیان فرمایا گیا ہے کہ جواز مسح کا قدمین کے طہارت پر لبس خفین کا ہونا ہے۔ اگرچہ کمال درجہ تو یہ ہے کہ اس کو کامل وضو پر پہنا ہو۔ باقی اعضاء کی طہارت کو موزے پہننے کی طہارت کا جواز معلوم نہیں ہوتا ورنہ صرف قدمین کی طہارت کو کیوں بیان کیا جاتا ہے۔ (۳)

حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام عامر، ابوعمر کنیت، شعبی قبیلہ کی طرف نسبت ہے مگر شہرت کی وجہ سے اس نسبت نے لقب کی حیثیت اختیار کرلی۔
ولادت ۱۹ھ میں ہوئی۔ توام پیدا ہوئے تھے اس لئے خلقۃً کمزور اور نحیف تھے۔ انہوں نے تقریباً پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہے اور اڑتالیس صحابہ کرام سے فائدہ اٹھایا۔ (تہذیب التہذیب ۵/۶۷)
علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو امام حافظ، فقیہ اور محقق کہا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۹)
ابواسحاق کہتے ہیں کہ شعبی جملہ علوم میں یگانہ عصر تھے۔ ابن عماد حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو امام حجر العلامہ کہا ہے۔ (شذرات الذہب ۱/۱۲۶)
اساتذہ: صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ ان میں حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت

سعید بن زید، حضرت زید بن ثابت، حضرت قیس بن عبادہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت براء بن عازب، حضرت جابر بن عبداللہ، جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔(تہذیب التہذیب ۵/ ۶۳ میں کافی اسماء ہیں)

تلامذہ: صحابہ کی موجودگی میں ہی ان کا حلقہ درس قائم ہوگیا تھا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں کوفہ آیا اس وقت حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا درس قائم تھا۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۷۴) حلقہ درس میں زیادہ مجمع کو پسند نہیں کرتے تھے۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۷۳)

شاگردوں کی بھی فہرست اساتذہ کی طرح لمبی ہے مثلاً ابواسحاق سبعی، سعد بن عمرو بن اسوع، حصین بن عبدالرحمان، داؤد بن ابی مہند، زبیدۃ الیمانی، سعید بن مسروق، سلمہ بن تسہیل، ابواسحاق شیبانی، اعمش، منصور، قتادہ، مطرف بن طریف اور ابن عدن رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ شامل ہیں۔(تہذیب التہذیب ۵/ ۶۶)

حجاج نے ان کو گرفتار کروایا تھا پھر چھوڑ بھی دیا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے زمانے میں کوفہ کا قاضی بھی بنایا ہوا تھا۔(طبقات ابن سعد ۶/ ۱۷۵)

وفات: ۱۰۳ ہجری، ۱۰۴ ہجری میں اچانک انتقال ہوگیا اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

مزید حالات دیکھنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا،

طبقات ابن سعد ۶/ ۱۷۳، تہذیب التہذیب ۵/ ۶۷، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۶۹، شذرات الذہب ۱/ ۱۳۶، ابن خلکان ۱/ ۲۴۴ وغیرہ

حضرت ابراھیم بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام ابراہیم تھا، مشہور صحابی ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ابراہیم نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کا رکھا تھا اور ان کو تحنیک فرمائی تھی اور ان کے لئے برکت کی دعا بھی کی تھی۔

علامہ عجلی کہتے ہیں کوفی، تابعی، ثقہ۔

اساتذہ: انہوں نے اپنے والد ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے زیادہ علم حاصل کیا اور بعض دوسرے صحابہ سے بھی۔

تلامذہ: علامہ شعبی، عمارۃ بن عمر رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

وفات: تقریباً ۷۰ ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے تہذیب ۱/ ۱۳۵ کو دیکھیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام مغیرہ، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام شعبہ۔ حلیہ: سر بڑا تھا، بال بھورے بازو فراخ، شانہ کشادہ تھے۔ غزوہ خندق کے سال ۵ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ پھر مدینہ منتقل آگئے۔ صلح حدیبیہ اور باقی غزوات میں شرکت کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ۴۱ ہجری میں کوفہ کا گورنر بنادیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں جدا ہونے والے یہی صحابی ہیں، واقعہ یہ ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے جسم مبارک کو روضہ اقدس میں رکھا گیا تو انہوں نے اپنی انگوٹھی روضہ اقدس میں گرادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کو نکال لو تو یہ روضہ اقدس میں اترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے مس کیا پھر قبر سے نکلے اس پر فخر کرتے تھے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے والا آخری آدمی ہوں۔(طبقات ابن سعد ۲/۷۷)

وفات: ۵۰ ہجری میں ۷۰ سال کی عمر میں کوفہ کے طاعون میں ہوئی۔(ابن اثیر ۳/۱۸۲)

ان سے ۱۳۳ روایات منقول ہیں جن میں سے بخاری و مسلم میں ۹ ہیں۔ ایک بخاری دو مسلم میں منفرد ہیں۔(تہذیب الکمال ۳۸۵)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا:

① طبقات ابن سعد ۲/۷۷ ② تاریخ البخاری ۷/۳۱۶ ③ مروج الذہب ۳/۶۷ ④ تاریخ ابن عساکر ۳۳ ⑤ البدایۃ والنہایۃ ۸/۴۸ ⑥ العقد الثمین ۷/۲۵۵ ⑦ شذرات الذہب ۱/۵۶۔

(۱) بخاری، مسلم۔

(۲) رواہ امام احمد فی مسندہ۔

(۳) فتح الملہم۔



۱۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَمَّنْ رَأٰى جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمًا، تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ اِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ وَاِنَّمَا صَحِبْتُهُ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ﴾

”حضرت ابراہیم ان صاحب سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے ایک دن حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا ایک صاحب نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ مائدۃ نازل ہونے کے بعد رہا ہوں“۔

تشریح

کیا مسح علی الخفین قرآن سے منسوخ ہے؟

اس حدیث مبارک میں درحقیقت ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہوتا ہے کہ مسح علی الخفین پر اگرچہ بہت سی احادیث موجود ہیں لیکن یہ قرآن کی آیت وضو سے منسوخ ہے۔[۱]

جواب: اس کا حدیث بالا میں یہ دیا گیا ہے کہ جب حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ مسح علی الخفین تو نزول مائدہ (یعنی آیت وضو) سے پہلے ہے اس پر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یعنی مسلمان ہی) سورت مائدہ کے نزول کے بعد ہوا تھا۔ بعض روایات میں صحبتہ کی جگہ پر اسلمت کا لفظ آتا ہے۔[۲]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام کے مؤخر ہونے کو بیان کیا ہے۔ تاکہ مسح علی الخفین کا حکم منسوخ نہ ہونے کو بیان کریں۔[۳]

تاریخی اعتبار سے ہم دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آیت وضو کا نزول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

ہار کے گم ہونے کے وقت ہوا جو کہ ۴ ہجری ۵ ہجری یا ۶ ہجری کو پیش آیا۔ (۴)

اور مسح علی الخفین کے بارے میں مسلم شریف کی روایت جو حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح مکہ میں موزے پر مسح کیا اور فتح مکہ ۸ ہجری رمضان میں ہوا اور مسند احمد اور طبرانی کی روایت جو حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے پر مسح غزوہ تبوک کے موقعہ پر فرمایا جو کہ ۹ ہجری میں ہوا طبرانی کی ایک اور روایت جو طبرانی میں ملتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا جو کہ ۱۰ ہجری میں ہوا۔ تو ان سب روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مائدہ پہلے کی ہے اس میں ناسخ اور منسوخ کی بات ممکن ہی نہیں ہے۔ (۵)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام جریر، کنیت ابو عمر قبیلہ بجلہ جو یمن کے شاہی خاندان سے تھا یہ اس کے سردار تھے۔

حلیہ: قد دراز تھا، قدر حسین و جمیل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو امت اسلامیہ کا یوسف کہتے تھے۔(مسند ۳۵۹/۴)

بقول علامہ واقدی کے ۱۰ ہجری رمضان میں اسلام میں داخل ہوئے حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جنگ یرموک میں بہت ہی دلیری کے ساتھ جنگ کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ہمدان کا گورنر بنادیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بہت کم ملی اس لئے ان کو روایت کے نقل کرنے کا موقعہ کم میسر آیا۔ ان سے ۱۰۰ حدیثیں مروی ہیں۔ آٹھ بخاری و مسلم دونوں میں ہیں ایک میں امام بخاری اور سات میں امام مسلم منفرد ہیں۔(تہذیب الکمال ۶۱)

تلامذہ: ان سے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا۔ چند کے نام یہ ہیں: عبید اللہ، ایوب ابراہیم، ابوزرعہ بن عمر، انس، ابووائل، زید بن وھب، حصین بن جندب وغیرہ۔(تہذیب التہذیب ۷۳/۲)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو،

① تہذیب التہذیب ۷۳/۱ ② اصابہ ۲۴۲/۱ ③ استیعاب ۹۱/۱ ④ تہذیب الکمال ۶۱ ⑤ بلاذری ۳۰۹ ⑥ تاریخ خلیفہ ۲۱۸ ⑦ جامع الاصول ۸۵/۹ ⑧ شذرات الذہب۔

---

(۱) آیت وضو یہ ہے یاایھا الذین امنوا اذاقمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الخ۔

(۲) ابوداؤد حاکم وغیرہ۔

(۳) مرقاۃ۔

(۴) فتح الباری ۳۶۷/۱۔

(۵) معارف السنن ۳۲۲/۱۔

۱۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ بْنِ اَبِيْ ضَرَارٍ صَحِبَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ فَاَتَتْ عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا لَا يَنْزِعُ خُفَّيْهِ﴾

"حضرت محمد بن عمرو بن الحارث سے روایت ہے کہ عمرو بن الحارث بن ابی ضرار ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے تین دن اور تین رات تک اپنے موزے نہیں اتارے (یعنی ان پر مسح کرتے رہے)"

لغات: لاینزع: (ف) کھینچنا، نکالنا۔

تشریح

مقیم اور مسافر کے لئے مسح کرنے کی مدت

ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا لَا يَنْزِعُ خُفَّيْهِ: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، صاحبین، داؤد ظاہری، سفیان ثوری، اوزاعی، حسن بن صالح رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ مقیم ایک دن ایک رات مسح کرے اور مسافر تین دن تین راتیں مسح کرسکتا ہے۔[1]

استدلال: شریح بن ہانی کہتے ہیں:

﴿اَتَيْتُ عَائِشَةَ اَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ اِبْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَاسْئَلْهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَّلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ﴾

"میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا کہ میں مسح علی الخفین کی مدت کے بارے میں سوال کروں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا حضرت علی سے جاکر دریافت کرو کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے چنانچہ ہم نے حضرت علی سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے

تین دن تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات مقرر فرمائی تھی"۔

یہی بات متعدد روایات سے معلوم ہوتی ہے۔ [۲] اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی صحابہ کے فتوے نقل کئے ہیں اس بات پر کہ مسح علی الخفین مسافر کے لئے تین دن تین راتیں ہیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

① حضرت علی، ② حضرت عبداللہ بن مسعود، ③ حضرت عبداللہ بن عباس، ④ حضرت انس، ⑤ حضرت ابوزید انصاری، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [۳]

حضرت محمد بن عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: ان کے بارے میں بھی اسماء الرجال والوں کا اختلاف ہے کہ یہ کون ہیں۔ اگر یہ محمد بن عمرو بن الحارث بن المطلق الخزاعی ہیں تو یہ بھانجے ہوں گے ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے۔ اور اگر اور کوئی ہوں تو اس سے اسماء الرجال والے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

ولا فی اللسان ولا فی التعجیل ام محمد بن الحارث المخزومی۔

اساتذہ: انہوں نے اپنے والد حارث سے اور اپنی پھوپھی عمرہ بنت الحارث اور زینب امرأ، عبداللہ بن مسعود سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں سے خالد بن سلمہ قابل ذکر ہیں۔

مزید حالات کے لئے تعجیل المنفعۃ ۶۷ کا دیکھنا مفید ہوگا۔

حضرت عمرو بن الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: یہ قبیلہ الخزاعی سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔

یہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اپنے والد ماجد حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے روایت نقل کرتے ہیں اور ان کے بہت سے شاگرد ہوئے ان میں سے ابوعبید بن مسعود، ابواسحاق السبیعی، ابووائل، ابن ابی داؤد، زیاد بن الجعد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مزید حالات کے لئے التجرید ۱/ ۴۳۴، التہذیب ۸/ ۱۴ کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عبداللہ، ابوعبدالرحمان کنیت، والد کا نام مسعود، والدہ کا نام ام عبد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ ۲۰ ہجری میں کوفہ کے قاضی بنے۔ (اسد الغابہ ۳/ ۲۵) ان کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تعلیم دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انک غلام معلم تم تو تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہوئی۔

وفات ۳۲ھ ہجری میں تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں ہوئی۔ جنازہ کی نماز امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

پڑھائی۔

ان کی مرویات کی تعداد ۸۴۸ ہے۔ ان میں سے ۶۴ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔ ۲۱ بخاری میں ۳۵ مسلم میں منفرد ہیں۔(تہذیب الکمال)

مزید حالات معلوم کرنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا:

اسد الغابۃ تذکرۃ عبداللہ بن مسعود۳/۲۵۷ طبقات ابن سعد ۳/ ۱۱۳ بخاری ۲/ ۵۶۵ تاریخ طبری۵ ۲۸۴۵ اصابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۴ تہذیب الکمال ۲۳۴

---

(۱) معارف السنن ۱/ ۳۳۱ نیل الاوطار ۱/ ۳/۷ ابذل المجہود ۱/ ۶۹۔

(۲) اسامہ بن شریک، خالد بن عرفطہ، براء بن عازب، خزیمہ بن ثابت، عبداللہ بن مسعود، ابوبکر صدیق، صفوان بن عسال، عوف بن مالک، مالک بن سعد، مالک بن اسعد، نقیع بن الحارث، یسار اور مالک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث میں مدت مسح کی یہی تصریح موجود ہے۔

(۳) معانی الآثار اصل ۵۰۔



۱٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْجُرْمُوْقَيْنِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَأْخُذُ﴾

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ وہ جرموق پر مسح کرتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں"۔

لغات: جرموق: ان موزوں کو کہتے ہیں جو چمڑے کے موزے کی حفاظت کے لئے پہنے جاتے ہیں تاکہ اس کو نجاست وغیرہ سے بچایا جائے۔ بعض لوگ اس کو کالوش کہتے ہیں۔ فارسی کا معرب ہے عربی میں اس کو موق کہتے ہیں۔[1]

تشریح

جرموق پر مسح کرنے کا حکم

احناف اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ اس پر مسح جائز ہے مگر امام شافعی کا جدید قول یہ ہے کہ اس پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ یہ موزے کا بدل ہے اور موزہ پاؤں کا بدل ہے۔ پھر اگر ہم جرموق پر بھی مسح جائز کہیں تو بدل کے بدل کا اعتبار کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اعتبار صرف بدل کا ہوتا ہے نہ کہ بدل کے بدل کا۔

احناف کے استدلالات: احناف حضرت بلال[2] حضرت ابوداؤد[3] حضرت انس بن مالک[4] رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرموقین پر مسح فرمایا۔

امام شافعی کی دلیل

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں احادیث میں جو جرموقین کا لفظ آتا ہے اس سے مراد خفین ہیں نہ کہ جرموق۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کو علماء لغت بھی درست تسلیم نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ موق اور جرموق ایک ہی ہے جو موزہ پر پہنا جاتا ہے۔[5]

امام شافعی کی دلیل کا جواب

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا جواب یہ ہے کہ جرموق موزے کا بدل نہیں ہے بلکہ جرموق یہ پاؤں کا ہی بدل ہے کیونکہ موزے اور جرموق کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے دونوں پاؤں کی حفاظت کے لئے پہنے جاتے ہیں تو یہ ایسا ہی ہوا جیسے کہ دوتہ والا موزہ پہنا جائے۔(۶)

اسی وجہ سے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر جرموق چمڑے کے علاوہ سوتی، ریشم کے کپڑے کا ہو تو اب اس پر مسح جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ پاؤں کا بدل نہیں بن سکتا۔(۷)

---

(۱) طحطاوی، عون المعبود ۵۹ بذل المجہود ۱/ ۹۳ الجواہر المنقی ۱/ ۲۷ بحر الرائق ۱/ ۱۸۰۔

(۲) ابوداؤد، مستدرک، طبرانی میں موجود ہے۔

(۳) طبرانی۔

(۴) طبرانی۔

(۵) اسی بات کے قریب قریب قاضی عیاض، ابن الاثیر، جوھری اور فرا نے فرمایا ہے۔

(۶) ہدایہ مع فتح القدیر۔

(۷) السعایہ وشامی ۱/ ۱۸۷۔



۱۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا كُنْتَ عَلٰى مَسْحٍ وَأَنْتَ عَلٰى وُضُوْءٍ فَنَزَعْتَ خُفَّيْكَ فَاغْسِلْ قَدَمَيْكَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَأْخُذُ﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تم مسح کررہے ہو اور وضو سے ہو تو اپنے موزے اتار دو اور صرف اپنے پاؤں کو دھولو۔ امام محمد نے فرمایا یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں"۔

تشریح

اگر مسح کی مدت ختم ہوجائے تو دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے؟

وَاَنْتَ عَلٰى وُضُوْءٍ فَنَزَعْتَ خُفَّيْكَ: مطلب یہ ہے کہ جب آدمی موزے پر مسح کررہا ہے اور اس کی مدت ختم ہوگئی تو اب اگر وضو ہو تو صرف پاؤں دھونا کافی ہوگا پورا وضو کرنا ضروری نہیں ہوگا۔

اس بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پورا وضو کیا جائے گا اور ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ پاؤں دھونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب مدت مسح ختم ہوئی یعنی پاؤں کی طہارت ختم ہوئی تو تمام اعضاء کی طہارت ختم ہوگی کیونکہ اس میں تجزی نہیں ہے کہ کچھ اعضاء میں طہارت رہے اور کچھ میں ختم ہو۔ سب اعضاء میں طہارت رہے گی یا سب سے ہی طہارت ختم ہوگی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترتیب غسل الاعضاء فرض ہے اس لئے بھی صرف پاؤں دھونا کافی نہ ہوگا۔[1]

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب علماء احناف یہ دیتے ہیں کہ یہاں پر حدث نہیں ہوا ہے کیونکہ یہاں پر کوئی نجاست خارج تو نہیں ہوئی بلکہ حدث سابق کا ظہور ہوا ہے۔ تو اب صرف پاؤں ہی دھونا کافی ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ صاحب عنایۃ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی نقل کی ہے کہ آپ نے ایک غزوہ کے موقع پر موزے اتارے اور صرف پاؤں کو دھویا پورے وضو کا اعادہ نہیں فرمایا۔[2]

---

(۱) کتاب الام ۱/۳۱۔ (۲) عنایۃ شرح الھدایۃ حاشیہ فتح القدیر ۱/۱۳۵ البدائع ۱/۱۲۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ

آگ میں پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنے کا بیان

مسئلہ مماغیرت النار کی تحقیق

شروع زمانہ میں اختلاف رہا کہ ماست النار سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔

علامہ حازمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الاعتبار [۲] میں ان حضرات کے ناموں کو شمار کروایا ہے جو اس سے ناقض وضو کے قائل تھے ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوطلحہ، حضرت ابوموسیٰ الاشعری، حضرت ابوہریرۃ، حضرت عائشہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عمربن عبدالعزیز، حضرت شہاب الدین زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔

مگر جیسے آگے بھی یہ بات تفصیل سے آرہی ہے کہ بعد میں سب صحابہ و تابعین کا اس مسئلہ میں اتفاق ہوگیا تھا جیسے کہ مؤطا امام مالک [۳] میں ہے کہ حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نقض کے قائل نہیں تھے۔ اور موارد الظمآن [۴] میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ بھی اس کے قائل نہیں تھے۔ ائمہ اربعہ کا تو اتفاق خود علامہ حازمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے۔ [۵]

خلاصہ یہ ہوا کہ شروع میں تو اختلاف رہا مگر بعد میں سب کا اتفاق ہوگیا کہ یہ ناقض وضو نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اب بھی اختلاف کیا ہے ان کا اعتبار نہیں۔

۱۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لَوْ اُتِيْتُ بِجَفْنَةٍ مِّنْ خُبْزٍ وَّلَحْمٍ فَاَكَلْتُ مِنْهَا اَشْبَعَ وَبُعْسٍ مِّنْ لَّبَنِ اِبْلٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتّٰى اَتَضَلَّعَ وَاَنَا عَلٰى وُضُوْءٍ لَا اُبَالِيْ اَنْ لَا اَمَسَّ مَاءً ا۔ اَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ؟ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَا وُضُوْءَ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ وَاِنَّمَا الْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ﴾

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس گوشت اور روٹی سے

بھرا ہوا ایک پیالہ لایا جائے اور میں اس سے پیٹ بھر کر کھاؤں اور اونٹ کے دودھ سے بھرا ہوا پیالہ مجھے دیا جائے اس سے بھی خوب سیر ہو کر پیوں اور میرا پہلے سے وضو ہو تو میں پانی کو ہاتھ بھی نہ لگاؤں تب بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ کیا میں پاکیزہ چیزوں کے کھانے کے بعد وضو کروں گا؟ امام محمد نے فرمایا یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے ہم اسی کو پسند کرتے ہیں کہ ان چیزوں کے کھانے سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ جو آگ میں پکی ہوں۔ وضو تو ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو باہر نکلے نہ کہ جو داخل ہوں"۔

لغات: بعس: بڑے پیالہ کو کہتے ہیں۔ جفنة: بڑا برتن، دیگ، اشبع: (س) سیر ہونا۔

تشریح

قائلین نقض وضوء کے دلائل اور ان کے جوابات

أَنَا عَلَى الْوُضُوْءِ لاَ أُبَالِيْ: یہاں پر یہ بیان کیا جارہا ہے کہ جو چیز آگ میں پکی ہو اس کو کھانے کے بعد وضو باقی رہتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ابتدائی دور میں حضرت عبداللہ بن عمر، ابوھریرۃ، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف رہا۔ ان حضرات کا مسلک یہ تھا کہ اس سے وضو جاتا رہتا ہے ان کے مقابلے میں دوسرے صحابہ اور آئمہ اربعہ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، اسحاق، ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ تمام اہل حجاز اور تمام اہل کوفہ کے نزدیک وضو باقی رہتا ہے۔[6] بعد میں سب کا ہی اتفاق ہو گیا تھا۔[7] جو حضرات وجوب وضو کے قائل تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض قولی اور فعلی احادیث سے استدلال کرتے ہیں مثلاً:

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ علیہ السلام قال توضؤوا مما مست النار۔[8]

حدیث ام حبیبۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا قالت انہ علیہ السلام قال توضؤوا مما غیرت النار۔

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ علیہ السلام قال الوضوء مما انضجت النار۔[9]

جمہور کا استدلال

اس کے مقابلے میں جمہور بے شمار احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن سے ترک الوضوء کا ثبوت ملتا

ہے۔ ان میں سے چند آثار واحادیث خود کتاب الآثار میں بھی موجود ہیں۔

نقض وضوء کے قائلین کے دلائل کے جوابات

جمہور کی طرف سے ان حضرات کو مختلف جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے۔ [10] جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے قال کان اٰخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار۔ [11]

دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ وضو کا حکم استحبابی طور سے ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو بھی ثابت ہے اور ترک وضو بھی۔

تیسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں پر وضوء سے مراد وضو لغوی ہے۔ [12] نہ کہ وضو اصطلاحی جو نماز کے لئے ہوتا ہے وضو لغوی ہاتھ منہ دھونے کو کہتے ہیں۔ [13] یہی بات آگے حدیث نمبر ۱۷ سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عمرو بن مرۃ کے مختصر حالات: ان کے نام عبداللہ تھا۔ اپنے زمانے کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ابن حصین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ راوی ہیں۔ اسی طرح ابوحاتم نے ان کو صدوق ثقہ کہا ہے۔ حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی اعمش کو کسی کی بھی سوائے عمرو بن مرۃ کے زیادہ تعریف کرتے نہیں سنا۔

ان کے جنازے میں جب عبدالملک بن بسرۃ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ میں عمرو بن مرۃ سے اہل زمین میں سے کسی کو ان سے بہتر نہیں جانتا۔

اساتذہ: ان کے استادوں میں سے عبداللہ بن ابی اوفی، سعید بن المسیب، ابی وائل، عبدالرحمان بن ابی لیلی، عبداللہ بن حارث، عمرو بن میمون، عبداللہ بن سلمہ، حسن بن مسلم بن یناق، سعد بن عبیدہ، سعید بن جبیر، مصعب بن سعد، ابراہیم النخعی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ہیں۔

شاگرد: ان کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے مثلاً ان میں سے چند نام یہ ہیں: ان کے بیٹے عبداللہ، ابواسحاق السبیعی، الاعمش، منصور، ادریس بن یزید الاودی، اوزاعی، حصین بن عبدالرحمان، محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلی، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

وفات: ۱۱۶ ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا: میزان ۳۰۱/۲ تہذیب ۱۰۲/۸

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام سعید، کنیت ابوعبداللہ، بنی والبہ بن حارث اسدی کے غلام تھے۔ اگرچہ ان کی ابتداء غلامی سے ہوئی مگر بعد میں وہ اقلیم علم کے تاجدار بنے۔

حلیہ: رنگ سیاہ، سر اور داڑھی دونوں سفید، خضاب کو ناپسند کرتے تھے۔(ابن خلکان۱/۲۰۶)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو علمائے اعلام فرماتے ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ۱/۶۵)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کبار تابعین میں سے تھے تفسیر، حدیث فقہ عبادت زہد وغیرہ سب ہی میں بلند درجہ پر فائز تھے۔(تہذیب الاسماء۱/۲۱۶)

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ حضرت سعید تمام کمالات کے جامع تھے۔ مسائل طلاق میں سب سے بڑے عالم سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ تھے اور حج کے عالم حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ تھے حلال و حرام کے بڑے عالم حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ تھے علم تفسیر کے بڑے عالم مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سب علوم کی جامع تھی۔(طبقات ابن سعد۱/۲۰۵) ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں جب سعید رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو ان کے علم کے محتاج نہ ہو۔(ابن سعد۶/۲۸۶)

اساتذہ: ان کے زمانہ میں کچھ صحابہ موجود تھے جن سے انہوں نے علم حاصل کیا مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو سعید الخدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔(تہذیب التہذیب ۴/۱۱)

تلامذہ: ان کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت لمبی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں: ان کے صاحبزادگان عبدالملک اور عبداللہ، یعلی ابن حکیم، یعلی بن سلم، ابواسحاق سبیعی، آدم بن سلیمان، اشعث بن ابی الشعثاء، طلحہ بن مصرف، عطاء بن مالک وغیرہ۔(طبقات ابن سعد۶/۱۸۶)

وفات: ان کی شہادت کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ ن کو حجاج بن یوسف نے شہید کروایا تھا۔ اس وقت عمر ستاون سال تھی۔ پہلے حجاج سے کچھ مکالمہ بھی ہوا تھا ان کی شہادت پر اس زمانے کے لوگوں کو بہت افسوس ہوا تھا۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ کسی نے حجاج کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا ہوا؟ تو حجاج نے کہا کہ مجھ کو ہر ایک مقتول کے بدلہ میں ایک ایک مرتبہ قتل کیا گیا مگر سعید بن جبیر کے بدلہ میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔(ابن خلکان۱/۲۰۶)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا:

① شذرات الذہب۱/۱۰۹ ② تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۵ ③ تہذیب الاسماء ۱/۲۱۶ ④ تہذیب التہذیب ۴/۱۱ ⑤ مستدرک حاکم ۳/۵۳۸ ⑥ طبقات ابن سعد ۶/۱۷۹ ⑦ ابن خلکان۱/۲۰۵ ⑧ وفیات الاعیان ۲/۲۴۱ ⑨ البدایۃ والنھایۃ ۹/۹۶ ⑩ العقد الثمین ۴/۵۴۹ ⑪ النجوم الباھرۃ ۱/۲۲۸۔

---

(۱) فتح الباری ۱۵۱۔ (۲) کتاب الاعتبار ۷۴۔ (۳) مؤطا امام مالک صفحہ۹۔ (۴) موارد الظمان صفحہ۷۹ اور خلفاء راشدین میں وضو کرنے کا رواج نہیں تھا کنز العمال ۵/۱۲۰۔ (۵) کتاب الاعتبار صفحہ۷۴ شرح مسلم للنووی۱/۱۵۶۔ (۶) فتح الباری ۱۵۲۔ (۷) بذل المجہود ۱/۱۱۷ فتح الباری عمدۃ القاری ۱/۸۵۹ اوجز المسالک ۱/۵۶ فیض الباری ۱/۳۰۵ نیل الاوطار ۱/۱۹۵۔ (۸) مسلم شریف۔ (۹) ابوداؤد۔ (۱۰) المؤطا، المصفی۱/۷۳ فتح الملہم۔ (۱۱) ابوداؤد باب ترک الوضوء مما مست النار و سنن نسائی ۱/۴۰۔ (۱۲) معالم السنن ۱/۶۹ فتح الباری ۲۶۹۔ (۱۳) معارف السنن ۱/۲۸۷۔

۱۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَانِ بْنُ زَاذَانَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِیْ فَاَتَيْتُهٗ بِلَحْمٍ قَدْشُوِیَ فَطَعِمَ مِنْهُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يُحْدِثْ وُضُوْءًا﴾

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے گھر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا پھر پانی منگا کر ہاتھ دھوئے اور پھر کلی اور پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا"۔

لغات: شوی: (ض) بھوننا۔

تشریح

وضو لغوی کا حکم بھی ختم ہو گیا؟

فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَمَضْمَضَ: اس حدیث بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مِمَّامَسَّتِ النَّارُ سے وضو لغوی مراد ہے جو ہاتھ اور منہ (یعنی کلی) دھونے کو کہتے ہیں۔[1] اصطلاحی وضو مراد نہیں اصطلاحی وضو سے نماز والا وضو مراد ہوتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں بعد میں وضو لغوی کے استحباب کو بھی ختم کر دیا گیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ ہونے لگا تھا کہ اس وضو کو واجب سمجھ لیا جائے گا جیسے کہ روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ آتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿عن الحسن بن علی ایضا انه دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیت فاطمة فنا ولته کتف شاة مطبوخة فاکلها ثم قام یصلی فاخذت ثیابه فقالت الاتوضأ یا رسول الله قال مم بُنَيَّةَ قالت قد اکلت مما مسته النار قال ان اطهر طعامکم مامسته النار﴾[2]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو لغوی بھی نہیں فرمایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سوال کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے موقعہ پر وضو فرماتے رہے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ آخری دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو لغوی کا استحباب بھی منسوخ کر دیا تھا۔ (۳)

عبدالرحمان بن زاذان کے مختصر حالات: آثار ابو یوسف میں عبدالرحمان بن زیاد سے یہ روایت منقول ہے۔ ممکن ہے کہ یہاں پر بھی یہی مراد ہو۔ ورنہ اسماء الرجال میں عبدالرحمان بن زاذان نامی آدمی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ مزید معلومات کے لئے لسان المیزان ۴۱۵/۳

---

(۱) البدائع ۳۲/۱ میں بھی ہے۔

(۲) طبرانی، مجمع الزوائد باب ترک الوضوء مماسته النار، فتح الملہم۔

(۳) درس ترمذی ۲۹۸/۱۔



۱۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَةُ بْنُ مُسَاوِرٍ قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ عَدِيِّ بْنِ اَرْطَاةَ اِذْسَأَلَ الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ أَتَوَضَّأُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ؟ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ بَكْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيُّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَمَّتِهٖ صَفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَنَتَفَتْ لَهٗ مِنْ كَتِفٍ بَارِدَةٍ فَطَعِمَ مِنْهَا وَلَمْ يُحْدِثْ وُضُوْءًا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِقَوْلِ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيِّ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"شیبہ بن مساور نے فرمایا میں حضرت عدی بن ارطاۃ کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کیا میں ان چیزون کی وجہ سے وضوکروں جو آگ میں پکی ہوں؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ حضرت بکر بن عبداللہ المزنی نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ٹھنڈی دست سے گوشت الگ کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھایا اور وضو نہیں کیا۔ امام محمد کہتے ہیں کہ بکر بن عبداللہ المزنی کی بات کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے"۔

لغات: فنتفت: (ض) بال اکھاڑنا۔

تشریح

ممامست النار کے نقض وضو پر اتفاق ائمہ امام طحاوی کی نظر میں

فَطَعِمَ مِنْهَا وَلَمْ يُحْدِثْ وُضُوْءًا: اس اثر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو ممامست النار کے استعمال پر وضو کے قائل تھے اور یہی مذہب تابعین میں سے حضرت شہاب الدین زہری کا بھی تھا۔[1] مگر مشہور ائمہ اربعہ میں سے ایک بھی اس کے استعمال سے نقض وضو کے قائل نہیں ہیں۔[2] علامہ ابن رشد مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مایۂ ناز کتاب بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں وعلیہ فقھاء الامصار۔[3]

امام طحاوی نے اپنی عقلی دلیل جس کو وہ نظر سے تعبیر کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دیکھا کہ وہی چیز آگ میں پکنے سے پہلے کھائی جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا تو ہم نے غور کیا آگ میں پکنے والی اشیاء کو دیکھا جس نے اس کے حکم کو بدل دیا تو خالص پانی کا جہاں تک تعلق ہے تو اس سے تو طہارت خود حاصل کرتے ہیں اور جب خالص پانی کو گرم کیا جائے تو پانی تو اپنی اصلی حالت میں ہی پانی رہتا ہے تو اب عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ جب پانی کھانا پکنے سے پہلے اس کا پینا ناقض وضو نہیں تو آگ میں پکنے کے بعد بھی ناقض وضو نہیں ہونا چاہئے۔ (۴)

حضرت شیبہ بن مساور رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: مکہ میں رہنے کے بعد یہ بصرہ میں منتقل ہو گئے تھے اور محدثین کے نزدیک ثقہ راویوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

اساتذہ: ان کے اساتذہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت بکر بن عبداللہ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت حسن بصری، عدی بن الاوطار، عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں امام ابوحنیفہ، عباد بن ابی علی، عبداللہ بن عمر العمری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مزید حالات کے لئے تعجیل المنفعۃ دیکھیں۔

حضرت عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: یہ قبیلہ فزاری کے ہیں۔ زید بن ارطار کے بھائی ہیں اہل دمشق میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثقہ کہا ہے اسی طرح دار قطنی فرماتے ہیں کہ ان کی روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اساتذہ: ان کے استادوں میں سے حضرت عمرو بن عنبسہ، حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

تلامذہ: شاگردوں میں سے عبداللہ المزنی، نزید بن ابی مریم اسلولی، نزید بن ابی مریم الشامی، ہشام بن الغار رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ہیں۔

وفات: ان کی ۱۰۲ ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۷/۱۶۴ دیکھیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام حسن، ابوسعید کنیت، والد کا نام یسار تھا۔ ان کے والدین غلام تھے۔ آخری عہد فاروقی میں پیدا ہوئے۔ ۲۱ ہجری میں۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ ان کی والدہ جب ان کو چھوڑ کر کام میں لگ جاتیں اور یہ رونے لگتے تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو بہلانے کے لئے چھاتی منہ دے دیتیں اس طرح سے ان کو ام المؤمنین کی رضاعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

طبقات ابن سعد والے کہتے ہیں کہ کان الحسن جامعا عالما عالیا رضیعا فقیھا ماھرا عابدا ناسکا کبیر العلم فصیحا جمیلا و سفیا اسی طرح علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ وہ علوم کے سمندر تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۲)

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کسی شخص کو ان سے افضل نہیں پاتا۔ امام باقر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ان کی باتیں انبیاء کی باتوں کی مشابہ ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حسن بصری سے مسائل معلوم کرو کیونکہ انہوں نے محفوظ کیا ہم نے بھلا دیا۔

اساتذہ: استادوں میں سے حضرت عثمان، حضرت علی، ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، انس بن مالک، معقل بن یسار، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: تلامذہ کی فہرست بھی بہت لمبی ہے مثلاً حمید الطویل، یزید بن مریم، ایوب، قتادہ، بکر بن عبداللہ مزنی، سعد حریری، سعد بن ابراہیم وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب میں لمبی فہرست ہے ۲/ ۲۲۴)

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک پرندے نے مسجد کی سب سے زیادہ خوبصورت کنکری اٹھالی۔ اس کی ابن سیرین نے تعبیر دی کہ حسن بصری کا انتقال ہو جائے گا۔ (ابن خلکان ۱/ ۱۲۹)

وفات: ۱۱۲ ہجری میں شب جمعہ کو انتقال ہوا۔ اتنے لوگوں نے جنازے میں شرکت کی کہ شہر خالی ہو گیا اور عصر کی نماز میں جامع مسجد میں کوئی نہ تھا۔ (تہذیب التہذیب ۲/ ۲۲۴)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا:

طبقات ابن سعد تذکرۃ الحسن بصری، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۶۲ تہذیب التہذیب ۲/ ۲۶۳ تہذیب الاسماء ۱/ ۱۶۱ شذرات الذہب ۱/ ۷ ۱۳ تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطاء ۱/ ۲۲۴ عوارف المعارف، ابن خلقان ۱/ ۷ ۱۲ مختصر صفوۃ الصفوۃ ۱۴۴۔۱۴۶

حضرت بکر بن عبداللہ المزنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام بکر ہے۔ باپ کا نام عبداللہ تھا۔ قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ علماء بصرہ میں سے تھے۔ اس وجہ سے ان کو شیخ البصرہ کہتے تھے۔ طبیعت میں بہت ہی نفاست تھی۔ چار ہزار تک کا لباس استعمال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک چادر جس کی قیمت چار سو تھی درزی نے لباس بنانے کے لئے مٹی سے نشان لگانا چاہا تو بکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوراً روک دیا اور پھر کافور پسوا کر اس سے نشان لگوایا۔ (طبقات ابن سعد ۷/ ۱۵۳)

اساتذہ: انہوں نے صحابہ کرام سے علم حاصل کیا ان میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعی میں سے ابو رافع، ابو تمیمہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: ثابت البنانی، سلیمان تیمی، قتادہ، غالب القطان، عاصم الاحول، سعید بن عبداللہ، مطر الوراق رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۱/ ۴۸۴)

۱۸۰ ہجری میں بصرہ میں ہی وفات ہوئی۔ جنازے پر مخلوق ٹوٹی ہوئی تھی۔ (طبقات ابن سعد ۷/ ۱۵۲)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا: طبقات ابن سعد ۷/ ۱۵۳ تہذیب التہذیب ۱/ ۴۸۴

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات: نام صفیہ تھا والد کا نام عبدالمطلب تھا۔ والدہ کا نام ہالہ بنت وھب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور خالہ زاد بہن تھیں۔

چالیس سال کی عمر میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ والصحیح انہ لم یسلم غیرھا ان کے علاوہ کوئی اور پھوپھی

مسلمان نہیں ہوئیں۔(اسد الغابہ ۴۹۲/۵)

غزوہ احد اور غزاوہ خندق میں شریک تھیں اور بہت ہی زیادہ ہمت اور استقلال کا وہاں ثبوت دیا۔ یہ شاعرہ بھی تھیں۔ غزوہ احد کے موقعہ پر جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھے تو ان پر ایک مرثیہ کہا جس کے ایک شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مخاطب کیا:

ان یوما اتی علیکِ الیوم

کورت شمسه وکانت مضیًا

(اصابہ ۱۳۹/۸)

آج آپ پر وہ دن آیا ہے جس سے آفتاب سیاہ ہو گیا ہے حالانکہ پہلے وہ روشن تھا۔

وفات ۲۰ ہجری میں ۷۳ سال کی عمر میں ہوئی۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کے مطالعہ مفید ہوگا۔

① طبقات ابن سعد ۲۷/۸ ② اسد الغابہ ۴۹۲/۵ ③ اصابہ ۱۲۸/۸ ④ طبقات خلیفہ ۳۳۱ ⑤ کنز العمال۔

(۱) قلائد الازھار ۴۷/۱۔

(۲) شرح مسلم للنووی ۱۵۶/۱۔

(۳) بدایۃ المجتہد ۳۹/۱۔

(۴) طحاوی۔



۱۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْ مَاجِدِ الْحَنَفِيْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ قُعُوْدًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذْ اَقْبَلُوْا بِجَفْنَةٍ وَّقُلَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ مِنْ بَابِ الْفِيْلِ نَحْوَنَا، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ تُرَادُوْنَ بِهٰذِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: اَجَلْ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَاْدُبَةٌ كَانَتْ فِي الْحَيِّ، فَوُضِعَتْ فَطَعِمَ مِنْهَا وَشَرِبَ مِنَ الْمَاءِ، ثُمَّ صَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ بِبَلَلِ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَأْخُذُ۔ وَلَا بَأْسَ بِالْوُضُوْءِ فِي الْمَسْجِدِ اِذَا كَانَ مِنْ غَيْرِ قَذَرٍ﴾

”ابوماجد حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بڑا پیالہ اور پانی کا مٹکا باب الفیل کی طرف سے ہمارے پاس لایا گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میرا خیال یہ ہے کہ یہ تم لوگوں کے لئے لایا گیا ہے۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا، جی ہاں اے ابوعبدالرحمان (یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے) محلّہ میں ایک دعوت تھی۔ چنانچہ (اس کھانے اور پانی) کو رکھ دیا گیا۔ انہوں نے اس سے کھایا پیا پھر دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر انہیں دھویا اور ہاتھوں کی تری کو اپنے چہرے اور بازوؤں پر پھیر لیا پھر ارشاد فرمایا یہ اس شخص کا وضوء ہے جو پہلے سے بے وضو نہ ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اور کوئی حرج نہیں مسجد میں وضو کرنے میں جب کہ مسجد اس سے گندی نہ ہوتی ہو“۔

لغات: اقبلوا: افعال، آنا، اقبلوا بجفنة: بڑا برتن لے کر آنا۔ قُلَّة: مشکیزہ۔ مادبة: دعوت کا کھانا، دسترخوان۔ بلل: (ن) تر کرنا، بھگونا۔ قذر: گندگی۔

تشریح

آگ سے پکی ہوئی چیز کے استعمال کرنے کے بعد وضو کرنے کی مختلف حکمتیں

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مماست النار کے استعمال کرنے کے بعد وضو لغوی کرلیا جائے۔
حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب کسی چیز کو آگ پہنچی اور اس نے اپنا اثر اس چیز پر کیا اور پھر اس آگ والی چیز کو کھایا تو آگ شیطانی مادہ ہے تو اب وضو کرنے کا حکم دیا تاکہ آگ کو پانی سے بجھادیا جائے۔ اس لئے وضو کرنے کو فرمایا ہے نہ کہ نقض الوضوء کی بناء پر۔
حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وضو خواص امت کیلئے ہے نہ کہ عوام کیلئے۔[1]
امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آگ اللہ کے غضب کی نشانی ہے اسی آگ میں کفار و فساق کو عذاب دیا جائے گا تو اب کہا گیا ہے کہ یہ غضب کی نشانی کو لے کر اللہ کے دربار میں حاضر ہونا اچھا نہیں ہے۔

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وضو سے مراد طہارت نہیں ہے بلکہ یہاں وضو وضاءۃ سے ہے جو روشنی کے معنی میں آتا ہے کہ یہاں وضو روشنی حاصل کرنے کے لئے ہے نہ کہ نقض طہارت کی وجہ سے[2] بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ انسان میں ملکیت اور حیوانیت دونوں طاقتیں ہیں جب انسان ماست النار کو استعمال کرتا ہے تو حیوانیت غالب آجاتی ہے تو اب ملکیت کی کیفیت کو پیدا کرنے کے لئے وضو کا حکم دیا گیا ہے۔[3]

یحییٰ بن عبداللہ کے مختصر حالات: نام یحییٰ، کنیت ابوحارث، والد کا نام عبداللہ تھا۔ قبیلہ تیمی سے تعلق رکھتے تھے۔
ان کے بارے میں یحییٰ بن حصین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف رواۃ میں سے ہیں اسی طرح نسائی اور ابوحاتم نے کہا ہے۔ علامہ جوزجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **غیر محمود** مگر ابن عدی کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں ان کی روایت میں۔ اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیس بہ بأس۔
اساتذہ: بہرحال انہوں نے حضرت شعبہ، حضرت سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابوالاحوص رحمہم اللہ تعالیٰ سے پڑھا۔
علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کا بھی کچھ زمانہ پایا ہے۔ (میزان ٣/ ٢٩٤)
ان کے تلامذہ میں سے سالم بن ابی الجعد، حیال بن اقیدۃ، عبیداللہ بن مسلم الحضری، ابی ماجدہ وغیرہ ہیں۔
مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا: تہذیب التہذیب ١١/ ٢٣٨ میزان ٣/ ٢٩٤

ابی ماجد الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: ان کا نام عائذ بن فضلہ ہے۔ قبیلہ عجل کے ہیں۔ کوفہ کے علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے ان کو ضعیف الحدیث کہا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے منکر الحدیث کہا ہے۔ دار قطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجہول متروک کہا ہے۔ امام محمد نے مجہول کہا ہے۔ ان سے صرف دو ہی روایتیں ثابت ہیں۔ یہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کو نقل کرتے ہیں۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول ان سے صرف یحییٰ الجابر ہی روایت نقل کرتے ہیں۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا: تہذیب التہذیب ۲۱۶/۱۲ لسان المیزان، میزان الاعتدال۔

---

(۱) شرح مؤطا محمد، معارف السنن ۲۸۷/۱۔
(۲) فتح الملہم ۴۸۸/۱۔
(۳) معارف السنن، تعلیق الصبیح، مرقاۃ۔



بَابُ مَايُنْقِضُ الْوُضُوْءَ مِنَ الْقُبْلَةِ وَالْقَلْسِ

بوسہ اور قے سے وضو ٹوٹنے کا بیان

لغات: اَلْقُبْلَۃُ: بوسہ لینے کو کہتے ہیں۔ اس میں بنیادی روایت حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَوَضَأُ ثُمَّ یُقَبِّلُ بَعْضَ نِسَائِہٖ ثُمَّ یَمْضِیْ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَلاَ یُحْدِثُ وُضُوْءًا۔

اَلْقَلْسُ: جو کچھ حلق سے نکلے خواہ منہ بھر کر ہو یا نہ ہو اور اگر اس کو لوٹالے تو اس کا نام قے ہوگا۔ نہایہ میں ہے کہ جو پیٹ سے نکلے اس کو قلس کہتے ہیں۔

۲۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اِذَا قَلَسْتَ مِلْءَ فِیْکَ فَاَعِدْ وُضُوْءَکَ وَاِذَا کَانَ اَقَلَّ مِنْ مِّلْءِ فِیْکَ فَلاَتُعِدْ وُضُوْءَ کَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَھٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَبِہٖ نَأْخُذُ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں منہ بھر کر قے آجائے تو وضو دوبارہ کرو اور اگر منہ بھر کر نہ ہو تو اب وضو کا اعادہ ضروری نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں"۔

لغات: قلست: منہ بھر کر قے کو کہتے ہیں، بعض اس کے عکس کو کہتے ہیں یعنی جب منہ بھر کر نہ ہو۔ بعض اس کو عام رکھتے ہیں۔[1]

فَلاَ تُعِدْ: افعال، لوٹانا، واپس کرنا۔

تشریح

نقض وضو کے سلسلہ میں ائمہ کے اصول

اِذَا قَلَسْتَ: قے سے وضو باطل ہوتا ہے یا نہیں اس سے پہلے ائمہ کا اصول سمجھنا ضروری ہے جس پر یہ

مسئلہ متفرع ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی نجاست بدن کے کسی حصے سے نکلے خواہ وہ عادتاً نکلی ہو یا بیماری وغیرہ سے نکلے ناقض وضو ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خروج نجاست ناقض وضو ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ اول مخرج یعنی سبیلین سے نکلے دوم وہ نجاست بھی معتاد ہو۔ خلاصہ یہ کہ سبیلین سے نکلے اور وہ بھی پیشاب، پاخانہ، منی، ودی، ریح، مذی کے علاوہ کی چیز نہ ہو۔ صرف دم استحاضہ کا استثناء مانتے ہیں کہ یہ اگرچہ عادتاً نہیں ہے مگر حدیث کی رو سے اس کو ناقض وضو کہتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخرج کا معتاد ہونا ضروری ہے (یعنی سبیلین کا ہونا ضروری ہے) لیکن خارج کا معتاد ہونا ضروری نہیں ہے یعنی سبیلین سے جو چیز بھی نکلے خواہ عادتاً نکلی ہو یا نہیں ہر ایک سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

مذاہب ائمہ

اب مسئلہ ہذا میں قے سے احناف، حنابلہ کے نزدیک تو وضو جاتا رہتا ہے مگر شوافع اور مالکیہ کے نزدیک باقی رہے گا۔

ملا الفم قے کی مختلف تعریفات

مَلَأَ فِيْكَ: منہ بھر کر ہو۔ اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں منجملہ ان میں سے یہ بھی ہے۔

1. مبتلاء بہ کی رائے پر موقوف ہے بقول شیخ حلائی۔
2. اگر دونوں ہونٹ ملانے کے باوجود دیکھنے والا منہ میں قے محسوس کرے۔
3. جو بات کرنے سے مانع ہو۔
4. جس کے روکنے پر آدمی کی قدرت نہ ہو۔ (۲)

صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ جس کا روکنا بلا تکلیف ممکن نہ ہو۔ (۳)

احناف کے مذہب کو کئی اعتبار سے ترجیح حاصل ہے

اگرچہ احادیث دونوں طرف سے ملتی ہیں۔ (۴)

1. اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ احناف والا مسلک ہے۔

❷ احناف کی روایات زیادہ اور صحیح ہیں۔

❸ احناف کا مذہب احتیاط پر مبنی ہے عبادات میں احتیاط ہی ہونی چاہئے۔[5]

احناف کی روایات منفی پر دلالت کرتی ہیں اور اصول یہ ہے کہ جب منفی اور مثبت روایات میں اختلاف ہو تو منفی کو مقدم کرتے ہیں۔[6]

جب روایات میں تعارض ہوا تو قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے یہاں پر قیاس بھی احناف کے مسلک کے موافق ہے۔[7]

---

(۱) مغرب ۱/ ۱۳۲۔

(۲) المغنی ۱/ ۱۸۴۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ۔

(۴) سعایہ۔

(۵) ہدایہ، عنایہ، فتح القدیر، کفایہ، نہایہ۔

(۶) احناف کا مستدل ① روایت حضرت ابوالدرداء تخریج ترمذی، ② روایت حضرت تمیم داری تخریج امام دارقطنی ③ روایت عائشہ تخریج ابن ماجہ، ④ روایت عائشہ تخریج صحاح ستہ۔ مزید دلائل بذل المجہود ۱۲۲، ۱۲۳ نصب الرایۃ ۳۷۔

(۷) علامہ خطابی باوجود شافعی مسلک ہونے کے ان کا رجحان بھی اس مسئلہ میں احناف کے مسلک کی طرف ہے۔ انظر و معالم السنن ۱/ ۱۷۱۔



۲۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ فَتُقَبِّلُهُ خَالَتُهُ اَوْ عَمَّتُهُ اَوْ اِمْرَأَةٌ مِّمَّنْ يَحْرُمُ عَلَيْهِ نِكَاحُهَا قَالَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ اِذَا قَبَّلَ مَنْ يَحْرُمُ عَلَيْهِ نِكَاحُهَا وَلٰكِنْ اِذَا قَبَّلَ مَنْ يَّحِلُّ لَهٗ نِكَاحُهَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْحَدَثِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهٰذَا قَوْلُ اِبْرَاهِيْمَ وَلَسْنَا نَأْخُذُ بِهٰذَا وَلَا نَرٰى فِي الْقُبْلَةِ وُضُوْءً عَلٰى حَالٍ اِلَّا اَنْ يُّمْذِيَ فَيَجِبُ عَلَيْهِ لِلْمَذِيِّ الْوُضُوْءُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ﴾

”حضرت ابراہیم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی سفر سے واپس آئے اور اس کی خالہ، پھوپھی یا کوئی اور ایسی عورت اس کا بوسہ لے جس سے نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہو تو اس پر فرمایا کہ وضو کرنا اب اس پر واجب نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسی عورت اس کا بوسہ لے جس سے نکاح کرنا اس کے لئے جائز ہو تو اب ایسی صورت میں وضو کرنا واجب ہوگا۔ یہ ایسا ہوا جیسے کہ وضو ٹوٹ جائے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم کا قول ہے ہمارا عمل اس پر ہے کہ بوسہ سے وضو کرنے کو اس وقت واجب کہتے ہیں کہ جب اس کی وجہ سے اس کی مذی نکل آئے تو اب وضو مذی کے خروج کی بناء پر واجب ہوگا یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے“۔

لغات: قَبَّلَ: تفعیل، چومنا، بوسہ لینا۔ يُمْذِيْ: افعال، مذی وہ پانی جو آدمی کو عورت کے ساتھ کھیلتے وقت یا جماع کرنے سے پہلے نکلتا ہے۔[1]

تشریح

عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹنے میں ائمہ کے مذاہب

فقہاء اس مسئلہ کا اصل مس المرأۃ کو بناتے ہیں کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے احناف کے نزدیک وضو باقی رہتا ہے۔[2]

اگر اس ضمن میں یہ مذی نکل جائے تو پھر وضو واجب ہو جائے گا مذی کی وجہ سے نہ کہ مس کی وجہ سے۔

مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ مطلق ناقض وضو ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت محرم ہو یا غیر محرم بشرطیکہ مس بلا حائل ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناقض وضو ہے بشرطیکہ تین شرطیں پائی جائیں۔

(١) محرم نہ ہو۔

(٢) شہوت سے ہو۔

(٣) کبیرہ ہو۔

اور امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب اوپر مذکور ہے۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل

شوافع اور مالکیہ کا استدلال صرف قرآن کی آیت أَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ سے ہے۔[٣] اس کو وہ مس بالید پر محمول کرتے ہیں یہی قول حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔

احناف کی طرف سے جوابات

احناف اس مس سے جماع مراد لیتے ہیں یہی بات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہے۔[٤] دوسری بات یہ ہے کہ جب مس کی نسبت عورت کی طرف ہو تو مراد جماع ہوتا ہے۔[٥] آیت کا سیاق و سباق احناف کے مسلک کی تائید کرتا ہے کہ آیت کو حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں کے بارے میں جامع کرنا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں تیمم کیا جائے حدث اصغر کو أَوْجَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ میں بیان کیا اور حدث اکبر کو أَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ میں بیان کیا۔ اور جہاں تک عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال کا تعلق ہے تو حدیث مرفوع کے مقابلے میں یہ قابل استدلال نہیں۔ دوسرا یہ کہ ان کی طرف اس قول کی نسبت ضعیف ہے۔

ترجیح احناف کے مذہب کو حاصل ہے

اس کے مقابلہ میں احناف کے پاس احادیث کا ایک ذخیرہ ہے جس سے مسلک شوافع اور مالکیہ خالی ہے مثلاً:

(١) قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیُصَلِّیْ وَاِنِّیْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَیْنَ یَدَیْهِ کَاِعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ۔ (۶)

(۳) عَنْ عَائِشَةَ نِ الصِّدِّیْقَةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ یَدِیْ عَلٰی بَطْنِ قَدَمِهٖ۔ (۷)

(۴) یُقَبِّلُ ثُمَّ یَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَلاَ یُحْدِثُ وُضُوْءً۔ (۸)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مس بالید سے وضو واجب ہوتا تو کوئی ایک ضعیف حدیث تو پورے ذخیرہ احادیث میں ملتی مگر ایسا نہیں ہے۔

---

(۱) مغرب ۲/۱۸۰۔

(۲) یہی مذہب حضرت علی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عطاء، طاؤس، حسن بصری، الشعبی، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے۔ عمدۃ القاری ۱/۷۹۱۔

(۳) سورۃ النساء۔

(۴) عمدۃ القاری ۱/۷۹۱ فیض الباری ۱/۲۷۸۔

(۵) بذل المجہود۔

(۶) نسائی ۱/۳۸۔

(۷) مسلم ۱/۱۹۲۔

(۸) معجم طبرانی اوسط۔ مزید دلائل نصب الرایۃ ۱/۷۱ میں دیکھیں۔



بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ مَّسِّ الذَّكَرِ
شرم گاہ کو چھونے سے وضو کرنے کا بیان

بیان مذاہب ودلائل

مس ذکر موجب وضو ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، حسن بصری، ابراہیم النخعی، سعید ابن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک موجب وضو نہیں۔ [1] مگر امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام مالک واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ ناقض وضو ہے۔ ① مس ذکر باطن کف کے ساتھ ہو۔ ② بلا حائل ہو۔ ③ شہوت کے ساتھ ہو۔ [2] اور امام شافعی اور اسحاق، اوزاعی امام زھری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر حال میں ناقض وضو ہو گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بنیادی مستدل حدیث ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:

﴿اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْضٰى بِيَدِهٖ اِلٰى ذَكَرِهٖ لَيْسَ دُوْنَهٗ سِتْرٌ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ﴾ [3]

دوسری روایت بسرۃ بنت صفوان کی ہے۔ [4] اگرچہ اس میں باطن کف بلا حائل کی قید نہیں یہ قید اوپر والی ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لگاتے ہیں بسرہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهٗ فَلَا يُصَلِّيْ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ۔

احناف کی بنیادی حدیث طلق بن علی کی روایت ہے جس میں فرمایا گیا ہے اِنَّمَا هُوَ بِضْعَةٌ مِّنْكَ۔ [5]

۲۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ مَسِّ الذَّكَرِ اَنَّهٗ قَالَ مَا اُبَالِيْ أَمَسِسْتُهٗ اَمْ طَرَفَ اَنْفِيْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَاْخُذُ﴾

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کے چھونے کے باری میں مروی ہے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں شرم گاہ یا اپنی ناک کے کنارے کو چھوؤں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے

ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہی فرماتے ہیں اور ہمارا عمل اسی پر ہے"۔

لغات: اَنْفِیْ: اپنی ناک۔ طَرَفَ: حصہ، کنارہ۔

تشریح

مس ذکر کے سلسلہ میں ایک علمی مناظرہ

مَاأُبَالِيْ اَمَسِسْتُهُ اَمْ طَرَفَ اَنْفِيْ: مجھ کو پرواہ نہیں کہ میں شرم گاہ کو ہاتھ لگاؤں یا اپنی ناک کے کنارے کو۔

اثر بالا سے بھی احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض کتب میں ایک مناظرہ نقل کیا گیا ہے۔ اس سے بھی احادیث کی سند اور احناف کے مسلک کی ترجیح معلوم ہوئی۔ اس مناظرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام رجاء بن المرجاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسجد خیف کے اندر ایک مرتبہ میں اور امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ ان چاروں نے مس ذکر کے بارے میں مذاکرہ کیا تو یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کو پیش کیا اور فرمایا کہ مس ذکر یہ ناقض وضو ہے تو حضرت علی بن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بسرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ضعیف ہے اس وجہ سے کہ حضرت عروہ بن الزبیر نے بسرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نہیں سنا۔ ان دونوں کے درمیان مروان اور اس کے سپاہی کا واسطہ ہے اور یہ دونوں ہی متکلم فیہ ہیں۔

اور پھر علی بن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو پیش کیا تو اس پر یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعتراض کیا کہ اس روایت کی سند میں محمد بن جابر متکلم فیہ ہیں تو علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ہم محمد بن جابر رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے استدلال نہیں کرتے بلکہ ملازم بن عمرو عن عبداللہ بن بدر السحیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے استدلال کرتے ہیں۔

اس پر یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشکال کیا کہ عبداللہ بن بدر رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ قیس بن طلق ہیں اور محدثین نے ان کی روایات کو قبول نہیں کیا ہے اس پر احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الامرین علی ماقلتما اس پر یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اَنَّهُ تَوَضَّأَ مِنْ مَّسِّ الذَّكَرِ اس پر علی بن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو پیش کیا کہ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ لَا يُتَوَضَّأُ مِنْهُ وَاِنَّمَا هُوَ بِضْعَةٌ مِّنْ جَسَدِكَ اس پر

یحیٰی بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے سند معلوم کی تو علی بن المدینی نے فرمایا سفیان عن ابی قیس عن هزیل عن عبداللّٰه اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ وَاِذَا اجْتَمَعَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَ ابْنُ عُمَرَ وَاخْتَلَفَا فَاِبْنُ مَسْعُوْدٍ اَوْلٰی اَنْ یُتَّبَعَ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سن کر فرمایا نعم ولکن ابوقیس لایحتج بحدیثه اس پر علی بن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حدثنی ابونعیم نامسعر عن عمیر بن سعید عن عمار بن یاسر قال ما ابالی مسسته ام انفی اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عمار و ابن عمر اِسْتَوَیَا مَنْ شَاءَ اَخَذَ بِهٰذَا وَمَنْ شَاءَ بِهٰذَا۔

اس مناظرہ سے معلوم ہوا کہ ان چاروں حفاظ حدیث کے نزدیک حضرت بسرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ضعیف ہے اس سے استدلال درست نہیں۔ یہی بات امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ (۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام علی، ابوالحسن اور ابوتراب کنیت، حیدر لقب، والد کا نام ابوطالب، والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اور تقریباً دس سال کی عمر میں اسلام میں داخل ہوئے۔ ۲ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا۔ پھر گیارہ ماہ کے بعد رخصتی ہوئی (اصابہ ۱۵۸/۸)

غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تین دن کے بعد ۲۱ذی الحجہ دوشنبہ کے دن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کے اصرار پر آپ خلیفۃ المؤمنین بنے۔(طبری ۳۰۱)

مزید حالات معلوم کرنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اسد الغابۃ ۵/۵۱۷ زرقانی ۱/۱۸۰ طبری ۲/۱۲۷ طبقات ابن سعد ۱۳ اصابہ ۱۵۸ بخاری ۳/۱۰۳ فتح الباری ۸/۴۶ تاریخ ابن خلدون ۲/۱۰۶ ابن اثیر ۳/۱۲۹ تہذیب التہذیب، ازالۃ الخفاء ۲/۲۷۴

---

(۱) المغنی ۱/۱۷۳ بذل المجہود ۱/۱۱۰ معارف السنن ۱/۲۹۵ اوجز المسالک ۱/۱۹۳ امانی الاحبار ۱/۳۳۹۔

(۲) مسند احمد، مسند بزار، مجمع الزوائد ۱/۲۴۵۔

(۳) رواہ مالک فی المؤطا، ترمذی، دار قطنی اور بیہقی نے نقل کی۔

(۴) رواہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، ابن حبان، طبرانی اور ابن حزم نے نقل کیا ہے۔

(۵) مستدرک حاکم ۱/۱۳۹ سنن دار قطنی ۱/۵۵ سنن کبری بیہقی ۱/۱۳۶ امانی الاحبار ۱/۳۳۵ اوجز المسالک ۱/۹۲۔

(۶) طحاوی صفحہ ۴۶۔



٢٣

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ اِنْ كَانَ نَجِسًا فَاقْطَعْهُ يَعْنِيْ اَنَّهُ لاَ بَأْسَ بِهٖ﴾

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرم گاہ کے چھونے پر وضو کے واجب ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر وہ ناپاک ہے تو اسے کاٹ ڈالو یعنی اس کے چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا“۔

تشریح

احناف کے مذہب کی تائید میں کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاوے

رفع تعارض کے لئے ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب احادیث میں اختلاف ہو تو صحابہ کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ جب اس مسئلہ میں ہم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاوے احناف کے مسلک کے مؤید ہیں مثلاً۔

(١) براء بن قیس قال قال حذیفۃ بن الیمان رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی مس الذکر مثل انفک۔ [١]

(٢) ارقم بن شرحبیل قال قلت لعبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انی أحک جسدی وانا فی الصلٰوۃ فامس ذکری فقال ھو بضعۃ منک۔ [٢]

(٣) ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ کان لا یری فی مس الذکر وضوء۔ [٣]

(٤) عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ انہ سئل عن مس الذکر فقال انما ھو بضعۃ منک۔ [٤]

حضرت علی اور سعد بن ابی وقاص اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت تو کتاب میں موجود ہی ہے۔ اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی فتاوے نقل کئے ہیں جو مسلک احناف کی تائید کرتے ہیں۔ [٥]

اسی طرح تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب اور حسن بصری، ابراہیم النخعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاوے

بھی یہی ہیں کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں ہے۔[۶]

(۱) رواہ مؤطاامام محمد۔

(۲) رواہ مؤطاامام محمد۔

(۳) رواہالطحاوی۔

(۴) رواہ محمد فی مؤطا۔

(۵) معانی الاثار صفحہ ۴۷ امام طحاوی نے تقریباً گیارہ فتاوے نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مس الذکر ناقض وضو نہیں ہے۔

(۶) معانی الآثار صفحہ ۴۸ امام محمد نے مؤطا میں فرمایا وفی ذلک اثار کثیرۃ۔



۲۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَرَّ بِرَجُلٍ يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ فَقَالَ مَا تَصْنَعُ؟ وَيْحَكَ اِنَّ هٰذَا لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكَ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَغَسْلُهٗ اَحَبُّ اِلَيْنَا اِذَا بَالَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا ایک آدمی پر سے گذر ہوا جو اپنی شرم گاہ کو دھو رہے تھے انہوں نے فرمایا برا ہو تیرے لئے تو کیا کر رہا ہے؟ یہ تجھ پر فرض نہیں کیا گیا۔ امام محمد نے فرمایا پیشاب کے بعد اس کا دھونا ہمیں زیادہ پسند ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: وَيْحَكَ: تیرا ناس ہو۔ مَاتَصْنَعُ: (ف) کرنا، بنانا۔ لَمْ يُكْتَبْ: (ن) لکھنا، عَلَيْكَ: فرض کرنا، لازم کرنا۔

تشریح

احناف کے مسلک کے لئے متعدد وجوہ ترجیحات

علماء احناف فرماتے ہیں کہ احناف کے مسلک کو کئی اعتبار سے مسلک شوافع پر فوقیت حاصل ہے۔ مثلاً،

(۱) مسئلہ زیر بحث مردوں کے متعلق ہے لہٰذا طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو عورت بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت پر ترجیح حاصل ہوگی۔

(۲) علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مس ذکر بول سے کنایہ ہے کیونکہ جب آدمی پیشاب کرتا ہے تو مس ذکر ہوتا ہے۔[1]

(۳) ناقض وضو والی روایات کی تاویل وضو لغوی سے ہو سکتی ہے۔

(۴) یا مس ذکر ناقض وضو والی روایت خواص کے لئے ہے عوام کے لئے نہیں ہے۔[2]

(۵) یا مس ذکر ناقض وضو والی روایت میں وضو مستحب بیان کیا گیا ہے نہ کہ واجب کو۔

(۶) تعارض احادیث کے وقت میں قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو قیاس سے بھی احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ بول و براز وغیرہ جو نجس العین ہیں ان کو مس کرنے سے کسی کے نزدیک وضو

نہیں ٹوٹتا تو اعضاء مخصوصہ جس کا طاہر ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے تو اس کو مس کرنا بطریق اولی ناقض وضو نہیں ہونا چاہئے۔ (۳)

⑦ قیاس سے بھی احناف کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ ذکر بھی دوسرے اعضاء کی طرح جسم کا ایک عضو ہے جب دوسرے اعضاء کے مس سے وضو نہیں ٹوٹتا تو اس سے بھی نہیں ٹوٹنا چاہئے۔

(۱) فتح القدیر ۱/۳۸۔

(۲) معارف السنن ۱/۲۹۶۔

(۳) درس ترمذی ۱/۳۰۹ اس مسئلہ کی پوری وضاحت نصب الرایۃ للشیخ عبدالعزیز میں کافی موجود ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ ۱/۶۹۔۶۴۔



بَابُ مَالاَ يُنَجِّسُهُ شَيْئٌ اَلْمَاءُ وَالْاَرْضُ وَالْجُنُبُ وَغَيْرُ ذٰلِكَ

پانی، زمین اور جنبی وغیرہ کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی

۲۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَرْبَعَةٌ لاَ يُنَجِّسُهَا شَيْئٌ اَلْجَسَدُ وَالثَّوْبُ وَالْمَاءُ وَالْاَرْضُ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَتَفْسِيْرُ ذٰلِكَ عِنْدَنَا اَنَّ ذٰلِكَ اِذَا اَصَابَهُ الْقَذَرُ فَغُسِلَ ذَهَبَ ذٰلِكَ عَنْهُ فَلَمْ يَحْمِلْ قَذَرًا وَاِنَّمَا مَعْنَاهُ فِي الْمَاءِ اِذَا كَانَ كَثِيْرًا اَوْ جَارِيًا اَنَّهُ لاَ يَحْمِلُ خُبْثًا﴾

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چار چیزوں کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جسم، کپڑا، پانی اور زمین۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی پر نجاست لگ جائے اسے دھولیا جائے تو وہ نجاست اس سے دور ہوجاتی ہے اور وہ ناپاک نہیں رہتی پانی سے مراد زیادہ پانی یا بہنے والا پانی ہے کہ وہ صرف نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا“۔

لغات: اَلْجَسَدُ: بدن ماسوائے راس و اطراف کو کہتے ہیں اور جسد مجموعہ کو کہتے ہیں۔ مایحمل: (ض) اٹھانا، برداشت کرنا۔ قذر: گندگی۔ خبثا: کوڑا، ناپاکی۔

تشریح

جسم، کپڑا، پانی، زمین کے پاک کرنے کا طریقہ

جسم: اس پر اگر نجاست لگ جائے تو پانی وغیرہ سے دھولیا جائے تو وہ جسم صاف اور پاک ہوجاتا ہے (پوری وضاحت کتب فقہ میں ملے گی)۔

کپڑا: اس پر لگنے والی نجاست دوحال سے خالی نہیں ہوتی: ایک گاڑھی ہوگی یا بہنے والی گاڑھی مثلاً گوبر،

لید، پاخانہ وغیرہ تو اس کو رگڑنے یا کھرچنے کے ساتھ پاک ہوجاتی ہے اگر سائل چیز ہو مثلاً پیشاب شراب وغیرہ تو اب پانی سے دھونا ہوگا۔ امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک منی کے علاوہ ہر چیز کو دھونا ہی ضروری ہے۔ (۱)

زمین: اس کو نجاست لگ جائے تو پانی یا دھوپ یا کسی اور طرح سے نجاست کا اثر ختم ہوجائے تو پاک ہوجاتی ہے (نماز کے لئے) مگر امام زفر، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پانی ہی سے پاک کرنا ضروری ہوتا ہے۔

پانی کب نجس ہوتا ہے اس میں مذاہب ائمہ

انما معناه فی الماء اذا کان کثیرا او جاریا انه لا یحمل خبثا۔

پانی سے مراد زیادہ پانی یا بہنے والا پانی ہے کہ وہ نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

اوپر والی عبارت میں دو مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ: پانی میں نجاست گرنے سے پانی پاک رہتا ہے یا ناپاک ہوجاتا ہے۔

دوسرا مسئلہ: ماء قلیل اور ماء کثیر کی مقدار کیا ہے اس مسئلہ میں چار اقوال زیادہ مشہور ہیں۔ (۲)

پہلا قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور علماء اہل کوفہ وغیرہ کا ہے کہ اگر ماء قلیل میں نجاست گر جائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا اگر ماء کثیر ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوگا جب تک کہ احد الاوصاف میں تغیر نہ ہو۔

دوسرا قول حسن بصری، داؤد ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے کہ نجاست کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا جب تک پانی کی طبیعت میں سیلانیت باقی ہے چاہے پانی قلیل ہو یا کثیر اوصاف ثلاثہ میں بھی تبدیلی ہونے سے کچھ فرق نہیں ہوگا۔ (۳)

تیسرا قول امام مالک، سعید ابن المسیب، ابراھیم النخعی، عبدالرحمان بن ابی لیلی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے کہ نجاست پانی کو ناپاک اس وقت تک نہیں کرتی جب تک اس کے احد الاوصاف میں تغیر نہ آجائے۔ (۴)

چوتھا قول امام شافعی، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے کہ ماء قلیل میں نجاست (یعنی مقدار قلتین) گر جائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے اگر ماء کثیر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا جب تک احد الاوصاف میں تبدیلی نہ آئے۔ (۵)

احناف کے نزدیک ماء قلیل اور کثیر میں فرق

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماء قلیل وہ ہے جس کو دیکھنے والا کم سمجھے۔ (۶)

امام یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: ایک طرف حرکت دینے سے دوسری طرف حرکت نہ ہو۔

امام محمد سے جب ان کے شاگرد ایوب جوزجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کَمَسْجِدِیْ هٰذَا جب مسجد کو ناپا تو اندر سے ثَمَانِيَةٌ فِيْ ثَمَانِيَةٍ تھی باہر سے عشرۃ فی عشرۃ۔

عوام کی سہولت کے لئے متأخرین نے عشرۃ فی عشرۃ یعنی دہ در دہ پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے میں دہ در دہ کا قائل تھا مگر اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر رجوع کرتا ہوں۔ (۷)

ابراہیم بن ابی الہیثم کے مختصر حالات: اسماء الرجال میں اس قسم کے راوی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ (تہذیب التہذیب، لسان، تعجیل المنفعۃ، المیزان وغیرہ) صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہیثم بن حبیب ہیں جن کو ابراہیم بن ابی الہیثم الصیرفی الکوفی کہتے ہیں۔ یحیٰی بن معین، ابوزرعۃ، ابوحاتم، ابن حبان وغیرہ ان سب نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ما احسن احادیث۔

اساتذہ: یہ عموماً عکرمہ، حضرت عون ابن ابی جحیفہ وعاصم بن ابی ضرۃ، حماد بن ابی سلیمان، حکم بن عتبہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ: ان سے عموماً زید بن ابی انیسہ، حفص بن ابی داؤد ابوعوانہ، امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ روایت نقل کرتے ہیں۔ مزید حالات کے لئے التہذیب ۱۱/۹۱ کا مطالعہ کیجئے۔

---

(۱) اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جس کو السعایۃ، ھدایۃ اور فقہ کی دوسری کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲) معارف السنن میں ہے کہ اس مسئلہ میں تقریباً ۲۰ اقوال ہیں معارف السنن ۱/۲۲۱۔

(۳) الکوکب الدری ۱/۳۹۔

(۴) بذل المجہود ۱/۴۳، امانی الاحبار ۱/۷، ۳ بدائع الصنائع ۱/۱۷ اوجز المسالک ۱/۵۲۔

(۵) بذل المجہود ۱/۴۳، الکوکب الدری ۱/۴۰ معارف السنن ۱/۲۲۱ اوجز المسالک ۱/۵۲ امانی الاحبار ۱/۷ ۳ البحر الرائق ۱/۴۷ بدایۃ المجتہد ۱/۲۴ بدائع الصنائع ۱/۱۷ شرح المہذب ۱/۱۳۶۔

(۶) ابن رشید، امام حاکم شہید، ابوالفضل کرمانی سب نے اسی قول کو پسند فرمایا ہے اور المبسوط سرخسی نے اس کو ھو الاصح کہا ہے۔

(۷) فتح الملہم ۱/۴۴۰۔

۲۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَتَغْسِلُهٗ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا نَرٰى بِهٖ بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حالت اعتکاف میں ہوتے تھے تو اپ اپنا سر (مبارک) مسجد سے باہر نکالا کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حالت حیض میں بھی ہوتی تھیں تو تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھودیا کرتی تھیں۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس میں ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں"۔

تشریح

معتکف آدمی اپنا سر اور پاؤں مسجد سے باہر نکال سکتا ہے

كَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مسجد سے باہر نکالا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر معتکف آدمی نے اپنا سر یا پاؤں مسجد سے باہر نکالا تو اس سے اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ اسی پر علامہ بدر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ یا فلاں گھر سے نہیں نکلوں گا۔ پھر اس کے بعد وہ اپنے جسم کا کچھ حصہ داخل کرتا ہے یا نکالتا ہے تو اس سے وہ حانث نہیں ہوگا۔[1]

حائضہ عورت کا بدن اور پسینہ وغیرہ پاک ہوتا ہے

مِنَ الْمَسْجِدِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہوتے تھے۔ آپ مسجد سے نہیں نکلتے تھے اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھا اس سے معلوم ہوا کہ منہ دھونے کے لئے معتکف مسجد سے نہیں نکل سکتا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حائضہ عورت کا

بدن اور پسینہ وغیرہ پاک ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد میں داخل ہوجاتیں جبکہ باہر ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمبارک کو دھوتی تھیں۔[۲]

(۱) عمدۃ القاری۲/ ۸۳۔

(۲) فتح الباری۱۰/ ۳۴۲ عمدۃ القاری۲/ ۸۳ فتح القدیر، در المختار، البدائع، البحر الرائق وغیرہ۔ مگر علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک حائضہ عورت مسجد میں داخل ہوسکتی ہے جیسے کہ ان کے بعض فتاوی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے مثلاً دیکھیں فتوی ابن تیمیہ ۲/ ۴۳۶ سے ۲/ ۴۴۰۔



۲۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ يَمْشِيْ اِذْ عَرَضَ لَهٗ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاعْتَمَدَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَّرَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَدَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ؟ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ جُنُبٌ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيْسَ بِنَجَسٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْخُذُ لَا نَرٰى بِمُصَافَحَةِ الْجُنُبِ بَأْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے کہ سامنے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ٹیک لگانا چاہا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ کو پیچھے کرلیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا ہوگیا؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں جنابت کی حالت میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر ہم عمل کرتے ہیں کہ جنبی سے مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں یہی بات امام ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

تشریح

مؤمن ناپاک نہیں ہوتا اس کا مطلب

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيْسَ بِنَجَسٍ: مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے لَاتُنَجِّسُوْا مَوْتَاكُمْ فَاِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجَسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا۔ [۲]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ بعض ایسے امور ہوتے ہیں کہ جن کے لئے طہارت شرط ہے۔ تو ان امور کو ادا کرنے سے جنبی کو بھی منع کیا جائے گا مثلاً تلاوت قرآن پاک، دخول مسجد اور بعض ایسے امور جن میں طہارت شرط نہیں ہے یہ عموماً ایسے امور ہیں جس کا انسان کی زندگی سے بہت زیادہ گہرا تعلق ہوتا ہے مثلاً

دخول بیت، کھانا، پینا، خرید و فروخت، گفتگو کرنا اس میں مصافحہ بھی داخل ہے تو اس میں طہارت شرط نہیں ہے مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اعضاء جنبی کے پاک ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (۳)

اسی بات پر ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے۔ (۴)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام حذیفہ، کنیت ابوعبداللہ، لقب صاحب سر، قبیلہ غطفان کے خاندان عبس سے تعلق تھا۔ والد کا نام سلمان والدہ کا نام رباب بنت لعیب تھا۔ والدین مسلمان ہوئے تو یہ بھی مسلمان ہوگئے۔ غزوہ بدر کے بعد غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو عراق کا گورنر بنادیا۔ پھر بعد میں مدائن کا گورنر بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے دور خلافت میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی چند دنوں تک اسی عہدے پر فائز رہے۔(اصابہ۱/۳۳۲)

ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کا علم تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے کہ جس جنازے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے اس میں وہ خود شریک ہوتے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک نہ ہوتے معلوم نہیں کہ کہیں یہ منافق نہ ہو۔(اسد الغابۃ۱/۳۹۱)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چالیس دن کے بعد انتقال ہوا ۳۶ ہجری میں۔ ایک سو سے زائد روایات منقول ہیں۔

مزید معلومات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا:

① طبقات ابن سعد ② الجرح والتعدیل ۳/۲۵۶ ③ تہذیب التہذیب ④ اصابہ ۱/۳۳۲ ⑤ اسد الغابۃ ۱/۳۹۱ ⑥ تاریخ خلیفہ ۱۸۲ ⑦ شذرات الذہب ⑧ تاریخ ابن عساکر ⑨ الاستیعاب ۱/۳۳۴۔

---

(۱) بخاری و مسلم۔

(۲) بخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) معارف السنن ۱/۴۰۱۔

(۴) معارف السنن ۱/۴۰۱۔



بَابُ الْوُضُوْءِ لِمَنْ بِهٖ قُرُوْحٌ اَوْ جُدَرِیٌّ اَوْ جِرَاحٌ

چیچک زخم اور آبلہ والے شخص کے وضو کرنے کا بیان

لغات: قُرُوْح: یہ جمع ہے قَرْحَةٌ کی بمعنی زخم۔ حدیث میں آتا ہے قَالَ اِذَا کَانَ بِالرَّجُلِ الْجَرَاحَةُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْقُرُوْحُ فَیَجْنُبُ فَیَخَافُ اِنْ یَمُوْتَ اِنِ اغْتَسَلَ تَیَمَّمَ۔

جُدَرِی: جیم پر پیش اور دال پر زبر کے ساتھ ہے یا دونوں کا زبر بھی پڑھ سکتے ہیں بمعنی چیچک یہ چھوٹے چھوٹے دانے ہوتے ہیں کبھی بڑے بڑے کبھی چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔

جراح: یہ جراحۃ کی جمع ہے آبلہ۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ مریض کی تین حالتیں ہیں اول کہ پانی کا استعمال نقصان دہ ہو مثلاً چیچک زخم وغیرہ، ایسے مریض کے لئے نماز کے وقت بالاتفاق تیمم جائز ہے۔ دوم پانی تو مضر نہیں مگر حرکت کرنا مریض کا یہ مضر ہے جیسے کہ دستوں کا مریض ریشہ کی بیماری تو اس میں اگر مددگار موجود نہ ہو تو بالاتفاق تیمم جائز ہوگا۔ اور اگر مددگار موجود ہو تو صاحبین کے نزدیک تیمم جائز نہیں مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔[1]

سوم مریض وضو پر قادر نہ ہو، نہ بذات خود نہ کسی دوسرے کی مدد سے تو اس صورت میں ایک قول امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز نہ پڑھے جب تک کہ کسی ایک پر قادر نہ ہوجائے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ایک قول امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہ تشبہ بالمصلین کرے۔ بعد میں اعادہ کرے۔

۲۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْمَرِیْضِ لَا یَسْتَطِیْعُ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ اَوِ الْحَائِضِ قَالَ یَتَیَمَّمُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسے بیمار یا حائضہ کے بارے میں جو غسل جنابت نہ کرسکے یہ فرمایا کہ وہ تیمم کرے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَلْجَنَابَةُ: جَنَبَ (ن) جَنْبًا وجَنِبَ (س) جَنْبًا الیه: مائل ہونا، مشتاق مضطرب ہونا۔ جَنَبَ (ن س

ض) جَنَابَۃً۔ الرجلُ ناپاک ہونا، جُنِبَ پہلو میں درد والا ہونا، نمونیا لاحق ہونا۔

الحَائِض: حَاضَتْ (ض) حَیْضًا وَمَحِیْضًا ومَحَاضًا وَتَحَیَّضَتْ (المرأۃ: ماہواری خون جاری ہونا، صفت حائِض وحائِضَۃ (ج) حُیَّض وحَوَائِض۔ حَیَّضَ، الماء: پانی بہنا۔ اَلْحِیْضَۃ وَالْمَحِیْضَۃ حیض کا چیتھڑا۔

تشریح

معذور لوگ کن حالات میں تیمّم کرسکتے ہیں اس میں مذاہب ائمہ

پانی تو موجود ہے مگر بیماری وغیرہ کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے کہ اگر پانی کو استعمال کیا جائے تو اس صورت میں بیماری کے بڑھنے کا خطرہ ہے تو تیمّم کرلیا جائے۔ اثر بالا کی تائید قرآن کی آیت وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی (اگر تم بیمار ہو) سے بھی ہوتی ہے۔ (۲)

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر حال میں غسل ہی کرنا ہوگا اگرچہ موت ہی واقع کیوں نہ ہوجائے۔ وہ قرآن کی اس آیت وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا "اگر تم جنبی ہو تو (خوب) پاکی حاصل کرو" سے استدلال کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور سفیان ثوری، جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ تیمّم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بعد میں اعادہ کرنے کو بھی نہیں کہتے۔ (۳) استدلال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے کہ جس میں آتا ہے کہ انہوں نے نماز پڑھادی جب کہ وہ احتلام میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کرنے پر انہوں نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ "اپنے آپ کو ہلاک مت کرو" اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ یہ تیمّم کرنے کی واضح دلیل ہے۔ (۴)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول قدیم اور صحیح قول یہی ہے جو احناف کا ہے۔ (۵)

یہی مذہب امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقل کیا جاتا ہے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جنبی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر اس کو خوف ہو ہلاک ہونے کا تو وہ تیمّم کرکے نماز وغیرہ ادا کرلے مگر پھر بعد میں اعادہ کرلے۔

(۱) رواہ دار قطنی ۱/۶۵، بزار، ابن خزیمہ، مستدرک ۱/۱۶۵۔ (۲) عمدۃ القاری۔ (۳) معالم السنن۔
(۴) اس حدیث کی تخریج مسند احمد، ابوداؤد، ابن المنذر، حاکم نے کی ہے۔ (۵) عمدۃ القاری۔

۲۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ الْمَرِيْضَ الْمُقِيْمَ فِيْ اَهْلِهِ الَّذِيْ لَا يَسْتَطِيْعُ مِنَ الْجُدَرِيِّ وَالْجِرَاحَةِ الَّتِيْ يَتَّقِيْ عَلَيْهَا الْمَاءَ اَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ الْمُسَافِرِ الَّذِيْ لَا يَجِدُ الْمَاءَ يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَبِهٖ نَأْخُذُ﴾

"حضرت ابراہیم نے ایسا بیمار جو گھر پر مقیم ہو یا جو چیچک زدہ ہو یا ایسا زخم ہو جس کی وجہ سے وہ پانی سے بچایا جاتا ہو یہ اس مسافر کی طرح ہے جسے پانی نہ ملے اس کے لئے تیمّم کرنا جائز ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں"۔

لغات: اَلْجُدَرِيُّ: جَدَرَ (ن) جَدْرًا وَجُدِرَ وَجُدِّرَ، چیچک نکلنا، صفت (مَجْدُوْر و مُجَدَّر) اَلْجُدَرُ وَالْجَدَرُ پھنسیاں، مار کا نشان، زخم کا نشان، ج جَدِرُوْن اَلْجُدَرِيَّ وَالْجَدَرِيُّ چیچک۔

اَلْجِرَاحَة: جَرِحَ (س) جَرْحًا زخمی ہونا، جَرَّحَهٗ بہت زخمی ہونا، اَلْجِرَاحَة زخم، ج جِرَاح وجِرَاحَات۔

يَتَّقِيْ: وَقٰى يَقِيْ وِقَايَةً وَ وَقْيًا وَ وَاقِيَةً وَ وَقّٰى فُلَانًا: حفاظت کرنا، تکلیف سے بچانا، تم کہتے ہو وَقَاهُ اللّٰهُ السُّوْءَ وَمِنَ السُّوْءِ اللہ اس کو برائی سے بچائے۔

تشریح

کیا مقیم معذور بھی تیمّم کر سکتے ہیں؟

اَلْمَرِيْضُ الْمُقِيْمُ: جب کہ (مقیم) گھر پر ایسا مریض ہو جس کو پانی سے بچایا جاتا ہو یعنی جو غسل نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ ایسا مقیم تیمّم کر لے اگر ایسا مریض مسافر ہو تو اس کے لئے تو بدرجہ اولی اجازت ہوگی کہ وہ تیمّم کر لے۔[1]

پانی تو موجود ہو مگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس کی اجازت ایک طرف قرآن کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے وان كنتم مرضا (جیسے کہ گذشتہ حدیث میں گذرا) اس کی صاحب ہدایہ نے ایک عقلی وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ مرض بڑھ جانے کا ضرر اس سے زیادہ ہے۔ جب کہ پانی کو

پیسوں سے خریدا جائے تو جب پانی زیادہ داموں میں ملتا ہو تو اس صورت میں تیمّم بالاتفاق جائز ہے تو جسمانی بیماری سے بچنے کے لئے تو بطریق اولی تیمّم کرنا جائز ہو گا۔ (۲)

چیچک والے یا زخم والے اس میں حائضہ، نفاس والی، جنبی، حدث والا سب ہی داخل ہے ان اعذار کی بناء پر یہ تیمّم کریں گے۔ (۳)

(۱) قلائد الازھار ۱/۷۰۔

(۲) ہدایہ مع فتح القدیر۔

(۳) قلائد الازھار ۱/۷۰۔



۳۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ يَمْسَحُ عَلَى الْجَبَائِرِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ۔ وَاِنْ كَانَ يَخَافُ عَلَيْهِ مِنْ مَسْحِهٖ عَلَى الْجَبَائِرِ تَرَكَ ذٰلِكَ اَيْضًا وَاَجْزَاهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر کوئی شخص غسل جنابت کرے، تو فرمایا کہ زخم کی پٹی پر مسح کرے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہی کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اگر ایسے شخص کو پٹی پر مسح کرنے سے نقصان ہونے کا خطرہ ہو تو وہ پٹی پر مسح بھی نہ کرے۔ یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَلْجَبَائِر: جَبَرَ (ن) جَبْرًا و جُبُوْرًا وَانْجَبَرَ وَتَجَبَّرَ وَاجْتَبَرَ ٹوٹی ہوئی ہڈی درست ہونا۔

یَمْسَحُ: (ف) مُسْحًا ایشئ۔ پونچھنا۔

تَرَکَ: تَرَکَهٗ (ن) تَرْكًا وتِرِكَانًا و اِتَّرَكَهٗ۔ چھوڑنا، تَارَكَ مَتَارَكَةً وتِرَاكًا۔ چھوڑنا، الرجل مصالحت کرنا۔

تشریح

پٹی پر مسح کرنے کا طریقہ

یَمْسَحُ عَلَى الْجَبَائِرِ: پٹی پر مسح اس وقت جائز ہوگا جب کہ زخم پر مسح کرنا مضر ہو ورنہ جائز نہ ہوگا۔ (۱)

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پٹی پر مسح کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ (۲)

صاحب ہدایہ اس کی عقلی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ مسح علی الخفین جائز ہے کیونکہ جب موزے کے اتارنے میں کوئی حرج اور دشواری بھی نہیں ہے اور اس میں جائز ہے تو جبیرہ کو اتارنے میں حرج بھی ہے تو اس پر بدرجۂ اولیٰ مسح جائز ہوگا۔ (۳)

احناف کے نزدیک مسح علی الجبیرۃ پر استیعاب ضروری نہیں ہے، اگر اکثر پر کرلیا جائے تو جائز ہو جائے گا اور نصف اور نصف سے کم پر کیا جائے تو جائز نہیں ہوگا۔ (۴)

صاحب ہدایہ نے حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اکثر حصہ کے مسح کا قول نقل کیا ہے۔
مگر فتاویٰ قاضی خان نے حسن بن زیاد سے استیعاب کو نقل کیا ہے۔ مگر اول قول فقہاء کے نزدیک زیادہ راجح ہے۔

(۱) کفایہ شرح الھدایہ۔
(۲) دار قطنی، ابن ماجہ، بیہقی میں یہ روایت موجود ہے۔
(۳) ہدایہ باب مسح علی الخفین۔
(۴) کفایہ، عنایہ، شرح وقایہ، اور طحاوی نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔



بَابُ التَّيَمُّمِ
تیمّم کرنے کا بیان

لغات: لغوی تعریف: تَيَمَّمَ: باب تفعل سے ہے بمعنی قصد کرنا، ارادہ کرنا قال تعالٰی وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ۔[1]

اصطلاحی تعریف: اَلْقَصْدُ اِلَى الصَّعِيْدِ الطَّاهِرِ لِلتَّطَهُّرِ۔[2]

دوسری تعریف: اسم مسح الوجه واليدين عن الصعيد الطاهر بنية خاصةٍ بشرط نيةٍ خاص۔[3]

اور بدر الدین عینی فرماتے ہیں: وفی الشرح قصد الصعيد الطاهر واستعماله بعضو مخصوصة وهو مسح اليدين والوجه لاستباحة الصلوة وامتثال الامر۔[4]

فضائل: تیمّم کی مشروعیت غزوہ مریسیع کے موقعہ پر ہوئی جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوگیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی ہار کو تلاش کررہے تھے اسی دوران نماز کا وقت آگیا تو پانی موجود نہ تھا تو اس پر آیت تیمّم نازل ہوئی۔

مشروعیت: تیمّم امت محمدیہ کے خواص میں سے ہے۔ اس سے پہلے کسی امت کے لئے اجازت نہیں تھی کہ تیمّم کرکے نماز پڑھے جیسے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے جعلت لی الارض کلها مسجد او طهورًا۔[5]

۳۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي التَّيَمُّمِ قَالَ تَضَعُ رَاحَتَيْكَ فِي الصَّعِيْدِ فَتَمْسَحُ وَجْهَكَ ثُمَّ تَضَعُهُمَا ثَانِيَةً فَتَنْفُضُهُمَا فَتَمْسَحُ يَدَيْكَ وَذِرَاعَيْكَ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَأْخُذُ۔ وَنَرَى مَعَ ذٰلِكَ اَنْ يَنْفُضَ يَدَيْهِ فِي كُلِّ مَرَّةٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَمْسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے تیمّم کے بارے میں یہ بات مروی ہے۔ فرمایا کہ تم اپنی ہتھیلیاں مٹی پر مارو اور پھر اس کو اپنے چہرے پر مسح کرلو پھر دوبارہ دونوں ہاتھوں کو مارو اور انہیں جھاڑ کر ہاتھوں اور کہنیوں تک بازو کا مسح کرلو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے

ہیں اور یہ کہ منہ اور ہاتھوں کا مسح کرنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو جھاڑ لیا جائے اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: تَضَعُ: وَضَعَ یَضَعُ وَضْعًا وَمَوْضِعًا وَمَوْضُوْعًا اَلشئی: رکھنا۔ الشئی مِن یَدِہٖ: گرانا۔ مِن فُلانٍ مرتبہ سے گھٹانا۔ عَن غَرِیْمِہٖ قرض دار سے کچھ چھوڑ دینا۔ وَضْعًا و مَوضُوْعًا اَلْبَعِیْرُ سر جھکا کر تیز چلنا۔

رَاحَتَیْكَ: الرَّاحَۃ: آرام۔ الرَّاح کا واحد۔ یعنی ہتھیلی۔ صحن۔ کف دست۔ کہا جاتا ہے۔ تَرَکْتُہٗ علی اَنْفِی مِنَ الرَّاحَۃِ۔ میں نے اس کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا کپڑے کی تہ کہا جاتا ہے۔ اِطْوِ ثَوْبَ علی رَاحَتِہٖ کپڑے کو اس کی تہ پر لپیٹو۔ (ج) راحات لَیْلَۃٌ رَاحَۃٌ: تیز ہوا والی رات۔

فَتَنْفُضُھَا: نَفَضَ (ن) نَفْضاً الثَّوْبَ: کپڑے جھاڑنا۔ الشَّجَرَۃَ: درخت سے پھل گرانے کے لئے ہلانا۔ اَلْوَرَقَ مِنَ الشَّجَرِ: پتے گرانا۔ المَکَانَ اچھی طرح دیکھ بھال کرنا۔ نَفْضَۃُ الحُمّٰی بخار آنا۔ کپکپانا۔ نَفَضَ الزَّرْعُ آنری خوشہ نکالنا۔ نَفَضَتِ الابل: سارے بچے جننا۔ اَلْمَرْأَۃُ: بہت بچوں والی ہونا۔ نَفَضَ القَوْمُ: بے توشہ یا بے مال ہونا۔ نَفَضَ الثوبُ اولصبغُ: رنگ کا مدھم پڑنا۔ فُلانٌ: چاروں طرف دیکھنا۔ کیا جاتا ہے۔ اِذَاتَکَلَّمْتَ نَہَارًا فَانْفُضْ جب دن میں گفتگو کرو تو ادھر ادھر دیکھ لو۔

تشریح

یَدَیْكَ وَذِرَاعَیْكَ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ: اس اثر میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ تیمم میں کتنی ضربیں ہوں گی۔

اس میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ مذاہب نقل کئے ہیں:

❶ حضرت علی، جابر بن عبداللہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ابراہیم النخعی، سالم بن عبداللہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، شعبی، ابن نافع، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، لیث بن سعد رحمہم اللہ تعالیٰ اور جمہور کے نزدیک دو ضربیں ہوں گی، ایک چہرے کے لئے دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے (جیسے کہ اثر بالا میں ہے)

❷ امام احمد، امام اوزاعی، امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہی ضرب ہوگی جس سے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا جائے۔

❸ حسن بصری، ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو ہی ضرب ہوں گی مگر اس طرح کہ ہر ضرب سے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کیا جائے۔

④ سعید بن المسیب اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین ضربات ہوں گی ایک چہرے کے لئے دوسری ہاتھوں کے لئے تیسری دونوں کے لئے مشترک۔

⑤ چار ضربیں ہوں گی دو چہرے کے لئے دو دونوں ہاتھوں کے لئے۔ بقول ابن بزیزہ کے اس قول کا کوئی قائل نہیں۔ (۶)

یَنْفُضُ یَدَیْہِ فِیْ کُلِّ مَرَّۃٍ: مٹی کو جھاڑ دے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ہاتھ میں لگی ہوئی زائد مٹی جھاڑ دینا چاہئے تاکہ آدمی مثلہ یعنی جس طرح سے مثلہ آدمی بدشکل ہوجاتا ہے اس طرح یہ آدمی چہرہ اور ہاتھ پر مٹی لگاکر عجیب شکل کا نہ بن جائے۔ (۷)

(۱) فتح الباری ۱/۳۶۵ عمدۃ القاری ۲/۱۵۲

(۲) ہدایہ، عنایہ

(۳) فتح القدیر

(۴) عمدہ القاری ۲/۱۵۲

(۵) رواہ مسلم

(۶) عمدۃ القاری ۲/۷ ۲ امعارف السنن ۱/۷۷ ۴ معالم السنن، نووی شرح مسلم ۱/۱۶۰ سفر السعادۃ

(۷) ہدایہ مع اضافہ



۳۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا تَيَمَّمَ الرَّجُلُ فَهُوَ عَلٰى تَيَمُّمِهٖ مَالَمْ يَجِدِ الْمَاءَ اَوْيُحْدِثْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب کوئی شخص تیمّم کرے تو اس کا تیمّم اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک پانی نہ مل جائے یا کوئی وضو یا تیمّم توڑنے والی چیز پیش نہ آجائے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: وَجَدَ: وَجَدَ وَوَجِدَ يَجِدُ وَجْداً وَ وُجْداً وَجِدَةً وَ وُجُوْداً وَ وِجْدانًا واِجْدانًا۔ المطلوب: پانا۔ ضائع ہونے کے بعد کامیاب ہونا کہا جاتا ہے۔ وَجَدْتُ الضَّالَّةَ: میں نے گم شدہ کو پالیا۔ وَجَدَ افعال قلوب میں سے بھی ہے اس صورت میں دو مفعولوں کو نصب دیتا ہے جیسے وَجَدْتُ كَلَامَكَ صَادِقًا اور اس کا مصدر وُجُوْدٌ ہے۔

يحْدُث: اَلْحَدِث و الحَدُث۔ اچھی گفتگوں کرنے والا۔ الحَدَث: نئی چیز، خلاف سنت، دین میں نئی بات۔ پاخانہ (ج) اَحْدَاث وَ اَحْدَاث الدهر: زمانے کے مصائب۔ الحَدَث: جوان (ج) اَحْدَاث وَحُدْثَان۔

تشریح

اَوْيُحْدِثْ: جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہی چیزوں سے تیمّم بھی ٹوٹ جائے گا کیونکہ تیمّم وضو کا نائب ہے تو اصل کا جو حکم ہوتا ہے وہی حکم نائب پر لگتا ہے تو جو ناقض اقوی (وضو) کے لئے ہیں وہی چیز بدرجۂ اولیٰ ناقض اضعف (تیمّم) کے لئے ہوں گی۔[1]

پانی نہ ملنے کی صورتیں

مَالَمْ يَجِدِ الْمَاءَ: پانی نہ ہونے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

❶ پانی ہی نہ ہو۔

❷ پانی تو ہے لیکن استعمال پر قدرت نہ ہو جیسے رسی وغیرہ نہ ہو یا بیماری جس سے پانی کے استعمال سے

نقصان ہوتا ہو۔

۳ سفر میں پیاس کا خوف ہو۔

۴ درندہ وغیرہ پانی کے پاس موجود ہو۔

ان سب صورتوں میں تیمم کرسکتا ہے۔

مزید یہ بات کہ پانی کے استعمال پر آدمی قادر ہو جائے اس سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے یہی بات قرآن سے مفہوم ہوتی ہے اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً۔

پانی پر قادر بھی قدرت شرعیہ کے ذریعہ سے ہو اگر چوری یا امانت وغیرہ کا پانی ہو تو وہ مراد نہیں ہوگا کیونکہ اس کیلئے اس کا استعمال کرنا شرعاً مباح نہیں ہے تو ایسے پانی کا ہونا یا نہ ہونا دونوں ہی برابر ہوگا۔ [۲]

اگر کوئی نماز میں پانی پر قادر ہو جائے

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر پانی پر قادر ہو یا نماز کے باہر ہر دو صورت میں یہ ناقض تیمم ہوگا اس مذہب میں احناف کے ساتھ حضرت سفیان ثوری، امام مزنی، قاضی شریح رحمہم اللہ تعالیٰ اور ایک روایت امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی بھی یہی ہے۔ مگر امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ اور ایک روایت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ نماز کے درمیان پانی پر قادر ہونے کا اعتبار نہیں تیمم اپنے حال پر باقی رہے گا اور وہ اسی تیمم سے نماز پوری کرے گا۔ [۳]

(۱) عمدۃ القاری ۲/۸/۱۷ فتح الباری ۱/۹/۳۷ فتح القدیر ۱/۱۱۸

(۲) سعایہ

(۳) عمدۃ القاری



۳۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اَحَبُّ اِلَيَّ اِذَاتَيَمَّمَ اَنْ يَبْلُغَ الْمِرْفَقَيْنِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَلَا يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ حَتّٰى يَتَيَمَّمَ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا مجھے تیمّم میں یہ بات پسند ہے کہ کہنیوں تک مسح کیا جائے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کسی نے کہنیوں تک مسح نہیں کیا تو تیمّم نہ ہوگا یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَحَبُّ: حَبَّ (س) حَبَبَ (ک) الیه: محبوب بنانا۔ حَبَّبَهُ۔ اِلی: محبوب بنانا اور کہا جاتا ہے۔ حَبَّبَنِی اِیَّاہ اس نے مجھ کو اس کا محبوب بنالیا۔ حَبَّبَ القُرْبَةُ: بھرنا (حَبَّ وَ اَحَبَّ) الزَّرْعُ دانے دار ہونا۔

اَحَبَّه۔ محبت کرنا یہ حَب سے زیادہ مستعمل ہے۔ صفت فاعلی (مُحِبٌ) اور صفت مفعولی۔ (مَحْبُوْب و مُحَب)۔

یَبْلُغ بَلَغَ (ن) بُلُوغًا: پہنچنا۔ الثمرُ: تیز ہونا اور کیا جاتا ہے۔ بَلَغَ مِنی کَلَامكَ تمہاری گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا۔

تشریح

تیمّم میں ہاتھوں کا وظیفہ اس میں ائمہ کے مذاہب

اَنْ یَّبْلُغَ الْمِرْفَقَیْنِ: اثر بالا میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ ہاتھوں کا وظیفہ کہاں تک ہے۔ اس میں چار مذاہب ہیں:

① مونڈھوں تک مسح واجب ہے یہ قول علامہ ابن شہاب زہری اور محمد بن مسلمہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔

② پونچھوں تک مسح واجب ہے۔ یہ قول امام احمد، اسحاق بن راہویہ، امام اوزاعی، داؤد ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے۔

③ پونچھوں تک واجب اور کہنیوں تک مستحب یہ قول امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔

④ کہنیوں تک واجب ہے یہ قول احناف، شوافع، سفیان ثوری، امام مالک، لیث بن سعد رحمہم اللہ تعالیٰ اور جمہور علماء کا ہے۔[1]

جمہور کے قول کی تائید کئی احادیث مرفوعہ اور متعدد آثار صحابہ سے ہوتی ہے۔[2] مثلاً

❶ حدیث عماربن یاسر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ انہم تمسحوا وھم مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالصعید لصلوۃ الفجر فضربوا باکفھم الصعید ثم مسحوا وجوھھم مسحۃ واحدۃ ثم عادوا فضربوا باکفھم الصعید مرۃ اخری فمسحوا بایدیھم۔[3]

❷ حدیث ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔[4]

❸ حدیث جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال التیمم ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین۔[5]

❹ حدیث عائشۃ الصدیقۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔[6]

عقلی وجہ بھی یہی ہے کہ کہنیوں تک ہونا چاہئے کیونکہ جب کہ تیمم یہ نائب ہے وضو کا اور وضو میں کہنیوں تک دھونا ضروری ہے تو یہی حکم نائب کا ہونا چاہئے کہ اس میں کہنیوں تک مسح ضروری ہونا چاہئے۔

---

(۱) معارف السنن ۱/۴۸۷ الکوکب الدری ۱/۸۸ امانی الاحبار ۲/۱۱۹ اوجز المسالک ۱/۱۳۲
(۲) طحاوی میں بہت سے آثار موجود ہیں دیکھے جاسکتے ہیں
(۳) ابوداؤد
(۴) دار قطنی
(۵) بیہقی، دار قطنی، حاکم
(٦) تخریج عمدۃ القاری شرح بخاری (نوٹ) نصب الرایۃ میں بھی مزید روایات دیکھی جاسکتی ہے



بَابُ اَبْوَالِ الْبَهَائِمِ وَغَيْرِهَا

چوپایوں وغیرہ کے پیشاب کا بیان

لغات: اَبْوَالٌ: یہ جمع ہے بَوْلٌ کی بمعنی پیشاب۔ اَلْبَهَائِمُ: یہ جمع ہے بَهِيْمَةٌ کی، بھیمہ ہرچار پاؤں والے جانور کو کہتے ہیں خواہ وہ خشکی کا ہو یا سمندر کا مگر یہاں پر ان جانوروں کے حکم کو بیان کرنا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

غیرھا: اس سے مراد بچہ وغیرہ کے پیشاب کا حکم ہے۔

ذات کرش: بمعنی جگالی کرنے والے جانور۔

۳۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَاْسَ بِبَوْلِ كُلِّ ذَاتِ كِرْشٍ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَكَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ يَكْرَهُهٗ وَكَانَ يَقُوْلُ اِذَا وَقَعَ فِيْ وَضُوْءٍ اَفْسَدَ الْوَضُوْءَ وَاِنْ اَصَابَ الثَّوْبَ مِنْهُ شَيْئٌ كَثِيْرٌ ثُمَّ صَلّٰى فِيْهِ اَعَادَ الصَّلٰوةَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَا اَرٰى بِهٖ بَاْسًا لَا يُفْسِدُ مَاءً وَلَا وَضُوْءً وَلَا ثَوْبًا﴾

”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے فرمایا جگالی کرنے والے جانور کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسے برا سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر کپڑے میں زیادہ مقدار میں لگ جائے اور آدمی اس میں نماز پڑھ لے (باوجود پاک کپڑے موجود ہونے کے) تو اب نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں اس سے نہ پانی ناپاک ہوتا ہے اور نہ ہی کپڑا“۔

رجل من اھل البصرۃ: اس سے مراد یونس بن عبید البصری ہیں۔

لغات: کرش: پھٹے ہوئے کھر۔ اونٹ اور شتر مرغ کی ٹاپ کو بھی کہتے ہیں۔

اَصَابَ: من الشئی: لینا۔ الشئی پانا، جڑ سے اکھیڑنا ہست کرنا۔

وَلَااَرٰی بہٖ: رَاٰی، یَرٰی، رَأْیًا وَ رُؤْیَۃً و رَاءَۃً و رِئْیَانًا بَصَارت یا بصیرت سے دیکھنا۔ یَرٰی کی اصل یَرْأَی ہے اور اصل کا استعمال نادر ہی ہوتا ہے۔ اور امر کا صیغہ رَ ہے۔ اور مضارع کا صیغہ گمان کے معنی میں مجہول ہی سناگیا ہے۔

بَأْسًا: اَلْبَأْس: بہادری، قوت، خوف، عذاب۔

لَابَأْسَ بہٖ: اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لَابَأْس عَلَیْک: تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں۔ لَابَأْس فیہ: اس میں کوئی حرج نہیں۔ لَابَأْسَ ان تَعْرِفُوْا: تمہارے جاننے میں کوئی دشواری نہیں۔

تشریح

بول ماکول اللحم میں دو مذہب

لَابَأْسَ بِبَوْلِ کُلِّ ذَاتِ کِرْشٍ: یہاں پر ماکول اللحم کے پیشاب کے حکم کے بارے میں اثر ہے اس بارے میں علماء کرام کے دو قول ہیں:

پہلا قول امام محمد، امام مالک، امام ابراہیم نخعی، امام احمد، سفیان ثوری، قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا کہ ان کے نزدیک ماکول اللحم کا پیشاب پاک ہے۔

دوسرا قول امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام شافعی، ابوثور، ابن حزم ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ کا کہ ان کے نزدیک نجس ہے۔[۱]

مگر ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف تداوی کے لئے جائز ہے بشرطیکہ ماہر معالج صرف اسی میں علاج بتائے۔

پہلے قول والوں کے مستدلات

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ کچھ لوگ قبیلہ عرینہ کے مدینہ میں آئے وہاں کی آب و ہوا ان کو موافق نہ آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا۔[۲]

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے پیشاب اور دودھ کے بارے میں فرمایا کہ وہ پیٹ کی بیماری کے لئے باعث شفاء ہے۔[۳]

تیسری روایت صَلُّوْا فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ: نماز پڑھو بکریوں کے باڑے میں۔

دوسرے قول والوں کے مستدلات

(۱) حدیث ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اِسْتَنْزِھُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَۃَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْہُ۔[۴]

(۲) دفن کرنے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ کو قبر نے زور سے بھینچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوا۔[۵]

پہلے قول والوں کے مستدلات کے جوابات

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ آپ کو ان کے بارے میں بذریعہ وحی بتایا گیا تھا کہ ان کے لئے پیشاب میں شفاء ہے۔

دوسرا جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف دودھ پینے کا حکم دیا تھا انہوں نے پیشاب خود ہی پیا تھا۔[۶]

تیسرا جواب: یہ روایت منسوخ ہے۔[۷] کیونکہ واقعہ عرینہ شوال یا ذیقعدہ یا جمادی الاولی میں ہوا اور روایت اِسْتَنْزِھُوْا مِنَ الْبَوْلِ کے راوی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور وہ مسلمان ہی ۷ ہجری میں ہوئے۔

چوتھا جواب: یہ ایک جزئی واقعہ ہے ہماری حدیث کلی ہے تو کلی مقدم ہوتی ہے۔

پانچواں جواب: ابتداء میں حلال تھا بعد میں حرام ہوگیا۔[۸]

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا باعث شفاء ہونا یہ اس کے حلال ہونے کی دلیل نہیں ہے کہ مجبوری میں بہت سی چیزیں حلال ہوجاتی ہیں مگر وہ فی نفسہ حلال نہیں ہوتی۔

تیسری روایت کا جواب: بکریاں بہت ہی فرمانبردار اور کمزور جانور ہیں تو جو جگہ خشک ہوچکی ہے وہاں پر کپڑا بچھاکر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

وَاِنْ اَصَابَ الثَّوْبَ مِنْہُ شَیْئٌ کَثِیْرٌ ثُمَّ صَلّٰی فِیْہِ اَعَادَ الصَّلٰوۃَ: تو یہ بات واضح ہوگئی کہ امام محمد کے نزدیک طاہر ہے تو اب اس سے کپڑے وغیرہ میں لگنے سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔[۹] مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے۔[۱۰] اس لئے چوتھائی حصے سے زیادہ لگ جائے تو اعادۃ الصلوۃ ہوگا۔[۱۱] یہی مذہب امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

تداوی بالمحرمات

کہ کسی حرام چیز سے علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اگر حالت اضطرار ہو اور اس حرام چیز کے استعمال کے بغیر ہلاکت قطعی ہو تو اب بقدر ضرورت اس کا استعمال بالاتفاق جائز ہے۔ اور اگر ہلاکت کا خوف نہ ہو تو اب اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد مطلقاً عدم جواز کا حکم لگاتے ہیں۔

امام مالک کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔

امام شافعی کے نزدیک تداوی بالحرام مطلقاً ناجائز ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ شراب کے علاوہ باقی تمام چیزوں سے اشد مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔ [۱۲]

امام ابویوسف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اس حرام چیز کے بغیر علاج ممکن نہیں تو تب تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

بقول ابن نجیم کے تداوی بالحرام جائز نہیں۔ [۱۳]

علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضرورت کے وقت میں جائز ہے۔ [۱۴] اور یہی بات علامہ شامی نے بھی لکھی ہے۔

احناف حدیث بالا کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ بات بتادی گئی تھی کہ ان لوگوں کی شفاء اونٹوں کے پیشاب میں منحصر ہے۔ اس لئے اس ایک قول کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیشاب پینے کا حکم فرمایا تھا۔

---

(۱) معارف السنن ۱/ ۲۲۳ فیض الباری ۱/ ۳۲۵ امانی الاحبار ۱/ ۱۰۹ فتح الباری ۱/ ۲۶۹ عمدۃ القاری ۱/ ۹۰۹۔

(۲) بخاری، ترمذی، عمدۃ القاری ۱/ ۹۱۹ طحاوی وغیرہ۔ (۳) طحاوی ۶۵۔

(۴) ابن ماجہ صفحہ ۲۹ حاکم ۱/ ۱۸۳ دار قطنی ۱/ ۴۷ صحیح ابن خزیمہ، کذافی معارف السنن۔

(۵) مسند احمد، مشکوۃ ۱/ ۲۶۔

(۶) جیسے کہ بخاری میں ۱/ ۲۴۲۳/ ۱۰۰۵ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۷) عمدۃ القاری ۱/ ۹۲۰۔ (۸) عمدۃ القاری ۱/ ۹۲۰۔

(۹) یہی بات جامع الصغیر صفحہ ۸ پر امام محمد نے لکھی ہے۔ (۱۰) بدائع الصنائع ۱/ ۴۱۔

(۱۱) یہی بات بحر الرائق ۱/ ۲۲۳ میں ہے۔ (۱۲) شرح معانی الآثار ۱/ ۵۴۔

(۱۳) بحر الرائق ۱/ ۲۲۳۔ (۱۴) عرف الشذی ۶۶۔

۳۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يُصِيْبُ ثَوْبَهٗ بَوْلُ الصَّبِيِّ، قَالَ اِذَالَمْ يَكُنْ اَكَلَ وَشَرِبَ اَجْزَاكَ اَنْ تَصُبَّ الْمَاءَ صَبًّا قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَعْجَبُ ذٰلِكَ اَنْ تَغْسِلَهٗ غَسْلاً وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ بچے کے پیشاب جو کپڑے میں لگ جائے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر بچے نے غذا نہ کھائی پی ہو تو اس پر پانی بہانا کافی ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے اچھی طرح سے دھویا جائے یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے“۔

لغات: اَجْزَأَكَ: جَزَا (ن) جَوْزًا وَ جُوُزًا وَ جَوَازًا و مَجَازًا الْمتكَان و بِالْمَكَان: چلنا۔ المکان: گزرجانا۔ ابیع: بیع کا پورا ہونا۔ (جوازًا) الْاَمْرُ: جائز ہونا کہا جاتا ہے۔ جَازَلَهٗ اَن يَّفْعَلَ كَذَا: اس کے لئے ایسا کرنا ممکن ہے الدرھم: رائج ہونا۔ اسھم اِلَی الصید: شکار سے ہٹ کر نکل جانا۔ عن الصید: شکار کو چھید کر نکل جانا۔ اَجَازَهٗ بِاَلْف دِرْهَمٍ: انعام دینا۔ علی اسمه نام کا ٹھیا بنانا۔ المَوْضِعَ: آگے بڑھ جانا۔ اَجَازَهٗ العَقَبَه: گھاٹی سے گذار دینا۔ صَبَّاصَبا (ن) صَبًّا الماء: پانی انڈیلنا۔ فی الوادی: وادی میں اترنا۔ الدِرْعَ: زرہ پہنا۔ صَبَبْتُ الدِرْعَ عَلٰی فُلَانٍ: میں نے فلاں کو زرہ پہنائی، کہا جاتا ہے۔ صَبَّ عَلَيْهِ الْبَلَاءَ مِنْ صَبَبٍ: اس نے اس پر اوپر سے مصیبت ڈالی۔ صَبَّاللّٰهُ عَلَيْه صَاعِقَة: اللہ اس کے اوپر بجلی ڈالے۔

واَعْجَبُ: (س) عَجَبًا مِنَ الامِرْ وَلَهٗ: تعجب کرنا۔ الیه: پسند کرنا۔ اَعْجَبَهٗ و عَجَّبَهٗ: تعجب میں ڈالنا۔ اُعْجِبَ بِاشئی: خوش ہونا اور تعجب کرنا۔ اُعْجِبَ بِنَفْسِه: غرور کرنا، تکبر کرنا، کیا جاتا ہے۔ ما اَعْجَبَهٗ بِرائيه: وہ اپنی رائے ہر مغرور ہے اور یہ شاذ ہے اس لئے کہ فعل تعجب مجہول سے بنایا گیا ہے۔

تشریح

بول صبی میں ائمہ کا اختلاف

یُصِيْبُ ثَوْبَهٗ بَوْلُ الصَّبِيِّ: بچہ یا بچی کے کھانا شروع کرنے سے پہلے (دودھ پینے کے زمانے میں) ان کے

پیشاب کا کیا حکم ہے اس میں دو قول ہیں:

پہلا قول: داؤد ظاہری، امام شافعی اور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق بچہ کا تو پیشاب پاک ہے مگر بچی کا ناپاک ہے۔

دوسرا قول: امام شافعی، امام احمد (کا دوسرا قول)، امام ابوحنیفہ، امام مالک، جمہور فقہاء محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپاک ہے خواہ بچہ ہو یا بچی۔

اَجْزَاكَ اَنْ تَصُبَّ الْمَاءَ صَبًّا: اس سے پاکی حاصل کرنے میں فقہاء کا اختلاف۔ اس میں تین قول ہیں:

پہلا قول: امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت امام احمد و امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ لڑکے کے پیشاب میں تو صرف چھینٹے مارنا کافی ہوگا مگر بچی کے پیشاب میں دھونا واجب ہوگا۔

دوسرا قول: امام مالک، ایک روایت امام شافعی کی، امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بچہ اور بچی دونوں میں چھینٹے مارنے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔

تیسرا قول: امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لڑکا لڑکی دونوں کا پیشاب دھونا واجب ہے۔

بچہ اور بچی کے پیشاب میں فرق

بعض ائمہ نے جو بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق بیان کیا ہے اس کی کئی وجوہات ممکن ہیں مثلاً:

① بچے کا پیشاب کا مخرج تنگ ہوتا ہے اس وجہ سے زیادہ نہیں پھیلتا بخلاف بچی کے اس کا مخرج کھلا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کا پیشاب زیادہ پھیل جاتا ہے۔

② بچہ کی طرف بچی کی بنسبت لوگوں کو زیادہ رغبت ہوتی ہے اس لئے یہ موجب تخفیف ہوگی۔

③ بچوں کو تمام مجالس میں لایا جاتا ہے بخلاف بچیوں کے کہ ان مجالس میں کم لایا جاتا ہے اس لئے بچے کے پیشاب میں تخفیف کر دی گئی۔

④ لڑکی کے مزاج میں برودت غالب ہونے کی وجہ سے اس کے پیشاب میں دسومت اور لزوجت چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے بخلاف لڑکے کے کہ اس کے مزاج میں حرارت غالب ہوتی ہے اس لئے اس کے پیشاب میں چکناہٹ نہیں ہوتی اس لئے جلدی صاف ہو جاتا ہے۔

پہلے اور دوسرے قول والوں کا استدلال

ان تمام روایات سے جس میں "رش" اور "نضح" کے الفاظ آتے ہیں۔[1] جس کے معنی چھینٹے مارنے کے ہیں۔

تیسرے قول والوں کا استدلال

صُبُّوْا عَلَيْهِ الْمَاءَ صَبًّا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی بہانے کا حکم فرمایا کہ اس پر پانی بہاؤ۔[2]
ایک دوسری روایت میں آتا ہے اِنَّمَا يُصَبُّ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ۔[3]

جواب: نضح اور رش کے لغت میں چھ معنی آتے ہیں: ① عضو پر پانی بہانا ② پانی سے پاکی حاصل کرنا۔ ③ استنجاء بالماء۔ ④ چھڑکنا۔ ⑤ غسل خفیف۔ ⑥ غسل مطلقاً۔

علماء احناف فرماتے ہیں کہ اگر صب الماء سے غسل خفیف مراد لیا جائے تو تمام روایات میں تطبیق ہوجائے گی۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شافعی مذہب ہونے کے باوجود فرماتے ہیں معنی تَنْضَحُهُ تَغْسِلُهُ۔[4]

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِنِّیْ لَاَعْرِفُ مَدِيْنَةً يَنْضَحُ الْبَحْرُ بِجَانِبِهَا یہاں پر بھی صب دھونے کے معنی میں ہے کیونکہ بحر مذکور شہر کے کنارے پر چڑھ جاتا ہے نہ کہ چھینٹا کنارے پر پڑتا ہے۔[5]

(۱) بخاری ۱/۳۵ ترمذی ۴۴ ابوداؤد ۴۸ مگر شرح موطأ زرقانی ۱/۱۱۵ نے لکھا ہے کہ صحیح مذہب امام مالک کا یہ ہے کہ دھونا واجب ہے۔
(۲) بخاری باب بول الصبیان۔
(۳) آثار السنن حدیث ۵۰۔
(۴) مسلم شرح نووی ۱/۱۴۰ عمدۃ القاری ۱/۸۸۳ فتح الملہم، التعلیق الصبیح، یہی بات اہل لغت بیان کرتے ہیں صحاح ۲۵۴ صراح ۳۲ مغرب ۲/۲۱۴۔
(۵) شرح معانی الآثار ۱/۵۵۔



۳٦

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَبُوْلُ قَائِمًا وَمَعَهُ دَرَاهِمُ فِيْهَا كِتَابٌ يَعْنِيْ اَلْقُرْاٰنُ فَكَرِهَهُ وَقَالَ تَكُوْنُ فِيْ هِمْيَانَ اَوْ مَصْرُوْرَةٍ اَحْسَنَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ، نَكْرَهُ اَنْ يُبَاشِرَهَا بِيَدَيْهِ وَفِيْهَا الْقُرْآنُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم اس شخص کے بارے میں جو کھڑے ہوکر پیشاب کررہا ہو کہ اگر اس کے پاس دراھم ہوں اور ان پر قرآن لکھا ہوا ہو تو فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا برا ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ ہمیانی یا تھیلی میں بند ہوں تو بہتر ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، یہ مکروہ ہے کہ آدمی اسے ہاتھوں میں لئے ہوئے ہو اور اس پر قرآن لکھا ہوا ہو یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں"۔

لغات: همیان، صرورۃ: وہ تھیلی جس میں روپیہ رکھتے ہیں۔الهِمْیَان: پیٹی۔وہ پیٹی جو تھیلی یا بٹوے کا کام دے۔ ج: همایین (دخیل)۔

مصروۃ: المَصْرُوْرُ: بندھا ہوا قیدی۔

تشریح

يَبُوْلُ قَائِمًا: یہ شرط اتفاقی ہے آگے آنے والا حکم ہر دو صورت میں ہے خواہ پیشاب کھڑے ہوکر کرے یا بیٹھ کر۔

كِتَابٌ: مراد قرآن ہے اگر قرآن نہ ہو تو یہ حکم نہیں ہوگا۔

بیت الخلاء میں ایسی چیز لے جانا جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو

فَكَرِهَهُ: اس حالات میں وہ پیشاب کرے یہ بعض کے نزدیک تو مکروہ ہے بعض نے اس کو حرام بھی کہا ہے پھر مکروہ میں بعض نے مکروہ تنزیہی کہا ہے بعض نے مکروہ تحریمی کہا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں اپنی انگوٹھی کو اتار کر جاتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسی چیز کو بیت الخلاء لے جانے کی

کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کہ ضرورت کی وجہ سے جائز قرار دیا جائے۔ اس مسئلہ میں صرف منصور باللہ کا اختلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بیت الخلاء میں جانے سے پہلے انگوٹھی نہ اتاری جائے کیونکہ اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور شریعت میں مال کو ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔[۱]

مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو وہ انگوٹھی ہو یا کوئی کاغذ ان کو بیت الخلاء میں لے جانا جائز نہیں ہے اس کو باہر ہی اتار دینا چاہیے اسی طرح جماع کے وقت میں غرض ہر اس حالت میں جو گندی ہو وہاں پر مقدس چیز کو نہیں لے جانا چاہیے۔[۲]

(۱) قلائد الازھار ۱/ ۸۶۔

(۲) بذل المجہود ۱/ ۱۳۔



۳۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی الرَّجُلِ یَبُوْلُ قَائِمًا قَالَ اِنْتَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی سُبَاطَةِ قَوْمٍ وَمَعَهٗ اَصْحَابُهٗ فَفَحَّجَ ثُمَّ بَالَ قَائِمًا فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهٖ حَتّٰی رَأَیْنَا اَنْ تَفَحُّجَهٗ شَفَقًا مِنَ الْبَوْلِ﴾

"اس شخص کے بارے میں جو کھڑے ہو کر پیشاب کرے اس کے بارے میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں رانیں کشادہ کیں اور کھڑے کھڑے پیشاب کرلیا۔ بعض صحابہ نے فرمایا ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹانگیں خوب پھیلائیں تاکہ پیشاب کے چھینٹے نہ پڑیں"۔

لغات: اِنْتَهٰی اِنْتَهٰی اِنْتِهَاءً: اشئی: انتہا کو پہنچنا۔ عن الشئی: رکنا۔ اِلَیْلَ الْمَثَلُ اوِالْخَبَرُ: پہنچا۔ بِفُلانٍ اِلَی مَوْضَعٍ کَذَا: پہنچا۔

اَلسُّبَاطَةُ: بال جو کنگھی کرنے سے گریں۔ کوڑا کرکٹ۔ کوڑا خانہ۔ فَضَحِجَ: فَحْجًا و فَحْجَةً و فَحَجَ فِی مَشْیَتِهٖ: قدم کے اگلے حصے کو قریب اور ایڑھوں کو دور کرنا صفت۔ (اَفْحَجَ) فَحَّجَ رِجْلَیْهِ: ٹانگوں کو پھیلانا۔

شَفَقًا: شَفِقَ (س) شَفَقًا من الامر: خوف کرنا۔ لالچ کرنا۔ عَلَیْهِ: مہربان ہونا، خیر خواہی و اصلاح کا خواہش مند ہونا صفت (شَفِقٌ و شُفُوْقٌ و شَفِیْقٌ) علی اشئی: بخل کرنا۔

تشریح

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم

اِنْتَهٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ: قوم کے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ پہنچے کیونکہ یہ جگہ نرم ہوتی ہے تاکہ چھینٹیں نہ اڑیں۔ اور یہ سباطہ قوم کسی کی ملکیت میں نہ تھا اور قوم کی طرف نسبت اسناد مجازی کے طور پر ہے۔[1]

مولانا خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں کہ اگر کہ وہ کسی کی ملکیت میں بھی تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے لئے اجازت ہے وہ کسی کی ملکیت میں بغیر اجازت کے تصرف کرے۔

بَالَ قَائِمًا: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

① سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر اور امام احمد کے نزدیک علی الاطلاق جائز ہے۔

② اہل ظاہر بالکل حرام کہتے ہیں۔

③ امام مالک اگر چھینٹے پڑنے کا خطرہ ہو تو حرام ورنہ کوئی حرج نہیں۔

④ احناف اور جمہور ائمہ کے نزدیک بغیر عذر کے مکروہ تنزیہی ہے عذر ہو تو جائز ہے۔ (۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کیوں پیشاب فرمایا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عموماً عادت تو بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا اس کی بہت سی توجیہات ممکن ہیں مثلاً۔

① امام بیہقی نے کہا عن وجع الصلب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر میں درد تھا اور عرب کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو اس کا علاج سمجھتے تھے۔ (۳)

② علامہ شبیر احمد عثمانی نے امام بیہقی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی سامنے کا حصہ بلند اور پچھلا حصہ نیچا تھا تو عذر تھا اس لئے ایسا کیا۔ (۴)

③ بعض نے فرمایا کہ یہ بیان جواز کے لئے تھا کیونکہ مکروہ تنزیہی بھی جواز کی ایک نوع ہے۔

④ شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی میں تھے اس لئے آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا تا کہ جلدی واپس لوٹ آئیں۔

---

(۱) فتح الباری ۱/۲۲۹۔

(۲) شامی ۱۴۰۔

(۳) سنن کبری ۱۰۱۔

(۴) فتح الملہم ۱/۴۳۱ شرح مسلم للنووی ۱/۱۳۳ عمدۃ القاری نے لمبی بحث کی ہے ۱/۸۹۵، ۸۹۷۔



بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ

استنجاء کا بیان

استنجاء، استجمار، استطابہ: ان تینوں کا ایک ہی معنی ہے کہ پیشاب پاخانہ کے مقام سے جو گندگی نکلے اس کو مخرج سے صاف کرنا۔ [1] اسی وجہ سے امام طحاوی نے استطابہ کہا اور امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو استجمار کہا اور امام قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس کا نام استنجاء کہا۔

۳۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقُوا الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا نَرٰى اَنَّ صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كَيْفَ تَاْتُوْنَ الْخَلَاءَ اِسْتِهْزَاءً بِهِمْ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ نَعَمْ۔ فَسَأَلُوْهُمْ فَقَالُوْا اَمَرَنَا اَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِفُرُوْجِنَا وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِاَيْمَانِنَا وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَجِيْعٍ وَّاَنْ نَسْتَنْجِيَ بِثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَالْغَسْلُ بِالْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ اَحَبُّ اِلَيْنَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مشرکین مسلمانوں سے ملے اور ان سے کہا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمہارے ساتھی تمہیں یہ بھی بتلاتے ہیں کہ تم بیت الخلاء کس طرح جایا کرو۔ (مقصد استہزاء تھا) مسلمانوں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے پھر اس کی تفصیل پوچھی تو انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم قبلہ کی طرف شرم گاہ کرکے نہ بیٹھیں اور دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں اور ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کریں اور یہ کہ ہم تین پتھروں سے استنجاء کریں۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں (لیکن) استنجا میں پانی سے دھونا ہمیں زیادہ پسند ہے اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"

لغات: لَقُوْا: لَقِيَ يَلْقٰى لِقَاءً و لِقَايَةً و لَقَاءَةً وَلُقْيَاناً و لِثْيَانًا و لِيقيًا وَلَقْيَةً وَ لُقِيْدً و لُقًى فُلَانًا: ملاقات کرنا۔ پانا۔ استقبال کرنا۔ دیکھنا۔

اِسْتِهْزَاءً: تَهَزَّءَ تَهَزُّءً و تَهَازَءَ تَهَازُءً و اِسْتَهْزَءَ اِسْتِهْزَاءً ٹھٹھا کرنا۔

بِفُرُوْجِنَا: اَلْفَرْج: دو چیزیں کے درمیان خلل سرحد۔ مِنَ الثَّوْب: کپڑے کا ٹھن۔ عِنَ الْاِنْسَان: شرم گاہ اور قبل و دبر دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ (ج) فُرُوْج فَرْجُ الْوَادِي: وادی کا بطن۔ فَرْجُ الطَّرِيْق: راستہ کا درمیانی حصہ۔ اَلْفَرْج و الفُرُج: تانت سے علیحدہ کمان۔ والفِرْج و الفُرَجَة من الرِجال: بھید نہ چھپانے والا مرد۔

وَلَانَسْتَنْجِيْ: الرَّجُلُ: پاخانہ کرنے کے بعد دھونا یا ڈھیلے سے پونچھنا۔ مِن كَذا: رہائی پانا۔ الشَّجَرَةَ: درخت کو جڑ سے کاٹنا۔ اشئی مِن فُلاَنٍ چھڑوانا۔ الثَمَرَ: پھل چننا۔ القوم: تر کھجوریں حاصل کرنا یا کھانا۔ الرَّجُلُ: تیز چلنا۔ شکست کھانا۔

بِاَيْمَانِنَا: اليَمِيْن: داہنا ہاتھ۔

بِعَظْمٍ: ہڈی (ج) اَعْظُمُ و عِظَام و عِظَامَة عَظْمُ الشِئی و عُظْمُهٗ چیز کا بڑا حصہ (ج) اَعْظَام عَظْمَة: ہڈی کا ٹکڑا۔

وَلَا بِرَجِيْع: الرَجِيْع۔ مِنَ الْكَلام واپس کی ہوئی گفتگو، لید، گوبر، تالاب، موسم بہار کی سبزی، اونٹ کی جگالی، ہر واپس کی ہوئی چیز، پرانا کپڑا، پسینہ، ٹھنڈا کھانا جو دوبارہ گرم کیا جائے۔ بَعِير رَجِيْعٌ: سفر سے تھکا ہوا اونٹ۔ (ج) رجائع، دَابةٌ رَجِيْعُ اَسْفَارٍ: بار بار سفر میں لوٹ لوٹ جانے والا چوپایہ۔

تشریح

اس حدیث میں کئی مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ: استقبال واستدبار قبلہ میں ائمہ کے مذاہب

اَمَرَنَا اَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ: کہ ہم کو حکم دیا کہ ہم شرم گاہ قبلہ کی طرف کرکے نہ بیٹھیں اس مسئلہ میں آٹھ مذاہب ہیں:

① استقبال اور استدبار دونوں ناجائز ہیں خواہ آبادی ہو یا جنگل ہو۔ یہ مسلک عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مجاھد، ابراہیم النخعی، امام ابوحنیفہ، امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور امام احمد رحمۃ اللہ سے بھی اسی قسم کی ایک روایت ہے۔

② استقبال اور استدبار دونوں جائز ہیں خواہ آبادی میں ہو یا جنگل میں ہو۔ یہ مسلک حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ربیعۃ الرائے اور داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے۔

③ استقبال اور استدبار دونوں جنگل میں ناجائز ہیں لیکن آبادی میں جائز ہے۔ یہ مسلک ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، امام مالک، امام شافعی اور ایک روایت امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہے استدلال حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے کرتے ہیں۔[۲]

④ استقبال مطلقاً ناجائز اور استدبار مطلقاً جائز ہے۔ یہ مسلک اہل ظاہر ایک ایک روایت امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کی بھی ہے۔

⑤ استقبال ہر صورت میں جائز اور استدبار آبادی میں جائز اور جنگل میں ناجائز یہ مسلک امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

⑥ استقبال و استدبار کعبۃ اللہ، بیت المقدس کا ناجائز ہے باقی جگہوں کا جائز ہے۔ یہ مسلک محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے۔

⑦ استقبال و استدبار اہل مدینہ کے لئے حرام ہے۔ یہ مسلک ابوعوانہ کا ہے۔

⑧ استقبال و استدبار مطلقاً مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ ایک روایت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔[۳]

احناف کے مذہب کو ترجیح

احناف کا استدلال حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس کو محدثین نے کئی وجوہات سے ترجیح دی ہے۔[۴]

① یہ روایت باتفاق محدثین اصح مافی الباب ہے۔

② یہ روایت ضابطہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ باقی جزئیہ حیثیت کی ہیں۔

③ یہ روایت حرمت کو بیان کرتی ہے تعارض کے وقت حرمت والی روایت مقدم ہوتی ہے۔

④ قولی روایت ہے اور تعارض کے وقت قولی روایت مقدم ہوتی ہے فعلی پر۔

⑤ کئی دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔[۵]

⑥ قرآن سے بھی تائید ہوتی ہے۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

⑦ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں جو ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

⑧ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضلہ پاک تھا اس لئے ایسا فرمایا۔[۶]

نوٹ: علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شامی میں لکھا ہے کہ استقبال اور استدبار سے مراد عضو مخصوص کا ہونا

ہے اگر سر یا چہرہ قبلہ کی طرف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[7]

دوسرا مسئلہ

وَلاَ نَسْتَنْجِیَ بَاَیْمَانِنَا: کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں۔ سنت یہی ہے کہ آدمی بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔[8] یہ تمام ائمہ کے نزدیک منع ہے۔

حدیث بالا سے بھی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے جس کے آخر میں ہے کہ کوئی داہنے ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو نہ چھوئے۔[9]

تیسرا مسئلہ

وَلاَ نَسْتَنْجِیَ بِعَظْمٍ وَلاَ بِرَجِیْعٍ: ہڈی کے ساتھ استنجاء نہ کریں اسی طرح گوبر وغیرہ کے ساتھ۔ ان کے ساتھ بھی استنجاء کرنا منع ہے۔ اس میں علماء کے دو قول ہیں:

پہلا قول: امام شافعی، امام مالک، امام احمد، داؤد ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اگر ہڈی سے صفائی بھی حاصل ہو جائے تب بھی استنجاء صحیح نہیں ہے۔

دوسرا قول: امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ایک روایت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ مکروہ تحریمی ہے صفائی ہو جائے تو فریضہ ساقط ہو جائے گا۔[10]

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ دس چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے:

① ہڈی، ② چونا، ③ گوبر، ④ کوئلہ، ⑤ کاغذ، ⑥ کپڑے کا ٹکڑا، ⑦ درخت کا پتہ، ⑧ معتہ پہاڑی پودینہ ہے، ⑨ کھانے کی چیز اور ⑩ شیشہ۔[11]

چوتھا مسئلہ

وَاَنْ نَسْتَنْجِیَ بِثَلٰثَۃِ اَحْجَارٍ: کہ تین پتھروں سے استنجاء کریں۔

اس مسئلہ میں بھی فقہاء کے دو قول ہیں۔

پہلا قول امام شافعی، امام احمد، ابن شعبان، ابن حزم، اسحاق، سعید بن المسیب رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے کہ پتھروں کو استعمال کرنا واجب ہے۔

دوسرا قول امام ابوحنیفہ، امام مالک، داؤد ظاہری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تین پتھروں کا

استعمال مستحب ہے۔ [۱۲]

استدلال ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ:

﴿مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ﴾ [۱۳]

"جو پتھر کو استعمال کرے وہ طاق کرے جو ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں"۔ [۱۴]

اس حدیث کی بناء پر علماء احناف فرماتے ہیں کہ تین پتھروں کا استعمال واجب نہیں ہے۔ [۱۵] تین کا ذکر احادیث میں اس لئے آتا ہے کہ عموماً تین سے صفائی حاصل ہوجاتی ہے۔ [۱۶]

وَالْغَسْلُ بِالْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ اَحَبُّ اِلَيْنَا: آخر میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانی کو استعمال کرنا زیادہ اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پتھر اور پانی دونوں کو جمع کرتے تھے علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس بات میں جمہور سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ افضل صورت حجر وماء کو جمع کرنا ہے اگر ایک کو استعمال کرنا چاہئے تو پانی کا استعمال زیاہ افضل ہے کیونکہ اس سے نجاست کا عین و اثر دونوں ختم ہوجاتے ہیں بخلاف پتھر کے کہ اس سے عین کا ازالہ ہوتا ہے اثر کا نہیں۔ [۱۷]

---

(۱) شرح مجمع۔ (۲) نیل الاوطار ۱/۹۰ کفایہ میں پورے آٹھ مذاہب ہیں۔ وکذا فی معارف السنن ۱/۹۳، ۹۴۔

(۳) فتح الباری ۱/۱۷۴ شرح المہذب و شرح مسلم ۱۳۰، فتح الملہم میں کافی لمبی بحث ہے۔

(۴) تخریج ترمذی۔ (۵) تخریج صحاح ستہ میں ہے۔

(۶) حضرت سلمان فارسی، تخریج ترمذی مسلم ۱/۱۳۰ روایت ابوہریرۃ تخریج ابوداؤد ۱/۱۶ وابن ماجہ۔ اس میں حضرت ابوعوانہ حضرت سہل بن حنیف وغیرہ تخریج مجمع الزوائد میں ہے معقل بن یسار رواہ ابن ماجہ ۱/۲۷ ابوداؤد ۱/۳ عبداللہ بن حارث ابن جزء رواہ موارد الظمان ۱۳ا۔

(۷) علامہ ابن حجر شافعی، قاضی عیاض مالکی سب نے یہی کہا ہے۔

(۸) بدائع ۱/۲۱، فتح القدیر ۱/۱۹۰، عمدۃ القاری ۱/۷۲۷، شامی ۱/۲۳۷، بحرالرائق ۱/۲۴۲، شرح مسلم للنووی ۱/۱۳۰۔

(۹) جس کو صحاح ستہ نے نقل کیا ہے۔ (۱۰) بخاری۔

(۱۱) یہ دونوں قول معارف السنن ۱/۱۲۵ امانی الاحبار ۱/۷۵ بذل المجہود ۱/۶ شامی بحرالرائق ۱/۲۴۲۔ (۱۲) عمدۃ القاری۔

(۱۳) معارف السنن ۱/۱۱۴ فتح الملہم ۱/۴۲۲ امانی الاحبار ۲/۱۶۴ بذل المجہود ۱/۵۔

(۱۴) اس کی تخریج ابوداؤد، ابن ماجہ، طحاوی، بیہقی، دارمی، مسند احمد وغیرہ میں ہے۔

(۱۵) بذل المجہود ۱/۶ عمدۃ القاری ۱/۷۳۷ کفایہ ۱/۱۸۹۔ (۱۶) ہدایۃ۔

(۱۷) عمدۃ القاری۔ اس کو فتح القدیر میں ابن ہمام نے مسنون کہا ہے کیونکہ معدے میں آنتیں کمزور ہوگئی ہیں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی جمع میں الحجر والماء کی افضلیت پر جمہور سلف و خلف کا اجماع نقل کیا ہے یہی بات علامہ نووی نے بھی کہی ۱/۱۳۲۔

بَابُ مَسْحِ الْوَجْهِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِالْمِنْدِيْلِ وَقَصِّ الشَّارِبِ

وضو کے بعد تولیہ یا رومال کا استعمال اور مونچھیں کاٹنے کا بیان

اس باب میں وضو کرنے کے بعد تولئے کا استعمال اور وضو کرنے کے بعد مونچھیں اور ناخن کاٹے تو اب کیا دوبارہ وضو کرے یا پہلے والا وضو کافی ہوگا، اس کا بیان ہوگا۔

۳۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَتَوَضَّأُ فَيَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالثَّوْبِ قَالَ لَا بَأْسَ۔ ثُمَّ قَالَ اَرَأَيْتَ لَوِ اغْتَسَلَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ اَيَقُوْمُ حَتّٰى يَجُفَّ؟ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَلَا نَرٰى بِذَالِكَ بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"اس شخص کے بارے میں جو وضو کر کے کپڑے سے منہ پونچھ لے اس کے بارے میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں پھر فرمایا بتلایئے اگر سردی کی رات میں غسل کرے تو کیا خشک ہونے تک کھڑا رہے گا؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ہمارے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: مِنْدِيْلٌ: رومال جس سے آدمی پونچھے۔[1]

يَجُفُّ: جَفَّ (ض) جَفَفًا و جُفُوْفًا: خشک ہونا صفت۔ (جَافٌّ وَ جَفِيْفٌ) کیا جاتا ہے۔ جَفَّ لبده یعنی اس نے اقامت اختیار کرلی اور سفر کرنا چھوڑ دیا۔

جَفَّ (ن) جَفًّا۔ المال: جمع کر کے لے کر چلنا۔ جَفَّفَه تَجْفِيْفًا و تَجْفَافًا: خشک کرنا۔ جَفَّفَ الفرس: میا کھر پہنانا۔ اَلْجَفُّ و الجَفَّةُ و الجُفُّ و الجُفَّة: لوگوں کی جماعت۔ بڑی تعداد کہا جاتا ہے جَاءَ الْقَوْمُ جُفَّةً: ساری قوم آئی۔ اَلْجُفُّ: کھوکھلی نالی والی چیز بوڑھا کہا جاتا ہے۔ هو جُفُّ مالٍ: وہ مال کا منتظم ہے۔ اَلْجُفَّه: بڑا ڈول۔

تشریح

وضو کے پانی کو خشک کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

وضو کرنے کے بعد اعضاء کے خشک کرنے کے بارے میں فقہاء کا معمولی سا اختلاف ہے۔

سعید بن المسیب اور امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ اس کو مطلقاً مکروہ کہتے ہیں۔ استدلال حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے کرتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا۔ (۲)

اس میں جمہور کا قول یہ ہے کہ جس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں کہ جائز ہے استدلال اس روایت سے کرتے ہیں جس روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ عموماً اعضاء کو خشک فرمایا کرتے تھے۔ (۳)

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مستحب ہے خشک کرنا۔ احناف کے دو قول ہیں ایک قول میں ہے کہ مستحب دوسرے میں ہے کہ مباح اور یہی بات قاضی خان اور بحرالرائق میں ہے۔ (۴)

آپ نے دونوں پر عمل کیا ممکن ہے اس میں امت کے لئے آسانی مقصود ہو۔ دونوں میں سے کسی پر بھی عمل کرلیا۔ تو وہ سنت کے موافق ہو جائے گا۔

---

(۱) معارف السنن ۱/۲۰۲۔

(۲) رواہ امام بخاری ۱/۹۱۔

(۳) رواہ ترمذی۔

(۴) متاخرین نے فتویٰ اسی پر دیا ہے عمدۃ القاری نے اس پر لمبی اور بڑی نفیس بحث کی ہے ۲/۷ اسی طرح فتح الباری نے ۱/۲۵۲ میں بحث کی ہے۔



٤٠

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَقُصُّ اَظْفَارَهُ اَوْ يَاْخُذُ مِنْ شَعْرِهٖ قَالَ يُمِرُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَسَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ رُبَّمَا قَصَصْتُ اَظْفَارِيْ وَاَخَذْتُ مِنْ شَعْرِيْ وَلَمْ اُصِبَّهُ الْمَاءَ حَتّٰى اُصَلِّيَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو ناخن یا بال کاٹے تو اس پر پانی پھیر لے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے فرماتے تھے بسا اوقات میں نے اپنے ناخن اور بال کاٹے اور اس پر پانی بہائے بغیر نماز پڑھ لی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے"۔

لغات: یَقُصّ: قَصَّ (ن) قَصًّا۔ الشعرو نحوہ۔ قینچی سے بال وغیرہ کاٹنا۔ ۂ: کان کے اطراف کو کاٹنا اور کہا جاتا ہے۔ مایَقُصّ فِی یَدِہٖ شَیْئٌی کوئی چیز اس کے ہاتھ میں باقی نہیں رہتی۔ (واَقَصّ) المَوْتُ فُلَانًا: قریب الموت ہونا کہا جاتا ہے ضَرَبَہٗ حتیٰ قَصہٗ علی المَوْتِ وَ اَقَصَّہٗ مِنَ المَوْتِ اس کو مارا یہاں تک کہ اس کو موت کے قریب پہنچادیا۔ قَصَّتُ و اَقَصَّتِ الشَّاۃُ حمل ظاہر ہونا۔ صفت مُقِصٌّ ج مَقَاص اَقَص الامِیْرُ فُلَانًامِن فُلانٍ بدلہ لے لینا۔ وَاَقصّ الرجُلُ مِن نَفْسِہٖ اپنے آپ سے بدلہ لینا دینا۔

اَظْفَارَہٗ: الظِفر و الظُفر و الظُفر: ناخن ج اَظْفار جج اَظَافِیْر: کہا جاتا ہے۔ مَابَقِی فِی الدَّارِ ظُفُر: یعنی گھر میں کوئی باقی نہیں رہا۔ وَرَئَیْتُہٗ بِظُفرِہٖ: یعنی میں نے اس کو دیکھا وَقلَّمَ اَظْفارَہٗ عَن اَذَی النَاسِ: یعنی لوگوں کو تکلیف پہنچانی شروع کردی یا بالکل چھوڑ دیا وَکَسَّرَ اَظْفارہٗ فی فُلَانٍ: یعنی غیبت کی۔ ظُفُرُ النَسر و ظُفُر العُقاب: نباتات کی قسمیں الظُفر و الظَفر: ناخنہ (آنکھ کی ایک بیماری)

ظَفَّرَہٗ: کامیابی کی دعا کرنا۔ ظَفَّرَالشیئی: کس چیز میں ناخن چبھونا۔

الثَوْبَ: کپڑے پر خوشبو لگانا۔ الجِلْد: کھال کو ملنا۔ اَظْفَرَ فُلَانًا: منہ پر ناخن مارنا۔ تَظَافَرَ القَوْمُ: ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

تشریح

ناخن کاٹنے کے بعد پانی بہائے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے

قَصَصْتُ اَظْفَارِیْ: اگر کوئی ناخن یا بال کاٹے۔ اس پر پانی نہ بہائے تو اب نماز جائز ہے۔ یہی بات امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "کتاب الام" میں فرماتے ہیں کہ جو وضو کرکے پھر اپنے ناخن یا بال کو کاٹے تو وضو کا اعادہ نہیں ہوگا۔ مگر پانی بہادے تو اچھا ہوگا۔[1] یہی بات ردالمحتار میں ہے کہ اگر کسی نے وضو یا غسل کرکے ناخن یا بال کاٹے تو اب دوبارہ وضو یا غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔

مگر مجاہد اور حکم بن عیینہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی نے ناخن یا بال کاٹے پہلے اس کا وضو تھا تو اب دوبارہ اس کو وضو کرنا ہوگا۔

اور ابراہیم النخعی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ صرف ناخن اور بال کی جگہ پر پانی بہانا کافی ہوگا۔[2]

وَھُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ الْبَصْرِیْ: حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔ یہی قول امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے ناخن یا بال کاٹے یا موزے اتارے تو اس کو وضو کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔[3]

وَاَخَذْتُ مِنْ شَعْرِیْ: یہاں پر اس جملہ سے مراد قص شارب (مونچھوں کا کاٹنا) ہے کیونکہ مصنف نے شروع عنوان میں قص الشارب کہا تھا۔

سوال: وَاَخَذْتُ مِنْ شَعْرِیْ اس جملہ سے بدن کے ہر حصہ کے بال کا کاٹنا مراد ہوسکتا ہے اس کو صرف قص شارب کے ساتھ مخصوص کیوں کیا؟

جواب: وضو کے بعد کا مسئلہ ہے مراد یہ کہ وضو کے بعد مونچھوں کے بال کو کٹوایا تو اب دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں ہے دوسری جگہ کے بال کے کاٹنے کی وضو کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے اس سے قص الشارب ہی مراد ہوگا۔

---

(۱) قلائد الازہار بحوالہ کتاب الام ۱/۱۸۔

(۲) قلائد الازہار ۱/۹۷۔

(۳) باب من لم یری الوضوء الا من الحزجین یہی بات امام شافعی نے کتاب الام ۱/۱۸ پر فرمائی ہے۔

بَابُ السِّوَاكِ

مسواک کا بیان

مسواک کے دو معنی آتے ہیں: ① اسم جنس۔ ② مصدری معنی۔ یہاں پر دوسرا معنی مراد ہی ہے: ساک، یسوک، سوکا: بمعنی رگڑنا۔ بعض کہتے ہیں مسواک کا لفظ تساوک الابل سے مشتق ہے، کہ اونٹ کا اِدھر اُدھر مائل ہونا۔

٤١

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَلِيٍّ عَنْ تَمَامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ تَدْخُلُوْنَ عَلَيَّ قُلْحًا اِسْتَاكُوْا، وَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يَّسْتَاكُوْا عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَالسِّوَاكُ عِنْدَنَا مِنَ السُّنَّةِ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّتْرَكَ﴾

”حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم میرے پاس زرد دانتوں کے ساتھ داخل ہوتے ہو؟ مسواک کیا کرو، اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مسواک کرنا ہمارے یہاں سنت ہے اسے چھوڑنا نہیں چاہئے“۔

لغات: قُلْحًا: یہ جمع ہے، اَقْلَحْ کی، اَقْلَحْ دانتوں کے اوپر کے اوپر کی کائی کو کہتے ہیں۔

قَلَحًا: قَلِحَ (س) قَلَحًا: زرد دانتوں والا ہونا۔ قَلِحَتْ اَسْنَانُهُ: دانتوں کا زرد ہونا قَلِحٌ و اَقْلَحُ: صفت مؤنث۔ قَلِحَةٌ و قَلْحاء ج قُلْح۔

اِسْتَاكُوْا: سَاكَ يَسُوْكُ سَوْكًا وَ سَوَّكَ۔ الشَّيْئ: رگڑنا۔ ملنا۔ اور اسی سے ہے ”سَاكَ الْاِنْسَانُ بِالْعُوْدِ“ اس نے دانتوں کو لکڑی سے رگڑا۔

تَسَوَّكَ تَسَوُّكًا و اِسْتَاكَ اِسْتِيَاكًا۔ مسواک کرنا السِّوَاک۔ ج سُوْک و (المِسْوَاک) ج مَسَاوِيْک دانت صاف کرنے کی لکڑی۔ مسواک۔

سَاكَ سِوَاكًا و سَاوَكَ آہستہ چلنا۔ کمزوری کی وجہ سے لڑکھڑا کر چلنا۔

اَشُقَّ: شَقَّ (ن) شَقًا و مَشَقَّةً الْاَمْرُ: دشوار ہونا۔ علٰی فُلانٍ: مشقت میں ڈالنا۔ اَبْرَقُ: بجلی کا وسط آسمان تک سیدھی پھیلنا۔ الفرس: دوڑنے میں ایک جانب کو جھکنا (شُقُوْقًا) النَبْتُ: اُگنا۔ نابُ البَعِيْر: دانت نکلنا (شَقًّا) الصُّبْحُ فجر طلوع ہونا۔

تشریح

بیان مذاہب

جمہور علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ مسواک کا استعمال سنت ہے۔ [1]

غیر مقلدین داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک مسواک کا استعمال واجب ہے۔ [2] ان کا استدلال حدیث بالا سے ہے لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَ مَرْتُهُمْ اَنْ يَسْتَاكُوْا۔

جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں پر امر استحباب کے لئے ہے۔

دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ خود اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ اس پر دال ہے کہ یہاں امر سے مراد امر وجوبی نہیں ہے اگر وجوبی ہوتا تو اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ نہ فرمایا جاتا۔

تیسرا جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا لَوْلَا الْحَرَجُ لَجَعَلْتُ السِّوَاكَ شَرْطًا لِلصَّلٰوةِ كَالْوُضُوْءِ کہ اگر حرج نہ ہوتا تو مسواک کو وضو کی طرح شرط کر دیا جاتا (مگر ایسا نہیں کیا گیا)۔

مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی

عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ: ہر نماز کے لئے۔ احناف مسواک کو وضو کی سنت میں بیان کرتے ہیں۔ [3] اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو نماز کی سنت میں فرماتے ہیں۔ [4]

دلائل احناف

حدیث ابی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ السِّوَاكَ مَعَ الْوُضُوْءِ۔ [5]

حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ السِّوَاكَ مَعَ وُضُوْءِ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ [6]

حدیث علی لَوْلاَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَ مَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔ (۷)

دلائل شوافع

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ سے استدلال فرماتے ہیں جس پر عند کل صلوۃ کا لفظ آتا ہے حدیث بالا میں بھی اسی طرح ہے۔

امام شافعی کے استدلال کا جواب

احناف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی روایت میں مضاف محذوف ہوتا ہے یعنی عِنْدَ وُضُوْءِ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔

احناف کے مذہب کی وجہ ترجیح

احناف کی روایات ثقات سے منقول ہیں اس لئے مقدم ہوں گی۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں قیام صلوۃ کے وقت کوئی ایک صحابی بھی مسواک کے عمل کو نقل نہیں کرتا اور ایسا نقل صحیح معتبر سند کے ساتھ ذخیرہ احادیث میں نہیں ملتا (واللہ اعلم)

انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احناف اور شوافع کا یہ ایک اختلاف کافی عرصہ سے کتابوں میں نقل ہوتا چلا آرہا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ محض نزاع لفظی ہے ثمرہ اختلاف اس وقت نکلے گا کہ اگر کوئی شخص پرانے وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا ارادہ کرے تو احناف کے نزدیک بھی اس کو مسواک کرنا مسنون ہے جیسے کہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیام الی الصلوٰۃ کے وقت مستحب ہے:

﴿وَالْاِسْتِحْبَابُ وَالسُّنِّیَّۃُ کِلاَ ھُمَا مُتَقَارِبَانِ لَا تَخَالُفَ بَیْنَھُمَا وَیَکْفِیْ لِرَفْعِ الْخِلَافِ ھٰذَا الْقَدْرُ﴾ (۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۹)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام جعفر، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام ابوطالب، والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ اکتیس بتیس آدمیوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور دربار حبشہ میں اسلام کی ترجمانی کی۔ ۷ ہجری میں پھر مدینہ واپس آئے۔ مدینہ میں اس وقت مسلمان فتح خیبر کی خوشی منا رہے تھے۔ ان کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی چوما۔ (بخاری)

وفات: غزوہ موتہ میں شہید ہوئے (طبقات ابن سعد) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے ان کے بدن کے زخموں کو شمار کیا تو نوے سے متجاوز تھے۔ (بخاری باب غزوۃ موتہ)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ کیجئے:

اسد الغابہ ۱/۲۸۷ طبقات ابن سعد ۱/ ۲۳ مسند احمد ۱/ ۲۰۱ تا ۲۰۳ صحیح بخاری مناقب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہذیب التہذیب ۹۸/۲

نوٹ: اس سے معلوم ہوا صحیح سند اس طرح ہے جعفر بن تمام بن عباس بن عبد المطلب۔ عبارت میں قلب ہوا ہے۔

حضرت ابو علی کے مختصر حالات: ابو علی کنیت ہے ان کا نام حسن ہے۔

ان کے اساتذہ میں جعفر بن تمام مشہور ہیں۔

شاگردوں میں فضیل بن عیاض، ابو حنیفہ، عبد الحمید، سفیان ثوری، قیس بن الربیع وغیرہ ہیں۔

مزید حالت کے لئے تعجیل المنفعۃ ۴/ ۵۰۷ جواہر النقی ۱/ ۱۳ عقود ۱/ ۲۵ کا مطالعہ کریں۔

حضرت تمام کے مختصر حالات: تمام بن عباس ہے۔ (کتاب میں تمام عن جعفر ہے جو صحیح نہیں ہے)۔ (التعجیل المنفعۃ ۷۰) یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں ان کو ابن حبان نے ثقہ تابعین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ ابو زرعۃ نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔

شاگرد: ان سے زہری، ابو حنیفہ، سفیان ثوری، منصور رحمہم اللہ تعالیٰ روایت نقل کرتے ہیں۔

مزید حالات کے لئے تعجیل المنفعۃ ۷۰ عقود الجواہر، جواہر النقی ملاحظہ کیجئے۔

---

(۱) مقیاس اللغۃ۔ (۲) شامی نے ۱/ ۸۰ میں مسواک کو سنت موکدہ کہا ہے۔

(۳) علامہ عینی نے بنایہ میں اسحاق بن راہویہ کا یہی قول نقل کیا ہے یہی بات امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مگر اس کو علامہ نووی رد کرتے ہیں کہ اس قول کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں۔

(۴) متون کی کتب میں مثلاً قدوری، وقایہ، شرح وقایہ تنویر الابصار وغیرہ میں یہی لکھا ہے۔

(۵) مستدرک حاکم ۱/ ۱۴۶۔

(۶) آثار السنن حدیث ۱۲۰۔

(۷) آثار السنن حدیث ۱۲۱۔

(۸) فتح القدیر۔

(۹) معارف السنن ۱/ ۱۴۵، ۱۴۴۔



٤٢

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَسْتَاكُ الْمُحْرِمُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مرد اور عورت حالت احرام میں بھی مسواک کریں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَلْمُحْرِمُ: المَحْرَمَة والمَحْرُمَة۔ ہر وہ چیز جس کی پردہ دری جائز نہ ہو۔ (ج) مَحَارِم

تشریح

حالت احرام میں مسواک کرنے کا حکم

يَسْتَاكُ الْمُحْرِمُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ: حالت احرام میں بھی مسواک کیا جاسکتا ہے۔ اس بات کو بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حاجی کے لئے تو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے جسم کے میل کچیل کو صاف نہیں کرے گا تو اس اثر کو لاکر یہ بتایا جارہا ہے کہ دانتوں کا مسئلہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ مسواک کے ذریعہ سے اگر دانت صاف کرے تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ یہی مسلک جمہور علماء کا ہے۔ (۱)

مسواک سنن دین میں سے ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسواک علی الاطلاق سنن دین میں سے ہے اسی وجہ سے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مسواک وضوء کے خصائص میں سے نہیں ہے جبکہ یہ دوسرے حالات میں بھی مستحب ہے مثلاً جس وقت منہ سے بو آرہی ہو یا نیند سے اٹھے، نماز کا ارادہ کرے، جب گھر میں داخل ہو، لوگوں کے کسی اجتماع میں شرکت کرتے وقت، قرآن کی تلاوت کے وقت۔ (۲)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا دین کی سنتوں میں سے ہے لہٰذا اس کے لئے سب حالات برابر ہیں۔ (۳)

(۱) قلائد الازھار ۱/۱۰۲۔ (۲) شامی ۱/۱۰۵۔ (۳) فتح الملہم ۱/۴۱۶ عمدۃ القاری ۳/۲۵۶۔

بَابُ وُضُوْءِ الْمَرْأَةِ وَمَسْحِ الْخِمَارِ

عورت کے وضو اور دوپٹہ پر مسح کرنے کا بیان

۴۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَمْسَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى رَاْسِهَا عَلَى الشَّعْرِ وَلَا يُجْزِئُهَا اَنْ تَمْسَحَ عَلٰى خِمَارِهَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے فرمایا عورت سر کے بالوں پر مسح کرے گی دوپٹہ پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: خِمَارِهَا: اَلْخِمَارُ: اوڑھنی، دوپٹہ، پردہ۔ (ج) اَخْمِرَة و خُمُر و خُمْر کہا جاتا ہے مَاشَمَّ خِمَارَكَ؟ یعنی کیا چیز تجھ کو لاحق ہوی جس نے تجھ کو تیری حالت سے بدل دیا۔

تشریح

عورت کو دوپٹہ پر اور مرد کو عمامہ پر مسح کرنا ناجائز ہے

لَا يُجْزِئُهَا اَنْ تَمْسَحَ عَلٰى خِمَارِهَا: جس طرح عورت کو دوپٹہ پر مسح کرنا منع ہے اسی طرح مردوں کو عمامہ پر مسح کرنا منع ہے مگر امام احمد، امام اوزاعی، وکیع بن الجراح، امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسح علی العمامہ جائز ہے مگر چند شرائط کے ساتھ:

① عمامہ کمال طہارت پر باندھا گیا ہو جیسے کہ خفین میں تھا۔

② عمامہ پورے سر کو ڈھانپے ہوئے ہو۔

③ عرب کے انداز پر باندھا گیا ہو کہ داڑھی کے نیچے سے لاکر باندھا گیا ہو ورنہ جائز نہیں ہوگا۔ [1]

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے مگر سر کی مقدار مفروض کا مسح کرنے کے بعد سنت استیعاب

عمامہ پر ادا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ عمامہ وغیرہ کے کھولنے میں حرج ہو۔
احناف اور مالکی مذہب میں مسح علی العمامہ والخمار بالکل ناجائز ہے۔ (۲)

مثبتین مسح کے مستدلات

حدیث بلال رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَالْخِمَارِ۔ (۳)

حدیث عروۃ بن امیۃ ضمری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلٰی عِمَامَتِہٖ وَخُفَّیْہِ۔ (۴)

مانعین مسح کی دلیل

قرآن کی آیت وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ اگر دوپٹہ یا عمامہ پر مسح کیا تو سر کا مسح نہیں ہوگا۔ اور احادیث و اخبار آحاد سے قرآن میں زیادتی نہیں کی جاسکتی۔

جوابات مثبتین مسح کے مستدلات

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ نے مسح راس کو فرض کیا ہے اور جن احادیث میں مسح کا ذکر آتا ہے ان میں تاویل بھی ممکن ہے تو اب یقینی بات کو احتمال والی بات کی وجہ سے کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ (۵)

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح علی ناصیۃ و العمامۃ پر عمل کیا تھا مگر بعد میں اختصاراً صرف مسح ناصیتہ باقی رہ گیا ترمذی وغیرہ میں الفاظ موجود ہیں اَنَّہٗ مَسَحَ عَلٰی نَاصِیَتِہٖ وَعِمَامَتِہٖ
تیسرا جواب یہ منسوخ ہوگیا ہو یہی بات امام محمد سے بھی منقول ہے۔ (۶)
چوتھا جواب انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ جب آدمی کا وضو ہو پھر وضو کیا ہو تو اب دوپٹہ یا عمامہ پر مسح کرلے کیونکہ پہلے تو اس کا وضو موجود ہے۔
پانچواں جواب: اگر دوپٹہ باریک ہو یا عمامہ چھوٹا ہو کہ مسح کرنے کا اثر نیچے تک جاسکتا ہو تو اب سر پر مسح کرلیا تو جائز ہوجائے گا۔

---

(۱) المغنی ابن قدامہ، عمدۃ القاری ۸/۸۵۵۔

(۲) موطأ امام مالک کی طرح زرقانی میں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسح علی العمامۃ والخمار کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا سر پر مسح کرے ان چیزوں پر مسح نہیں ہوتا شرح زرقانی ۱/۷۰۔

(۳) رواہ مسلم۔

(۴) رواہ بخاری۔

(۵) معارف السنن۔

(۶) موطأ امام محمد باب مسح علی العمامۃ والخمار صفحہ ۱۷ نیز اس پر اعلاء السنن میں کافی مفصل بحث کی گئی ہے فراجعہ ۱/۸ تا ۷۳۔



٤٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَايُجْزِئُ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَمْسَحَ صُدْغَيْهَا حَتّٰى تَمْسَحَ رَاْسَهَا كَمَا يَمْسَحُ الرَّجُلُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَمَّا نَحْنُ فَنَقُوْلُ اِذَا مَسَحَتْ مَوْضِعَ الشَّعْرِ فَمَسَحَتْ مِنْ ذَالِكَ مِقْدَارَ ثُلُثِ اَصَابِعَ اَجْزَاهَا وَاَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ تَمْسَحَ كَمَا يَمْسَحُ الرَّجُلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے کنپٹیوں پر مسح کرنا کافی نہیں ہے جب تک سر پر اس طرح مسح نہ کرے جیسے کہ مرد کرتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں اگر عورت نے بالوں کی جگہ پر مسح کیا تو تین انگلیوں کی مقدار بالوں پر مسح کرلیا تو فرض ادا ہوجائے گا مگر پسندیدہ یہ ہے کہ عورت بھی مرد کی طرح مسح کرے یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: صُدْغَيْهَا: الصُدْغ کنپٹی۔ کنپٹی کے بال (ج) اَصْدَاغ۔

تشریح

مقدار مسح راس میں مذاہب ائمہ

لَايُجْزِئُ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَمْسَحَ صُدْغَيْهَا: فرضیت مسح رأس میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ مقدار مفروض میں اختلاف ہے۔ جمہور احناف کے نزدیک مختار ربع رأس ہے، صاحب نہایہ نے یہاں پر پانچ قول نقل کئے ہیں:

① جمہور احناف ربع رأس (جیسے کہ ابھی گذرا)
② امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ تین انگلیوں کے بقدر (جیسے کہ اثر بالا میں ہے)
③ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تین بالوں کے بقدر ایک بال کا مسح بھی کافی ہوجائے گا۔
④ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ استیعاب رأس فرماتے ہیں۔
⑤ حسن بصری اکثر رأس کا مسح کرنے کو فرماتے ہیں۔ (۱)

کیا تین انگلیوں کے مقدار مسح کرنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے؟

فَمَسَحَتْ مِنْ ذٰلِكَ مِقْدَارَ ثَلٰثِ اَصَابِعَ اَجْزَاهَا: کہ تین انگلیوں کی مقدار بالوں پر مسح کرلیا تو فرض ادا ہوجائے گا اس کے بارے میں صاحب بنایہ فرماتے ہیں کہ احناف کی ظاہری روایت تو مقدار ناصیہ کی ہی ہے اور تین انگلیوں کا کافی ہوجانا یہ روایت نوادر کی ہے جس کو ابن رستم نے اپنے نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، بحرالرائق میں ہے کہ روایات و درایات ہر دو اعتبار سے چوتھائی سر کے مسح والی اصح ہے اور سر پر مسح تمام قسموں کا اتفاق ہے۔ (۲)

شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ تین انگلیوں والی روایت کو بعض مشائخ نے صحیح کہا ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ ہاتھ سے مسح ہوتا ہے اور ہاتھ میں اصل انگلیاں ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی صرف انگلیاں کاٹ دے تو پورے ہاتھ کی دیت لازم آتی ہے۔ تین انگلیاں ہاتھ کا اکثر حصہ ہے اکثر کے لئے کل کا حکم ہوتا ہے۔ (۳) احناف کا فتویٰ ربع الرأس پر ہے۔

اَنْ تَمْسَحَ كَمَا يَمْسَحُ الرَّجُلُ: کہ عورت مرد کی طرح مسح کرے گی یہی بات جمہور علماء فرماتے ہیں۔

---

(۱) کذافی عمدۃ القاری ۱/ ۶۵۳ و احکام القرآن للجصاص ۴/ ۴۱۷ و فتح الملہم۔

(۲) بحرالرائق۔

(۳) فتح القدیر ۱/ ۱۵۔



بَابُ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ

جنابت کے غسل کا بیان

جنابت کے لغوی و اصلاحی معنی: لغت میں جنابت کے معنی ہوتے ہیں دوری کے۔ ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ:

﴿اَلْجُنُبُ الَّذِیْ یَجِبُ عَلَیْهِ الْغُسْلُ بِالْجِمَاعِ وَخُرُوْجِ الْمَنِیِّ، وَیَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَیْنِ وَالْجَمْعِ وَالْمُؤَنَّثِ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ، وَالْجَنَابَةُ الْاِسْمُ وَهِیَ فِی الْاَصْلِ اَلْبُعْدُ سُمِّیَ الْاِنْسَانُ جُنُبًا لِاَنَّهٗ نُهِیَ اَنْ یَقْرُبَ مَوَاضِعَ الصَّلٰوةِ مَالَمْ یَتَطَهَّرْ﴾ (۱)

مطلب یہ ہے جنبی اس کو کہتے ہیں جس پر غسل واجب ہوگیا ہو جماع کی وجہ سے منی کے نکلنے کی وجہ سے اور اس کا اطلاق واحد، تثنیہ، جمع، مؤنث، سب پر ہوتا ہے اس کا اصلی معنی بعد اور دوری کے ہیں جنبی آدمی کو جنبی اس لئے کہتے ہیں کہ جب تک یہ غسل سے پاک نہ ہوجائے اس وقت تک مواضع صلوٰۃ کے قریب ہونے سے روک دیا جاتا ہے۔

٤٥

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ جب دونوں ختنے والی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہوگیا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے"۔

لغات: خِتَانَانِ: خَتَنَ (ن ض) الشئی: کاٹنا۔ الصبئی۔ ختنہ کرنا الخِتَان و الخِتَانَة ختنہ۔

تشریح

اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ: جب دونوں ختنے والی جگہ مل جائیں۔ عرب کے یہاں عورتوں میں بھی ختنے کا

رواج تھا۔ [۲] اگرچہ عورت کے ختنے کو خفاض کہتے ہیں مگر یہاں پر تغلیباً دونوں کے لئے ختانان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ [۳]

عورت کی شرم گاہ میں مرد عضو تناسل اگلے حصے کا چلا جانا یہ التقاء ختانین کہلاتا ہے۔ یہ شہوت سے ہو یا بلاشہوت قوت سے ہو یا بلاقوت زبردستی ہو یا خوشی سے انزال ہو یا نہ ہو ہر صورت میں موجب غسل ہے۔

مسئلہ ختان میں اختلاف صحابہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ابتداء زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کچھ اختلاف تھا صحابہ کی ایک جماعت قائل تھی کہ جب تک انزال نہ ہو [۴] محض اکسال یعنی التقاء الختانین موجب غسل نہیں ہے مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کی تحقیق امہات المومنین سے کی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واضح الفاظ میں فرمایا:

﴿إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَسَلْنَا﴾ [۵]

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کروایا کہ آج کے بعد سے اگر کوئی اس کے خلاف رائے کا اظہار کرے گا تو اس کو عبرتناک سزا دی جائے گی تو یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا۔ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک التقاء ختانین کی وجہ سے غسل واجب ہو گا۔ اور اہل ظواہر میں داؤد ظاہری وغیرہ کا اختلاف کرنا کہ جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا اجماع کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ [۶]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات: نام عائشہ لقب حمیرۃ اور صدیقہ، والد کا نام ابوبکر، والدہ کا نام زینب۔ بعثت کے چار برس کے بعد شوال کے مہینہ میں پیدا ہوئیں۔ بچپن ہی سے اسلام پر اپنے والدین کو پایا۔ (بخاری ۱/۲۵۲) پہلے یہ جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔ پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔ ۱۰ ہجری میں اس وقت ان کی عمر ۶ سال تھی۔ غزوہ احد، غزوۂ مصطلق وغیرہ میں شریک ہوئیں۔
ان کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ان کے حجرے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن بننا نصیب ہوا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی بھی ہم کو ایسی مشکل پیش نہیں آئی کہ ہم نے اس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا اور ان کے پاس اس کے متعلق علم نہ ہو۔ (ترمذی)
امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لو جمع علم الناس کلھم ثم علم ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانت

عائشۃ وسعھم علما۔ اگر تمام مردوں کا اور امہات المؤمنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم وسیع تر ہوگا۔(طبقات ابن سعد)

ان سے ۲۲۱۰ روایات منقول ہیں جن میں سے ۱۷۴ پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہے بخاری میں ۵۴ اور مسلم میں ۶۸ منفرد ہیں۔

وفات: امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور میں رمضان ۵۸ھ میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۶۷ سال تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ۴۰/۸ بخاری ۵۸۱/۲ مستدرک حاکم ۸/۴

---

(۱) نہایہ۔ اسی کے قریب قریب عمدۃ القاری ۲/۲ پر ہے۔

(۲) ختنہ مردوں کے لئے سنت اور عورتوں کے لئے مکرمۃ للنساء ہے وھو لحمۃ فی اعلی الفرج عند نقب البول کعرف الدیک وکانت العرب تختن المرأۃ وتعدھا مکرمۃ لھا لکون الجماع بالمختونۃ الذ۔ (فتح القدیر ۵۵/۱ معارف السنن ۳۶۹/۱)

(۳) فتح الباری ۳۳۳/۱ اس مسئلہ میں امام مالک احناف کے ساتھ ہیں مرد کے لئے سنت ہے عورتوں کے لئے نہیں۔

(۴) یہ رائے عبداللہ بن عباس، ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری، سعد بن وقاص، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، ابن مسعود، علی، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مگر بعد میں ان سب کا رجوع ثابت ہے دیکھیں معالم السنن ۱۵۰/۱۔

(۵) ترمذی باب ماجاء اذا التقی الختانان، طحاوی ۳۱ موطأ امام مالک ۱۶۔

(۶) بدایۃ المجتہد ۴۵/۱ معالم السنن ۱۵۰/۱ نیل الاوطار ۲۴۱/۱ عمدۃ القاری ۷۷/۲ فتح الباری ۲۷۵/۱ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱۰۶/۱ فتح الملہم ۴۸۴/۱ بذل المجہود ۱۳۳/۱ اوجز المسالک ۱۰۵/۱ امانی الاحبار ۲۷۹/۱ بحرالرائق ۵۳/۱۔



٤٦

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ السُّبَيْعِيُّ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصِيْبُ مِنْ اَهْلِهِ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ، فَيَنَامُ وَلاَ يُصِيْبُ مَاءً فَاِنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ عَادَ وَاغْتَسَلَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ لاَ بَاْسَ اِذَا اَصَابَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ اَنْ يَّنَامَ قَبْلَ اَنْ يَّغْتَسِلَ اَوْيَتَوَضَّأَ وَهُوَقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی ابتداء میں اپنی اہلیہ سے جماع فرماتے پھر سوجاتے اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے پھر اگر اخیر شب میں جاگتے تو پھر دوبارہ جماع فرماتے اور غسل کرلیتے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے تو غسل یا وضو کرنے سے پہلے سوسکتا ہے یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: يُصِيْبُ مِنْ اَهْلِهٖ: ای یجامعُ۔

تشریح

جنابت کی حالت میں سونے میں اختلاف ائمہ

فَيَنَامُ وَلاَيُصِيْبُ مَاءً: اگر کسی آدمی نے ہمبستری کی تو اب وہ حالت جنابت میں سونا چاہے تو کیا غسل یا وضو کرکے سوئے یا بغیر غسل اور وضو کے سوسکتا ہے؟

اس بارے میں فقہاء کے تین قول ہیں:

① اصحاب ظواہر اور ابن حبیب مالکی وغیرہ کے نزدیک سونے سے پہلے وضو کرنا واجب ہے۔

② امام ابویوسف، سفیان ثوری، حسن بن حی، سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وضو کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس وضو کا کوئی ثواب ہوگا۔

③ ائمہ اربعہ، امام محمد، لیث بن سعد، اوزاعی، جمہور محدثین وفقہاء کے نزدیک ایسے وقت میں وضو کرنا

مستحب ہوگا۔[1]

امام ابویوسف، سفیان ثوری وغیرہ کا استدلال اس حدیث بالا سے بھی ہے۔ اس حدیث کی تاویل کی جاتی ہے کہ وَلَا یُصِیبُ مَاءً کہ پانی کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے یعنی غسل کے لئے ہاتھ نہیں لگاتے تھے وضو وغیرہ کے لئے ہاتھ لگاتے تھے۔

ائمہ اربعہ کے دلائل

ائمہ اربعہ وغیرہ کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سونے یا کھانے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرمالیا کرتے تھے۔[2]

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم میں سے کوئی حالت جنابت میں سوسکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرکے سوسکتا ہے۔[3]

حدیث زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جنبی آدمی اگر وضو کرکے سوئے تو گویا کہ وہ طہارت میں ہی سورہا ہے۔[4]

اَنْ یَنَامَ قَبْلَ اَنْ یَغْتَسِلَ: یہاں پر جو امام محمد کا قول نقل ہے کہ کوئی حرج نہیں تو یہ اس قول کے منافی نہیں جو ذکر کیا گیا کہ ان کے نزدیک مستحب ہے کہ وضو کرکے سوئے۔ کیونکہ یہاں پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جائز ہونے کو بتارہے ہیں کہ جائز ہے کہ سوجائے یہی بات مستحب ہوتی ہے۔

حضرت ابواسحاق سبیعی کے مختصر حالات: نام عمرو، ابواسحاق کنیت، ان کی کنیت نام سے زیادہ مشہور ہے۔

ولادت: کوفہ میں عہد عثمانیہ کے آخر دور میں پیدا ہوئے۔(تہذیب الاسماء ۲/ ۱۷۲)

علامہ ذہبی ان کے بارے میں میں لکھتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف تھے ان کے مناقب بہت ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۲) ابن ناصر الدین نے ان کو ائمہ اسلام اور بڑے حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔(شذرات الذہب ۱/ ۱۷۴)

اساتذہ: صحابہ میں سے ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، عمرو بن زید الخطمی، عمرو بن الحارث، زید بن ارقم، براء بن عازب، عدی بن حاتم، رافع بن خدیج، ابوجحیفہ، خالد بن عرفطہ جریر بن عبداللہ بجلی، اشعث بن قیس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حاصل کیا۔ ابن مدینی نے کہا ہے کہ ان کے اساتذہ کی تعداد تین چار سو ہے ان میں سے اڑتیس صحابہ تھے۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۳)

تلامذہ: تلامذہ کا بھی حلقہ کافی وسیع تھا ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں سلیمان التیمی، اسماعیل بن ابی خالد، اعمش، قتادہ، منصور بن معتمر، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، زبیر بن معاویہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔(تہذیب الاسماء ۲/ ۱۷۱)

وفات: ۱۲۷ یا ۱۲۸ ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً سو سال کے قریب تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۳)

مزید حالت کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا: ① تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۱ ② شذرات الذہب ۱/ ۱۷۴ ③ تہذیب الاسماء ۱/ ۱۶ ④ تہذیب التہذیب ۸/ ۶۵ ⑤ طبقات ابن سعد ۶/ ۲۱۹۔

---

(۱) بدایۃ المجتہد ۱/ ۴۲ بذل المجہود ۱/ ۱۳۵ امانی الاحبار ۲/ ۱۷۹ اوجز المسالک ۱/ ۱۰۹ فتح الملہم ۱/ ۴۶۳ نیل الاوطار ۱/ ۲۰۸ عمدۃ القاری ۲/ ۶۴ نووی شرح المہذب۔

(۲) طحاوی صفحہ ۷۵۔

(۳) طحاوی صفحہ ۷۶۔

(۴) طحاوی صفحہ ۷۶ بدائع ۱/ ۳۸۔



۴۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ يُوْجِبُ الصَّدَاقَ وَيَهْدِمُ الطَّلَاقَ وَيُوْجِبُ الْعِدَّةَ وَلَا يُوْجِبُ صَاعًا مِنْ مَاءٍ؟ قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ اَنْزَلَ اَوْلَمْ يُنْزِلْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيفَةَ﴾

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (جماع کرنا) مہر کو واجب کرتا ہے طلاق کو ختم کردیتا ہے اور عدت کو واجب کردیتا ہے لیکن ایک صاع پانی (یعنی غسل جنابت کو) واجب نہیں کرتا؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب دونوں (مرد اور عورت) کے ختنے کی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ چاہے انزال ہو یا نہ ہو یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں“۔

لغات: اَلصَّدَاقُ: لصَدَاق والصِدَاق: مہر(ج) اَصْدِقة وصُدُق۔

تشریح

جماع سے کئی چیزیں واجب ہوجاتی ہیں

يُوْجِبُ الصَّدَاقَ: جماع کرنا مہر کو واجب کر دیتا ہے اگرچہ جماع کرنے میں انزال نہ ہو کیونکہ اگر بغیر خلوت صحیحہ کے یا بغیر جماع کے طلاق دی تو نصف مہر آتا ہے۔[1]

يَهْدِمُ الطَّلَاقَ: اسی طرح طلاق کو ختم کردیتا ہے مطلب یہ ہے پہلے شوہر نے جو تین طلاقیں دی تھیں وہ اب دوسرے شوہر کے صحبت کرنے سے وہ ختم ہوگئیں اب از سرنو تین طلاقوں کا اختیار شوہر ثانی کو ملے گا اگرچہ اس صحبت کرنے میں انزال نہ ہوا ہو۔

يُوْجِبُ الْعِدَّةَ: اسی طرح اگر کسی عورت کو طلاق دے دی تھی صحبت کرنے کے بعد تو اس پر اب عدت کا گذارنا بھی ضروری ہوگا اگرچہ اس صحبت میں انزال نہ ہوا ہو۔[2]

تو یہ تمام کام واجب ہوجاتے ہیں اگرچہ اس صحبت میں انزال نہ ہوا ہو تو اس سے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

استدلال فرمارہے ہیں کہ اتنے بڑے بڑے کام تو واجب ہورہے ہیں تو کیا صحبت کے بعد جس میں انزال نہ ہوا ہو غسل واجب نہ ہوگا؟

اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ اَنْزَلَ اَوْلَمْ یُنْزِلْ: جب دونوں (مرد عورت) کی ختنے کی جگہ مل جائے تواب غسل واجب ہوجاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

التقائے ختانین سے کیا مراد ہے

التقائے ختانین سے مراد محض التقاء نہیں ہے بلکہ غیبوبت حشفہ ہے جیسے کہ ایک روایت میں اس کی تصریح آتی ہے۔

﴿اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ وَتَوَارَتِ الْحَشَفَةُ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ﴾ (۳)

اسی پر علماء نے فرمایا ہے کہ زنا میں عورت کے ساتھ غیبوبت حشفہ سے حد لازم آجائے گی اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ (۴)

غسل جنابت میں تدریجی حکم

عرب میں قبل اسلام غسل جنابت کا رواج نہیں تھا کیونکہ مشرکین مکہ انبیاء کرام کی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ تھے۔ دوسری طرف مکہ میں پانی کی قلت بھی تھی تو ابتداء اسلام میں غسل جنابت کو خروج منی کی صورت میں فرض کیا گیا جیسے کہ فرمایا گیا اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ۔ (۵) پھر جب آہستہ آہستہ طبیعت مانوس ہوگئی تو پھر شریعت نے اِذَا الْتَقَی الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ اَنْزَلَ اَوْلَمْ یُنْزِلْ والی روایت سے اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ والی روایت کو منسوخ کردیا یہی بات اس روایت سے معلوم ہوتی ہے جس میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ یہ شروع اسلام میں رخصت کے طور پر تھا پھر ہمیں غسل کرنے کا حکم دیا۔ (۶)

حضرت عون بن عبداللہ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام عون بن عبداللہ بن عقبہ بن مسعود الھذلی ہے۔ ان کے بارے میں امام احمد، یحییٰ بن معین، امام نسائی ان سب کی تصدیق کی ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ثقات التابعین کان من عباد اھل الکوفة ان سے صحاح ستہ میں سے صرف بخاری کے سواسب نے روایت لی ہے۔

اساتذہ: ان کے اساتذہ میں سے حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت بردہ، حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان سے روایت نقل کرنے والوں کی مقدار بھی لمبی ہے ان میں سے حضرت قتادہ، ابوالزبیر، حضرت زھری وغیرہ

نمایاں ہیں۔

وفات: ۱۲۰ ہجری کے بعد میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہوں تہذیب التہذیب ۸/۱۷ اخلاصہ۔

---

(۱) ہدایہ۔

(۲) قلائد الازھار ۱/۱۱۴۔

(۳) ابن ماجہ صفحہ ۴۵۔

(۴) بدایۃ المجتہد ۱/۴۶۔

(۵) رواہ مسلم، احمد فی مسندہ۔

(۶) حدیث ابی بن کعب رواہ ترمذی و احمد۔



بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ

مرد اور عورت دونوں کا ایک برتن سے غسل جنابت کرنے کا بیان

فضل طہور میں بارہ صورتیں

مرد اور عورت ایک برتن سے غسل کریں اس میں کل بارہ صورتیں بنتی ہیں عورتیں اور مرد اکٹھے ایک برتن میں وضو یا غسل کریں مرد پہلے اور عورتیں بعد میں یا اس کے برعکس عورتیں پہلے اور مرد بعد میں کریں اس میں یہ تین صورتیں ہیں پھر یہ سہ صورتوں میں طہور عام ہے وضو اور غسل دونوں کو شامل ہے یہ چھ صورتیں ہوئی پھر ان چھ صورتوں میں عورت عام ہے اجنبی ہو یا غیر اجنبی تو اس اعتبار سے یہ بارہ صورتیں ہوئی۔

٤٨

﴿ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةُ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ هُوَ وَبَعْضُ اَزْوَاجِهٖ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ۔ يَتَنَازَعَانِ الْغُسْلَ جَمِيْعًا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَانَرٰى بَأْسًا بِغُسْلِ الْمَرْأَةِ مَعَ الرَّجُلِ بَدَأَتْ قَبْلَهٗ اَوْ بَدَأَ قَبْلَهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ﴾

"اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بعض ازواج مطہرات ایک برتن سے غسل کرتے تھے اور دونوں ایک دوسرے سے پہلے غسل کرنے میں تنازع کرتے تھے۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ہمارے یہاں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت مرد کے ساتھ غسل کرے خواہ عورت پہلے غسل کرے یا مرد عورت سے پہلے غسل کرے یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں"۔

لغات: اِنَاءٍ: الاناءُ: برتن۔ ج آنیہ۔
بَدَأَتْ: بَدَأَ (ف) بَدْءاً و اِبْتَدَأَ و تَبَدَّأَ الشیئ و بہ۔ شروع کرنا۔ پہلے کرنا۔ بَدَأَ بِفُلَانٍ: آگے بڑھانا۔
بَدَأَ الشیئ: شروع کرنا۔ پیدا کرنا۔

تشریح

بیان مذاہب

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، جمہور فقہاء فرماتے ہیں مرد عورت کا یا عورت مرد کا بچا ہوا پانی استعمال کرے وضو یا غسل کے لئے یہ جائز ہے۔ (۱)

مگر امام احمد اور امام اسحاق وغیرہ کے نزدیک عورت تو مرد کا بچا ہوا پانی استعمال کر سکتی ہے مگر مرد عورت کا بچا ہوا پانی استعمال نہ کرے نہ وضو میں نہ غسل میں۔ (۲)

جمہور فقہائے کے استدلات

(۱) حدیث عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اَنَّ اِمْرَأَۃً مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِغْتَسَلَتْ مِنْ جَنَابَۃٍ فَتَوَضَّأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِفَضْلِہٖ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ لَا یُنَجِّسُہٗ شَیْئٌ۔

(۲) حدیث عائشۃ صدیقۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا یَغْسِلُ ھُوَ وَبَعْضُ اَزْوَاجِہٖ فِیْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ۔ (۳)

(۳) حدیث میمونۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَۃِ۔ (۴)

(۴) حدیث ابن عباس وقال اِغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَفْنَۃٍ فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّتَوَضَّأَ مِنْہُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ لَا یَجْنُبُ۔ (۵)

استدلال امام احمد وامام اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ

حدیث حکم بن عمر و الغفاری اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَھُوْرِ الْمَرْأَۃِ۔ (۶)

جوابات استدلال امام احمد واسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ

(۱) نہی سے مراد کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔ (۷)

(۲) نہی والی روایت ضعیف ہے۔ (۸)

(۳) علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتیں زیادہ احتیاط نہیں کرتیں اس لئے ممکن ہے مرد کو ان کے فاضل پانی سے وضو یا غسل کرنے میں کراہت ہو اس لئے یہ فرمایا گیا۔

(۴) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احادیث نہی غیر محرم پر محمول ہیں اور احادیث اجازت محارم پر محمول ہیں۔(۹)

(۱) فتح الباری ۱/۲۴۰ شرح مسلم للنووی ۱/۱۴۸ ابدایۃ المجتہد ۱/۳۰۔

(۲) رواہ نسائی ۱/ ۶۲ امام احمد فی مسندہ ۱/۳۳۵۔

(۳) رواہ مسلم ۱/۱۴۸۔

(۴) رواہ ترمذی ۱/۹۔

(۵) ترمذی ۱/۱۰ وآثار السنن رقم الحدیث ۶۱۔

(۶) رواہ ترمذی ۱/۱۰ وآثار السنن رقم الحدیث ۵۸۔

(۷) فتح الباری ۱/ ۲۴۰۔

(۸) شرح مسلم للنووی ۱/۱۴۸۔

(۹) فتح الملہم۔



بَابُ غُسْلِ الْمُسْتَحَاضَةِ وَالْحَائِضِ

حیض اور استحاضہ والی عورت کے غسل کرنے کا بیان

استحاضہ اور حیض کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

حیض کے لغوی معنی ہیں بہنا۔ عرب کہتے ہیں حَاضَ الْوَادِیْ اِذَا جَرٰی وَسَالَ۔

شرعاً اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے دَمٌ یَنْفُضُهٗ رَحِمُ امْرَأَةٍ بَالِغَةٍ غَیْرِ مَرِیْضَةٍ۔

استحاضہ حیض ہی سے باب استفعال سے ہے استفعال میں آنے کی وجہ سے اس میں مبالغہ کا معنی پیدا ہوگیا۔ اس کی تعریف بحر الرائق میں یہ ہے۔

﴿هُوَ دَمٌ یَسِیْلُ مِنَ الْعَاذِلِ مِنْ اِمْرَأَةٍ ارأبها﴾ (۱)

عاذل رگ کا نام ہے بمعنی ملامت کے کہ دوسری عورتیں مستحاضہ عورت کو ملامت کرتی ہیں یا مستحاضہ عورت کا نفس خود اس کو ملامت کرتا ہے۔

دم حیض اور دم استحاضہ میں فرق

دم حیض یہ رحم دانی کی گہرائی سے وقت مقررہ پر آتا ہے۔

دم استحاضہ بچہ دانی کے راستہ سے کسی مرض کی وجہ سے غیر معین وقت میں نکلتا ہے۔ علماء نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ حیض والی عورت کو حائضہ کے معروف صیغہ کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے خون کا وقت بھی معروف متعین ہے اور دم استحاضہ والی عورت کو مستحاضہ مجہول کے صیغہ کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا خون بھی مجہول اور غیر معین وقت میں جاری ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مستحاضہ عورتیں

حیض تو سب ہی بالغہ عورتوں کو آتا ہے مگر استحاضہ تو بیماری کی وجہ سے آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کی تعداد بارہ تھی:

① ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ۔ ② ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش۔ ③ فاطمہ بنت ابی جحش۔ ④ زوجہ طلحہ بن عبداللہ حمنہ بنت جحش۔ ⑤ اسماء بنت عمیس۔ ⑥ زوجہ عبدالرحمان بن عوف ام

حبیبہ بنت جحش۔ ⑦ زینب بنت ابی سلمہ۔ ⑧ بادیہ بنت غیلان۔ ⑨ سہلۃ بنت سہیل۔ ⑩ ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ۔ ⑪ اسماء بنت المرثد الحارثیہ۔ ⑫ ام سلمہ بنت ابوامیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

٤٩

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ اَنَّهَا تَتْرُكُ الظُّهْرَ حَتّٰى اِذَا كَانَ فِيْ آخِرِ الْوَقْتِ اِغْتَسَلَتْ وَصَلَّتِ الظُّهْرَ ثُمَّ صَلَّتِ الْعَصْرَ، ثُمَّ تَمْكُثُ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ وَقْتُ الْمَغْرِبِ تَرَكَتِ الصَّلٰوةَ حَتّٰى اِذَا كَانَ آخِرُ وَقْتِهَا اِغْتَسَلَتْ وَصَلَّتِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ حَتّٰى تَفْرُغَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَأْخُذُ بِهٰذَا وَلٰكِنَّا نَأْخُذُ بِالْحَدِيْثِ الْآخَرِ اَنَّهَا تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ وَقْتِ صَلٰوةٍ وَتُصَلِّيْ فِي الْوَقْتِ الْآخِرِ وَلَيْسَ عَلَيْهَا عِنْدَنَا اِلَّا غُسْلٌ وَّاحِدٌ۔ حَتّٰى تَمْضِيَ اَيَّامُ اَقْرَائِهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت ابراہیم نے استحاضہ والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ ظہر کی نماز آخری وقت تک مؤخر کرے گی جب ظہر کا آخری وقت ہوجائے تو غسل کرکے ظہر کی نماز پڑھے پھر عصر کی نماز پڑھے گی پھر رکی رہے یہاں تک کہ جب مغرب کا وقت داخل ہوجائے تو نماز کو مؤخر کرے اور جب مغرب کا آخری وقت ہوجائے تو غسل کرکے مغرب پڑھے اور پھر عشاء پڑھے یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوجائے۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ ہم دوسری حدیث پر عمل کرتے ہیں (جس میں آتا ہے) کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی اور آخر وقت میں نماز پڑھے گی ہمارے نزدیک اس پر ایام حیض گذرنے پر صرف ایک مرتبہ غسل کرنا واجب ہوگا یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں“۔

لغات: تَمْكُثُ: مَكَثَ (ن) مَكْثاً وَمَكَثْ ومُكُوْثاً ومُكْثَاناً ومِكِّيْثٰى ومِكِّيْثَاءَ بالمكان: اقامت کرنا، ٹھہرنا صفت۔ مَاكِثٌ اوراسم المُكْث والمِكْث۔

مَكُثَ (ک) مَكَاثَةً۔ ٹھہرنا۔

تَمْضِي: مَضٰى يَمْضِيْ و مَضَا يَمْضُوْ مُضُوًّا و مُضِيًّا۔ اشیئی گزر جانا (مُضُوًّا) سَبِيْكة ولِسَبِيْله: مرنا۔ مَضٰى يَمْضِيْ ويَمْضُوْ مَضَاءً ومُضُوًّا على الامر: مداومت کرنا۔ جاری کرنا اور پورا کرنا۔ جس امر کو

پورا کیا جائے اس کو مَمْضُو علیہ کہتے ہیں۔

علی البیع: بیع کو جاری رکھنا۔ مَضٰی مَضَاءُ السَیْفُ کاٹنا۔

اَقْرَائِهَا: قَرَأَ (ف ن) قَرْأً و قِرَاءَۃ و قُرْآنًا و اِقْتَرَأَ الْکِتَاب: پڑھنا۔ قَرَأَ (ف ن) قِرَاءَۃً عَلَیْهِ السَّلَامَ سلام پہنچانا۔

تشریح

مستحاضہ عورت کو نماز کے لئے طہارت حاصل کرنے کی کیا صورت ہوگی

اس میں تین مذاہب ہیں:

① ائمہ اربعہ اور فقہاء مدنیہ [۲] کے نزدیک مستحاضہ عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی البتہ پھر آپس میں کچھ اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وضو مستحب ہوگا ہر نماز کے لئے کیونکہ ان کے نزدیک خروج دم استحاضہ ناقض وضو میں سے نہیں ہے۔ [۳]

امام شافعی کے نزدیک ہر فرض نماز کے لئے نیا وضو کرنا پڑے گا اور احناف کے نزدیک ہر وقت کے لئے نیا وضو کرنا پڑے گا۔

② امام ابراہیم نخعی، عبداللہ بن شداد، منصور بن معتمر رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک مستحاضہ عورت جمع بین الصلوتین کرے یعنی ظہر کو مؤخر کرکے اور عصر کو مقدم کرکے دونوں کو ایک غسل سے ادا کرے اسی طرح مغرب کو مؤخر کرکے اور عشاء کو مقدم کرکے ایک غسل سے پڑھے اور فجر کے لئے مستقل غسل کرے۔

③ ظاہریہ، عکرمہ، سعید ابن جبیر، قتادہ مجاہد وغیرہ کے نزدیک مستحاضہ ہر نماز کے لئے الگ الگ غسل کرے گی۔ [۴]

یہاں پر مذہب ثانی حضرت ابراہیم النخعی وغیرہ اپنے مذہب کے لئے حدیث حمنہ [۵] کو پیش کرتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جمع بین الصلاتین بغسل واحد فرمایا تھا۔

ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے کئی جوابات

جمع بین الصلاتین بغسل واحد والی حدیث کے ائمہ اربعہ نے بہت سے جوابات دیئے ہیں:

پہلا جواب یہ حدیث علاج پر محمول ہے کہ ایسی عورتیں غسل کریں تاکہ ٹھنڈے پانی سے خون آنے

میں کمی واقع ہوجائے گا۔

دوسرا جواب: امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جمع بین الصلاتین بغسل واحد والی حدیث منسوخ ہے تو وضو لکل صلوۃ والی روایات اس کے لئے ناسخ ہوجائیں گی۔(۶)

تیسرا جواب: جمع بین الصلوتین بغسل واحد والی حدیث استحباب پر محمول ہے۔

چوتھا جواب: اس قسم کی حدیث اس متحیرہ کے ساتھ خاص ہے جس کو انقطاع حیض میں شبہ ہو۔

---

(۱) وکذافی نووی شرح مسلم ۱۴۱ عمدۃ القاری ۲/۷۸۔

(۲) فقہاء مدینہ ان سات کو کہا جاتا ہے: ① عروہ بن الزبیر ② حسن بصری ③ سعید بن مسیب ④ محمد بن علی بن حسین بن علی ⑤ قاسم بن محمد ⑥ عطاء بن رواح ⑦ سالم بن عبداللہ۔

(۳) معارف السنن ۱/۴۲۰۔

(۴) یہ تینوں مذہب امانی الاحبار ۲/۷۷ بدایۃ المجتہد ۱/۶۱ المغنی ابن قدامہ ۱/۳۴۱ عمدۃ القاری ۲/۱۰۵ نیل الاوطار ۱/۳۳۳ تعلیق الصبیح ۱/۲۵۷ بذل المجہود ۱/۱۱۳ میں معقول ہے۔

(۵) رواہ ترمذی۔

(۶) طحاوی ۱/۵۲۔۵۱ باب المستحاضۃ کیف تتنطہر للصلوۃ۔



۵۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ بْنُ عُتْبَةَ قَاضِيُ الْيَمَامَةِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَانِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَغْتَسِلُ غُسْلاً اِذَا مَضَتْ اَيَّامُ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَتُصَلِّيْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَأْخُذُ﴾

"حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ والی عورت کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اس کے ایام حیض گزر جائیں تو ایک مرتبہ غسل کرے گی۔ پھر ہر نماز کے لئے وضو کرے گی اور وہ نماز پڑھ لے گی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں"۔

تشریح

مستحاضہ کے لئے نماز پڑھنے کا طریقہ

تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَتُصَلِّيْ: ہر نماز کے لئے وضو کرے گی اور نماز پڑھے گی۔

اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے مستحاضہ (یعنی تمام معذورین) وضو کر کے نماز ادا کریں گے۔[۱] پھر ان میں آپس میں کچھ اختلاف ہے۔

اختلاف ائمہ

سفیان ثوری، ابوثور وغیرہ کے نزدیک ایک وضو سے صرف فرائض ادا کئے جاسکتے ہیں کہ نوافل کے لئے الگ وضو کرنا ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک وضو سے فرض سنن و نوافل جس قدر چاہے ادا کرسکتی ہے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھنا چاہے تو اب نیا وضو کرنا ہوگا۔

احناف کے نزدیک یہ وضو آخر تک باقی رہے گا۔[۲] اس سے جس قدر چاہے فرائض و نوافل تلاوت

قرآن مجید پڑھ سکتی ہے۔

اس باب میں تین قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں:

① تَتَوَضَّأُ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ۔ (۳)

② تَتَوَضَّأُ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔

③ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔

احناف تَتَوَضَّأُ کُلَّ صَلٰوۃٍ والی روایت کی تاویل تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ کُلِّ صَلٰوۃٍ کے ساتھ کرتے ہیں اور جن روایات میں تتوضأ لکل صلوۃ کے الفاظ آتے ہیں اس میں لام وقتیہ قرار دیتے ہیں جیسے کہ صاحب ہدایہ نے مثال دی کہ اتیتک لصلوۃ الظھر کا مطلب عرف میں یہ ہوتا ہے کہ وقت الظھر لام وقت کے معنی استعمال ہوتا ہے۔ (۴)

حضرت ایوب بن عتبہ کے مختصر حالات: ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں امام احمد نے ان کو ثقہ کہا ہے مگر عمرو بن علی کہتے ہیں کہ ان کے حفظ میں کچھ بعد میں ضعف آگیا تھا۔ سلمان بن داوٗد الیمانی کہتے ہیں کہ جب تک ایوب یمامہ میں تھے ان کے پاس کتاب تھی اس سے جو احادیث بیان کی وہ تو صحیح ہے اور جب وہ بصرہ گئے اس وقت ان کے پاس کتاب نہیں تھی حفظ سے بیان کرتے تھے تو ان احادیث میں ضعف آگیا۔

اساتذہ: یحییٰ بن ابی کثیر، عطاء، قیس بن طلق۔

تلامذہ: ابوداوٗد الطیالسی، اسود بن عامر، محمد بن حسن، آدم بن ابی ایاس، احمد بن یونس۔

وفات: ۱۶۰ ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۱/ ۴۰۷ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن کثیر کے مختصر حالات: ان کا نام یحییٰ والد کا نام یسار صالح یا دینار تھا۔ ان کے بارے میں وہب نقل کرتے ہیں ایوب سے کہ انہوں نے فرمایا کہ زمین پر مثل یحییٰ کے اب کوئی بھی نہیں ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ میں سے ہیں۔

اساتذہ: بلال بن ابی میمونہ، محمد بن ابراہیم، یعلی بن حکیم، سلمہ بن عبدالرحمان وغیرہ۔

تلامذہ: عبداللہ ایوب سختیانی یحییٰ بن سعید الانصاری وغیرہ ہیں۔

وفات: ۱۲۹ یا ۱۳۲ ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۱۱/ ۲۶۸ کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف کے مختصر حالات نام عبداللہ، ابوسلمہ کنیت تھی۔ والد کا نام

عبدالرحمان بن عوف ہے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ بڑے ائمہ تابعین میں سے ہیں کثیر علم اور ثقہ اور عالم تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۵۴) علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کان ثقة فقيها كثيرا الحديث امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے چار آدمیوں کا علم دریا جیسا پایا ان میں سے ایک ابوسلمہ ہیں۔

اساتذہ: انہوں نے اپنے والد عبدالرحمان بن عوف کے علاوہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علم حاصل کیا ان میں سے حضرت عثمان، طلحہ، عبادۃ بن صامت، ابوقتادہ، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، نافع بن حارث، ثوبان، عبداللہ بن سلام، ابوہریرہ، عبداللہ بن عباس، ابوسعید الخدری، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: ان کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت لمبی ہے ان میں سے خاص خاص کے نام یہ ہیں: امام شعبی، عبدالرحمان الاعرج، عمر بن دینار، ابوحازم، زہری، یحییٰ بن سعید الانصاری، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہ ہیں۔

وفات: ولید بن عبدالملک کے عہد میں ۹۴ ہجری میں وفات پائی۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا: ① تہذیب التہذیب ۱۲/۱۱۵ ② التہذیب النساء ۱/۲۴۱ ③ تذکرۃ الحفاظ ۱/۵۴ ④ طبقات ابن سعد ۵/۱۱۶۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے مختصر حالات: نام رملہ ام حبیبہ کنیت، والد کا نام ابوسفیان تھا۔ پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا اور پھر ۷ ہجری یا ۶ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی۔ ان کا نکاح نجاشی نے پڑھایا اور چار سو دینار مہر بھی خود ہی ادا کیا تھا۔

ان سے مرویات کی تعداد ۶۵ ہیں۔

تلامذہ: حبیبہ دختر معاویہ، عتبہ پسران ابوسفیان، عبداللہ بن عتبہ، ابوسفیان بن سعید ثقفی (خواہر زادہ) سالم بن سوار مولی ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابوسلمہ وغیرہ۔

وفات: اپنے بھائی امیر معاویہ کے زمانے میں انتقال ہوا ۴۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہی مدفون ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو: ① اصابہ ۸/۸۵ ② استیعاب ۲/۷۵۰ ③ مسند احمد ۶/۴۲۷ ④ طبقات ابن سعد۔

---

(۱) ربیعہ الرائے اور داؤد ظاہری کے نزدیک دم استحاضہ ناقض وضو نہیں ہے۔

(۲) پھر احناف کا آپس میں اختلاف ہوا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خروج وقت ناقض وضو ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دخول وقت ناقض وضو ہوگا اور امام زفرؒ کے نزدیک دخول وقت اور خروج وقت دونوں ناقض وضو ہوگا (ہدایہ)۔

(۳) ترمذی ۱/۳۲۔

(۴) ہدایہ۔

بَابُ الْحَائِضِ فِيْ صَلَاتِهَا

نماز کے وقت میں حیض آنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کریں گے کہ اگر عورت کو حیض آیا اب وہ پاک ہونے کے بعد ان دنوں کی نماز کی قضاء کرے گی یا نہیں اور اس میں یہ مسئلہ بھی بیان کریں گے کہ ایک عورت جنابت میں تھی پھر اس کو حیض کا خون بھی شروع ہوگیا تو اب پاک ہونے کے بعد اس کو الگ الگ غسل کرنے کی بجائے ایک ہی غسل دونوں کے لئے کافی ہوگا اور یہ بھی بیان کریں گے کہ اگر حیض کا خون ایسے وقت بند ہوا کہ نماز کا وقت ختم ہورہا ہے تو اب کیا کرے۔

۵۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيْ وَقْتِ صَلَاةٍ فَلَيْسَ عَلَيْهَا اَنْ تَقْضِيَ تِلْكَ الصَّلٰوةَ۔ فَاِذَا طَهُرَتْ فِيْ وَقْتِ صَلَاةٍ فَلْتُصَلِّ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو نماز کے وقت حیض آجائے تو اس پر اس نماز کی قضاء واجب نہیں پھر جب نماز کے وقت میں پاک ہوجائے تو اسی وقت کی نماز پڑھے گی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اس پر عمل کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

تشریح

حائضہ پر نماز کی قضاء واجب نہیں

فَلَيْسَ عَلَيْهَا اَنْ تَقْضِيَ تِلْكَ الصَّلٰوةَ: تو اس پر اس نماز کی قضاء واجب نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ ایام حیض کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے۔[۱] صرف خوارج کا اختلاف ہے وہ قضاء صلوٰۃ کے قائل ہیں۔[۲] خوارج کہتے ہیں کہ نماز روزہ سے زیادہ اہم ہے جب

کہ روزہ کی قضاء ہے تو نماز کی تو بدرجہ اولیٰ قضا ہوگی۔

اس کا جواب جمہور فقہاء یہ دیتے ہیں کہ یہ قیاس نص کے مقابلے میں ہے اس لئے یہ قیاس مردود ہے کیونکہ احادیث میں تصریح ہے کہ حائضہ نماز کی قضا نہیں کرے گی۔ (۳) کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام کی نمازوں کی قضاء کرنے کا کسی کو بھی حکم دیا ہو۔

حائضہ روزہ کی قضاء کرتی ہے تو نماز کی قضاء کیوں نہیں؟

امام الحرمین فرماتے ہیں کہ یہ حکم غیر مدرک بالقیاس ہے اس کی علت امر شارع ہے۔ (۴)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ زمانہ حیض کی نمازیں حد کثرت میں داخل ہو جاتی ہیں بخلاف صوم کے وہ حد کثرت میں داخل نہیں ہوتا والحرج مرفوع شرعا۔

ایام حیض کی متروک نمازوں پر کیا ثواب ملتا ہے؟

ابن حجرؒ نے اس مسئلہ میں تو سکوت ظاہر کیا ہے مگر نیل الاوطار کے بقول ثواب ملتا ہے۔ (۵) اور انہوں نے بخاری کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں آتا ہے کہ مریض اور مسافر کو بحالت مرض اور سفر پورا پورا اعمال کا ثواب ملتا ہے جس کو اس نے بوجہ سفر یا بوجہ مرض کے چھوڑ دیا ہو۔ (۶)

مگر علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ثواب نہیں ملتا وہ استدلال کرتے ہیں اس روایت سے جس میں عورتوں کو ناقصات العقل والدین فرمایا گیا ہے اگر ان کے لئے ان دنوں کا ثواب تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ ناقصات دین نہ ہوئیں اور قیاس کرنا مریض اور مسافر پر صحیح نہیں کیونکہ اس میں اہلیت ہوتی ہے اس میں تو اہلیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

---

(۱) شرح المہذب ۱/۳۵۱ عمدۃ القاری ۲/۱۳۲ نیل الاوطار ۱/۵۶۔

(۲) المغنی ۱/۳۱۹۔

(۳) بخاری، مسلم، مشکوٰۃ وغیرہ۔

(۴) معارف السنن ۱/۴۴۲۔

(۵) البدائع ۱/۴۴ بحرالرائق ۱/۱۹۴۔

(۶) نیل الاوطار ۱/۳۰۴۔

۵۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا اَجْنَبَتِ الْمَرْأَةُ ثُمَّ حَاضَتْ فَلَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ فَاِنَّ مَابِهَا مِنَ الْحَيْضِ اَشَدُّ مِمَّا بِهَا مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَاغُسْلَ عَلَيْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضِهَا فَتَغْتَسِلُ غُسْلاً وَّاحِدًا لَّهُمَا جَمِيْعًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت اگر جنابت کی حالت میں ہو پھر اسے حیض جاری ہوجائے تو اس پر غسل جنابت واجب نہیں رہتا اس لئے کہ حیض، جنابت سے زیادہ شدید ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں عورت پر غسل جنابت اس وقت تک لازم نہیں ہوگا جب تک حیض سے پاک نہ ہو حیض سے پاک ہونے پر دونوں کے لئے ایک ہی غسل کرے گی یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَجْنَبَتْ: جَنَبَ (ن س ض) جنابةً۔ الرجل ناپاک ہونا۔ اَجْنَبَتْ: باب افعال سے واحد مونث غائب فعل ماضی معروف کا صیغہ ہے۔ ہفت اقسام میں (صحیح) ہے۔

تشریح

اِذَا اَجْنَبَتِ الْمَرْأَةُ ثُمَّ حَاضَتْ فَلَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ: کہ عورت کسی وجہ سے جنبی ہوئی اس نے اس جنابت کے لئے ابھی غسل نہیں کیا کہ اس سے پہلے اس کو حیض جاری ہوگیا۔ تو اب اس کو جنابت کے لئے غسل کرنا فائدہ مند نہیں ہوگا کیونکہ اس غسل سے وہ پاک نہیں ہوگی اس لئے کہ حیض کا خون جاری ہے۔

حیض کا خون جنابت سے کئی اعتبار سے زیادہ نجس ہے

فَاِنَّ مَابِهَا مِنَ الْحَيْضِ اَشَدُّ مِمَّا بِهَا مِنَ الْجَنَابَةِ: اس لئے کہ حیض کا خون جنابت سے زیادہ شدید ہے، کئی وجہ سے حیض کا خون زیادہ نجاست والا ہے۔

① حیض زیادہ نجس کرنے والا ہوتا ہے نجاست سے کیونکہ نجاست میں روزہ رکھنا حرام نہیں ہوتا بخلاف حالت حیض کہ اس میں روزہ رکھنا بھی حرام ہوجاتا ہے۔

۲ اسی طرح جنابت میں نماز واجب ہوتی ہے مگر حائضہ تو نماز کے ادا کرنے کا حکم ہی نہیں ہے۔

۳ اسی طرح جنابت کی حالت میں وطئی کرنا جائز ہے مگر حالت حیض میں وطئی کرنا حرام ہے۔

۴ جنابت کو دور کرنے کی آدمی میں استطاعت ہوتی ہے مگر حیض کی نجاست کو دور کرنے کی انسان میں طاقت نہیں ہوتی وہ تو اپنے وقت پر ختم ہوتا ہے۔[1]

(۱) قلائد الازھار ۱/ ۱۲۹، ۱۲۸۔



۵۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا طَهُرَتِ الْمَرْأَةُ فِيْ وَقْتِ صَلَاةٍ فَلَمْ تَغْتَسِلْ حَتّٰى يَذْهَبَ الْوَقْتُ بَعْدَ اَنْ تَكُوْنَ مَشْغُوْلَةً فِيْ غُسْلِهَا فَلَيْسَ عَلَيْهَا قَضَاءٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ اِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ فِيْ وَقْتٍ لَا تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ تَغْتَسِلَ فِيْهِ حَتّٰى يَمْضِيَ الْوَقْتُ فَلَيْسَ عَلَيْهَا اِعَادَةُ تِلْكَ الصَّلٰوةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت نماز کے وقت میں حیض سے پاک ہو اور وہ وقت نکلنے سے پہلے غسل سے فارغ نہیں ہو سکی حالانکہ وہ غسل جنابت میں مشغول رہی تو اس پر اس وقت کی نماز کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کے حیض کا خون ایسے وقت میں بند ہو جس میں وہ غسل کر کے وقت نکلنے سے پہلے نماز نہ پڑھ سکتی ہو تو اس پر اس وقت کی نماز بھی قضاء کرنا ضروری نہیں ہوگی یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: طَهُرَتْ: طَهَرَ (ن) وَطَهُرَ (ک) طُهْراً وَ طُهُوْراً وَ طَهَارَةً پاک ہونا۔ صفت طاہر ج اطْہار (صحیح) واحد غائب مونث غائب فعل ماضی معروف۔

تشریح

حائضہ عورت کب نماز کی قضاء کرے گی

فتح القدیر میں ہے کہ حائضہ عورت پر اتنا وقت گذر جائے کہ وہ غسل کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی مگر اس نے سستی کی اور پھر وقت گذر گیا تو اب اس وقت کی نماز کی قضاء اس کو کرنی پڑے گی۔[1] اور اگر وہ عورت ابھی غسل کر رہی تھی کہ وقت ختم ہو گیا تو اب اس پر اس وقت کی نماز کی قضاء نہیں ہوگی۔ یہی بات علامہ شامی ابن عابدین نے لکھی ہے۔[2] اور یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔[3]

فَلَيْسَ عَلَيْهَا اِعَادَةُ تِلْكَ الصَّلٰوةِ: کہ اگر صرف اتنا وقت ہو کہ اس میں غسل بھی پورا نہیں ہو سکتا تو

اب امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت کی نماز قضاء نہیں کرے گی۔ مگر امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس وقت کی نماز کی بھی وہ قضاء کرے گی۔[۴]

(۱) فتح القدیر ۱/۱۵۲ وکذا فی بحرالرائق ۱/۲۰۴ ردالمختار ۱/۲۰۶۔

(۲) شامی ۱/۲۰۶۔

(۳) فتح القدیر۔

(۴) قلائد الازہار ۱/۱۳۰۔



بَابُ النُّفَسَاءِ وَالْحُبْلٰی تَرَی الدَّمَ

نفاس والی اور ایسی حاملہ جس کو خون آئے اس کا بیان

نفاس کے لغوی واصطلاحی معنی

لفظ نفاس یہ نون کے کسرہ کے ساتھ فصیح ہے اور فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ مگر نون کا ضمہ غلط ہے، بمعنی زچہ ہونا، بچہ جننا۔ (۱)

یہ نَفِسَ الرَّحْمُ بِالدَّمِ سے ماخوذ ہے یعنی رحم نے خون اگل دیا یا خروج النفس سے ماخوذ ہے یعنی بچہ یا خون کا نکلنا۔ (۲)

شرع میں نفاس کہتے ہیں کہ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيْبَ الْوِلَادَةِ۔ (۳)

بقول فتح القدیر کے الولادۃ کے بعد من الفرج کا اضافہ اس تعریف میں ہونا چاہئے۔

اَلْحُبْلٰی: حاملہ عورت کو کہتے ہیں کہ اس کو حیض نہیں آتا اگر حاملہ عورت خون دیکھتی ہے تو وہ استحاضہ کا ہوتا ہے وہ مانع صلوۃ و صوم وغیرہ نہیں ہوتا اس باب میں ان دونوں قسم کی عورتوں کا حکم بیان ہوگا۔

۵٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَلنُّفَسَاءُ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا وَقْتٌ قَعَدَتْ وَقْتَ اَيَّامِ نِسَائِهَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَأْخُذُ بِهٰذَا وَلٰكِنَّهَا نُفَسَاءُ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَاِنْ زَادَتْ عَلٰى ذَالِكَ اِغْتَسَلَتْ وَتَوَضَّأَتْ لِكُلِّ وَقْتِ صَلٰوةٍ وَصَلَّتْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ نفاس والی عورت کا وقت جبکہ نفاس متعین نہ ہو اس کی رشتہ دار عورتوں کے ایام نفاس سے اس کا وقت متعیّن کیا جائے گا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ ایسی عورت چالیس دن تک نفاس والی شمار ہوگی پھر اگر خون چالیس دن سے زائد آئے تو غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے گی۔ یہی بات امام

ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: قَعَدَتْ: واحد مونث غائب فعل ماضی معروف۔ (ن) مصدر قعوداً و مقعداً کھڑے سے بیٹھنا۔ قَعَدَبہٖ بٹھانا۔

اَلنِفَسَاء: النُفَسَاءو النَفَسَاء زچہ (مثنی) نَفَسَاوان (ج) نِفَاس

تشریح

اگر چالیس دن سے زیادہ نفاس آجائے

اِذَا لَمْ یَکُنْ لَّھَا وَقْتٌ قَعَدَتْ وَقْتَ اَیَّامِ نِسَائِھَا: اگر نفاس والی عورت کی عادت متعین نہ ہو[۴] تو اب اس کی رشتہ دار عورتوں کے ایام نفاس سے اس کا وقت متعین کیا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک عورت کا بچہ ہوا۔ پھر نفاس کا خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اب اس کی رشتہ دار عورتوں کو دیکھا جائے گا کہ ان کو عموماً کتنے دن خوں آتا ہے تو اتنا اس کا بھی نفاس شمار ہوگا۔ باقی استحاضہ کا ہوجائے گا اور اگر پہلے کوئی مدت متعین ہے تو اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ مگر احناف اس مسئلہ میں کچھ وضاحت کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداء نفاس چالیس دن سے زیادہ ہوگیا تو اب چالیس دن نفاس کا اور باقی استحاضہ کا شمار ہوگا۔ چالیس دن کے بعد یہ غسل کرکے تمام عبادات کو پوری کرے گی کیونکہ اکثر مدت نفاس چالیس دن ہے اور کم کی کوئی مدت نہیں۔[۵]

حسن بصریؒ کی ایک روایت کے مطابق ایسی عورت پچاس دن تک انتظار کرے گی اور عطاء بن ابی رباحؒ، شعبیؒ، وغیرہ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت ساٹھ دن تک انتظار کرے گی۔[۶]

---

(۱) مغرب۔

(۲) بدایہ۔

(۳) بحرالرائق ۱/۲۱۹ شرح المھذب ۲/۵۲۳۔

(۴) عنایۃ ۱/۱۶۵ بحرالرائق ۱/۲۱۹ کفایۃ ۱/۱۶۶ و دیگر کتب وغیرہ اور علامہ شوکانی نے ۱/۲۷۳ ۲ نیل الاوطار میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفاس کی کم سے کم مدت ۱۵ دن ہے یہ ان کا سہو ہے۔ احناف کی کتب اس کا انکار کرتی ہیں۔

(۵) تو اس میں بالاتفاق ائمہ اس کی پہلی عادت کی طرف لوٹایا جائے گا۔

(۶) عمدۃ القاری ۲/۹۰۔

۵۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا رَأَتِ الْحُبْلٰى الدَّمَ فَلَيْسَتْ بِحَائِضٍ فَلْتُصَلِّ وَلْتَصُمْ وَلْيَأْتِهَا زَوْجُهَا وَتَصْنَعُ مَا تَصْنَعُ الطَّاهِرُ۔ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر حاملہ عورت کو خون آجائے تو یہ حیض شمار نہیں ہوگا اسے نماز بھی پڑھنی ہوگی اور روزہ رکھنا بھی ہوگا اور اس کا شوہر اس سے صحبت بھی کر سکتا ہے اور ہر وہ کام جو ایک پاک عورت کرتی ہے یہ بھی وہی کرے گی یہی بات امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَلْحُبْلٰى: (ج) حبالى وَ حُبْلَيات۔ بمعنی حاملہ۔

تشریح

حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور اس میں امام شافعی کا اختلاف

اِذَا رَأَتِ الْحُبْلٰى الدَّمَ فَلَيْسَتْ بِحَائِضٍ: حاملہ عورت کو حیض کا خون آتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ حیض آسکتا ہے رحم میں بچہ ہونا حیض کے خون کے آنے سے مانع نہیں ہوتا۔

احناف کی تحقیق یہ ہے کہ حالت حمل میں عورت کو حیض نہیں آتا یہی بات ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے۔[1] کہ حاملہ عورت حالت حمل میں جو خون دیکھے وہ نہ نفاس کا ہوگا اور نہ ہی حیض کا اس خون سے وہ نہ نماز چھوڑے گی اور نہ ہی روزہ، شوہر بھی اس کے پاس آسکتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس قیاس ہے کہ وہ حیض کو نفاس پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح سے وہ رحم سے آتا ہے اسی طرح نفاس بھی رحم سے آتا ہے۔

احناف کے مستدلات

حدیث ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ اَلاَ لاَتُنْكَحُ الْحُبَالٰى حَتّٰى يَضَعْنَ وَلاَ الْحِيَالٰى حَتّٰى يَسْتَبْرأَ بِحَيْضَةٍ۔[2] کہ کسی حاملہ سے وطی نہ کی جائے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے اور کسی حمل والی سے وطی نہ کی جائے یہاں تک کہ ایک حیض دیکھ کر استبراء رحم کر لیا جائے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ حمل سے رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے اس لئے حیض آنے کا امکان ہی نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب

نفاس پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ نفاس کا خون تو بچہ کی پیدائش کے بعد۔رحم کے منہ کھلنے کے بعد آتا ہے۔ ہماری بحث اس خون کے بارے میں ہے جو ولادت سے قبل حالت حمل میں آئے۔ تو جب یہ خون حیض نہ ہوا تو اب یہ عورت نماز بھی پڑھے گی روزہ بھی رکھے گی اور شوہر بھی اس کے پاس جاسکتا ہے جیسے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔

---

(۱) محلی ۱۹۲/۲ وکذا جواہر النقی ۱۳۱/۱ یہی بات حضرت عطاء، حسن بصری، عکرمہ، جابر بن زید، سعید بن المسیب محمد بن المنکدر، زھری، شعبی، سفیان ثوری وغیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۲) رواہ ابوداؤد۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں گرفتار عورتوں کے بارے میں فرمایا تھا۔



۵٦

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْحُبْلٰى تُصَلِّيْ اَبَدًا مَّالَمْ تَضَعْ وَاِنْ رَأَتِ الدَّمَ لِاَنَّ الْحَبَلَ لَا يَكُوْنُ حَيْضًا وَاِنْ اَوْصَتْ وَهِيَ تُطَلَّقُ ثُمَّ مَاتَتْ فَوَصِيَّتُهَا مِنَ الثُّلُثِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حاملہ اس وقت تک نماز پڑھے گی جب تک وضع حمل نہ ہوجائے اگرچہ اس کو خون بھی آتا ہو۔ اس لئے کہ حاملہ کو حیض (کا خون) نہیں آتا اور اگر وہ دردزہ کی حالت میں ہو اور اس نے وصیت کی ہو پھر اس کا انتقال ہوجائے تو اس کی وصیت تہائی (مال) میں نافذ ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سب اس پر عمل کرتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

تشریح

اَلْحُبْلٰى لَايَكُوْنُ حَيْضًا: یہ بات گذشتہ اثر میں واضح ہوچکی ہے کہ حاملہ کو حیض نہیں آسکتا کیونکہ بچہ کی وجہ سے ایک سوئی کے ناکہ کے برابر بھی جگہ باقی نہیں رہتی تو حمل کی حالت میں حیض آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ پاک ہے تو اب نماز وغیرہ سب کچھ کرے گی۔

عورت کے دردزہ میں وصیت کا حکم

وَاِنْ اَوْصَتْ وَهِيَ تُطَلَّقُ ثُمَّ مَاتَتْ: اگر عورت دردزہ میں ہو اس نے وصیت کی پھر اس کا انتقال ہوجائے تو اس کی وصیت تہائی مال میں جاری ہوگی۔ کیونکہ دردزہ میں تکلیف بہت ہی زیادہ ہوتی ہے تو گویا کہ عورت موت کے منہ میں ہوتی ہے تو اس حالت میں عورت کوئی وصیت کرے اور پھر وضع حمل کے دوران انتقال ہوجائے تو اب اس کی یہ وصیت تہائی مال میں جاری ہوگی۔[1]

(۱) ردالمحتار ۵/۴۳۷۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَرٰی فِي الْمَنَامِ مَایَرَی الرَّجُلُ

عورت کا مرد کی طرح خواب میں (احتلام) کو دیکھنا

اس باب میں یہ بیان ہوگا کہ عورت کو بھی مرد کی طرح احتلام ہوتا ہے اور پھر جس طرح مرد پر احتلام کے بعد غسل واجب ہوجاتا ہے تو اسی طرح عورت پر بھی غسل واجب ہوگا۔

۵۷

﴿ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ بِنْتَ مَلْحَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرٰی فِي الْمَنَامِ مَا یَرَی الرَّجُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَتِ الْمَرْأَةُ مِنْكُنَّ مَا یَرَی الرَّجُلُ فَلْتَغْتَسِلْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عورت کے بارے سوال کرنے آئیں کہ اگر عورت مرد کی طرح خواب میں (احتلام) دیکھے تو کیا کرے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی عورت اسی طرح خواب دیکھے جیسے کہ مرد دیکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ غسل کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: المنام: نیند، سونے کی جگہ، خواب (ج) منامات۔

تشریح

بیان اختلاف مذاہب

اِذَا رَأَتِ الْمَرْأَةُ مِنْكُنَّ مَا یَرَی الرَّجُلُ: عورت کے احتلام سے بھی بالاتفاق غسل واجب ہوجاتا ہے بشرطیکہ انزال شہوت سے ہو۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ عورت

کے احتلام سے غسل واجب نہیں ہوتا مگر علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مرجوح قرار دیا ہے۔[1] اس صورت میں حدیث بالا بھی ان کے لئے حجت ہوگی۔

یا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی یہ تاویل کی جائے گی کہ خروج منی شہوت سے نہ ہو بلکہ صرف لذت کا احساس ہوا ہو۔ یہ بات تو شامی میں بھی لکھی ہے کہ اگر نزول ماء کا صرف احساس ہوا اور منی فرج خارج تک نہ پہنچی تو اس صورت میں احناف کے دو قول ہیں ایک قول کے اعتبار سے غسل واجب ہو جاتا ہے مگر اصح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ جب تک فرج خارج تک پانی نہ پہنچے اس وقت تک غسل واجب نہیں ہوتا۔

شیخ بو علی سینا کی تحقیق

بعض لوگ عورت کے احتلام کی نفی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ عورت کی منی ہوتی ہی نہیں ہے۔ شیخ بو علی سینا وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عورت کی منی ہوتی ہے مگر اس کا خروج باہر کی طرف بہت ہی کم ہوتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں میں نے خود عورت کے مستقر میں منی کو دیکھا ہے (عموماً بڑی عمر کی عورتوں کا احتلام باہر کی طرف خارج ہوتا ہے)۔

حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات: نام سہلہ یا رملہ تھا، ام سلیم کنیت تھی، غمیصاء اور میصا لقب تھا۔ والد کا نام ملحان بن خالد تھا۔ والدہ کا نام ملیکہ بنت مالک تھا۔ (اصابہ ۸/۲۴۴) مدینہ کی زندگی میں ابتداء میں ہی مسلمان ہوئیں۔ پہلا نکاح ان کا مالک بن نضر سے ہوا اور پھر دوسرا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد، خیبر، غزوہ، حنین میں شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کے فضائل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنت میں گیا تو مجھ کو وہاں آہٹ معلوم ہوئی میں نے کہا کہ یہ کون ہے تو بتایا کہ یہ حضرت انس کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہیں۔ (صحیح مسلم ۲/۳۴۲)

تلامذہ: حضرت عبد اللہ بن عباس، زید بن ثابت، ابو سلمہ، عروۃ بن عاصم انس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

وفات: اس بارے میں صحیح بات نہیں ملتی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں وفات پائی تھی۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ① اصابہ ۸/۲۴۴ ② صحیح مسلم ۲/۳۵۲ ③ صحیح بخاری ۲/۹۴۴ ④ طبقات ابن سعد۔

---

(۱) شرح المہذب ۲/۱۳۸ و کذا فی فتح القدیر ۱/۴۲ در المختار ۱/۱۵۲۔

بَابُ الْاَذَانِ

اذان کا بیان

اذان کے لغوی اصطلاحی معنیٰ

اذان بر وزن زمان مصدر ہے بمعنی الاعلام خبردار کرنا بعض اہل لغت کے نزدیک یہ اسم مصدر ہے کیونکہ اس کی ماضی اذن اور مصدر تاذین ہے۔ معروف اذان بھی چونکہ نماز کی خبر دیتی ہے اس لئے اس کو اذان کہتے ہیں کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالاً، وَكَمَا قَالَ تَعَالٰی وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ۔

کبھی کبھار اقامت کو بھی اذان کہہ دیتے ہیں۔ (۱)

اصطلاح شریعت میں کہتے ہیں اِعْلَامٌ مَّخْصُوْصٌ عَلٰی وَجْهٍ مَّخْصُوْصٍ بِاَلْفَاظٍ مَّخْصُوْصٍ۔

اذان کا ثبوت قرآن و حدیث دونوں سے ہے۔ آیات قرآنیہ میں ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ۔

وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا، قَالَ امام رازی رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی تفسیرہ دَلَّتِ الْاٰیَةُ عَلٰی ثُبُوْتِ الْاَذَانِ بِنَصِّ الْاٰیَةِ لَا بِالْمَنَامِ وَحْدَهٗ۔ وَاَحَادِیْثُ كَثِیْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ وَّمَشْهُوْرَةٌ۔

اذان کی مشروعیت کب ہوئی

اس میں اختلاف ہے کہ اذان کی مشروعیت ہجرت سے پہلے ہوئی یا ہجرت کے بعد۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مشروعیت ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوئی (۲) مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سب روایات کو سنداً کمزور بتایا ہے۔ جمہور محققین علماء کا اس بات پر اتفاق معلوم ہوتا ہے کہ اذان کی مشروعیت ہجرت کے بعد ہوئی۔

اذان کون سی ہجری سے شروع ہوئی

جمہور کا قول تو سن ایک ہجری کا ہے اسی بات کو علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور تہذیب اللغات میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمختار میں اور ابن

حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی رجحان سن ایک ہجری کا ہی ہے اور عام طور سے اہل تاریخ اذان کو سن ایک ہجری کے واقعات میں شمار کرتے ہیں۔ اس کے بخلاف صاحب مواہب فرماتے ہیں وَكَانَ فِيمَا قَبْلُ فِي سَنَةِ الثَّانِيَةِ اسی قسم کی بات ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقاۃ میں فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں كَانَ شَرْعِيَّةُ الْاَذَانِ فِي سَنَةِ الثَّانِيَةِ۔

۵۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَابَأْسَ بَاَنْ يُّؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَانَرٰى بِذٰلِكَ بَأْسًا وَنَكْرَهُ اَنْ يُّؤَذِّنَ جُنُبًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں کہ مؤذن بلا وضو اذان دے دے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ بلا وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں البتہ حالت جنابت میں اذان دینا مکروہ ہے۔ یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: يُؤَذِّنُ: بالصلاۃ: اذان دینا۔ تاذیناً مصدر ہے۔ مہموز الفاء ہے۔

نَكْرَهُ (س) كَرِهاً و كُرهاً و كَرَاهَةً و مَكْرَهَةً و مَكْرُهَةً الشئى: ناپسند کرنا صفت فاعلی كَارِهٌ۔ صفت مفعولی مَكْرُوْهٌ ہے۔

تشریح

بغیر وضو اذان دینے کا حکم

لَابَأْسَ بِاَنْ يُّؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ مؤذن بلا وضو اذان دے دے۔ اگر مؤذن بغیر وضو کے اذان دے دے تو اس بارے میں امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے۔[3]

اور سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رخصت ہے۔

اور جمہور فقہاء کے نزدیک بہتر ہے کہ وضو کے ساتھ دی جائے اگر بے وضو بھی دے دی تو بلا کراہت

جائز ہے۔ (۴) کیونکہ اذان در حقیقت ایک ذکر ہے ذکر کے لئے وضو کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

ان سب اقوال کے خلاف امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اذان میں طہارت شرط ہے اور وہ استدلال کرتے ہیں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ترمذی وغیرہ میں ہے لَا یُؤَذِّنُ اِلَّا مُتَوَضِّئٌ مگر عام محدثین و فقہاء اس روایت کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

حالت جنابت میں اذان دینے کا حکم

وَنَكْرَهُ اَنْ يُّؤَذِّنَ جُنُبًا: جنابت میں اذان دینا مکروہ (تحریمی) ہے۔ (۵)

صاحب الہدایہ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ اَنَّ لِلْاَذَانِ شِبْهًا بِالصَّلٰوةِ﴾ (۶)

"کہ اذان یہ فی الجملہ نماز کے ساتھ مشابہ ہے"۔

اذان کی نماز کے ساتھ مشابہت کس طرح ہے؟

پہلا- جس طرح سے نماز کی ابتداء اللہ اکبر سے ہوتی ہے، اذان کی ابتداء بھی اسی سے ہوتی ہے۔

دوسرا- ارکان نماز میں ترتیب ضروری ہے اسی طرح اذان کے کلمات میں بھی ترتیب ضروری ہے۔

تیسرا- جس طرح نماز کے لئے وقت مخصوص ہے اسی طرح اذان کے لئے بھی وقت مخصوص ہے۔

چوتھا- جس طرح سے نماز میں بات کرنا منع ہے اسی طرح اذان میں بھی منع ہے۔

ونکرہ ان یؤذن جنبا: حالت جنابت میں اذان کا اعادہ مستحب ہے۔ (۷)

بعض فقہاء نے اعادہ کو واجب کہا ہے اس دوسرے قول کو اختیار کرنے والے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ ہیں۔ (۸)

---

(۱) بذل المجہود ۱/۳۰۶۔

(۲) اس بات کو طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، دار قطنی نے اطراف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور بزار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اذان کی ابتداء معراج میں ہوئی جو مکہ کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

(۳) کتاب الام ۱/۷۴۔ (۴) عمدۃ القاری ۲/۶۷۰ بدائع ۱/۱۵۱ بحرالرائق ۱/۲۶۳۔ (۵) ھدایہ ۱/۲۷۵۔

(۶) جوہرۃ نیرۃ، جامع صغیر وکذا فی بحرالرائق ۱/۲۶۳۔ (۷) ہدایہ مع عنایۃ، فتح القدیر۔

(۸) فتاویٰ قاضی خان، تبیین الحقائق، تنویر الابصار، اس کو صاحب الہدایہ نے اشبہ بالفقہ فرمایا ہے۔

۵۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِى الْمُؤَذِّنِ يَتَكَلَّمُ فِىْ اَذَانِهٖ قَالَ لَا آمُرُهٗ وَلَا اَنْهَاهُ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاَمَّا نَحْنُ فَنَرٰى اَنْ لَّا يَفْعَلَ وَاِنْ فَعَلَ لَمْ يَنْقُضْ ذٰلِكَ اَذَانَهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسا مؤذن جو اذان کے دوران بات کرے تو نہ میں اسے بات کرنے کا حکم دوں گا اور نہ ہی اس سے روکوں گا۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسے بات نہیں کرنی چاہئے اور اگر اس نے بات کرلی تو اس سے اذان میں نقصان نہیں آئے گا یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: يَتَكَلَّمُ: تَكَلَّمَ تَكَلُّمًا وتِكِلَّامًا الرَّجُلُ كَلِمَةً وَبِكَلِمَةٍ بات کہنا۔

تشریح

اذان کے دوران اگر مؤذن بات کرے

يَتَكَلَّمُ فِىْ اَذَانِهٖ: اذان کے دوران اگر مؤذن بات کرے۔ اس بارے میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جائز ہے مگر حضرت عروۃ، عطاء، حسن بصری، قتادہ، ابراہیم النخعی، ابن سیرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤذن کا بات کرنا مکروہ ہے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بالکل ممانعت نقل کی ہے اور امام ابوحنیفہ، صاحبین، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے۔[1]

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اذان کے دوران بات کی وجہ سے اذان کی ترتیب میں فرق واقع ہوتا ہے اس لئے یہ مکروہ ہوگا۔[2] اور یہی بات علامہ کاسانی نے البدائع میں فرمائی ہے کہ بات کرنا سنت کے خلاف ہے اور سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ مکروہ ہوگا۔[3]

وَاِنْ فَعَلَ لَمْ يَنْقُضْ ذٰلِكَ: کہ اگر بات کرلے تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ یعنی اگر مختصر سی بات کرے جس سے اذان میں خلل نہ آئے تو اب اعادہ نہیں ہوگا اگر طویل بات کرے جس سے اذان کہنے میں حرج واقع ہو تو اب اعادہ ہے۔[4] اور یہی تفصیل ابن حجرؒ نے امام شافعیؒ کے مذہب کے بارے میں نقل کی ہے۔[5]

(۱) عمدۃ القاری ۲/ ۷/ ۶۴۔ (۲) فتح الباری ۲/ ۸۰۔ (۳) البدائع ۱/ ۱۴۹۔
(۴) فتح القدیر، بحرالرائق، فتاوی عالمگیری، فتاوی قاضی خان، البدائع، شامی، وغیرھا من کتب فقہ۔ (۵) فتح الباری۔

٦٠

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ التَّثْوِيْبِ قَالَ هُوَ مِمَّا اَحْدَثَهُ النَّاسُ وَهُوَ حَسَنٌ مِمَّا اَحْدَثُوْا وَذَكَرَ اَنَّ تَثْوِيْبَهُمْ كَانَ حِيْنَ يَفْرَغُ الْمُؤَذِّنُ مِنْ اَذَانِهِ۔ "اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت حماد نے (اذان کی) تثویب کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا یہ لوگوں کی اپنی ایجاد کردہ ہے لوگوں کی ایجاد کردہ چیزوں میں سے یہ اچھی چیز ہے ان کی تثویب اس طرح ہوتی ہے کہ جب مؤذن اذان دے چکتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے الصلوۃ خیر من النوم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو پسند کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے"۔

لغات: اَلتَّثْوِيْبِ: هُوَ الاعلام بعد الاعلام۔

تشریح

تثویب کے لغوی معنی واصطلاحی معنی

سَأَلْتُهُ عَنِ التَّثْوِيْبِ: سوال کیا تثویب کے بارے میں۔

تثویب کے لغوی معنی الاعلام بعد اعلام۔ [1] شرعاً اس کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔

① صرف فجر کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا۔

② اس میں نہ کوئی الفاظ مخصوص ہے نہ کوئی طریقہ مثلاً اَلصَّلٰوةُ، اَلصَّلٰوةُ، یا قَامَتِ الصَّلٰوةُ، قَامَتِ الصَّلٰوةُ، یا اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ وغیرہ الفاظ کہے جاسکتے ہیں اذان اور اقامت کے درمیان میں۔

تثویب کی دو قسمیں

پہلی قسم تثویب کی جس میں صرف اذان فجر میں اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا پڑھنا۔ اس میں ائمہ اربعہ،

جمہور کے نزدیک یہ مسنون ہے۔ صرف عطاء ابن ابی رباح اور طاؤس اس کو مکروہ کہتے ہیں۔

دوسری قسم تثویب کی اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر نماز کے لئے مستحب ہے صرف ان لوگوں کے لئے جو مشغولین بالعلم ہوں۔[۲] اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ عام مشائخ اس کو فجر میں تو کوئی حرج نہیں سمجھتے مگر بقیہ چار نمازوں میں اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔[۳]

اَحْدَثَهُ النَّاسُ: لوگوں کی اپنی ایجاد کردہ ہے۔ کہ اذان کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہا جائے کیونکہ امور دینیہ میں سستی رونما ہو چکی ہے اس کو مطلقاً بدعت نہیں کہہ سکتے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ بلکہ اس کو بدعت یا حسنۃ کہیں گے۔[۴]

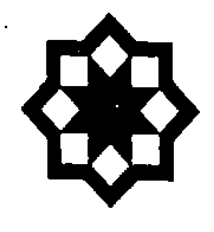
---

(۱) یعنی اعلان کے بعد اعلان کو کہتے ہیں۔ (بذل المجہود ۱/۳۰۶ معارف السنن ۲/۲۰۲)۔

(۲) اس کو شامی نے مباح کہا ہے۔

(۳) اوجز المسالک ۱/۱۸۵ امانی الاحبار ۲/۲۲۶۔

(۴) بدعت کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں۔ ① بدعت مباحہ، کھانا پینا وغیرہ میں وسعت کرنا۔ ② بدعت محرمہ، فرقہ قدریہ وغیرہ فرق باطلہ کی باتیں۔ ③ بدعت مکروہہ، جیسے مسجد کو مزین و خوبصورت بنانا۔ ④ بدعت واجبہ علم نحو صرف وغیرہ کا علم حاصل کرنا۔ ⑤ بدعت مندوبہ تراویح کے لئے جمع ہونا۔ مسائل سیکھنے وغیرہ کے لئے جمع ہونا وغیرہ۔ (تہذیب الاسماء واللغات)۔



٦١

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ آخِرُ اَذَانِ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پر ختم ہوئی تھی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسی کو ہم پسند کرتے ہیں یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے“۔

لغات: آخِر: پچھلا (ج) آخرون مونث اُخریٰ (ج) اُخریات۔

تشریح

اذان کا طریقہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اذان کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ چار مرتبہ کہے گا مگر یہ چار مرتبہ دو سانس میں کہے گا اور پھر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مرتبہ کہے گا پھر اسی طرح اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو مرتبہ کہے گا اس میں ترجیع نہیں ہے (کہ پہلے دو مرتبہ آہستہ کہے پھر دو مرتبہ زور سے کہے) اور پھر حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ دو مرتبہ پھر حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دو مرتبہ کہے۔ آخر میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر اذان کو ختم کرے یہی قول اہل مدینہ کا ہے مگر ان کے نزدیک شروع میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ ہے اور احناف کے نزدیک چار مرتبہ ہے۔

كَانَ آخِرُ اَذَانِ بِلَالٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: کہ چار مرتبہ کیوں نہیں جیسے کہ شروع میں تھا۔ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مرتبہ ہونا چاہیے جیسے کہ (شہادتین) دو مرتبہ شروع میں تھا؟ تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان (یعنی نص) سے ہم کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں۔

صاحب بدائع کا تسامح

بدائع میں ہے کہ اس اثر میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر رد ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ

اذان کو اللہ اکبر پر ختم کیا جائے جیسے کہ شروع میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ سے کیا تھا۔ مگر یہ نسبت امام مالک کی طرف صحیح نہیں، [۱] اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اذان کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر ختم کیا جائے۔

(۱) یہ بات نہ موطأ میں ہے اور نہ شرح الزرقانی میں اور نہ فتح الباری میں نہ عمدۃ القاری، اوجز المسالک، نہ نیل الاوطار اور نہ بذل المجہود اور نہ شامی کسی بھی مشہور فقہ کی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی صرف بدائع الصنائع صفحہ ۱/۱۴۷ میں ہے۔



٦٢

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ مَثْنٰى مَثْنٰى۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اذان اور اقامت میں کلمات دو دو مرتبہ ہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے"۔

لغات: مثنٰی: دو دو۔ ثناء و مثنٰی غیر منصرف ہے اور مزکر و مونث کے لئے یکساں ہے۔

تشریح

کلمات اذان کتنے ہیں

کلمات اذان میں تین مذاہب ہیں:

① امام مالک، حسن بصری، محمد ابن ابی سیرین، عطاء بن رباح رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک سترہ ہیں کہ شروع میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ شہادتین میں ترجیع ہوگی تو آٹھ کلمات ہوئے اور پھر حیعلتین میں چار کلمات پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ پھر آخر میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک مرتبہ۔

② امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ۱۹ کلمات ہیں امام شافعی کے نزدیک شروع میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ چار مرتبہ ہے باقی میں امام مالک والا انداز ہوگا۔

③ احناف اور امام احمد کے نزدیک پندرہ کلمات ہیں۔

کلمات اقامت کتنے ہیں

اس میں تین مذاہب ہیں:

① امام مالک، ربیعۃ الرائے رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک کلمات اقامت دس ہیں وہ اس طرح کہ لفظ اَللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ شہادتین دو مرتبہ حیعلتین دو مرتبہ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور کلمہ ایک ایک مرتبہ۔

(۲) امام شافعی امام احمد امام اوزاعی حسن بصری اہل مصر اہل حجاز وغیرہ کے نزدیک کلمات اقامت گیارہ ہیں قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ دو مرتبہ ہے باقی امام مالک والا انداز ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور اہل کوفہ کے نزدیک کلمات اقامت سترہ ہیں اذان والا انداز صرف دو مرتبہ قد قامت الصلوۃ زائد ہوگا۔[۱]

اذان اور اقامت میں احناف کے مستدلات

حدیث عبداللّٰہ بن زید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، كَانَ اَذَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفْعًا شَفْعًا فی الاذان و الاقامة۔[۲]

حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہ ان کو خواب میں اسی طرح اذان اور اقامت سکھائی گئی تھی۔[۳]

حدیث سوید بن غفلة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما سَمِعْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى۔[۴]

احناف نے سترہ کلمات والی روایات کو کئی وجوہات کی بناء پر ترجیح دی:

(۱) صاحب اذان عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان و اقامت میں ۱۷ کلمات ہیں۔

(۲) ابو محذورۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ۱۷ کلمات ہیں جو ۹ ہجری میں اسلام لائے تو یہ آخری زمانے کا عمل تھا۔

(۳) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ۱۷ کلمات ہیں اذان کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے مؤذن تھے۔

(۱) امانی الاحبار ۲/۲۱۲، نیل الاوطار ۱/۳۴۰، فتح الملہم ۲/۲، بذل المجہود ۱/۱۸۱، الکوکب الدری ۱/۱۰۷، بدایۃ المجتہد ۱/۱۰۵ عمدۃ القاری، فتح القدیر، تعلیق الصبیح ۱/۲۹۱۔

(۲) ترمذی۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۳۶۔

(۴) طحاوی کتاب الصلوٰۃ باب الاقامۃ کیف ھی۔ مزید دیکھیں دار قطنی ۱/۲۴۲، طحاوی کتاب الصلوٰۃ باب الاقامۃ کیف ھی۔ مصنف عبدالرزاق ۲/۴۶۳ وغیرہ۔



٦٣

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَاِنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِلْقَوْمِ اَنْ يَّقُوْمُوْا فَيَصُفُّوْا فَاِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ كَبَّرَ الْاِمَامُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ كَفَّ الْاِمَامُ حَتّٰى يَفْرَغَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ اِقَامَتِهٖ ثُمَّ كَبَّرَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ اَيْضًا كُلُّ ذٰلِكَ حَسَنٌ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہئے کہ کھڑے ہوکر صفیں درست کرلیں اور جب قد قامت الصلوۃ کہے تو امام کو اللہ اکبر کہہ دینا چاہئے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اگر امام مؤذن کی تکبیر کے ختم ہونے تک رکا رہے (پھر) تکبیر ختم ہونے کے بعد وہ اللہ اکبر کہے تب بھی کوئی حرج نہیں دونوں ہی طریقے اچھے ہیں"۔

لغات: فَيَصُفُّوا: (ن) صَوًا وَسَفَفً۔ الشئی: صف بنانا۔ القوم میدان میں صف بندی کرنا۔

تشریح

وَاِنْ كَفَّ الْاِمَامُ حَتّٰى يَفْرَغَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ اِقَامَتِهٖ ثُمَّ كَبَّرَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ: کہ امام مؤذن کی تکبیر کے ختم ہونے تک رکا رہے پھر تکبیر ختم ہونے کے بعد وہ تکبیر کہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

امام نیت کب باندھے گا

اس میں چار مذاہب ہیں:

① امام مالک اور جمہور علماء کے نزدیک اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں۔

② دوسرا مذہب شوافع اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اقامت کے ختم ہونے کے بعد نیت باندھے۔

③ تیسرا مذہب امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن پہلی مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ

کہے تو لوگ صفوں میں کھڑے ہوجائیں اور جب دوسری مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام نیت باندھ لے۔

④ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو لوگ کھڑے ہوجائیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام نیت باندھ لے۔

مگر ائمہ ثلاثہ کا اصح قول اور عامۃ العلماء کے نزدیک مستحب یہی ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو لوگ کھڑے ہوجائیں۔ [۱] کیونکہ صفوں کا سیدھا ہونا بھی ضروری ہے اور اقامت کے بعد تو وقت نہیں ہوتا اس لئے کہ فوراً بعد تو نیت باندھی جاتی ہے تو جب اقامت شروع ہو تو صفوں کو درست کرنا شروع کردینا چاہئے اور جب مؤذن اقامت ختم کرے پھر امام نیت باندھے تاکہ مؤذن بھی شامل ہوجائے۔

حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی ابومحمد الکوفی ہے۔ ان کے بارے میں عبداللہ بن ادریس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان سے زیادہ کسی اور کی تعریف کرتے نہیں سنا۔ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

اساتذہ: عبداللہ بن ابی اوفی، انس، ذر بن عبداللہ، سعید بن جبیر، قرۃ بن شراحیل، خیثمہ بن عبدالرحمان، زید بن وھب وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان کے بیٹے زید اور زبیدہ بن الحارث، الاعمش، شعبہ، ابوحنیفہ، معمر، ادریس بن یزید، زبیر بن عدی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

وفات: ۱۱۲ ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۲۵/۵ کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

---

(۱) بذل المجہود ۱/۳۰۸۔



٦٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ آذَانٌ وَّلَا اِقَامَةٌ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ عورتوں پر اذان و اقامت کہنا نہیں چاہیے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اِقَامَة: اَقَامَه اِقَامَةً وَ قَامَةً۔ باب تفعیل سے مصدر بمعنی کھڑا کرنا۔ لِلصلوٰۃ: اقامت کہنا۔

تشریح

اگر عورت نے اذان دے دی

صاحب ہدایہ اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں عورت کی اذان صحیح نہیں جمہور کے نزدیک یہ بات امام ابوحنیفہ شافعی احمد مالک سعید بن المسیب، ربیعہ الرأی، یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔[1]

﴿كَذٰلِكَ الْمَرْاَةُ تُؤَذِّنُ مَعْنَاهُ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّعَادَ لِيَقَعَ عَلٰى وَجْهِ السُّنَّةِ﴾[2]

اسی وجہ سے عورت جب اذان کہے تو اذان کا اعادہ کیا جائے گا تاکہ اذان علی طرز سنت ادا ہو جائے یہی بات امام محمد نے جامع الصغیر میں فرمائی ہے کہ اس اذان کا اعادہ مستحب ہے۔

صاحب فتح القدیر ابن ہمام فرماتے ہیں ان پانچ کی اذان مکروہ ہے اور اس کا اعادہ مستحب ہے۔ کیونکہ ان کی اذان کا اعتماد نہیں ہے وہ پانچ حسب ذیل ہیں:

① ناسمجھ بچہ۔ ② عورت۔ ③ جنبی۔ ④ نشہ والا آدمی۔ ⑤ مجنون۔[3]

(۱) فتح القدیر ومدونہ ۱/ ۶۳ کتاب الام ۱/ ۷۳ بدائع ۱/ ۱۵۰۔

(۲) ہدایہ۔

(۳) فتح القدیر۔



بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

مَوَاقِيْتِ: یہ میقات کی جمع ہے بمعنی وقت۔ مواقیت جمع کثرت ہے۔

سوال: اوقات نماز تو پانچ ہیں تو جمع قلت کا صیغہ لانا چاہئے تھا؟

جواب ❶ : پوری زندگی میں ہر روز اوقات نماز لوٹ لوٹ کر آتے ہیں تو یہ اوقات ان گنت ہوں گے اس لئے جمع کثرت کا صیغہ لائے۔

جواب ❷ : نماز کے اوقات تین طرح کے ہیں۔

① وقت استحباب۔ ② وقت جواز۔ ③ وقت قضاء۔ ان تینوں کو پانچ میں ضرب دیئے جائیں تو پندرہ بن جاتے ہیں اس لئے جمع کثرت کا صیغہ لائے۔[1]

لفظ صلوٰۃ "صلی" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ٹیڑھی لکڑی کو آگ دکھاکر سیدھا کرنا نماز سے بھی نفس کی کجی دور ہوتی ہے۔ صلوٰۃ کے کئی معنی آتے ہیں دعا، رحمت، ثناء، قرءات، تقرب، لزوم۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نماز کو نماز اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے۔[2]

نماز کی مشروعیت قرآن، حدیث، اجماع، سب سے ہے قرآن سے مثلاً ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا حدیث مثلاً بنی الاسلام علی خمس الخ۔

اور نماز کی مشروعیت مکہ کی زندگی میں ہی ہوئی تھی۔[3]

٦٥

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَأَمَرَهُ اَنْ يَحْضُرَ الصَّلٰوتِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَمَرَ بِلاَلاً اَنْ يُبَكِّرَ بِالصَّلَوَاتِ ثُمَّ اَمَرَهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ فَأَخَّرَ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ؟ مَابَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَأْخُذُ وَالْمَغْرِبُ وَغَيْرُهَا عِنْدَنَا فِيْ هٰذَا سَوَاءٌ اِلاَّ اَنَّا نَكْرَهُ تَأْخِيْرَهَا اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علی وسلم کی خدمت

میں نماز کے اوقات دریافت کرنے آئے آپ صلی اللہ علی وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوا کریں۔ پھر آپ صلی اللہ علی وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اذان ابتداء وقت میں کہیں پھر دوسرے دن (بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو) کو حکم دیا کہ نمازوں کو موخر کریں۔ پھر آپ صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا نماز کے اوقات پوچھنے والا آدمی کہاں ہے؟ (فرمایا) ان دونوں وقتوں کے درمیان (نماز کا) وقت ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ہمارے یہاں مغرب وغیرہ سب برابر ہیں البتہ غروب ہونے کے بعد مغرب کی (نماز کو) موخر کرنے کو ہم مکروہ سمجھتے ہیں یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے"۔

لغات: مَوَاقِیت: میقات کی جمع ہے۔ بمعنی وقت۔ وعدہ جس کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہو۔ اور کبھی اس مقام کے لئے بھی استعارہ کیا جاتا ہے جس میں اجتماع کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہو۔

وقت: وَقَتَ یَقِتُ وَقْتاً الْاَمْرَ: وقت مقرر کرنا۔ (ض) سے مصدر ہے۔ معتل فار ہے "ہفت اقسام" میں۔

فَاَمَرَہٗ: (ن) اَمْراً و آمِرَۃً وَ اِمَاراً: حکم کرنا۔ (س) اور (ک) سے امیر و حاکم ہونا۔

اَلْاَمْر (ج) اوامر: حکم فرمان۔ ج امور۔ کام، واقعہ چیز۔ (مہموز الفاء)

تشریح

علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں آپ صلی اللہ علی وسلم نے نماز کے ابتداء اور انتہاء وقت کو بیان فرمایا ہے۔

اجمالی تمام نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات

فجر کے اول وقت کے سلسلے میں تمام علماء کا اتفاق ہے طلوع صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔

فجر کے انتہاء وقت میں دو مذہب ہیں پہلا مذہب امام شافعی، امام مالک کے ایک قول کے مطابق اسفار ہونے پر فجر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔

دوسرا مذہب احناف، حنابلہ اور ایک قول شوافع اور مالکیہ اور جمہور کے نزدیک طلوع شمس پر ختم ہوتا

ہے۔(۴)

ظہر کا ابتدا اور انتہائی وقت

ظہر کے ابتدائی وقت میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ زوال شمس سے شروع ہوتا ہے۔(۵)

ظہر کے انتہائی وقت میں چار قول ہیں:

① امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مثل پر ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور پھر ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعت پڑھنے کا وقت مشترک ہوتا ہے۔ اس میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

② امام شافعی اور اصحاب ظواہر کے نزدیک ایک مثل پر ختم ہوجاتا ہے اور پھر ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعت پڑھنے کا وقت مشترک ہوتا ہے مگر اس میں ظہر کی نماز قضاء ہوجاتی ہے اور عصر کی نماز جائز ہی نہیں ہے۔

③ صاحبین، جمہور فقہاء، امام زفر، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہوجاتا ہے پھر اس کے متصل بعد عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

④ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہوتا ہے اور پھر اس کے متصل بعد عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

عصر کا ابتدائی اور انتہائی وقت

ظہر کے آخری وقت میں جو اختلاف ہے وہی کا کہ عصر کے اول وقت میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوگا اور صاحبین امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، سفیان ثوری، رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مثل کے بعد شروع ہوجائے گا۔

﴿وَالْعَصْرُ حِيْنَ الْمَرْءُ يُلْقِيْ ظِلَّهٗ قَدْ صَارَ مِثْلَيْهِ وَقَالَ مِثْلَهٗ﴾

عصر کے انتہائی وقت میں چار اقوال ہیں:

① پہلا قول امام شافعی، امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ عصر کا وقت دو مثل پر ختم ہوجاتا ہے۔

② امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب سورج پیلا ہوجائے۔

③ اصحاب ظواہر کے نزدیک غروب شمس سے ایک رکعت کے بقدر وقت رہنے پر عصر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔

④ احناف، جمہور فقہاء کے نزدیک غروب سورج پر عصر کا وقت ختم ہوتا ہے۔ (٦)

مغرب کا ابتدائی اور انتہائی وقت

مغرب کے ابتدائی وقت میں دو قول ہیں:

① امام عطاء بن رباح، طاؤس ابن کیسان، وہب بن منبہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ مغرب کا وقت طلوع نجوم سے شروع ہوتا ہے۔ (۷)

② ائمہ اربعہ کے نزدیک مغرب کا وقت غروب شمس سے شروع ہوجاتا ہے۔

مغرب کے انتہائی وقت میں تین اقوال ہیں:

① امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے اعتبار سے غروب سورج کے بعد اطمینان سے وضو کرکے تین رکعت پڑھنے کے بقدر وقت رہتا ہے۔

② امام شافعی و امام مالک کا ایک قول کے مطابق اور صاحبین و جمہور فقہاء کے نزدیک شفق احمر پر ختم ہوتا ہے (مغرب سے تقریباً پون گھنٹہ)

③ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفق ابیض پر مغرب کا وقت ختم ہوجاتا ہے (مغرب سے تقریباً سوا گھنٹہ)۔ (۸)

عشاء کا ابتدائی اور انتہائی وقت

تمام اختلافات کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے انتہائی وقت میں چار اقوال ہیں:

① امام شافعی، امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے اعتبار سے ثلث لیل پر عشاء کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ (۹)

② امام شافعی، امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے دوسرے قول کے اعتبار سے نصف رات کو ختم ہوجاتا ہے۔

③ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ضرورت شدیدہ نہ ہو تو ثلث رات کو اگر ضرورت شدیدہ ہو تو طلوع فجر تک وقت رہتا ہے۔

④ احناف، جمہور فقہاء کے نزدیک صبح صادق تک عشاء کا وقت رہتا ہے۔

(۱) ایضاح الطحاوی ۱/۴۰۶۔

(۲) عمدۃ القاری ۲/۱۹۵ شرح مسلم للنووی ۱/۱۶۴ مزید وضاحت کے لئے فتح الملہم ۲/۱ فقہ اللغۃ لابن الفارس ۴۶ دیکھیں۔

(۳) تفسیر ابن کثیر۔

(۴) یہ وقت منقول ہے چند صحابہ سے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

① حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، طحاوی، دارقطنی

② حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ ترمذی، نسائی، بیہقی، ابن حبان۔

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ نسائی، بزار، حاکم۔

④ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ بیہقی، طبرانی۔

⑤ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ عبدالرزاق، ابن راہویہ۔

(۵) اسی پر علامہ شوکانی، ابن رشد، زرقانی، صاحب مغنی وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے۔

(۶) حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی تخریج صحاح ستہ نے کی ہے۔

(۷) بذل المجھود میں ہے کہ ابتداء وقت مغرب میں کسی کا اختلاف نہیں مگر بقول امام طحاوی کے ذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى اَنَّ اَوَّلَ وَقْتَ الْمَغْرِبِ حِيْنَ يَطْلُعَ النَّجْمُ سے اشارہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔

(۸) درمختار وغیرہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا مگر ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور بحرالرائق وغیرہ نے تردید کی ہے کہ اس قول کی کوئی سند نہیں ہے۔

(۹) قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب ہے۔

(نوٹ) عمدۃ القاری نے بہت سی احادیث، اثار واقوال سے احناف کے مذہب کو ثابت کیا ہے۔

(نوٹ) اکثر ان اقوال کو اوجز المسالک ۱/ ابذل المجھود ۱/ ۲۲۷ امانی الاحبار ۲/ ۲۶۳ سے لیا گیا ہے۔



٦٦

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ عَنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ تُؤَخَّرُ الظُّهْرُ فِي الصَّيْفِ حَتّٰى تُبَرَّدُ بِهَا وَتُصَلّٰى فِي الشِّتَاءِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جہنّم کی لپیٹ (گرمی) میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا گرمی میں ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھا جائے گا اور سردی کے زمانہ میں زوال کے فوراً بعد پڑھا جائے گا یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے"۔

لغات: اَبْرِدُوْا: افعال سے امر جمع مزکر حاضر ہے۔ بمعنی ٹھنڈا کرو۔ بَرَدَ (ن) بَرْداً بَرُدَ (ک) بُرُوْدَةً ٹھنڈا ہونا صفت (بَرْدٌ و بارِدٌ و بَرُوٌ و بُرَادٌ)

فَيْح: فَاحَ يَفِيحُ فَيْحاً و فَيحاناً۔ اَلْحَرُّ: گرمی کا تیز ہونا۔

تزول: (ن) زَوَالا و زُوُوْلا و زَوَالاناً و زِئالا۔ الشمس: آفتاب کا ڈھلنا۔

تشریح

ظہر کی نماز کب پڑھی جائے

تُؤَخَّرُ الظُّهْرُ فِي الصَّيْفِ حَتّٰى تُبَرَّدُ بِهَا: سردی کے دنوں میں ظہر کی نماز میں تعجیل تمام علماء کے نزدیک بہتر ہے البتہ گرمی کے زمانے میں افضل وقت میں اختلاف ہے اس میں دو مذہب ہیں:

① امام شافعی، لیث بن سعد اور اشہب مالکی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرمی کے زمانہ میں ظہر کی نماز میں تعجیل افضل ہے۔

② امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، صاحبین، اسحاق ابن راہویہ، عبداللہ مبارک، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرمی کے دنوں میں ظہر کی نماز میں تاخیر بہتر ہے۔[1]

عَنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ: جہنّم کی لپیٹ ہے (گرمی) دنیا میں گرمی جہنّم کی لپیٹ سے ہوتی ہے۔ (۲)

سوال: موجودہ سائنس دان کہتے ہیں کہ گرمی اور سردی کا تعلّق سورج کے قریب اور بعید ہونے سے ہے مگراس حدیث میں تو کچھ اور فرمایا گیا ہے۔

جواب: ایک چیز کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں گرمی کے بھی مختلف اسباب ہوسکتے ہیں مثلاً زمین کی سختی ونرمی سطح سمندر سے بلندی، سورج کا قرب اور بعد اسی طرح ایک سبب جہنّم کی لپیٹ بھی ہوسکتی ہے۔

دوسرا جواب: اگر سورج کو ہی اکیلا سبب مانا جائے تو سورج کی حرارت کا سبب یہی فیح جہنّم ہوگا۔ (۳)
سائنس دانوں کی نظر ظاہر تک محدود ہے اس لئے انہوں نے سورج کو سبب جان لیا اور آپ صلی اللہ علی وسلم کی نظراس سے بھی اوپر اور اصل سبب پر تھی اس لئے آپ صلی اللہ علی وسلم نے فیح جہنّم کو سبب قرار دیا۔

---

(۱) معارف السنن ۲/۴۹ نیل الاوطار ۱/۲۹۱ امانی الاحبار ۲/۳۹۷ بدایۃ المجتہد ۱/۱۹۰ البدائع۔
صاحب جوہرہ نے ابراد ظہر کے لئے تین شرطیں لگائی ہیں: ① گرم ملک ہو۔ ② نماز باجماعت پڑھی جائے۔ ③ گرمی کا شباب۔ مگر درمختار مجمع وغیرہ کتب میں اس پر انکار موجود ہے کہ مطلقاً گرمی میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھی جائے۔ صاحب تبیین الحقائق نے لکھا ہے کہ یہ تین شرطیں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں چوتھی شرط ان کے نزدیک یہ بھی ہے کہ لوگ دور دور سے آئے ہوں۔

(۲) ابن حجر نے فتح الباری ۲/۷/۵۲ میں فرماتے ہیں کہ گرمی کی شدت کو جہنّم کی لپیٹ کی طرف جو منسوب کیا گیا یہ حقیقت پر بھی محمول ہوسکتی ہے اور یہی بات قاضی عیاض علامہ قرطبی امام نووی علامہ ابن البر، تور بشتی وغیرہ کی رائے ہے اور قاضی بیضاوی وغیرہ نے اس کو مجاز کی طرف محمول کیا ہے۔

(۳) درس ترمذی۔



٦٧

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَظَرَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَی الشَّمْسِ حِيْنَ غَرَبَتْ فَقَالَ هٰذَا حِيْنُ دَلَکَتْ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غروب کے وقت سورج کو دیکھا اور فرمایا یہ غروب کا وقت ہے"۔

لغات: الشمس: (ن) شُمُوْساً وَ شَمَاساً باز رکھنا، انکار کرنا۔ اَلشَّمْس۔ مصدر۔ آفتاب۔ تصغیر شُمَيْسَة (ج) شُمُوْس ۔

غَرَبَتْ: (ن) غَرْباً۔ جانا۔ فلانٌ عَنَّا۔ جدا ہونا۔ اَلْغُرْبَة دوری۔

دَلَکَتْ: (ن) دَلْکاً۔ الشئ: رگڑنا، ملائم کرنا۔ (دلوکاً) الشمس۔ ڈوبنے کے قریب ہونا۔

الدلک: نرمی۔، غروب آفتاب کا وقت۔

تشریح

مغرب کی نماز کب پڑھی جائے

حین غربت: جب سورج کو غروب ہوتے دیکھا فرمایا یہ غروب کا وقت ہے محدثین فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہوجائے فوراً ہی مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھ لینا چاہئے۔ اس میں تو ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے صرف عطاء بن رباح، طاؤس بن کیسان اور وہب بن منبہ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ مغرب کا وقت طلوع نجوم سے شروع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں:

حدیث سلمة بن الاکوع رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کَانَ يُصَلِّی الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ (۱)

حدیث عقبة بن عامر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَيْرٍ اَوْعَلَی الْفِطْرَةِ مَالَمْ يُؤَخِّرِ الْمَغْرِبَ حَتّٰی تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ﴾ (۲)

حدیث رافع بن خدیج رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کُنَّا نُصَلِّی الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاَنَّهٗ يَبْصُرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ۔

امام طحاویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق، حضرت ابوہریرۃ، حضرت عثمان غنی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاویٰ نقل کئے ہیں کہ سب فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز غروب کے متصل بعد پڑھنا چاہیے۔ (۳)

(۱) رواہ نسائی، بخاری۔

(۲) رواہ مسند احمد، ابوداؤد وغیرہ مستدرک، ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) دیکھیں طحاوی ۹۲۔



بَابُ الْغُسْلِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْعِیْدَیْنِ

غسل: (بفتح غین) مصدر ہے بمعنی کسی چیز کو دھونا غسل (بکسر غین) جس چیز کے ذریعے دھویا جائے (صابن وغیرہ) غسل (بضم غین) بمعنی غسل کرنا یا وہ پانی جس سے غسل کیا جائے۔

زمانہ جاہلیت میں جمعہ کے دن کو عروبہ کہتے تھے۔ اعرب سے ماخوذ ہے عظمت والا کھلا دن۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں عظیم الشان باتیں واقع ہوئیں یا ہوں گی۔ سب سے پہلے اس کا نام جمعہ کعب بن لوی نے رکھا۔ جمعہ بمعنی جمع کرنا اکٹھا کرنا۔

تفسیر مظہری میں ہے جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن میں تمام مخلوق خدا کے سامنے جمع کی جائے گی۔

یا اس کے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت حوا علیہا السلام سے ملاقات ہوئی اور دونوں بچھڑنے کے بعد یکجا ہوئے۔

بقول ابن کثیر جمعہ کے دن مسلمان اکٹھا ہوتے ہیں اس لئے اس کو جمع کہتے ہیں۔

امالی ثعلب میں ہے کہ جمعہ کے دن قریش قصی کے پاس دارالندوۃ میں جمع میں جمع ہوئے تھے اس لئے جمعہ کہتے ہیں اس دن حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ تخلیق کو جمع کیا گیا تھا۔

عیدین: یہ عید کی تثنیہ ہے عید ہر وہ دن جس میں کسی صاحب فضل یا کسی پرانے واقعہ کی یاد مناتے ہوں عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ ہر سال لوٹ کر وہ دن آتا ہے اس کی جمع اعیاد آتی ہے۔ عرب لوگ مسرت بخش اجتماع کو عید سے یاد کرتے ہیں۔

یا عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن میں ہر آدمی اپنی قدر و منزلت کی طرف لوٹتا ہے یا عید کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن تکبیرات کا کئی بار اعادہ ہوتا ہے۔

مراد اس جگہ پر عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ہے کہ اس دن میں بھی غسل کرنا سنت ہے۔

٦٨

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْغُسْلِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ اِنِ اغْتَسَلْتَ فَهُوَ حَسَنٌ وَاِنْ تَرَكْتَهُ فَحَسَنٌ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جمعہ کے غسل کے بارے میں منقول ہے فرمایا کہ اگر آپ غسل

کرلیں تو ٹھیک ہے اور اگر نہ کریں تب بھی ٹھیک ہے"۔

لغات: الغسل: غَسَلَ (ض) غَسلاً وَ غُسلاً۔ الشیٔ: پانی سے میل کچیل دور کرنا ہ: تکلیف دہ چیز سے مارنا۔ بہت جماع کرنا۔ اِنْغَسَلَ دھلنا۔ اِغْتَسَلَ نہانا اَلْغَسِیْل نہلایا ہوا۔ اَلْغُسَالَۃُ دھونے سے جو پانی گرے الغَاسُول صابن اور ہر وہ چیز جس سے عموماً دھویا جائے اَلْمَغْسِل غسل خانہ۔ (ج) مغاسیل مُغْتَسَل۔ غسل خانہ۔ج۔ مُغْتَسَلاَت۔

تشریح

جمعہ کے غسل کا حکم

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ سے اس کا وجوب مروی ہے ان صحابہ میں سے حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام ابن المنذر نے ذکر کیا ہے۔(۱)

صاحب بنایہ نے عطاء بن ابی رباح اور مسیب بن رافع سے بھی وجوب نقل کیا ہے۔(۲)

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے جمعہ کے دن غسل کے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔(۳)

ابن القیم نے غسل جمعہ کے وجوب کو وجوب مثل وتر کے وجوب لکھا ہے۔(۴)

اور یہی امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ مگر اکثر اہل علم نے غسل جمعہ کو سنت موکدہ کہا ہے اور اکثر کتب احناف میں بھی یہی لکھا ہے۔(۵) اور اسی قول کو ائمہ اربعہ کا قول نقل کیا جاتا ہے۔(۶) مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب الآثار میں اور اپنی مبسوط میں غسل جمعہ کو حسن لکھا ہے۔(۷)

مگر علماء فرماتے ہیں کہ حسن کا لفظ کا اطلاق مستحب، سنت، واجب تینوں پر کیا جاتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح مذہب

جیسے کہ ابھی گذرا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک جمعہ کے دن کا غسل سنت ہے اور صاحب ہدایہ نے جو امام مالک کی طرف اس دن کے غسل کے وجوب کا قول نقل کیا ہے یہ بات مالکی مذہب کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتی خود علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے غسل جمعہ کو واجب کہا ہو۔(۸) اور خود جب امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ واجب ہے اس دن غسل کرنا؟ فرمایا کہ یہ ضروری

نہیں کہ جو بات حدیث میں آجائے وہ واجب ہی ہو۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنت کے قول کو نقل کیا ہے۔ [9] قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں لَيْسَ ذٰلِكَ (اَيِ الْوُجُوْبُ) بِمَعْرُوْفٍ فِيْ مَذْهَبِهٖ۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام مالک کی طرف جو وجوب کا قول منسوب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مذہب میں سنت کو واجب کہہ دیا جاتا ہے مالکیہ مذہب میں اس کی مثال بکثرت ملے گی۔ [10]

---

(۱) شرح المہذب۔

(۲) بنایہ شرح البدایہ۔

(۳) عون المعبود۔

(۴) زاد المعاد۔

(۵) صاحب وقایہ، قدوری، صاحب منیہ، کنز، شرح نقایہ، نہر، صاحب مراقی الفلاح، فتاویٰ قاضی خان، فتح القدیر، شرح منیہ، نیل الاوطار ا/ ۲۳۲، بذل المجہود ا/ ۲۰۸ فتح الملہم ۲/ ۸۳ ۳ امانی الاحبار ا/ ۱۳۸ وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۶) شوافع میں سے امام خطابی نے مالکی میں سے قاضی عیاض اور عبدالبر سے بھی یہی منقول ہے۔

(۷) یہی بات البدائع ا/۲۶۹ پر ہے۔

(۸) استدراک۔

(۹) نیل الاوطار۔

(۱۰) انورا لباری۔



٦٩

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ يَخْرُجُ اِلَى الْعِيْدَيْنِ وَلاَ يَغْتَسِلُ قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا اغْتَسَلْتَ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَفَهُوَ اَفْضَلُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ فَلاَ بَأْسَ﴾

"حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ عیدین کے لئے غسل نہ کرتے تھے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر جمعہ و عیدین میں غسل کرلیں تو بہتر ہے اور اگر نہ کریں تو کوئی حرج نہیں"۔

لغات: اَلْعِیْدَین: عید، ہر وہ دن جس میں کسی صاحب فضل یا کسی بڑے واقعہ کی یاد گار مناتے ہوں۔ اس کو عید کہا گیا ہے کہ اس کو عید اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ہر سال لوٹ کر وہ دن آتا ہے اور اصل اسی کی عِوْد اور اس کی جمع قاعدہ کے مطابق اَعْوَاد ہونی چاہئے تھی مگر عود بمعنی لکڑی کی جمع سے فرق کرنے کے لئے اس کی جمع اَعْیَاد آتی ہے۔ اَلعِید: بار بار آنے والی بیماری یا غم وغیرہ۔
عَیَّدَ تَعْیِیْدًا: عید میں حاضر ہونا۔

تشریح

جمہور کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کے مسنون ہونے کی وجہ

اس اثر میں بھی جمعہ اور عیدین کے غسل کو بہتر کہا گیا ہے یہی جمہور کا مسلک ہے اور جن روایات سے ان دنوں کا وجوب ثابت ہے ائمہ اربعہ اس کو استحباب پر محمول کرتے ہیں کیونکہ امر کبھی استحباب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔[1]

دوسرا جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ شروع اسلام میں واجب تھا مگر بعد میں اس وجوب کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس بات پر حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ کچھ عراقی لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ جمعہ کے دن کے غسل کو واجب کہتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں اور میں تم کو اس کی وجہ بتاتا ہوں کہ غسل کی ابتداء کیسے ہوئی بات یہ تھی کہ لوگ تنگ

دست تھے اونی کپڑے پہنتے تھے اور مزدوری کرتے تھے۔ اور مسجد بھی تنگ اور چھت بہت نیچی تھی ایک مرتبہ گرمی کے ایام میں آپ صلی اللہ علی وسلم تشریف لائے دیکھا کہ لوگوں کے کپڑوں سے بدبو پھیل رہی ہے جس سے ایک دوسرے کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو جب یہ دن ہوا کرے تو غسل کرکے بہتر سے بہتر خوشبو اور تیل جو میسر ہو لگالیا کرو۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مال داری دی اور اونی کپڑوں کی جگہ اچھے کپڑے پہننے لگے اور مزدوری کے ایام بھی ختم ہوگئے مسجد کشادہ ہوگئی اور پسینہ کی وجہ سے جو ایک دوسرے سے تکلیف ہوتی تھی وہ بھی جاتی رہی (تو اب غسل ضروری نہ رہا)

(۱) بحرالرائق ۱/ ۶۴ فتح القدیر ۱/ ۵۸ درالمختار ۱/ ۱۱۸ میں سنت غیر مؤکدہ کہا ہے یہی بات امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الام ۱/ ۲۰۵ میں کہی ہے اور یہی بات علامہ الزرقانی مالکی نے شرح موطأ میں ۱/ ۳۲۴ میں کہی ہے۔



۷۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَدْ كُنَّا نَأْتِيْ فِي الْعِيْدَيْنِ وَمَا نَغْتَسِلُ وَقَالَ اِنِ اغْتَسَلْتَ فَحَسَنٌ﴾

"حضرت ابراھیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم عیدین کے لئے بغیر غسل کئے آیا کرتے تھے اور فرمایا کہ آپ اگر غسل کرلیں تو بہتر ہے"۔

تشریح

جس طرح سے جمعہ کے دن غسل کے کرنا مسنون ہے اسی طرح سے عیدین کے دن (یعنی عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کے دن) غسل کرنا مسنون ہوگا کیونکہ اس میں وہی علت پائی جاتی ہے جو ابن عباس نے اہل عراق والوں کے سامنے بیان کی جبکہ عید کے دن وہ علّت احسن طور سے موجود ہوگی کیونکہ عید کے دن مجمع جمعہ کے دن سے زیادہ ہوتا ہے۔ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ اگرچہ عیدین کے غسل کے بارے میں احادیث ضعیف ہیں مگر صحابہ کے آثار اور ان ضعیف روایات سے سنت تو ثابت ہوسکتی ہے۔[۱] یہی بات علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ ان تمام ضعیف روایات کو جمع کیا جائے تو حسن کے درجہ پر پہنچ جائیں گی۔[۲]

تمام ضعیف روایات کو جمع کیا جائے تو حسن کے درجہ پر پہنچ جائیں گی علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کو عید کے دن سنت کہا ہے ان میں سے ایک غسل بھی ہے۔[۳]

اسی طرح ائمہ اربعہ سے سنت کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔[۴]

شامی وغیرہ میں ہے کہ یہاں سنت سے مراد سنت زوائد ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے پر گناہ نہیں ہوتا۔[۵]

---

(۱) نیل الاوطار ۱/۲۲۹۔

(۲) فتح القدیر ۱/۲۰۔

(۳) بدائع الصنائع ۱/۲۷۹۔

(۴) اس کے لئے دیکھیں مالکی مذہب کے لئے مدونۃ الکبریٰ ۱/۱۵۴ شافعی مذہب کے لئے کتاب الام ۱/۲۰۵ وغیرہ۔

(۵) درالمختار وکذا بحرالرائق ۱/۶۴۔

۷۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبَانٌ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَبِهَا وَنِعِمَتْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل نہیں کیا اس نے بھی ٹھیک کیا اور اچھا کیا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس کو پسند کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں“۔

لغات: اَلْجُمُعَةَ: جَمَعَ (ف) جمعًا۔ اَلْمُتَفَرِّقَ: اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ کہا جاتا ہے۔ جُمِعَتِ الجمعة جمعہ کی نماز قائم کی گئی۔ جَمَّعَ جمع کرنا۔ (تشدید مبالغہ کے لئے ہے)۔ المسلمُ: جمعۃ کی نماز میں حاضر ہونا۔ الجمعة: ہفتہ۔ کہتے ہیں ”اِسْتَاجَرَالاجِيْرَ مُجَامَعَةً“ اس نے مزدور کو ہفتہ واری پر رکھا۔ الجُمْعَةُ و الْجُمَعَة: ہفتہ کا ساتواں دن (ج) جُمَعٌ و جُمْعات۔

تشریح

جمعہ کے دن غسل کے مسنون ہونے کے بارمیں متعدد احادیث

حدیث بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ اسی کے مثل کئی روایات ملتی ہیں مثلاً:

(۱) حدیث سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعِمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ وَهُوَ اَفْضَلُ۔[1]

امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرکے فرمایا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فضیلت کی بات ہوگی واجب نہیں ہوگا اسی کے قریب قریب علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اس حدیث سے جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے نہ کہ جمعہ کے دن غسل کرنے کا وجوب۔

(۲) حدیث عائشة صديقة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِیَوْمِكُمْ هٰذَا۔ [۲]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اس دن غسل کرلیا کرو تو یہ بہت اچھا ہے۔

(۳) حدیث انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه مَنْ تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعِمَتْ وَمَنْ اِغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ حَسَنٌ۔ [۳]

حضرت ابان بن عیاش کے مختصر حالات: یہ ابان بن عیاش ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں اسی طرح نقل کیا ہے۔

اساتذہ: انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، سعید بن جبیر، خلید بن عبداللہ العصری رحمہم اللہ تعالٰی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

شاگرد: ان سے کئی شاگردوں نے روایات نقل کی ہیں ان میں سے ابو اسحاق، فزاری، یزید بن ہارون، معمر، عمران، القطان وغیرہ ہیں۔

وفات: ان کا انتقال ماہ رجب ۱۳۸ ہجری میں ہوا۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۹۷/۱ تعجیل المنفعۃ وغیرہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(نوٹ): حضرت نضرہ کے حالات پہلے گذر چکے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مختصر حالات: نام جابر، ابو عبداللہ کنیت، قبیلہ خزرج سے تعلق تھا۔ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے اس وقت ان کی عمر ۱۸، ۱۹، ۲۰ سال تھی۔ والد ماجد کا انتقال غزوہ احد میں ہوگیا۔ ان پر قرض بہت تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تھوڑے سے کھجوریں سے ان سب قرض خواہوں کے لئے پورے ہوگئے اور ان میں سے کچھ بچ بھی گئے۔ بیعت الرضوان میں شریک تھے (مسند احمد ۳۵۵/۲)

حجۃ الوداع میں بھی شریک تھے۔ (مسند احمد ۳۴۹/۳) ان کو احادیث سننے کا بہت شوق تھا ایک مرتبہ ان کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن افلیس کے پاس ایک حدیث ہے جو ملک شام میں رہتے ہیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک اونٹ خریدا اور پھر وہاں جاکر ان سے وہ حدیث سنی۔ (الادب المفرد)

وفات: انتقال کے وقت ارشاد فرمایا کہ میری نماز جنازہ حجاج بن یوسف نہ پڑھائے اس لئے ان کی نماز جنازہ حضرت عثمان کے صاحب زادے ابان نے پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے مگر ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی نے تہذیب التہذیب میں

ہے کہ ان کی نماز جنازہ حجاج بن یوسف ہی نے پڑھائی (واللہ اعلم) ان سے روایات کی تعداد ۵۴۰ ہے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ ① اسد الغابہ ② اصابہ ۲۳۰/۱ ③ تہذیب التہذیب ۴۲/۲ ④ بخاری ۵۸۸/۲ ⑤ مسند احمد ۳۰۸/۳ ⑥ طبقات ابن سعد ۲۰۳۔

---

(۱) رواہ ابوداؤد، نسائی، مسند احمد، ترمذی، مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی، ابن حبان، دارمی وغیرہ۔

(۲) رواہ بخاری۔

(۳) مسلم وابوداؤد۔



بَابُ اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَرَفْعِ الْاَيْدِيْ وَالسُّجُوْدِ عَلَى الْعَمَامَةِ

نماز شروع کرنے اور ہاتھوں کے اٹھانے اور عمامہ پر سجدہ کرنے کا بیان

اس باب میں نماز کے شروع میں یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کو اٹھانے کے بارے میں آثار پیش کریں گے کہ احناف کے نزدیک صرف تکبیر اولی کے وقت ہی ہاتھ کو اٹھانا سنت ہے اس کے علاوہ دوسری جگہوں میں سنت نہیں ہے ہاں اگر کوئی اٹھالے تو ناجائز بھی نہیں ہے۔

حنیفہ میں سے صاحب منیہ المصلی نے رفع یدین کو مکروہ کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں صحیح بات یہی ہے کہ احناف کے نزدیک رفع یدین مکروہ نہیں ہے۔

احناف کے نزدیک صرف آٹھ جگہوں پر رفع یدین ہیں جس کو صاحب کنز نے ففعس صمعج میں جمع کیا ہے۔

① فاء: سے مراد افتتاح صلوٰۃ کے وقت رفع یدین ہے۔
② قاف: سے مراد دعاء قنوت کے وقت رفع یدین ہے۔
③ عین: سے مراد عیدین کی نماز میں رفع یدین ہے۔
④ سین: سے مراد حجراسود کو بوسہ دیتے وقت رفع یدین ہے۔
⑤ صاد: سے مراد صفاء پہاڑی کے وقت رفع یدین کرے۔
⑥ میم: سے مراد مروہ پہاڑی کے وقت رفع یدین کرے۔
⑦ عین: سے مراد عرفات میں رفع یدین کرے۔
⑧ جیم: سے مراد جمرات کی رمی کے وقت رفع فرع یدین کرے۔

بعض نے اس کو ان اشعار میں جمع کر دیا:

ارفع یدیک لذی لتکبیر مفتتحا وقانتا وبه العید ان قد و صفا
وفی الوقوفین ثم الجمرتین معا وفی استلام کذا فی مروۃ و صفا

ابن فصیح نے اس کو صرف ایک شعر میں بیان کیا ہے:

فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروۃ عرفات الجمرات

(نوٹ) اگر صفا مروہ کو الگ الگ شمار کیا جائے تو آٹھ ہو جاتے ہیں اور اگر ایک شمار کریں تو سات ہوں گے۔

۷۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ اَتَوْاعِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمْ يَأْتُوْهُ اِلَّا لِيَسْاَلُوْهُ عَنْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ قَالَ فَقَامَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَافْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَهُمْ خَلْفُهُ ثُمَّ جَهَرَ فَقَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَأْخُذُ فِىْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَلٰكِنَّا لَا نَرٰى اَنْ يَّجْهَرَ بِذٰلِكَ الْاِمَامُ وَلَا مَنْ خَلْفُهُ اِنَّمَا جَهَرَ بِذٰلِكَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِيُعَلِّمَهُمْ مَاسَأَلُوْهُ عَنْهُ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ اہل بصرہ کے چند لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نماز شروع کرنے کی کیفیت کو معلوم کرنے آئے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نماز شروع کی وہ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے سبحانک اللھم الخ پڑھی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نماز کی ابتداء میں یہی پڑھنے کو کہتے ہیں البتہ امام اور مقتدیوں کو زور سے نہیں پڑھنا چاہیئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے اس لئے پڑھا تاکہ انہیں اس کی تعلیم دیں جس کے بارے میں وہ معلوم کرنے آئے تھے"۔

لغات: اَتَوْا: (ض) اِتْيَاناً وَ اَتياً وَ اِتْيَانَةً و مَاْتَاةً: آنا۔ المکانَ: حاضر ہونا۔ الشیَٔ کرنا۔ علی الشی: پورا کرنا، نافذ کرنا۔ الرجل: مرد کے پاس سے گذرنا عَلَيهِ الدَّهْرُ: ہلاک کرنا(مھموز الفاء)۔

لِيَسْاَلُوْهُ: سَأَلَ (ف) سُؤَالاً و سَأَلَةً و سَئلَةً و مَسْأَلَةً وَ تَسْآلاً۔ طلب کرنا، مانگنا۔ درخواست کرنا۔ اس کا تعدیہ دو مفعول کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے "سَأَلْتُ اللّٰهَ نِعْمَةً" اور جب اِسْتِخْبَار کے معنیٰ میں ہو تو مفعول اول کی طرف بِنَفْسِهٖ اور مفعول ثانی کی طرف عن سے متعدی ہوتا ہوتا ہے۔ جیسے "سَأَلْتُهٗ عن حَاجَتِهٖ" سَالَ يَسَالُ سَلْ" "خَافَ يَخَافُ خَفْ" کے اور اسم مفعول مَسْؤل مانند "مَخُوفٌ" کے۔(مھموز العین)۔

اِفْتِتَاح: اِفْتَتَحَ۔ اَلْبِلَادَ: ملک فتح کرنا (وَاسْتَفْتَحَ) اَلْاَبْوَابَ: دروازے کھولنا۔ اَلْاَمْرَ بِكَذَا: شروع کرنا۔ استفتح الرجُلُ: مدد طلب کرنا۔ جَهَرَ: (ف) جَهْراً و جِهَاراً و جَهْرَةً۔ الامر بالامْر: اعلان کرنا۔

بالقول:ۃ آواز بلند کرنا۔ الصوتَ: بلند کرنا۔ الرجلَ: بے پردہ دیکھنا۔ دیکھنا اور آنکھوں میں بڑا معلوم ہونا۔ تعظیم کرنا۔ دیکھ کر زیادہ سمجھنا۔ الشئیَ کسی چیز کو کھول کر اندازہ کرنا۔ الارض بغیر جانے بوجھے چلنا۔

تشریح

تکبیر اور سورت فاتحہ کے درمیان کیا پڑھنا چاہئے

فَافْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَھُمْ خَلْفَہٗ ثُمَّ جَھَرَ فَقَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ: اس میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ اور سورہ فاتحہ کے درمیان کوئی دعا یا ذکر مسنون نہیں ہے بلکہ تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے۔ جمہور اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جس میں نفی ہے وہاں زور سے پڑھنے کی نفی ہے مطلقاً پڑھنے کی نفی نہیں، مگر امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، عطاء ابن رباح، امام احمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ذکر مسنون ہے پھر افضلیت میں اختلاف ہے تو احناف کہتے ہیں کہ ثنا افضل ہے۔[1] یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ الخ۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ توجیہ افضل ہے یعنی: اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور دوسری روایت میں اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ الخ[2]

امام ابویوسف، امام طحاوی، طاؤس، ابواسحاق وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرنے کا فرماتے ہیں یہی قول امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔[3]

علامہ ابوشاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نکتہ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلک پر قرآن کی آیت اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ الخ سے استدلال کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا بھی قرآن سے مستنبط ہوتی ہے وہ سورہ طور کی آیت وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ الخ۔[4]

مگر تعامل امت ثناء والی دعا پر رہا ہے اس لئے اس کو مقدم کیا جائے گا اور ثناء والی روایت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اکثر اور خلفاء راشدین اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کا یہی عمل رہا ہے۔

اِنَّمَا جَھَرَ بِذَالِکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لِیُعَلِّمَھُمْ مَاسَأَلُوْہُ عَنْہُ: اس کو آہستہ پڑھنا سب ہی ائمہ کے نزدیک ضروری ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو زور سے پڑھا اس کی وجہ امام محمد رحمہ اللہ

تعالیٰ نے بیان فرمادی کہ اس سے مقصد تعلیم تھی۔

---

(۱) استدلال امام مالک کا حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں آتا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکرو عمرو عثمان یفتتحون القراءۃ بالحمدللہ رب العالمین۔ (رواہ ترمذی)

(۲) استدلال احناف کا حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ اللہ تعالیٰ عنہ رواہ ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی وغیرہ اور حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رواہ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، طحاوی، اور حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اثار السنن ۲/۷۷، یہی قول فتاویٰ عالمگیری ۱/۷۳ پر ہے۔ اسی مسلک کے مطابق۔

(۳) رواہ بخاری باب مایقرأ بعد التکبیر ۱/۱۰۳۔

(۴) بدایۃ المجتہد ۱/۱۲۳۔

(۵) معارف السنن ۲/۳۶۱، ۳۶۰۔

(نوٹ): فقہاء کے یہ اقوال بذل المجہود ۲/۱۲۶امانی الاحبار ۳/۲۱بدایۃ المجتہد ۱/۱۲۳وغیرہ سے نقل کئے گئے ہیں۔



۷۳

﴿وَكَذٰلِكَ بَلَغَنَا عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِيْ شَيْئٍ مِّنْ صَلَاتِكَ بَعْدَ الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"اسی طرح ہم کو حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا تم تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر نماز میں ہاتھ نہ اٹھانا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے"۔

لغات: تَرْفَعْ: (ف) رَفْعًا۔ الشَّئَ: اُٹھانا۔ فلاناً علٰی صَاحِبِہٖ فی المجلس: آگے بڑھانا۔ اَلْکَلِمَۃ: رفع کی علامت لگانا۔ الشئَ لینا۔

صَلاَتِکَ: صَلّٰی صَلاَۃً۔ دعا کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اللّٰہ علیہ: برکت دینا۔ اچھی تعریف کرنا۔ الصَّلاَۃ و الصَّلٰوۃ: دعا، نماز، تسبیح من اللّٰہ: رحمت (ج) صَلَوَات اَلْمُصَلّٰی: نماز پڑھنے کی جگہ (ہفت اقسام میں معتل لام یعنی ناقص ہے)۔

تشریح

تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کا حکم

لَاتَرْفَعْ یَدَیْکَ الخ: کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر نماز میں ہاتھ نہیں اٹھانا۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین (یعنی ہاتھ اٹھانے) میں کسی بھی امام کا اختلاف معلوم نہیں ہوتا البتہ اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس میں دو مذہب ہیں:

① جمہور احناف اور جمہور فقہاء کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت مؤکدہ ہے۔[1] اور اگر ترک کی عادت بنالے تو گناہ گار ہوگا ورنہ نہیں۔[2]

② داؤد ظاہری، اوزاعی، ابن خزیمہ، حمیدی رحمہم اللہ تعالیٰ[3] وغیرہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کا اٹھانا واجب ہے۔[4]

جمہور کی طرف سے علامہ ابن المنذر نے دعویٰ کیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تھے۔

سوال: اس دعویٰ پر ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی اختیار کی ہے تو یہ واجب ہونا چاہیئے۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو جب کیفیت صلوۃ کی تعلیم دی تھی تو اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کبھی کبھار چھوڑ بھی دیتے تھے اگر یہ واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ذکر فرماتے۔ (۵)

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے کا حکم کیوں؟

① نمازی کو جب دوسرا شخص دیکھے گا اگرچہ وہ دور ہو یا بہرا ہو وہ بھی نماز شروع کردے گا۔
② اس میں اشارہ ہے کہ میں نے دنیا کو بالکل چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوگیا ہوں۔
③ ہاتھ اٹھانا مخلوق کی بڑائی کی نفی ہے پھر تکبیر کے ذریعہ سے اللہ کی بڑائی کی طرف اشارہ ہے۔
④ کہ عابد اور معبود کے درمیان پردے اٹھ جاتے ہیں۔
⑤ اللہ کی غایت تعظیم کی طرف اشارہ ہے۔
⑥ دنیا کو پشت کی طرف پھینکنے کی طرف اشارہ ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کہاں تک اٹھائے

اس بارے میں تحقیق کرنے سے تین اقوال سامنے آتے ہیں: (۶)

① امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی مشہور قول کے مطابق مونڈھوں تک ہاتھ اٹھالئے جائیں۔ (۷)

② امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک دوسری روایت اور بعض عراقین کے نزدیک رفع یدین کی کوئی حد نہیں جہاں تک اٹھانا چاہے اٹھا سکتا ہے۔ (۸)

③ احناف، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کانوں تک اٹھانا سنت ہے۔ (۹)

تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہے یا نہیں؟

اس میں دو مذہب ہیں:

① حضرت عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، امام شافعی، امام احمد، عطاء بن ابی رباح، امام مجاہد، سالم بن

عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر رکوع و تکبیر سجدہ میں بھی رفع یدین ہے اور امام شافعی قعدہ سے قیام کی طرف اٹھنے میں بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

(۲) خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابوحنیفہ، امام مالک (کا صحیح مذہب)، ابراہیم نخعی، عاصم بن یکسب، سفیان ثوری، عبدالرحمان ابن ابی لیلیٰ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف صرف افضلیت اور عدم افضلیت کا ہے جواز اور عدم جواز کا نہیں ہے اس میں زیادہ مناظرے اور زیادہ طویل بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ سے رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں طرح سے روایات ثابت ہیں اور وہ روایات صحیح بھی ہیں۔

پہلے مذہب والوں کے مستدلات

(۱) حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ۔ (۱۰)

(۲) حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ هٰكَذَا۔ (۱۱)

(۳) حدیث جابر بن عبداللہ أَنَّهُ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ (۱۲)

دوسرے مذہب والوں کے مستدلات

(۱) حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ أَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ (۱۳)

(۲) حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلٰى قَرِيْبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔ (۱۴)

(۳) حدیث عبادۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ

الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَمْ یَرْفَعْھُمَا فِیْ شَیْئٍ حَتّٰی یَفْرَغَ۔[۱۵]

(۴) حدیث جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُم کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔[۱۶]

یہ بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث صحیحہ دونوں ہی جانب ہیں اور ائمہ کے درمیان اختلاف بھی صرف افضلیت اور عدم افضلیت کا ہے نہ کہ جواز اور عدم جواز کا۔

خود انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ رفع یدین کی احادیث معنا متواتر ہیں جب کہ ترک رفع یدین کی احادیث عملاً متواتر ہیں کہ عالم اسلام کے دو مرکز مدینۃ منورہ اور کوفہ ترک رفع یدین کے عامل تھے۔

ائمہ نے اپنے اپنے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ احناف نے مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ترک رفع یدین کو ترجیح دی ہے:

(۱) ترک رفع یدین قرآن کی اس آیت سے زیادہ قریب ہے: وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ نماز میں حرکتیں کم سے کم ہوں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ ترک رفع یدین کیا جائے۔

(۲) اکابر صحابہ سے ترک رفع یدین ثابت ہے جبکہ زیادہ ترکمسن صحابہ ہیں جن سے رفع یدین ثابت ہیں مثلاً ابن عمر، حضرت علی، وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

(۳) شروع اسلام میں نماز میں افعال حرکت کرنے کی اجازت تھی جلد ہی سکون کا حکم دیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک رفع یدین تھا۔

(۴) تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین پر سب متفق ہیں اور جگہ پر اختلاف ہے تو جس پر اتفاق تھا اس کو اختیار کر لیا جس میں اختلاف اور تردد تھا اس کو ترک کر دیا۔

امام طحاویؒ کی عقلی دلیل جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بارے میں تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت میں رفع یدین ہے اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ بوقت تکبیر بین السجد تین نہیں ہے اختلاف صرف بوقت تکبیر رکوع و تکبیر نہوض رفع یدین میں ہے تو اب ہم نے غور کیا کہ تکبیر رکوع و نہوض کی ان دو میں سے کس کے ساتھ مشابہت ہے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ مشابہت تو ہو نہیں سکتی کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض ہے اس کے بغیر تو نماز ہو نہیں ہو سکتی تو اب یہ لامحالہ مشابہ ہے تکبیر بین السجد تین کے رفع یدین کے ساتھ کہ وہ بھی سنت ہے کہ یہ بھی سنت ہے تو اب جس طرح تکبیر بین السجد تین میں رفع یدین مشروع نہیں تو اسی طرح تکبیر رکوع تکبیر نہوض میں بھی رفع یدین مشروع نہیں ہوگا۔[۱۷]

بعض کتب نے یہاں پر ایک علمی مناظرہ نقل کیا ہے جس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ

مکہ میں دارالحناطین میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ تعالیٰ جمع ہوئے تو اس مجلس میں مسئلہ رفع یدین کی بحث چھڑ گئی امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ مَابَالُكُمْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ مَابَالُكُمْ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ) لَاتَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَكُمْ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جواب دیا لِاَجْلِ اَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ شَيْئٌ (اَيْ لَمْ يَصِحَّ سَالِمًا عَنِ الْمُعَارِضِ) اس پر امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ كَيْفَ لَا يَصِحُّ وَقَدْ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَعِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ۔ اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَلَا يَعُوْدُ شَيْئٌ مِنْ ذٰلِكَ۔ اس پر امام اوزاعی نے یہ سوال کیا اُحَدِّثُكَ؟ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَتَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (علماء فرماتے ہیں اوزاعیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کا سوال یہ تھا کہ میری سند عالی ہے کہ اس میں صحابی تک دو واسطے ہیں زھری اور سالم کا اور تمہاری سند میں صحابی تک تین واسطے ہیں، حماد، ابراہیم، علقمہ) اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَانَ حَمَّادٌ اَفْقَهَ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ اَفْقَهَ مِنْ سَالِمٍ وَعَلْقَمَةُ لَيْسَ بِدُوْنِ ابْنِ عُمَرَ فِي الْفِقْهِ وَاِنْ كَانَتْ لِابْنِ عُمَرَ صُحْبَةٌ وَلَهُ فَضْلٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ۔ اس پر امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ خاموش ہوگئے۔

شیخ ابن ہمام اور اما سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

﴿اَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ رَجَّحَ رِوَايَتَهُ بِفِقْهِ الرُّوَاةِ كَمَا رَجَّحَ الْاَوْزَاعِيُّ بِعُلُوِّ الْاِسْنَادِ وَهُوَ الْمَذْهَبُ الْمَنْصُوْصُ عِنْدَنَا لِاَنَّ التَّرْجِيْحَ بِفِقْهِ الرُّوَاةِ لَا بِعُلُوِّ الْاِسْنَادِ﴾ (۱۸)

حضرت مفتی مہدی حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلائد الازھار میں ۱/ ۲۰۴ سے ۲۴۲ تک بڑی تفصیل اور مفید بحث فرمائی ہے۔

---

(۱) فتح القدیر، سعایہ وغیرہ۔
(۲) شیخ صفار۔
(۳) امام بخاری کے استاد ہیں انہوں نے ہی بخاری اور مسلم کی احادیث کو ایک جگہ جمع کیا ہے جو کتاب حمیدی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔
(۴) عمدۃ القاری، قسطلانی۔
(۵) حاشیہ ہدایہ مگر اس مقام پر نہایہ، عنایہ اور عمدۃ القاری دیکھنا بھی مفید ہوگا۔
(۶) یہ تینوں قول معارف السنن ۱/ ۴۵۲ بذل المجہود ۲/ ۱۱ اوجز المسالک ۱/ ۲۰۱ امانی الاحبار ۳/ ۳۱/ ۸ میں موجود ہیں۔

(۷) کئی روایات سے یہ مذہب والے استدلال کرتے ہیں مثلاً:

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں حذو منکبیه کے الفاظ ہیں رواہ بخاری ۱/ ۱۰۲ مسلم ۱/ ۱۶۸

حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں رفع یدیه حذو منکبیه کے الفاظ ہے رواہ ترمذی ۱/ ۵۹

حدیث ابو حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں رفع یدیه یحازی بهما منکبیه کے الفاظ آئے ہیں رواہ ابوداؤد ۱/ ۱۰۶

(۸) اس مذہب والوں کی دلیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ طحاوی صفحہ ۱۱۵۔

(۹) اس مذہب والوں کا استدلال بھی متعدد احادیث سے ہے:

حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں الفاظ رفع یدیه حتی یحازی بهما اذنیه رواہ مسلم ۱/ ۱۶۸

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں الفاظ حیال اذنیه رواہ مسلم ۱۷۳

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں کبر فحاذی بابهامیه رواہ دار قطنی، بیہقی

(۱۰) ترمذی، نسائی ۱/ ۱۵۸ ابوداؤد ۱/ ۱۰۴ ابن ماجہ وغیرہ۔

(۱۱) بخاری، مسلم، ابوداؤد، بیہقی۔

(۱۲) حاکم، ابن ماجہ، بیہقی۔

(۱۳) ترمذی ۱/ ۳۵ نسائی ۱/ ۱۲۶ ابوداؤد ۱/ ۱۰۹۔

(۱۴) ابوداؤد ۱/ ۱۰۹ معانی الآثار ۱/ ۱۱۰ ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۶ مصنف عبدالرزاق ۲/ ۷۰۔

(۱۵) البیہقی، کمافی نصب الرایۃ ۱/ ۴۰۴۔

(۱۶) صحیح مسلم ۱/ ۱۸۱ سنن نسائی ۱/ ۱۷۶ ابوداؤد ۱/ ۱۴۳۔

(۱۷) طحاوی ۱/ ۱۳۴۔

(۱۸) فتح القدیر ۱/ ۲۱۹ مبسوط سرخسی ۱/ ۱۴ معارف السنن ۲/ ۴۹۹۔



[illegible]

۱/۱۰۱

(۸) [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]

(۹) [illegible]

حدیث [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible]

(۱۰) ترمذی، نسائی ۱/۱۵۸، ابوداؤد ۱/۱۰۴، ابن ماجہ وغیرہ۔

(۱۱) بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی۔

(۱۲) حاکم، ابن ماجہ، بیہقی۔

(۱۳) ترمذی ۱/۳۵، نسائی ۱/۱۲۶، ابوداؤد ۱/۱۰۹۔

(۱۴) ابوداؤد ۱/۱۰۹، معانی الآثار ۱/۱۱۰، ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶، مصنف عبدالرزاق ۲/۷۰۔

(۱۵) البیہقی، کمافی نصب الرایہ ۱/۳۰۴۔

(۱۶) صحیح مسلم ۱/۱۸۱، سنن نسائی ۱/۱۷۶، ابوداؤد ۱/۱۴۳۔

(۱۷) طحاوی ۱/۱۳۴۔

(۱۸) فتح القدیر ۱/۲۱۹، مبسوط سرخسی ۱/۱۴، معارف السنن ۲/۴۹۹۔



امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تکبیر تحریمہ کے رکن ہونے کی دلیل

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس میں تمام وہ چیزیں شرط ہیں جو دیگر ارکان کے لئے شرط ہیں مثلاً استقبال قبلہ، ستر عورت، نیت، طہارت وغیرہ۔

اس کا جواب احناف یہ دیتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ تکبیر کے لئے یہ تمام شرائط ضروری ہیں جیسے اگر کسی شخص نے نجاست کے ساتھ تکبیر کہی پھر تکبیر سے فارغ ہونے کے ساتھ اس نے نجاست کو پھینک دیا یا تکبیر کہتے وقت ستر عورت کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا تکبیر سے فارغ ہونے سے ساتھ اس نے چھپالیا تو اب نماز درست ہوجائے گی حالانکہ یہ امور مفسد نماز ہیں۔

دوسرا جواب صاحب ہدایہ نے یہ دیا ہے کہ تکبیر کے لئے وہ شرائط اس لئے ضروری ہیں کہ وہ متصل ہیں قیام کے ساتھ تو اگر پہلے سے شرائط کا خیال نہ رکھا گیا تو تکبیر کے فوراً بعد قیام نہیں ہوسکتا تکبیر اور قیام کے درمیان میں فاصلہ آجائے گا جو کہ صحیح نہیں ہے۔[۴]

اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ حِیْنَ کَبَّرَ تَکْبِیْرَۃَ الرُّکُوْعِ کَبَّرَھَا مُنْتَصِبًا: اگر کسی نے امام کو رکوع میں پایا پھر وہ تکبیر رکوع کہہ کر رکوع میں شامل ہوگیا تو اب اس کی نماز ہو جائے گی۔ اس رکوع کی تکبیر کو ہم فرض تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ کی مان لیں گے۔[۵]

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ آنے والے شخص نے امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے کی نیت کی تھی تو اب اس کی نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے تکبیر کہتے وقت تکبیر تحریمہ کی نیت کی تو اب نماز جائز ہوگی اگر رکوع کی تکبیر کی نیت سے کہی ہو تو اب اس کو چاہیئے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا رہے بعد میں اس نماز کا اعادہ کرے کیونکہ اس کا ایک فرض تکبیر تحریمہ چھوٹ گیا۔[۶]

---

(۱) یہ دونوں مذہب امانی الاحبار ۳/۱۱ اوجز المسالک ۱/۲۰۱ بذل المجہود ۱/۳۴۶ میں موجود ہیں۔
(۲) صاحب بدائع نے اس کو محققین کا قول اور شرح منیہ میں اجماع اصحاب اور غایۃ البیان میں عام مشائخ کا مذہب یہی نقل کیا گیا ہے۔
(۳) مبسوط سرخسی۔
(۴) ہدایہ مع فتح القدیر و بحرالرائق۔
(۵) البدائع ۱/۳۹۱ شامی ۱/۳۴۷۔
(۶) قلائد الازھار ۱/۲۴۷۔

۷۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَوْهِبٍ اَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا سَجَدَ وَكُلَّمَا رَفَعَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ ہر سجدہ اور اس کے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے"۔

لغات: سَجَدَ: (ن) سُجُوْداً۔ فروتنی سے جھکنا۔ عبادت کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا۔ صفت مذکر (سَاجِدٌ) (ج) سَجَّدٌوَسُجُودٌ صفت مونث (سَاجِدَةٌ) ج سَاجِدَاتٌ وَ سَوَاجِدٌ۔ سَجاد۔ بہت زیادہ سجدہ کرنے والا۔ السَجَّادَة و المِتسجَدَة۔ جائے نماز اَلْمَسْجَدُ وَ المَسْجِدُ۔ سجدہ گاہ۔ عبادت گاہ۔ ج مَسَاجِد۔

تشریح

تکبیرات کب کب کہی جائیں گی

یُکَبِّرُ کُلَّمَا سَجَدَ وَکُلَّمَا رَفَعَ: تکبیر تحریمہ کے علاوہ کب کب تکبیر کہی جائے گی؟ اس میں تین مذاہب ہیں:

① امام ابوحنیفہ، امام مالک، اما شافعی، سفیان ثوری، امام اوزاعی، جمہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک عندالخفض وعندالرفع ہردونوں صورتوں میں تکبیر کہنا سنت ہے۔

② امام احمد، اصحاب ظواہر کے نزدیک تکبیر تحریمہ کی طرح ہر تکبیر انتقالیہ واجب ہے۔

③ حضرت عثمان، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عمر بن عبدالعزیز، محمد بن سیرین، سعید بن جبیر، قاسم بن محمد، امام قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نذدیک ہر تکبیر مشروع نہیں صرف عند الخفض اور عند الرفع مشروع ہے۔[1]

علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ شروع میں تو اس مسئلہ میں اختلاف تھا مگر بعد میں سب کا اتفاق ہوگیا۔[2]

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نکتہ

انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اصل میں بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات تکبیر آہستہ سے کہتے تھے جس سے (پیچھے والوں نے) یہ سمجھا کہ وہ تکبیر کہتے ہی نہیں اور اس کی نقل حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کی مگر بعد میں احادیث وغیرہ اور جمہور صحابہ کے تعامل کی بناء پر اجماع ہو گیا کہ اب ہر خفض و رفع کے وقت تکبیر کہی جائے گی۔ (۳)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے یہ غلام تھے آل طلحہ کے۔

اساتذہ: یہ روایت کرتے ہیں عموماً جابر بن سمرۃ، جعفر بن ابی ثور، عبداللہ بن ابی قتادہ، موسیٰ بن طلحہ، عمران بن ابان، شعبی وغیرہ سے۔

شاگرد: ان سے بھی ایک بڑی جماعت نے روایات نقل کی ہیں ان میں سے قیس بن الربیع، اسرائیل، سفیان ثوری، سلام ابن ابی مطیع شریک بن عبداللہ، ابو عوانہ وغیرہ ہیں علامہ عجلی نے ان کو ثقہ کہا اسی طرح ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ان کا انتقال ۱۶۰ ہجری میں ہوا مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۷/۴ خلاصہ وغیرہ میں دیکھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عمیر، ابوہریرہ کنیت، والد کا نام عامر (ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے) رنگ گندم گوں، شانے کشادہ تھے۔ آگے کے دو دانتوں کے درمیان جگہ خالی تھی زلفیں رکھتے تھے۔ خیبر کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۳۱۶/۵) مسلمان ہونے کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن مرتے دم تک نہیں چھوڑا۔ (اسد الغابۃ ۳۱۶/۵)

حضرت ابوہریرہ کو علم کی بہت ہی زیادہ جستجو رہتی تھی اسی وجہ سے اتنے کم عرصہ میں سب سے زیادہ روایات نقل کرنے والے صحابی یہی ہیں ان سے ۵۳۴۷ روایات منقول ہیں ان میں سے ۳۲۵ بخاری میں ۹۳ مسلم میں منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۴۶۲) ۵۷ ہجری میں مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے مدینہ منورہ ہی میں انتقال ہوا وفات کے وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ جنازہ کی نماز ولید نے پڑھائی۔

جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ① طبقات ابن سعد ۵۲/۴ ② اسد الغابہ ۳۱۲/۵ ③ اصابہ ۲۰۶/۷ ④ تذکرۃ الحفاظ ۳۱/۱ ⑤ تہذیب التہذیب ۲۶۶/۴ ⑥ مستدرک حاکم ۵۰۹/۳ ⑦ تہذیب الکمال ۴۶۲ ⑧ ترمذی مناقب ابوہریرہ ⑨ مسند احمد ۳۴۵/۲ ⑩ مسلم فضائل ابوہریرہ جلد ۲۔

(۱) یہ تینوں اقوال کچھ معمولی اختلافات کے ساتھ ان کتب میں موجود ہیں: اوجز المسالک ۲۱۳/۱ بدایۃ المجتہد ۱۲۱/۱ بذل المجہود ۶۱/۲ فتح الملہم ۸/۲ نیل الاوطار ۱۳۳/۲ امانی الاحبار ۱۶۵/۳ وغیرہ۔

(۲) شرح السنۃ۔ (۳) معارف السنن ۴۷/۲۔

۷۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَا بَأْسَ بِالسُّجُوْدِ عَلَى الْعِمَامَةِ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَا نَرٰى بِهٖ بَأْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ عمامہ پر سجدہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس میں ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: العَمَامَة: ۔ پگڑی۔ خود کا وہ حصہ جو سر کے برابر بنا کر ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے۔ ج عَمَائِم وَ عِمَام۔ کہا جاتا ہے۔ "اَرْخٰی عِمَامَتَهٗ" وہ خوش حال ہوگیا۔ العِمَامَة: قحط، کال، قیامت۔ اَلْعِمَّةُ: عمامہ باندھنے کی ہیئت۔

تشریح

عمامہ پر سجدہ کرنے کا حکم

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، حسن بصری، عبداللہ انصاری، مسروق، قاضی شریح، ابراھیم نخعی، اوزاعی، سعید بن المسیب، مکحول، اسحاق، زہری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ میں پیشانی کے لئے ضروری نہیں کہ بلاحائل زمین سے متصل ہو مگر ایک روایت امام شافعی اور امام احمد کی سجدہ میں پیشانی کا زمین سے متصل ہونا ضروری ہے اس کے بغیر سجدہ نہیں ہوتا۔

جمہور رحمہم اللہ تعالیٰ کے دلائل

① حدیث ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ عَلٰى كَوْرِ عَمَامَةٍ۔[1]

② حدیث ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنه اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ عَلٰى كَوْرِ عَمَامَةٍ۔[2]

(۳) حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ عَلٰى كَوْرِ عَمَامَةٍ۔[۳]

(۴) حدیث ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ عَلٰى كَوْرِ عَمَامَةٍ۔[۴]

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا استدلال

حدیث ابی حمید الساعدی كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَاَ مُكَّنَ بِجَبْهَتِهٖ وَاَنْفِهٖ عَلَى الْاَرْضِ۔[۵]

حدیث اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔

اگر کپڑے وغیرہ پر سجدہ جائز ہوتا تو ظہر کو ابراد میں پڑھنے کا کیوں حکم دیا جاتا ہے۔

جوابات

پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث تمکین جبہہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ کسی کپڑے وغیرہ پر سجدہ کرنا ناجائز ہو جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑے وغیرہ پر سجدہ کرنا ثابت ہے۔

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا تو سجدہ کو زمین پر کرنے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ کپڑے کو تہ کر کے بچھالیا جائے تو امام شافعی کے نزدیک بھی جائز ہے۔

تنبیہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی عمامہ پر سجدہ کرنے میں تین شرطیں ہیں:

(۱) سجدہ عمامہ کے بیچ پیشانی یا اس کے کچھ حصہ پر ہو اگر سر پر ہو تو اب سجدہ جائز نہیں کیونکہ سجدہ اپنے محل پر نہیں ہوا۔

(۲) سجدہ کی جگہ پاک ہو اگر عمامہ سے ناپاک جگہ پر سجدہ کیا تو جائز نہیں ہوگا۔

(۳) عمامہ سے نمازی کو زمین کی سختی محسوس ہو کہ اگر نمازی سر کو زور دے تو سر زیادہ نیچے نہ ہو۔[۶]

---

(۱) رواہ مصنف عبدالرزاق۔

(۲) رواہ ابونعیم فی حلیہ۔

(۳) رواہ ابن عدی فی الکامل۔

(۴) رواہ طبرانی فی معجم اوسط اگرچہ یہ روایات ضعیف ہیں مگر کثرت طرق اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہونے کی وجہ سے گویا کہ مسئلہ قوی ہوگا۱۲فتح القدیر۔

(۵) رواہ ترمذی۔

(۶) بحرالرائق، شامی وغیرہ۔

(نوٹ): ان شرطوں کے باوجود بحرالرائق شارح نقایہ، صاحب کنز، صاحب منیہ المصلی نے عمامہ پر سجدہ کو مکروہ لکھا ہے۔ ہاں اگر گرمی وغیرہ (عذر) سے بچاؤ کے لئے ہو تو جائز ہے۔



بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَأَةِ

اس باب میں یہ بات بیان ہوگا کہ دن کی نمازوں میں زور سے قرات کرنا کیسا ہے اور ایک آیت کو بار بار پڑھنا کیسا ہے جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امر سے معلوم ہوتا ہے۔

۷۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ صَلّٰى فِيْ جَانِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ حَرَصَ عَلٰى اَنْ يَسْمَعَ صَوْتَهٗ فَلَمْ يَسْمَعْ غَيْرَ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ "رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا" يُرَدِّدُهَا مِرَارًا فَظَنَّ الرَّجُلُ اَنَّهٗ يَقْرَأُ "طٰهٰ" قَالَ مُحَمَّدٌ وَهٰذَا فِيْ صَلٰوةِ النَّهَارِ فَلَا نَرٰى بَأْسًا اَنْ يَقِفَ الرَّجُلُ عَلٰى شَيْئٍ مِّنَ الْقُرْآنِ، مِثْلَ هٰذَا يَدْعُوْا لِنَفْسِهٖ فِي التَّطَوُّعِ فَاَمَّا الْمَكْتُوْبَةِ فَلَا﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے ان صاحب نے خبر دی جنہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی اور وہ ان کی آواز سننے کا بڑا شوق رکھتے تھے کہ انہوں نے انہیں "ربی زدنی علما" کے سوا کچھ اور پڑھتے نہ سنا وہ اسے بار بار دہرا رہے تھے چنانچہ ان صاحب کو یہ خیال ہوا کہ وہ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ان کی نماز ہے ہم بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص نفل میں قرآن مجید کی کسی آیت دعا پر ٹھہر کر اپنے لئے دعا کرے فرض میں ایسا نہیں کرنا چاہیئے"۔

لغات: حَرَصَ: (ن) حَرْصاً۔ الجلدَ: چھیلنا۔ القصَّار الثوبَ: دھونے یا کوٹنے میں پھاڑنا۔ حَرَصَ (ض) وَ حَرِصَ (س) حِرْصًا وَ اِحْتَرَصَ۔ عَلَى الشئَ: لالچ کرنا۔ صفت (حَرِيْصٌ) ج حُرَصَاء وَحِرَاصٌ وَ حُرَّاصٌ مونث حَرِيْصَةٌ ج حِرَاصٌ و حَرَائِصُ۔

صَوْتَهٗ: صَاتَ يَصُوْتُ وَ يَصَاتُ صَوْتاً۔ آواز دینا۔ پکارنا۔ الصَّوْتُ: آواز ہر قسم کا راگ۔ ج۔ اَصْوَات نحویوں کے اسماء اصوات وہ ہیں کہ جن سے کسی آواز کی حکایت کی جائے۔ جیسے پتھر پر پتھر کی آواز کے لئے۔ طَقْ۔ اور یا جن سے جانور وغیرہ کو آواز دی جائے یا ڈانٹا جائے۔ جیسے گھوڑے کے لئے هَلاَ اور خچر کے لئے عَدَس۔ اور یا تعجب کے لئے جیسے وَی یا اظہار درد کے لئے جیسے اُح یا اظہار

حسرت و افسوس کے لئے۔ جیسے آہ۔ (ہفت اقسام میں اجوف واوی ہے)

رَبِّ: (ن) رَبًّا۔ القوم: بالا دست ہونا۔ انتظام کرنا۔ النعمۃ: زیادہ کرنا۔ الشئَ: جمع کرنا۔ مالک ہونا۔ الامْرَ: کسی کام کو درست کرنا۔ (رَبًّا وَّ بَبَّ تَرْبِیْباً وَ تَرِبَةً وَ اِرْتَبَّ اِرْتِبَاباً) اَلْوَلَدَ: لڑکے کے بالغ ہونے تک پرورش کرنا۔ درجہ بدرجہ کمال کو پہنچانا۔ الرَبَّ۔ مالک، سردار، درست کرنے والا پرورش کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اور اس کی طرف نسبت کے لئے (رَبِّی و رَبَّانی و رَبُوبِیّ)۔

عِلْماً: اَلْعِلْمَ: حقیقت شئ کا ادراک۔ یقین و معرفت ج عُلُوْم۔

یُرَدِّدُھا: رَدَّہٗ (ن) رَداً وَ مَرَدًّا و مَرْدِوْدًا و رِدِّیْدیٰ۔ یمن کذا: پھیرنا۔ واپس کرنا۔ لوٹانا۔ رَدَّفلانًا: خطا کار ٹھہرنا۔ الباب: بھیڑ دینا۔ علیہ الشي: پھیر دینا۔ قبول نہ کرنا۔ الیہ جوابًا: جواب بھیجنا۔

یَقِفَ: وَقَفَ یَقِفُ وَ قْفاً و وُقُوْفاً: ٹھہرنا۔ چپ چاپ کھڑا ہونا۔ فِی المَسْأَلَۃ: شک کرنا۔ القَارِیُ عَلَی الْکَلِمَۃِ: وقف پڑھنا۔ کلمہ کے آخری حرف کو ساکن پڑھنا۔ (مثال واوی)

تشریح

هَذَا فِیْ صَلٰوۃِ النَّھَارِ: اکیلا نماز پڑھنے والا دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔

① نماز فرض ادا کرے گا۔ ② نفل ادا کرے گا۔

اگر نماز فرض اکیلے ادا کر رہا ہے اور وہ نماز جہر والی ہے (یعنی مغرب، عشاء اور فجر کی) تو اب نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ خواہ قراءت زور سے کرے یا آہستہ مگر بہتر یہ ہوگا کہ قراءت زور سے کرے تاکہ جماعت کی نماز کے ساتھ اس کی نماز کی مشابہت ہو جائے گی اسی وجہ سے فقہاء فرماتے ہیں ایسا شخص اذان اور اقامت بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔[1] اور اگر اکیلے نماز پڑھنے والا سری قراءت والی نماز ادا کر رہا ہے تو اب ظاہر روایت کے مطابق اس صورت میں اس کو اختیار ہوگا کہ وہ جہراً پڑھے یا سراً۔[2] مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ سراً قراءت کرے۔[3]

اور نفل میں اگر نفل دن کی ہو تو اب سراً قراءت کرنا واجب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی پر اہتمام رہا۔[4] اور قراءت زور سے کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔[5]

اور اگر نفل رات میں پڑھ رہا ہو تو اس کو اختیار ہوگا خواہ آہستہ قراءت کرے یا زور سے۔[6]

یُرَدِّدُھَا مِرَارًا: بار بار پڑھ رہے تھے۔ اگر نوافل میں ہو تو جائز ہے فرائض میں مکروہ ہے۔[7]

اَنْ یَقِفَ الرَّجُلُ عَلٰی شَیْئٍی مِّنَ الْقُرْآنِ: کہ نوافل میں آیت جنت پر اس کو طلب کرنا اور آیت نار پر اس سے پناہ چاہنا جائز ہے مگر فرائض میں جائز نہیں ہے۔

(۱) ہدایہ وغیرہ۔
(۲) عنایۃ، کفایہ، محیط۔
(۳) فتح القدیر، بحرالرائق، شرح منیۃ وغیرہ۔
(۴) مراقی الفلاح۔
(۵) بنایہ۔
(۶) فتویٰ عالمگیری۔
(۷) یہی بات عمدۃ القاری ۷۹/۲ بذل المجہود میں ہے۔



بَابُ التَّشَهُّدِ

مراقی الفلاح وغیرہ میں مذکور ہے تشہد یہ معراج کے موقعہ پر تحفہ ملا اس کا واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ معراج کے موقعہ پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ حَیَّ اِلٰی رَبِّكَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلے میں اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ کہا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ لصَّالِحِیْنَ اس پر جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ (۱)

تشہد پڑھنے کا حکم فقہاء کے نزدیک کیا ہے

اس میں دو قول ہیں:

① امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ میں سے کسی ایک میں پڑھنا سنت ہے۔

② امام ابوحنیفہ، امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں تو سنت ہے مگر قعدہ اخیرہ میں واجب ہے (بعض کتب میں احناف کا مسئلہ یہ ہے کہ دونوں قعدے میں تشہد پڑھنا واجب ہے اور فتوی احناف کا واجب پر ہی ہے) اور یہی قول امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (۲)

۷۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا بِلَالٌ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَیْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ وَالتَّكْبِیْرَ فِی الصَّلٰوةِ كَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز کا تشہد اور تکبیر اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورت سکھایا کرتے تھے"۔

لغات: التشہُّد: گواہی طلب کرنا۔ المُسلِمُ: التحیات پڑھنا۔
التکْبِیْر: كَبَّرَ تَكْبِیْرًا وَكُبَّارًا: اللہ اکبر کہنا۔ الشیئ: بڑا بنانا۔
اَلسُّوْرَة: مرتبہ۔ کہا جاتا ہے کہ (لَهٗ عِنْدَكَ سُوْرَة) تیرے نزدیک اس کا مرتبہ ہے۔ مِنَ الکِتَابِ:

قرآن پاک ک سورۃ اور اس کو السُوْرَة بھی کہا جاتا ہے ج سُوْرٌ و سُوْرٌ و سُوَاتٌ و سُوَرَاتٌ۔

تشریح

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا تشہد سکھایا جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

احادیث میں بہت سے تشہد نقل کئے گئے ہیں مختلف الفاظ کے ساتھ۔ (٣)

کس امام کے نزدیک کون سا تشہد راجح ہے

ان تشہد میں سے احناف، حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے تشہد کو ترجیح دیتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ الخ﴾

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والے تشہد کو ترجیح دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿التحيات المباركات الصلوٰت الطيبات لله سلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا (والباقي كما قال ابن مسعود)﴾

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے:

﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ (والباقي كما قال ابن مسعود)﴾ (٤)

احناف نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشہد کو کیوں ترجیح دی

اس کی علماء نے بہت سی وجوہات بیان کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(١) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشہد پر صحاح ستہ کا اتفاق ہے لفظاً بھی معناً بھی۔

(٢) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تشہد سکھایا ان کو دوسرے کو سکھانے

کو بھی فرمایا۔[۵]

③ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تشہد کو بر سر منبر لوگوں کو سکھایا۔[۶]

④ جمہور اہل علم و محدثین و فقہاء نے اس کو اختیار کیا ہے۔

⑤ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کوئی اضطراب نہیں ہے۔ (بخلاف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کے)

⑥ تشہد ابن مسعود کے ابتداء میں ہی اسم اللہ کی تقدیم ذکر ہے یہ محمود اور اولیٰ ہے۔

⑦ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تشہد کی موافقت بہت سے صحابہ نے بھی کی ہے۔

⑧ تشہد ابن مسعود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "قل" أمر فرمایا ہے اس کا کم سے کم درجہ مستحب کا تو ہوگا۔[۷]

⑨ اس میں سلام معرف باللام ہے یہ تمام روایات میں مفید استغراق کے لئے آتا ہے۔ (ابن عباس کے تشہد میں دونوں ہیں)

⑩ تشہد ابن مسعود میں واو کی زیادۃ ہے جس سے ہر کلام مستقل ثناء ہو گا۔

⑪ باب تشہد میں اصح تشہد ابن مسعود ہے۔[۸]

⑫ امام مسلم فرماتے ہیں: اِنَّمَا اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی تَشَهُّدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لِاَنَّ اَصْحَابَهٗ لاَ یُخَالِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَغَیْرُهٗ قَدِ اخْتَلَفَ اَصْحَابُهٗ۔

⑬ یہ تشہد ابن مسعودؓ تقریبًا بیس طرق سے منقول ہے اور سب لفظًا اور معنًا صحیح ہیں۔

حضرت بلال کے مختصر حالات: یہ بلال بن مرداس انفرادی ہیں ان کو ابن حبان وغیرہ نے ثقات میں شمار کیا ہے اسی طرح ابن خزیمہ نے ان کی روایات کو صحیح کہا ہے۔

اساتذہ: حضرت انس، شہر بن حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

شاگرد: ان سے بہت سے لوگوں نے روایات نقل کی ہیں ان میں سے عبدالاعلی بن عامر التغلبی، امام ابوحنیفہ، لیث بن ابی مسلم۔ مزید حالات کے لئے لسان المیزان ۶/ ۱۴،۶/ ۳۵۳ تعجیل المنفعۃ ۵۸ وغیرہ دیکھیں۔

حضرت وھب بن کیسان کے مختصر حالات: یہ آل زبیر کے غلام تھے۔ علامہ نسائی، ابن حبان یحییٰ، ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔

اساتذہ: انہوں نے صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ ان کے استادوں میں حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابوسلمہ، ابی سعید الخدری، عروہ بن زبیر

عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ہیں۔

شاگرد: ان سے بھی ایک بڑی جماعت نے احادیث نقل کی ہیں ان کے شاگردوں میں سے حضرت ہشام بن عروۃ، ابوایوب، عبید اللہ بن عمرو، عبدالحمید بن جعفر، ابن اسحاق، حسین بن علی بن حسین بن علی، محمد بن عمرو بن حلحلہ، ولید بن کثیر وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ قابل ذکر ہیں۔

وفات: ان کا انتقال سن ۱۲۷ ہجری میں ہوا۔

---

(۱) مراقی الفلاح، غنیۃ المستملی، مرقاۃ ۱/۵۵۶ معارف السنن ۳/۸۵۔

(۲) بذل المجہود ۲/۲۱۶ اوجز المسالک ۱/۲۶۳ بدایۃ المجتہد ۱/۱۲۹۔

(۳) ان کے علاوہ اور بھی کئی تشہد ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

تشہد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ موطأ امام مالک، طحاوی، ابوداؤد، دار قطنی، ابن عدی، بزار

تشہد جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ نسائی، طبرانی، ابن ماجہ

تشہد عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رواہ دار قطنی

تشہد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحاح ستہ میں ہے۔

تشہد ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ

تشہد ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ طحاوی، طبرانی

تشہد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ امام بخاری، ترمذی، نسائی، دار قطنی

تشہد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ موطأ مالک، حاکم، بیہقی

تشہد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ طبرانی فی الوسط

تشہد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما رواہ طبرانی فی معجم کبیر

تشہد سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ ابوداؤد۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ طحاوی

ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رواہ طبرانی

تشہد تقریباً بیس صحابہ سے منقول ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ جو بھی تشہد پڑھا جائے وہ جائز ہے اختلاف صرف افضلیت کا ہے۔

(۴) اسی طرح مذکور ہے معارف السنن ۲/۸۳ امانی الاحبار ۴/۱۰۹-۱۰۸ اور اوجز المسالک ۱/۲۶۷ نیل الاوطار ۲/۱۷۵ا۔

(۵) مسند احمد۔ (۶) طحاوی۔

(۷) امام ترمذی، خطابی، امام زہری، عبدالبر، ابن المنذر۔

(۸) اکثر کتب احناف نے اس کو مستحب کہا ہے دیکھیں درمختار، مجمع الانہر، بحرالرائق، ہدایہ وغیرہ مگر بحرالرائق نے اس کو واجب کہا ہے۔

۷۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ؟ قَالَ قُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَا نَرٰى اَنْ يُزَادَ فِي التَّشَهُّدِ وَلَا يُنْقَصَ مِنْهُ حَرْفٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے عرض کیا میں بسم اللہ کہا کروں؟ فرمایا التحیات للہ کہا کرو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں ہم تشہد میں ایک حرف بھی بڑھانے یا گھٹانے کو مناسب نہیں سمجھتے یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے"۔

لغات: اَللّٰهُ: ذات وَاجب الوجود کا نام۔ اَللّٰهُمَّ: اے اللہ اَلْاُلُوْهَتُ و الالاهَةُ و الالٰهِيَّةُ و الْاُلُوْهِيَّةُ والالٰهَانِيَةُ۔ معبودیت۔

نَرٰى: رَأٰى يَرٰى رأيًا و رُؤْيَةً و رَائَةً و رِئْيَانًا۔ بصارت یا بصیرت سے دیکھنا۔ یَرٰی کی اصل یَرْأٰی ہے۔ اور اصل کا استعمال نادر ہی ہوتا ہے۔ اور امر کا صیغہ رَہ ہے۔ کہا جاتا ہے "یَا تُرٰی وَیَا هَلْ تُرٰی" یعنی اے شخص کیا تو گمان کرتا ہے؟ اور مضارع کا صیغہ گمان کے بارے میں مجہول ہی سنا گیا ہے۔ رَآءَ۔ الشَّئَ: دیکھنا۔

يُنْقَصُ: نَقَصَ (ن) نَقْصًا و تَنْقَاصًا و نُقْصَانًا۔ الشئُ: کم ہونا۔ گھٹنا۔ نَقَصْتُ الشَّئَ: گھٹانا۔ نَقَصْتُ زَيْدًا حَقَّهٗ: حق کم کردینا گھٹا دینا۔

تشریح

التحیات کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے

اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ: بعض تشہد میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ آتا ہے بعض روایات سے امام طحاوی نے بِسْمِ اللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ نقل کیا ہے۔[1]

اور بھی کئی روایات میں بسم اللہ کا اضافہ ہے تو ان سب کی نفی اس اثر بالا میں ہے کہ صحیح اور بہتر یہ ہے کہ ابتداء اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ سے کی جائے۔

ابن عمر، ابن الزبیر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کے تشہد میں بھی ابتداء بسم اللہ التحیات للہ کے ساتھ

ہے۔(۲)

اَنْ یُزَادَ فِی التَّشَھُّدِ وَلَا یُنْقَصَ مِنْهُ حَرْفٌ: کہ التحیات میں کسی حرف کو بڑھانا یا گھٹانا پسند نہیں کرتے۔

تقریباً یہی الفاظ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ یَکْرَہُ اَنْ یَزَادَ فِیْہِ حَرْفٌ اَوْیُنْقَصَ مِنْہُ حَرْفٌ کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناپسند کرتے ہیں اس میں کسی ایک لفظ کو زائد کرنے کو یا گھٹانے کو۔

ان بیس تشہدات سے جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں ان میں جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تشہد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دی بعض میں کچھ الفاظ کی کمی ہے اور بعض میں کچھ الفاظ کی زیادتی ہے اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تشہد ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمی یا زیادتی نہ کی جائے۔ وہی پڑھا جائے جو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔(وجوہ ترجیح حدیث ۷۸ میں مفصلاً گذر چکی ہیں)

---

(۱) معانی الآثار ۱/۱۵۷۔

(۲) تشہد ابن عمر راوہ ابوداؤد، طحاوی، دارقطنی، موطأ مالک وغیرہ تشہد ابن الزبیر، رواہ طحاوی، طبرانی "ان دونوں کی تحقیق حدیث ۷۸ کے حاشیہ میں بھی گزر چکی ہیں"۔

(۳) رواہ مؤطا امام محمد۔



۸۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانُوْا يَتَشَهَّدُوْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ فِيْ تَشَهُّدِهِمْ اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ تشہد پڑھتے تو یہ کہا کرتے تھے السلام علی اللہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے ان کی طرف چہرہ مبارک کر کے ارشاد فرمایا تم السلام علی اللہ مت کہا کرو اس لئے کہ سلامتی عطاء کرنے والے تو اللہ جل جلالہ ہی ہیں تو یہ کہا کرو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے"۔

لغات: اَلسَّلَامُ: تسلیم کا اسم جیسے تکلیم سے کلام۔ السلام: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اس لئے کہ باری تعالیٰ نقائص و عیوب وغیرہ سے پاک ہیں۔

عباد: عبد کی جمع ہے۔ عَبَدَ (ن) عِبَادَةً و عُبُوْدَةً و عُبُوْدِيَّةً و مَعْبَدًا و مَعْبَدَةً۔ اللّٰہ: ایک جاننا، خدمت کرنا، پرستش کرنا۔

الصَّالِحِيْن: الصَّالِح کی جمع ہے۔ نیک۔ ٹھیک۔ درست حقوق و واجبات کا پورا کرنے والا۔ کہا جاتا ہے "هُوَ صَالِحٌ بِكَذَا" اس کے اندر فلاں کام کی اہلیت و قابلیت ہے۔

تشریح

التحیات میں السلام علی اللہ پڑھنا کیسا ہے

لَا تَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ اس اثر میں یہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا معاملہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ پڑھنے کو فرمایا اس سے یہ بات ثابت ہوگی جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ پڑھنا چاہیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد السلام علی اللّٰہ پڑھنا چاہیئے۔[1]

معارف السنن میں ہے کہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں اور ان کے راوی ثقہ نہیں ہیں۔ مزید یہ فرماتے ہیں کہ یہ بیان کرنے والے عموماً ابن عباس اور مجاہد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں مگر اس طرق کو نہ مدینۃ المنورۃ والوں نے قبول کیا اور نہ اہل عراق نے اسی طرح مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی روایت مسلم میں انہی راویوں کے ساتھ آئی ہے تو اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ الصَّالِحِیْنَ موجود ہے۔[2]

اسی طرح عام صحابہ اور عام روایات و آثار وغیرہ کے بھی یہ بات خلاف ہے۔

اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے دور خلافت میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سکھایا کرتے تھے۔[3]

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر نبوی پر صحابہ اور تابعین کے مجمع میں صیغہ خطاب کے ساتھ لوگوں کو تشہد سکھایا تھا (کسی کا بھی انکار منقول نہیں)

مگر اس صیغہ خطاب میں یہ عقیدہ رکھنا غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا کلام سن رہے ہیں اگر ایسا عقیدہ رکھے گا تو وہ منکر شرعی کا مرتکب ہوگا۔[4]

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الاستیذان کے باب الاخذ بالیدین میں عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالی عنه بین ظہرانینا فلما قبض قلنا السلام (یعنی علی النبی) اسی کے مثل اور بھی روایات نقل کی ہیں۔ ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں، ابونعیم نے اپنی حلیہ میں، حافظ بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ نے متعدد روایات نقل کی ہیں فلما قبض قلنا السلام علی النبی اسی طرح فتح الباری میں موجود ہے اخبرنا ابن جریج اخبرنی عطاء ان الصحابة كانوا يقولون ولنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی السلام علیک ایھا النبی ورحمه اللّٰہ وبرکاته فلمامات قالو السلام علی النبی۔

(۲) معارف السنن ۳/۸۷۔

(۳) معارف السنن ۳/۸۷۔

(۴) درمختار۔



بَابُ الْجَهْرِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زور سے پڑھنے کا بیان

یہ مسئلہ زمانہ قدیم سے معرکۃ الآراء چلا آرہا ہے۔ دونوں طرف سے خوب قلمی معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ شوافع میں اس مسئلہ میں خطیب بغدادی، دارقطنی پیش پیش ہیں اور احناف میں سے امام زیلعی نے تفصیلی بحث کی ہے۔[۱]

مگر حقیقت یہ ہے کہ اس میں اختلاف صرف افضلیت اور عدم افضلیت کا ہے جواز عدم جواز کا نہیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احناف کا مسلک ہر پہلو سے راجح ہے جیسا کہ آئندہ اوراق میں آپ پڑھیں گے۔

خطیب بغدادی نے رسالہ تو لکھا مگر اس میں جان بوجھ کر موضوع احادیث معارضہ میں پیش کر گئے۔

اور دارقطنی کا قصہ تو بہت مشہور ہے کہ جب وہ مصر تشریف لے گئے تو وہاں پر بعض مالکی علماء نے ان کے اس رسالہ کے بارے میں سوال کیا اور قسم دلا کر پوچھا کہ ان میں صحیح احادیث بھی ہیں یا نہیں تو انہوں نے جواباً کہا:

﴿كُلُّ مَارُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَهْرِ فَلَيْسَ بِصَحِيْحٍ وَاَمَّا عَنِ الصَّحَابَةِ مِنْهُمْ صَحِيْحٌ وَضَعِيْفٌ﴾[۲]

۸۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْسُفْيَانَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَجَهَرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيْمِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهٗ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ اَغْنِ عَنْ كَلِمَاتِكَ هٰذِهٖ فَاِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّخَلْفَ عُمَرَ وَخَلْفَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَلَمْ اَسْمَعْهَا مِنْهُمْ﴾

”حضرت عبداللہ بن یزید اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو زور سے پڑھا جب وہ نماز پڑھ چکے تو انہوں نے ان سے پوچھا آپ یہ کلمات کس لئے کہتے ہیں؟ اس لئے میں نے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے لیکن میں نے ان سے (زور) سے نہیں سنا"۔

لغات: كَلِمَاتِكَ: اَلْكَلِمَةُ۔ جمع كَلِم و كَلِمَات و الْكِلْمَةُ جمع كِلَمُ و الْكَلْمَةُ جمع كَلْمَات: بمعنی لفظ۔ مفرد یا مرکب جو انسان بولے۔

تشریح

اس اثر میں مسئلہ یہ بیان کیا جارہا ہے کہ نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھی جائے یا آہستہ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے (حدیث کے اعتبار سے آگے حدیث میں بحث ہوگی)

اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و فقہاء کے تین اقوال ہیں:

① عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن مغفل، عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، عبداللہ بن مبارک، سفیان ثوری، اسحاقؒ بن راہویہ، شعبی، ابوجعفر، محمد بن علی بن حسین، قتادۃ، عکرمہ، حسن بن صالح، علی بن صالح، حسن بصری، اعمش، مجاہد، زہری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی، حماد، ابوعبید، ابوعلی بن ابی ہریرۃ، امام ابوحنیفہ، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ یہ سب عدم جہر (یعنی سر) کے قائل ہیں۔

② حضرت ابوہریرۃ، نعمان بن بشیر، حضرت ام سلمہ، سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سعید بن جبیر، طاؤس، عطاء، سالم بن عبداللہ، محمد بن منکدر، ابن حزم، نافع، مکحول، عمر بن عبدالعزیز، حبیب بن ابی ثابت، ابوقلابہ، زید بن علی، ابن ابی ذئب، عبداللہ بن صفوان، محمد بن الحنیفہ، خطیب بغدادی، بیہقی، امام شافعی، مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ جہری نماز میں جہراً پڑھی جائے اور سری نماز میں سراً پڑھی جائے گی۔

③ امام مالک، امام اوزاعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ سراً پڑھنا چاہیئے اور نہ ہی جہراً بلکہ پڑھنا ہی مکروہ ہے۔[۳]

حضرت ابوسفیان رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: ان کا نام طریف بن شہاب ہے بعض نے ابن سفیان ابوسفیان الاشل اور بعض نے طریف بن سعد کہا ہے۔

اساتذہ: ان کے استادوں میں ابونضرۃ العبدی، عبداللہ بن حارث بصری، ثمامہ بن عبداللہ بن انس وغیرہ ہیں۔

شاگرد: ان سے سفیان ثوری، شریک، علی بن سھر، ابومعاویہ، محمد بن فضیل، عبدالرحمان بن محمد المحاربی وغیرہ ہیں۔(کمافی

تہذیب التہذیب ۱۱/۵)

حضرت عبداللہ بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: صحیح نام یزید بن عبداللہ بن مغفل یہی بات طحاوی ۱۱۹/۱ و آثار الامام ابی یوسف صفحہ ۲۲ وغیرہ میں ہے۔

ان کو یحییٰ بن معین، قیس بن عنایہ، علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔(تعجیل المنفعۃ ۴۵۱) میں دیکھیں۔

ابیہ ای عبداللہ ابن مغفل کے مختصر حالات: نام عبداللہ، ابوسعید کنیت، ۶ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ سب سے پہلا غزوہ ان کا حدیبیہ تھا۔ بیعت رضوان میں حاضر تھے۔(مسند احمد ۵۴/۵)

آپ کی زندگی میں بھی مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ چھوڑ دیا اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بصرہ آباد ہوا تو ان کو وہاں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھیج دیا اور پھر آخری عمر تک وہاں ہی مقیم رہے۔(طبقات ابن سعد ۸۰۷/۷)

وفات: ۵۹ ہجری یا ۶۰ ہجری میں ہی انتقال ہوا۔ ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بصرہ کی زمین میں ہی مدفون ہوئے۔ ان سے ۴۳ روایات کتابوں میں ملتی ہیں ان میں ۴ بخاری و مسلم دونوں میں ہیں ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔

---

(۱) طحاوی نے بھی لمبی بحث کی ہے نصب الرایہ نے شوافع کے دلائل کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔

(۲) نصب الرایہ ۳۵۸/۱ فتاویٰ ابن تیمیہ۔

(۳) یہ تینوں اقوال بدایۃ المجتہد ۱/ ۱۲۴ فتح الملہم ۲/ ۳۴ اوجز المسالک ۱/ ۲۲۸ امانی الاحبار ۳/ ۲۵-۲۷ بذل المجہود ۲/ ۳۶ نیل الاوطار ۲/ ۱۹۰ اور عمدۃ القاری ۳/ ۲۰ میں ہے۔



۸۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الرَّجُلِ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنَّهَا اَعْرَابِيَّةٌ وَكَانَ لَا يَجْهَرُ بِهَا هُوَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کو زور سے پڑھتا ہے یہ فرمایا کہ یہ دیہاتی طریقہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم زور سے نہیں پڑھتا تھا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں“۔

لغات: اَعْرَابِيَة: عربی دیہاتیت۔

اَصْحَابه: صَاحِبٌ کی جمع ہے۔ بمعنی۔ ساتھی۔ ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والا۔ مالک۔ وزیر اور گورنر۔ یہاں پر مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تشریح

دلائل احناف

اثر بالا سے بھی احناف کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ نماز میں بسم اللہ زور سے نہیں پڑھنا چاہیے۔ اسی طرح متعدد احادیث و آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً:

① حدیث انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ [1]

② حدیث عائشۃ الصدیقۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ [2]

③ حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قَالَ سَمِعَ اَبِيْ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ لِیْ اَیْ بُنَیَّ اِیَّاكَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ابغض الیه الحدث فی الاسلام قال قدصلیت مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومع ابی بکر ومع عمرو مع عثمان فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ یَقُوْلُهَا فَلَا تَقُلْهَا اَنْتَ اِذَا صَلَّیْتَ فَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (۳)

دلائل امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا چاہیئے اس کے لئے وہ معتدداحادیث وآثار سے استدلال کرتے ہیں مثلاً:

حدیث نعیم المجمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه قَالَ صَلَّیْتُ وَرَاءَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ (اَیْ فَاتِحَه)... فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَ شْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (۴)

حدیث علی و عمار رضی اللّٰه تعالٰی عنهما كَانَ یَجْهَرُ فِیْ مَكْتُوْبَاتٍ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (۵)

جوابات دلائل شوافع

اس کے متعدد جوابات دیئے جاتے ہیں۔

پہلی روایت کا جواب

نعیم المجمر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آٹھ سو شاگردوں میں سے واحد ہیں جو بسم اللہ جہراً کو نقل کرتے ہیں باقی تمام شاگرد بسم اللہ سراً ہی نقل کرتے ہیں اس لئے ان اکیلے کے مقابلے میں ان سب کی بات معتبر ہونی چاہیئے۔ (۶)

دوسرا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں ہے اِنِّیْ لَاَ شْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشابہ فرمایا اور مشابہ ہونے کے لئے ہر ہر چیز کے ساتھ تشبیہ ضروری نہیں ہے۔ (۷)

تیسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ یا فقرہ میں اس کی تصریح نہیں کہ یہ عمل نماز میں ہی ہوا ہو عین ممکن ہے کہ نماز کے بعد ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت کی ہو اور اس میں بسم اللہ جہراً پڑھی ہو۔

دوسری روایت کا جواب

اس روایت کو ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قریب موضوع کہا ہے حافظ بیہقی نے ضعیف کہا ہے کہ اس میں

تین راوی ہیں تینوں ہی ضعیف ہیں۔ ① اسید بن زید ② عمرو بن شمر ③ جابر جعفی اس لئے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) رواہ مسلم ۱/۱۷۳ احمد، بخاری، دار قطنی، ابویعلی الموصلی، ابن حبان، بیہقی، طحاوی وغیرہ۔
(۲) راوہ مسلم، ابوداؤد، بیہقی۔
(۳) راوہ نسائی ۱/۱۴۴ ابن ماجہ، ترمذی، طحاوی، احمد، طبرانی، اور بھی متعدد احادیث حدیث انس نسائی ۱/۱۴۵، عکرمۃ عن ابن عباس کتاب اثار السنن حدیث ۳۴۶ حدیث ابووائل شرح معانی الاثار ۱/۱۰۵ اسی طرح تین اثار خود کتاب میں موجود ہیں۔
(۴) رواہ نسائی، ابن حبان، حاکم دار قطنی، بیہقی۔
(۵) رواہ ترمذی، حاکم بیہقی، اور بھی متعدد احادیث ہیں مثلاً حدیث حکم بن عمر، حدیث معاویہ وغیرہ۔
(۶) نصب الرایہ۔
(۷) نصب الرایہ۔



۸۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يُخَافِتُ بِهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَ التَّعَوُّذِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ آمِيْنَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے گا، ① سبحانک اللھم وبحمدک الخ ② اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ③ بسم اللہ الرحمان الرحیم ④ آمین۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: يَخَافِت: خَفَتَ (ن) خُفُوتًا۔ الصوتُ: پست ہونا۔ صفت (خَافِتٌ و خَفِيْتٌ۔) و خَفْتًا وَ خَافَتَ و تَخَافَتَ۔ بِكَلَامِهٖ وَ بِصَوْتِهٖ: پوشیدہ رکھنا۔ پست کرنا۔ آہستہ کرنا۔ بِالْقِرأَةِ: آہستہ پڑھنا۔

سُبْحَانَكَ: سُبْحَان۔ کہا جاتا ہے "سُبْحَانَ اللّٰهِ" یعنی میں اللہ تعالیٰ کی عیوب و نقائص سے پاکی بیان کرتا ہوں۔

بِحَمْدِكَ: اَلْحَمْدُ۔ تعریف۔ تعریف کیا ہوا۔ کہا جاتا ہے "رجل حمد و اِمْرَأة حَمْدة" تعریف کیا ہو مرد، تعریف کی ہوئی عورت۔

التَّعَوُّذُ: عَاذَ يَعُوْذُ (ن) عَوْذًا و عِيَاذًا و مَعَاذًا و مَعَاذَةً و تَعَوَّذَ و اِسْتَعَاذَ: بِفُلَانٍ مِنْ كَذَا: پناہ لینا۔

تشریح

اسی اثر کے معنی میں مصنف ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس اثر کو بھی بیان کیا ہے اَنَّهٗ كَانَ يُخْفِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْاِسْتِعَاذَةَ وَرَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ۔

احناف کے مذہب کو ترجیح

① بسم اللہ کو نماز میں زور سے پڑھنے کے بارے میں شوافع کے پاس کوئی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے اور جو روایات موجود ہیں اس کے رواۃ میں کذاب وضاع جیسے راوی موجود ہیں۔

② بسم اللہ جہراً کے بارے میں ایک روایت کو بھی شیخین (یعنی بخاری و مسلم) نے نقل نہیں کیا۔ یہاں تک کہ وہ روایت مسانید و سنن مشہورہ میں بھی نہیں ہیں۔

③ بقول صاحب ہدایہ اصل تو سراً بسم اللہ ہے اور جہاں جہاں پر جہراً ذکر آتا ہے وہ تعلیم کے لئے ہے جیسے کہ کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیماً قراءت بھی زور سے فرمایا کرتے تھے۔

④ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ جہراً والی روایات منسوخ ہو گئیں۔

﴿حدیث ابن عباس قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هَذَأَ مِنْهَا مُشْرِكُوْنَ وَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ يَذْكُرُ اِلٰهَ الْيَمَامَةِ وَكَانَ مُسَيْلَمَةُ يُسَمّٰى الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا يُجْهَرَ بِهَا﴾ (۱)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بسم اللہ الرحمٰن رحیم پڑھتے تو مشرکین تمسخر کرتے تھے اور کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو الہ یمامہ کو یاد کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ مسیلمہ کذاب کو رحمٰن الرحیم کہا کرتے تھے پس یہ آیت (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے بسم اللہ پڑھنے سے روک دیا گیا“۔

⑤ ابن تیمیہ، ابن قیم اور بعض محققین شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے خود اس مسئلہ میں احناف کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔

(۱) ابوداؤد طبرانی فی معجم کبیر وغیرہ۔



بَابُ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ وَتَلْقِيْنِهٖ

امام کے پیچھے قراءت کرنا اور اس کو لقمہ دینے کا بیان

قراءت خلف الامام کا مسئلہ آج سے نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے مختلف فیہ اور معرکۃ الآرا رہا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر کچھ تحقیق سے کام لیا جائے تو صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ میں کچھ زیادہ اختلاف نظر نہیں آتا۔ سب کا ہی اتفاق ہے کہ مقتدی انتہائی توجہ اور خاموشی کے ساتھ امام کی قراءت پر توجہ دے اسی مسلک پر آیت قرآنیہ، احادیث فعلیہ و قولیہ، اثار صحابہ اور قیاس سب موجود ہیں اسی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

"زد مرا کہ خواندن فاتحہ باامام در صحابہ شایع نبود"۔ (۱)

"چنانچہ امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا حضرات صحابہ کرام میں مشہور نہ تھا"۔

اسی طرح علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی (۸۰) صحابہ سے قراءت پر ممانعت نقل کی ہے۔ (۲)

اور اسی طرح امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ستر (۷۰) بدری صحابہ کے عمل کو نقل کیا ہے کہ وہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔ (۳)

۸۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ مَاقَرَأَ عَلْقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ قَطُّ فِيْمَا يُجْهَرُ فِيْهِ وَلَا فِيْمَا لَا يُجْهَرُ فِيْهِ وَلَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ اُمَّ الْقُرْآنِ وَلَا غَيْرَهَا خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَانَرَى الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْئٍ عَنِ الصَّلَاةِ يُجْهَرُ فِيْهِ اَوْلَا يُجْهَرُ فِيْهِ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت علقمہ بن قیس نے نماز میں امام کے پیچھے نہ کبھی جہری نماز میں قراءت پڑھی نہ سری میں اور نہ آخری دو رکعتوں میں نہ سورہ فاتحہ نہ اور کوئی سورت۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ ہم امام کے پیچھے نہ سری نماز میں قراءت کے قائل ہیں اور نہ جہری نماز میں"۔

لغات: اُمُّ القُرآن: اَلْاُم: ماں۔ کسی چیز کی اصل۔ (ج) اُمَّھَات و اُمَّات۔ ام القران۔ سورۃ فاتحہ۔

تشریح

سب سے پہلے یہ مسئلہ کہ امام کے پیچھے مقتدی قراءت کریں گے یا نہیں۔ فقہاء کے اعتبار سے اس میں تین اقوال ہیں۔ [۴]

① امام کے پیچھے قرات کرنا ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے خواہ سری نماز ہو یا جہری یہ مسلک صحابہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان غنی، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔

تابعین میں سے حضرت ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ بن قیس، حضرت ابن سیرین، حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا۔

اور فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف [۵] ایک روایت امام احمد، [۶] عبدالرحمان بن ابی لیلی عبدالرحمان بن وھب اور اشہب مالکی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

② سری نماز میں مقدی قراءت کر سکتا ہے مگر جہری میں مکروہ تحریمی ہے۔

صحابہ میں سے حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ مسلک ہے۔

تابعین میں سے حضرت عروۃ بن الزبیر، حضرت قاسم بن محمد، حضرت نافع بن جبیر، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت حسن بصری، حضرت شعبی، حضرت سعید بن المسیب، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت قتادہ، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ مسلک ہے۔

فقہاء میں سے حضرت امام مالک [۷] اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا صحیح مذہب یہی ہے۔ [۸]

بعض کہتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر مقتدی جہری نمازوں میں امام کی قراءت نہ سنتا ہو تو اس میں بھی فاتحہ کی قراءت کر سکتا ہے اور سنتا ہو تو قراءت نہ کرے۔ [۹]

③ حضرت امام شافعی، حضرت داؤد ظاہری، حضرت اسحاق بن راہویہ، ایک قول حضرت امام اوزاعی اور عبداللہ بن مبارک کا ہے کہ قراءت خلف الامام ہر دو صورت میں واجب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ [۱۰]

مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح قول یہ ہے کہ جہری نماز میں قراءت خلف الامام کو امام شافعی رحمہ اللہ

تعالیٰ بھی منع کرتے ہیں سری میں پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔(۱۱)

وَلَافِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ اُمَّ الْقُرْآنِ: کہ آخری دو رکعتوں میں نہ سورہ فاتحہ ہے اور نہ کوئی تسبیح وغیرہ یہ نفی فرضیت کی ہے کہ ضروری نہیں ہے ورنہ فقہاء کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا امام اور منفرد کے لئے اچھا ہے۔ عمداً سورت فاتحہ کو اور تسبیح کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

(۱) مصفی شرح موطأ: ۱/۱۳۱ بحوالہ احسن الکلام ۱/۶۶۔

(۲) بنایہ شرح ہدایہ۔

(۳) شرح نقایہ۔

(نوٹ): اس مسئلہ میں قدیم اختلاف چلا آرہا ہے خاص کر ہمارے زمانے میں غیر مقلدین نے اس کو بہت اچھالا ہے اس کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے علماء نے اس پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ خاص کر علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے امام الکلام فی القراءۃ خلف الامام مزید اس پر حاشیہ لگایا غیث الغمام فی القراءۃ خلف الامام۔

اسی طرح مولانا قاسم صاحب نانوتوی کی تصنیف الدلیل المحکم فی ترک القراءۃ للمؤتم اور دوسری کتاب توفیق الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام۔

احمد علی سہارنپوری کی تصنیف الدلیل القدسی علی ترک القراءۃ للمقتدی اسی طرح مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی شیخ ہاشم سندھی نے تنقیح الکلام فی القراءۃ خلف الامام علامہ ظہیر حسن نیموی نے بھی کئی رسالے لکھے۔

انور شاہ کشمیری نے دو رسالے لکھے فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب (یہ فارسی میں ہے) دوسرا فاتحۃ الخطاب فی مسئلہ فاتحۃ الکتاب (یہ عربی میں ہے) اعلاء السنن، نصب الرایہ، طحاوی میں بھی کافی بحث ہے۔ آخر میں جامع ترین آسان زبان اردو میں مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نے اس پر اپنی کتاب فمامہ مسک کردیا ان کی کتاب کا نام احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام ہے۔ قلائد الازہار میں بھی ۲/۱۰ سے ۵۲ تک کافی نفیس بحث ہے۔

(۴) یہ اقوال اوجز المسالک ۱/۲۳۹ معارف السنن ۲/ ۳۸۴ امانی الاحبار، بذل المجہود ۲/۵۲ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۵) یہ قول فتح القدیر ۲/۲۴۱ جامع المدینہ ۱/۳۳۶ تحفہ الاحوذی ۱/۲۵۸ فتح الملہم ۲/۲۰

(۶) موطأ محمد میں امام محمد کا قول شیخین کی طرح ہے صحیح قول امام محمد کا بھی یہی ہے یہی بات موطأ محمد میں ہے۔

(۷) امام مالک کا یہ مذہب امام مالک نے موطأ میں ۲۹ عبدالبر نے الاستذکار میں ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اور تحفۃ الاحوذی ۱/۲۵۷ فتح الملہم ۲/۲۷ معالم التنزیل ۲/۶۲ روح المعانی ۹/۱۳۵ پر دیکھیں۔

(۸) امام احمد کا یہ مذہب مغنی ابن قدامہ ۱/۲۰۶ تحفۃ الاحوذی ۱/۲۵۷ تنوع العبارات لابن تیمیہ ۸۶ وغیرہ میں ہے۔

(۹) یہ قول امام احمد کا الاستذکار میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰) یہ قول عمدۃ القاری، سنن کبریٰ، تفسیر ابن کثیر، بنایہ شرح ہدایہ وغیرہ میں ہے۔

(۱۱) یہ قول خود امام شافعی کی کتاب کتاب الام ۱/۸۹ میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے کہ والعمد فی ترک القراءۃ بام

القران والخطاء سوا فی ان لا تخیری رکعت الابھا او بشئی معھا الا ما یذکر من المأموم ان شاءاللّٰہ اور کتاب الام ۷/۱۵۳ میں یہ عبارت بھی ملتی ہے کہ نحن نقول کل صلوۃ صلیت خلف الامام والامام یقر أقراءۃ لا یسمع فیھا قراءتھا اور یہی بات تقریبًا بدایۃ والنھایہ ۱۰/۲۵۲ میں ملتی ہے یہی بات کتاب الام میں ہے یہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جدید تصانیف میں ہے معارف السنن۔ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنی کتاب احسن الکلام میں فرمایا ہے اصل غلطی امام شافعی کے مذہب کے سمجھنے میں امام الحرمین حوینی شافعی متوفی ۴۷۸ کو ہوئی کہ انہوں نے کتاب الام کو امام شافعی کی کتب قدیم میں سے سمجھ لیا حالانکہ یہ جدید میں سے ہے اور یہی قول اصح ہے۔ یہی قدیم وجدید کی بات البدایہ والنھایہ ۱۰/۲۵۲ میں اور علامہ سیوطی نے حسن المحاضرۃ ۱/۱۲۲ میں لکھا ہے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ فاتحہ خلف الامام امام شافعی کا جدید قول ہے قدیم نہیں۔(احسن الکلام ۱/۷۴)

(نوٹ): صلوۃ جہری میں قراءت کے وجوب کا مذہب صرف ہمارے زمانہ میں غیر مقلدین کا ہے یہاں تک کہ اسلاف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہ تھا نہ داوٗد ظاہری اور نہ ہی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ تو احناف کے مسلک کے قائل تھے۔(احسن الکلام ۱/۷۰-۶۸)



۸۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَاتُزَادُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ عَلٰى فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم آخری دو رکعتوں میں سوائے سورت فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور اسی کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں"۔

لغات: مِن الشَّئِ: ابتدا اور اسی سے ہے۔ فاتحۃ الکتاب۔ یعنی کتاب کی ابتداء۔ (ج) فَوَاتِحُ۔

تشریح

لَاتُزَادُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ عَلٰى فَاتِحَةِ الْكِتَابِ: چار اور تین رکعتوں والی نماز کے آخر میں صرف سورت فاتحہ پڑھی جائے گی اور یہ سورت فاتحہ پڑھنا بھی فقہاء کے نزدیک افضلیت کی بناء پر ہے فرضیت کے طور پر نہیں کیونکہ فرض تو صرف دو رکعتوں میں قراءت کرنی تھی جو وہ کرچکا ہے اسی وجہ سے اگر کوئی اخر میں تین بار بسم اللہ پڑھ لے یا اتنی دیر خاموش ہوجائے تو نماز ہوجائے گی۔ [۱]

حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اگر تین بار تسبیح پڑھ لے تو تب بھی کافی ہو جائے گا اور اگر نہ تسبیح کی اور نہ ہی قراءت کی اور عمداً ایسا کیا تو گناہ ہوگا ایسا کرنا مکروہ ہو گا۔

استدلال

حديث قتادة رضی اللّٰه تعالٰی عنه انَّ النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ الخ۔ [۲]

حديث رفاعة بن رافع القاری رضی اللّٰه تعالٰی عنه كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَفِي الْاُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حدیث عائشۃ الصدیقۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا انَّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کَانَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ (۳)

اگر کسی نے آخری دو رکعتوں میں سورت ملالی

اس کے بارے میں انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس بارے میں تین اقوال ملتے ہیں:

① اس سے سجدہ سہو لازم آجائے گا۔

② نہیں آئے گا۔

③ یہ ملانا نہ مکروہ ہے اور نہ ہی سنت۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں میں اسی تیسرے قول کو پسند کرتا ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آخری دو رکعتوں میں سورت ملانا امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جدید قول میں مستحب ہے اور قدیم قول جمہور کے ساتھ ہے۔ (۴)

(ا) محیط۔

(۲) رواہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ۔

(۳) طبرانی فی معجم اوسط۔

(۴) اوجز المسالک۔



۸۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوالْحَسَنِ مُوْسَى بْنُ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ خَلْفَهُ يَقْرَأُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَتَنْهَانِيْ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَتَنَازَعَا حَتّٰى ذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَأَةَ الْاِمَامِ لَهُ قِرَأَةٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾ (۱)

”حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ایک صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت پڑھنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی انہیں قراءت سے منع کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ تم مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت سے روکتے ہو؟ آپس میں بحث و مباحثہ ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے توامام کا پڑھنا اس کے لئے قراءت ہوتی ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں“۔

لغات: یَنْهَاهُ: نَهَاهُ يَنْهَاهُ نَهْيًا عن كذا: ڈانٹنا۔ منع کرنا۔

فَتَنَازَعَا: تَنَازَعَ القَوْمُ: اختلاف کرنا۔ في الشَّيء: جھگڑا کرنا۔

اِمَام: (مذکر و مونث دونوں کے لئے) پیش امام جس کی اقتدا کی جائے۔ پیشوا۔ نمونہ۔ قرآن۔ خلیفہ۔ امیر لشکر۔ مصلح اور منتظم۔

تشریح

اس حدیث سے بھی احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ اس حدیث میں جہری اور سری نماز کی کوئی قید

نہیں ہے بلکہ اپنے عموم پر ہے اور اس میں حرف "من" بھی شرطیہ ہے یہ بھی عموم پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح احناف قرآن کی آیت:

① وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [۲] سے استدلال کرتے ہیں۔

اور متعدد احادیث و آثار سے استدلال کرتے ہیں مثلاً:

② حدیث ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ۔ [۳]

③ اسی طرح حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازَعُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَوٰتِ بِالْقِرَاءَةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [۴]

④ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا۔ [۵]

اسی طرح بہت سی احادیث ہیں آثار صحابہ بھی اس بارے میں متعدد ہیں۔ علامہ عینی نے تقریباً اسی (۸۰) صحابہ سے قرات خلف الامام کی ممانعت نقل کی ہے۔ [۶]

⑤ اسی طرح اثر زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے وہ فرماتے ہیں مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهُ۔ [۷]

⑥ اسی طرح اثر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے قَالَ لَيْتَ فِيْ فَمِ الَّذِيْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ حَجَرًا۔ [۸]

⑦ اسی طرح اثر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اَخْبَرَنِي بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدًا قال وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِيْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ فِيْهِ جَمْرَةٌ۔ [۹]

⑧ اسی طرح اثر علقمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے قال لیست الذی یقرأ خلف الامام الاملی ترابا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں "جمرۃ علیہ اجماع الصحابۃ" کہ عدم قراءت پر صحابہ کا اجماع ہوچکا ہے۔ یعنی اتنی کثرت سے عدم قراءت کی روایات ہیں جن کو دیکھ کر صحابہ کا اجماع نظر آتا ہے۔ [۱۰]

وجوہ ترجیح

کئی وجوہات سے احناف کے مذہب کو ترجیح حاصل ہے مثلاً:

① احناف کے پاس قولی احادیث کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی ہے اور دوسری طرف صرف قولی احادیث ہیں۔ (۱۱)

② دوسری وجہ یہ ہے کہ احناف کے پاس احادیث کا اکثر ذخیرہ اور اکثر امت کا عمل ہے اس لئے بھی اس مذہب کو ترجیح ہوگی۔ (۱۲)

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ احناف کی روایات نہی کی ہیں نہی کی روایات مقدم ہوتی ہیں اباحت کی روایات پر۔

④ چوتھا آپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول و عمل سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے اس سے پہلے کا قول و فعل آخری قول و فعل سے منسوخ ہوگیا۔ (۱۳)

حضرت ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام ابوالحسن المخزومی، الہمدانی ہے آل بعد کے غلاموں میں سے تھے۔ ابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

اساتذہ: ان کے استاذوں میں عمرو بن الحارث، عبداللہ بن شداد الھاد، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، یحیٰ بن الجزار، عبداللہ بن ابی رزین الاسدی وغیرہ۔

شاگرد: ان کے شاگردوں میں سے شعبہ، ابواسحاق انفزاری، ابوعوانہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۲۵۲ تعجیل المنفعۃ ۶۷۴ وغیرہ میں دیکھیں۔

حضرت عبداللہ بن شداد بن الھاد کے مختصر حالات: یہ صحاح ستہ کے راوی ہین ان کی والدہ سلمہ بنت عمیس ابن حبان، امام نسائی، ابوزرعۃ وغیرہ نے ان کے ثقہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

یہ عموماً حضرت عمر، طلحہ، عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی خالہ اسماء بنت عمیس، ام المؤمنین حضرت میمونہ، حضرت عائشہ، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

اوران سے بھی عموماً سعید بن ابراہیم، ابواسحاق، الشیبانی، حکم بن عتیبہ، طاؤس، محمد بن کعب القرظی، ابوجعفر الفراء، محمد بن عبداللہ بن ابی یعقوب وغیرہ نقل کرتے ہیں۔

مزید حالات کے لئے: تہذیب التہذیب ۱۲۵۱/۵ استیعاب ۱۳۸۲ الاصابہ

نوٹ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات باب الغسل الجمعہ والعیدین میں گذر چکے ہیں۔

---

(۱) یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رواہ دار قطنی ابوسعید خدری رواہ طبرانی، حضرت ابن عباس رواہ دار قطنی، حضرت

ابوہریرہ، حضرت انس ابن حارث رواہ ابن حبان، حضرت جابر بن عبداللہ رواہ ابن ماجہ وغیرہ سے منقول ہے۔
اس حدیث پر شوافع نے بہت سے سوالات کئے ہیں پہلا سوال یہ ہے کہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ یہ روایت اگرچہ بہت سے طرق سے آتی ہے مگر تمام طرق معلول ہیں۔
جواب: امام حاکم نے اس روایت کو نقل کرکے فرمایا ہے کل ھولاء الاحادیث مشھورۃ باسانید بادطرقھا کہ یہ حدیث مرفوع صحیح ہونے کے ساتھ مشہور بھی ہے۔(کتاب موفۃ علوم الحدیث)
دوسرا سوال: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں نص صریح نہیں ہے بخلاف عبادۃ بن الصامت کی روایت میں نص صریح ہے اس سے عبادۃ کی روایت کو ترجیح ہوگی۔
جواب: دونوں حدیث پر عمل کیا جائے عبادۃ بن الصامت کی روایت کو امام اور منفرد کے لئے مانا جائے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو مقتدی کے لئے یہاں احادیث میں کوئی تعارض ہی نہیں کہ عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ترجیح حاصل ہوجائے۔
تیسرا سوال: جب امام کی قراءت مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے تو مقتدیوں کو رکوع و سجدہ تشہد وغیرہ کی بھی کرنے کی ضرورت نہ ہو امام ہی سب کچھ کرتا رہے۔
جواب: امام مقتدی کی طرف سے قراءت قرآن میں کفایت کرتا ہے جیسے کہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش ہوجاؤ یہ قیاس اس نص کے مقابلے کی وجہ سے مردود ہے۔

(۲) سورت اعراف آیت ۴
جمہور مفسرین فرماتے ہیں یہ آیت مسئلہ قراءۃ خلف الامام کے لئے نازل ہوئی ہے دیکھیں علامہ بغوی متوفی ۵۱۶ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل۔ ابن کثیر ۳/ ۶۲۳ علامہ زمخشری متوفی ۵۲۸ ہجری نضر کشاف ۱۰/ ۵۲۳ پر تفسیر ابوسعود متوفی ۹۸۲ ہجری ۴/ ۵۰۳ تفسیر روح المعانی متوفی ۱۲۷۰ ہجری نے ۹/ ۱۳۳ فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۳/ ۳۱۳ طباعت جدید تفسیر بیضاوی ۳۰۸ پر یہ چند اقوال معتبر مستند مفسرین سے نقل کئے ہیں۔

(۳) رواہ مسلم ۱/ ۱۷۴ ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد، ابوعوانہ، بیہقی، دار قطنی، بزاز وغیرہ۔
اس حدیث پر شوافع نے کئی اعتراضات کئے ہیں مثلاً واذقرأ فانصتوا کی زیادتی صحیح نہیں کیونکہ جب یہ روایت حضرت انس اور حضرت عائشہ سے ہوتی ہے تو اس میں یہ زیادتی موجود نہیں ہے۔
جواب: یہ زیادتی صحیح ہے کیونکہ امام مسلم نے خود اس حدیث کی تصحیح کی ہے حالانکہ امام مسلم کی عادت نہیں ہے کہ کسی حدیث کی تصحیح کریں یہ واحد مقام ہے جہاں یہ امام مسلم نے تصریح کی ہے۔
اور یہ کہنا کہ حضرت انس اور حضرت عائشہ کی روایت میں یہ زیادتی نہیں تو کوئی بات نہیں کیونکہ اس کی احادیث میں بہت سے مثالیں ملتی ہیں کہ کسی جگہ پر ایک صحابی زیادتی نقل کرتا ہے دوسرا نہیں۔
اسی طرح دوسرا سوال اس حدیث پر یہ ہے کہ اس روایت میں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ کی سند میں سالم بن نوح راوی غیر معتبر ہے۔

جواب: سالم بن نوح کی روایت کو امام مسلم نے اور ابن حبان نے ابن خزیمہ وغیرہ سے لیا ہے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں۔ خود ابن حجر شافعی نے اس کو ثقہ کہا ہے یحییٰ بن معین ابوزرعہ ابن قانع، ابن حبان سب نے ہی اس کو ثقہ کہا ہے۔

(۴) رواہ ترمذی ۱/۶۵ موطأ امام مالک ۶۹ نسائی ۱/۱۴۶ سنن ابوداؤد ۱/۱۲۰ بیہقی ۲/۱۵۷

اس حدیث پر بھی شوافع کے کئی سوالات ہیں مثلاً فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یہ جملہ حدیث کا نہیں بلکہ امام زھری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

جواب: یہ حدیث کا جز ہے کیونکہ ابوداؤد میں بھی یہ ہے مالی انازع القران سے بھی احناف کا استدلال پورا ہو جاتا ہے۔

دوسرا سوال اس حدیث پر شوافع کی طرف سے یہ ہے کہ اس حدیث میں ابن اکیمہ اللیثی مجہول ہے لہٰذا استدلال صحیح نہیں ہوگا۔

جواب: ابن اکیمہ کی محدثین نے ثقہ ہونے کی توثیق کی ہے یہاں تک امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ موطأ میں ان سے روایات نقل کرتے ہیں اور موطأ امام مالک کی تمام روایات صحیح ہیں۔

(۵) رواہ بیہقی فی کتاب القراءت اس پر یہ سوال کرتے ہیں کہ اس روایت میں حسن بن علی بن شداد منفرد ہیں۔

جواب: اگرچہ منفرد ہیں مگر جب ثقہ اور حافظ حدیث ہیں تو اگرچہ یہ منفرد ہی کیوں نہ ہوں روایت معتبر ہوگی۔

(۶) رواہ اثار السنن حدیث ۳۷۰۔

(۷) رواہ مؤطا محمد وابن ابی شیبہ وغیرہ۔

(۸) رواہ مؤطا محمد مصنف عبدالرزاق۔

(۹) رواہ مؤطا محمد عبدالرزاق۔

(۱۰) شرح نقایہ میں شمس الدین محمد نے نقل کیا ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ستر (۷۰) بدری صحابہ کو دیکھا کہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے اور جیسے کہ اوپر ذکر ہوا کہ علامہ عینی نے ہدایہ کی شرح بنایہ میں اسی (۸۰) صحابہ سے قراءت خلف الامام کی ممانعت ثابت کی ہے۔

(۱۱) کتاب الاعتبار صفحہ ۱۱ بحوالہ احسن الکلام ۱/ ۴۱۴۔

(۱۲) کتاب الاعتبار صفحہ ۱۱ بحوالہ احسن الکلام ۱/ ۴۱۴۔

(۱۳) خود امام بخاری کہتے ہیں وانما یؤخذ بالاخر فالاخر من فعل النبی صل اللّٰہ علیہ وسلم ۱/۱۶۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز میں پوری آخری سورت فاتحہ بحالت اقتداء ترک کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز صحیح ہوئی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تھا تو قولی و فعلی دونوں روایات موجود ہیں۔



۸۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: اِقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ۔ وَلَا تَقْرَأْ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْئٍ مِنَ الصَّلٰوتِ﴾

"حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا تم امام کے پیچھے ظہر و عصر میں پڑھ لیا کرو اس کے علاوہ کسی نماز میں نہ پڑھا کرو۔ امام محمد نے فرمایا امام کے پیچھے کسی نماز میں نہیں پڑھنا چاہیئے"۔

لغات: سِوٰی: السِوٰی و السُوٰی۔ برابر۔ وسط۔ غیر مانند سواء کے اور یہ حروف استثناء میں سے ہے۔

لَایَنْبَغِیْ: اِنْبَغٰی ۔ سہل ہونا۔ آسان ہونا۔ کہا جاتا ہے۔ "لَایَنْبَغِی لَكَ اَنْ تَفْعَلَ ذٰلِكَ۔" تمہارے لئے مناسب نہیں کہ ایسا کرو(اس فعل کا ماضی مستعمل نہیں)۔

تشریح

بعض ائمہ جن میں امام حسن بن صالح، ابراہیم ابن علیہ سوید بن غفلہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ان حضرات کے نزدیک ظہر اور عصر میں جہرا یا سرا کسی بھی طرح کی قراءت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کے خلاف امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا صحیح قول، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر اور عصر میں قراءت واجب ہے لیکن سرا ہوگی جہراً نہیں۔[1]

پھر بعض صحابہ جن میں حضرت ابوہریرۃ، حضرت عائشہ، ابن عمر، عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ اور تابعین میں سے عمرو بن الزبیر، نافع بن جبیر شہاب الزہری، حسن بصری، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقتدی ظہر اور عصر میں قراءت کر سکتا ہے اور باقی نمازوں میں نہیں جیسے کہ اثر بالا سعید بن جبیر سے یہی مفہوم معلوم ہو رہا ہے۔ اس کے خلاف احناف سری جہری ہر قسم کی نماز میں مطلقاً قراءت کو منع کرتے ہیں پوری بحث گذشتہ اوراق میں گذر چکی ہے۔

---

(۱) یہ دونوں قول امانی الاحبار ۳/۳۵۷/۶۰ اور بدایۃ المجتہد ۱/۱۲۴ میں ہیں۔

۸۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْاِمَامِ يَغْلَطُ بِالْآيَةِ قَالَ يَقْرَأُ بِالْآيَةِ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَرَأَ سُوْرَةً غَيْرَهَا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيَرْكَعْ اِذَا كَانَ قَدْ قَرَأَ ثَلٰثَ آيَاتٍ اَوْنَحْوَهَا، وَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَافْتَحْ عَلَيْهِ وَهُوَ مُسِيْئٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر امام کو کسی آیت میں مغالطہ لگے تو اس کے بعد والی آیت پڑھ لے اور یہ نہ کرے تو کوئی دوسری سورت پڑھ لے اور اگر یہ بھی نہ کرے اور تین آیتیں یا اس کی مقدار پڑھ لیا ہو تو رکوع کرے اور اگر اتنا بھی نہیں کیا تو اس کو لقمہ دے دو اور اس نے برا کیا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے"۔

لغات: يَغْلَطُ: غَلِطَ (س) غَلَطًا۔ في الامر: غلطی کرنا۔

رَكَعَ: (ف) رَكْعاً وَرُكوعاً۔ سر جھکانا پشت خم کرنا۔ الى الله: اللہ کے سامنے پست ہونا۔

تشریح

فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَافْتَحْ عَلَيْهِ: اس میں تین مذاہب ہیں:

① پہلا مذہب امام کو نماز کی حالت میں لقمہ دینا: اس میں حضرت عثمان غنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت حسن بصری، حضرت عطاء، حضرت ابن سیرین، فقہاء میں سے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ ان حضرات کے نزدیک امام کو لقمہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

② دوسرا مذہب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام شعبی اور سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ یہ حضرات اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

③ تیسرا مذہب: احناف کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں اول لقمہ دینے والا مقتدی ہوگا یا غیر مقتدی، اگر دوسری صورت ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی حکم میں داخل ہوگا ایسا شخص جو اپنی نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اگر پہلی صورت ہے تو اب فقہاء فرماتے ہیں کہ قیاس تو یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے مگر استحساناً فاسد نہیں

ہوتی۔ [1] کیونکہ اس کے بارے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔

جن کے نزدیک لقمہ دینا مکروہ ہے ان کی دلیل

یہ حضرات حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استدلال کرتے ہیں جس میں آتا ہے:

﴿قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَا عَلِیُّ لَاتَفْتَحْ عَلَی الْاِمَامِ فِی الصَّلٰوۃِ﴾ [2]

جواب

اس کے مقابلے میں جن روایات میں لقمہ دینے کا اثبات ہے وہ نہایت قوی روایات ہیں جب کہ یہ انتہائی درجہ کی ضعیف روایت ہے احناف نے قولی روایت پر عمل کیا ہے۔

دوسرا جواب: اس کی سند میں ابوزبیر حارث بن عبداللہ الکوفی الاعور ہے جس کو محدثین کاذب کہتے ہیں۔ [3]

تیسرا جواب: یہ ہے کہ یہ روایت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقطع بھی ہے محدثین کہتے ہیں کہ حارث اعور نے ابواسحاق سے صرف چار روایات کو روایت کیا ہے ان چاروں میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

احناف کا استدلال

روایت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احناف استدلال کرتے ہیں جس میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت مؤمنون کی قراءت کی۔ کوئی کلمہ درمیان سے رہ گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کیا تم میں ابی بن کعب نہیں ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو لقمہ کیوں نہیں دیا؟ اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے لقمہ اس لئے نہیں دیا کہ ممکن ہے کہ یہ کلمہ منسوخ ہو گیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر منسوخ ہو جاتا تو میں ضرور بتا دیتا۔

قَالَ یَقْرَأُ بِالْاٰیَۃِ الَّتِیْ بَعْدَھَا فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ الخ: جیسے کہ بیان کیا گیا ہے کہ امام کو چاہیئے لقمہ لینے میں جلدی نہ کرے اگر اٹک گیا تو اگر تین آیات ہو چکی ہو تو رکوع کرلے اگر تین آیات ابھی نہیں ہوئیں تو کسی دوسری جگہ سے شروع کردے لقمہ لینے کا انتظار نہ کرے انتظار کا نا مکروہ ہے اور اگر امام نے کسی اور جگہ سے

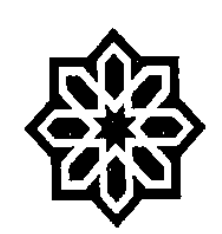
پڑھنا شروع کردیا تھا پھر مقتدی نے لقمہ دیا تو اب مقتدی کی نماز تو فاسد ہو جائے گی اگر امام نے اس کے لقمہ کو قبول کرلیا تو اب امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ (۴)

(۱) اگرچہ قرأت فرض امام ادا بھی کرچکا ہو۔

(۲) یہی بات فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور شارح وقایہ فرماتے ہیں کہ سَمِعْتُ أَنَّ الْفَتْویٰ عَلٰی ذٰلِكَ وکذا بدائع الصنائع میں ۱/ ۲۳۶ بحرالرائق ۲/ ۶ مبسوط ۱/ ۱۹۳ میں مزید وضاحت ہے۔

(۳) رواہ ابوداؤد۔

(۴) خاص کر شعبی، ابواسحاق علی بن المدینی وغیرہ نے یہ بات کہی ہے مگر عینی، فتاویٰ قاضی خان، محیط وغیرہ میں ہے کہ امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔



بَابُ اِقَامَةِ الصُّفُوْفِ وَ فَضْلِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

صف کو سیدھا رکھنے کے بارے میں احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور خلفائے راشدین کا عمل اس کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض روایات میں امر کا صیغہ فرمایا گیا مثلاً سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ امر، فرض اور واجب کا تقاضہ کرتا ہے اور اس کو اقامت صلوٰۃ میں سے فرمایا گیا ہے اور اقامت صلوات بھی فرض ہے اسی کو ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ اختیار کرتے ہیں۔ اگرچہ جمہور فقہاء اس کو فرض اور واجب نہیں کہتے اور اس کا جواب دیتے ہیں کہ حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آتا ہے۔

﴿فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ﴾ (1)

اور اقامت الصلوٰۃ سے بھی فرضیت ثابت اس لئے نہیں ہوتی کہ اقامت صلوٰۃ میں تو فرض واجبات سنن آداب سب ہی داخل ہیں یہاں سنت مراد ہوگا کیونکہ روایت میں اقامت صلوٰۃ کے بجائے من تمام الصلاۃ کے الفاظ بھی آتے ہیں۔

۸۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَسَوُّوْا مَنَاكِبَكُمْ تَرَاصُّوْا اَوْلَيَتَخَلَّلَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَاَوْلَادِ الْحَذَفِ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مُقِيْمِي الصُّفُوْفِ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ لَايَنْبَغِيْ اَنْ يُتْرَكَ الصَّفُّ وَفِيْهِ الْخَلَلُ حَتّٰى يُسَوُّوْا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو کاندھوں کو برابر کرو مل کر کھڑے ہو ورنہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہاری صفوں میں گھس جائے گا خود اللہ جل شانہ اور اس کے فرشتے صفیں سیدھی کرنے والوں پر رحمت اور دعا نازل فرماتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ صف میں جگہ نہیں چھوڑنا چاہئے صف کو مکمل اور سیدھا رکھنا چاہئے۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: سَوُّوْا: سَوّٰى الشَّيْئَ: درست کرنا۔ کہاجاتا ہے۔ "سَوَّيْتُ الْمُعْوَجَّ فَمَا اسْتَوٰى۔" میں نے

ٹیڑھے کو درست کیا وہ درست نہیں ہوا۔

مَنَاكِبَكُمْ: (جمع) مَنْكَبٌ کی ہے۔ بمعنی۔ کندہ۔

اَلْحَذْفُ: چھوٹی بھیڑیں۔

لِيَتَخَلَّلَنَّكُمْ: تَخَلَّلَ۔ القومَ: قوم میں مل جانا۔

اَلْخَلَلُ: شگاف۔ دراڑ۔ خلال۔

تشریح

اسی حدیث کے مثل روایت ابوداؤد میں بھی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذْفُ۔

حدیث براء بن عازب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰى وَمَا مِنْ خَطْوَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ خَطْوَةٍ يَمْشِيْهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا صف کو نہ ملانے کی سخت سے سخت وعید احادیث میں وارد ہوئی ہیں مثلاً ایک روایت میں آتا ہے اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ یا حدیث ابی امامہ میں آتا ہے تُسَوُّنَّ الصُّفُوْفَ اَوْلَتُطْمَسَنَّ بِوُجُوْهِكُمْ۔

صفوں کے سیدھا کرنے سے کیا مطلب ہے

ان احادیث سے معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے سیدھا رکھنے کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ہر ایک اپنی جگہ پر کھڑا ہو دوسرا آپس میں سیدھا اور مل کر کھڑا ہو۔

صفوں کی تعداد

کل بارہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو نماز میں ہوتے ہیں تو ان سب سے پہلے ① آزاد بالغ لوگوں کی صف ہوگی۔ ② آزاد لڑکے۔ ③ غلام بالغ۔ ④ غلام لڑکے۔ ⑤ آزاد بالغ خنثیٰ۔ ⑥ آزاد لڑکے خنثیٰ۔ ⑦ غلام بالغ خنثیٰ۔ ⑧ غلام لڑکے خنثیٰ۔ ⑨ آزاد عورتیں بالغ۔ ⑩ نابالغ آزاد عورتیں۔ ⑪ بالغ باندیاں۔ ⑫ نابالغ باندیاں۔ لیکن ان بارہ صفوں کا صحیح ہونا ضروری ہے مگر نمبر ۸ کا درست کرنا ضروری نہیں کیونکہ خنثیٰ صحیح صف کو ضرر پہنچاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خنثیٰ کا دوسرے خنثیٰ کے برابر میں یا اس کے پیچھے کھڑا

ہونا صحیح نہیں کہ شاید آگے والی عورت ہو یا پیچھے والا مرد ہو یا برابر والوں میں سے ایک خنثیٰ مرد ہو دوسرا عورت ہو۔ بالغ خنثوں کو صف میں اس طرح کھڑا کریں کہ ہر دو کے درمیان کوئی چیز حائل ہو یا ایک آدمی کا فاصلہ چھوڑ دیا جائے۔[۲]

باقی کی وضاحت یہ ہے کہ آپس میں یہ مل مل کر سیدھے اس طرح کھڑے ہوں کہ درمیان میں خالی جگہ نہ رہے ورنہ آپس میں نفاق واختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔

صف کو درست کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا نازل ہوتی ہے اور صف کو پر نہ کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے اسی وجہ سے بعض فقہاء نے تسویۃ الصفوف کو واجب کہا ہے اور ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو عدم تسویہ کی صورت میں نماز کو فاسد کہا ہے مگر جمہور کے نزدیک شرائط نماز میں سے تو نہیں ہے اس کے بغیر نماز ہوجاتی ہے مگر اس کا اہتمام ضرور کرنا چاہیئے۔

(۱) رواہ بخاری، ابوداؤد، ترمذی۔

(۲) مسند احمد۔ اعلاء السنن میں کئی احادیث دیکھی جاسکتی ہے۔ شامی میں کافی وضاحت ہے وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔



۹۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَاَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ أَلَهُ فَضْلٌ عَلَى الصَّفِّ الثَّانِىْ؟ قَالَ اِنَّمَا كَانَ يُقَالُ لَاتَقُمْ فِى الصَّفِّ يَعْنِىْ اَلثَّانِىْ حَتّٰى يَتَكَامَلَ الصَّفُّ الْاَوَّلُ- قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَايَنْبَغِىْ اِذَا تَكَامَلَ الْاَوَّلُ اَنْ يَتَزَاحَمَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُؤْذِىْ وَالْقِيَامُ فِى الصَّفِّ الثَّانِىْ خَيْرٌ مِّنَ الْاَوَّلِ﴾

"حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلی صف کے بارے میں سوال کیا کہ کیا اسے دوسری صف پر فضیلت حاصل ہے فرمایا کہا جاتا ہے کہ دوسری صف میں اس وقت تک مت کھڑے ہو جب تک پہلی صف پوری نہ ہو جائے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور اگر پہلی صف پوری ہو جائے تو زبردستی اس میں گھسنا بھی نہیں چاہئے یہ دوسروں کو ایذاء پہنچانا ہے۔ ایسی صورت میں دوسری صف میں کھڑا ہونا پہلی صف میں کھڑے ہونے سے بہتر ہے"۔

لغات: فَضْلٌ: احسان۔ زیادتی۔ بقیہ مراد فضل ہونا۔ فضیلت کا ہونا ہے۔

لَاتَقُمْ: یہ نہی کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر حاضر۔ قَامَ (ن) قَوْمًا و قَوْمَةً و قِيَامًا و قَامَةً: کھڑا ہونا۔

يَتَكَامَلُ: كَمَلَ (ن) و كَمُلَ (ک) و كَمِلَ (س) كَمَالاً و كُمُولاً و تَكَمَّلَ و تَكَامَلَ و اِكْتَمَلَ۔ پورا ہونا۔ کامل ہونا۔

يَتَزَاحَمُ: زَاحَمَهٗ: تنگی کرنا۔

يُؤْذِىْ: آذَىٰ (افعال) ایذاءً الرجلَ: تکلیف پہنچانا۔

تشریح

لَهٗ فَضْلٌ عَلَى الصَّفِّ الثَّانِىْ: پہلی صف کی فضیلت دوسری صف پر ہوگی۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اگر پہلی صف کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو قرعہ اور جھگڑا کے ذریعہ سے اس کو حاصل کریں۔ یہاں تک کہ ایک روایت میں سخت وعید فرمائی کہ جو ہمیشہ پہلی صف سے دور رہتے ہیں اللہ اس کو دوزخ میں سب سے نیچے ڈالیں گے۔

﴿حديث عائشة الصديقة رضى الله تعالى عنها قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِى النَّارِ﴾ (۱)

وَالْقِيَامُ فِى الصَّفِّ الثَّانِىْ خَيْرٌ مِّنَ الْاَوَّلِ: دوسری صف میں کھڑا ہونا پہلی صف میں کھڑے ہونے سے بہتر ہے جب کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے سے لوگوں کو تکلیف ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایذاء کے خوف سے صف اول کو ترک کرنے والا صف اول کا ہی ثواب پاتا ہے۔ (۲)

اس کے بالمقابل اگر پہلی صف میں جگہ خالی ہو اور اس کے پیچھے والی صف پوری ہو چکی ہو تو اب کوئی آدمی صف کو چیر کر پہلی صف کو پورا کرے تو اگرچہ لوگوں کو تکلیف ہوگی مگر اس صورت میں گناہگار نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں قصور ان مقتدیوں کا ہے جنہوں نے خالی جگہ چھوڑ دی انہوں نے خود ہی اپنی عزت ضائع کردی ہے۔ حدیث ابن عباس میں آتا ہے کہ من سد فرجة غفرله۔ (۳)
جو شخص صف کی کشادگی کو بند کرے تو اس کے لئے مغفرت ہے۔

---

(۱) رواہ ابوداؤد۔
(۲) درالمختار ۱/ ۵۹۴۔
(۳) رواہ فردوسی بحوالہ عمدۃ الفقہ ۲/ ۲۰۹۔



بَابُ الرَّجُلِ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَوْيَؤُمُّ الرَّجُلَيْنِ

جماعت یا دو آدمیوں کی امامت کرنے کا بیان

امامت کی دو قسمیں ہیں: امامت صغریٰ، امامت کبریٰ۔ یہاں مراد امامت صغریٰ ہے یعنی امام کا اپنے مقتدیوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا۔

① جو کہ عطاء، اوزاعی، ابو ثور اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض عین ہے۔

② امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے مشائخ میں سے امام کرخی اور امام طحاوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض کفایہ ہے یعنی بعض لوگوں نے جماعت کروائی تو باقی لوگوں سے گناہ ساقط ہو جائے گا۔

③ عام مشائخ احناف کے نزدیک جماعت کی نماز واجب ہے۔ اسی کے بارے میں ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اہل مذہب کے نزدیک یہی روایت قوی ہے اسی کو صاحب غنیہ، صاحب البدائع الصنائع، صاحب مجتبیٰ، طحاوی وغیرہ نے پسند کیا ہے۔

④ سنت ہے سنت مؤکدہ ہے اسی کو صاحب ہدایہ مراقی الفلاح، مختصر بحر المحیط مجمع الانہر نے پسند کیا ہے۔

⑤ مستحب ہے کہ پڑھ لی تو ۲۵ یا ۲۷ درجہ کا ثواب ورنہ نہیں ملے گا۔

صاحب عنایہ فرماتے ہیں کہ جماعت دین اسلام کی خصائص میں سے ہے اس سے پہلے کسی دین میں جماعت کی نماز مشروع نہیں ہوئی تھی۔

۹۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَاِنَّمَا قِيْلَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ لِاَنَّ النَّاسَ كَانُوْا فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ أَقْرَأُهُمْ لِلْقُرْآنِ أَفْقَهُهُمْ فِي الدِّيْنِ فَاِذَا كَانُوْا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ عَلٰى ذٰلِكَ فَلْيَؤُمُّهُمْ اَقْرَأُهُمْ فَاِنْ كَانَ غَيْرُهٗ اَفْقَهَ مِنْهُ وَأَعْلَمَهُمْ بِسُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَهُوَ يَقْرَأُ نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَتِهٖ فَاَفْقَهُهُمَا وَأَعْلَمُهُمَا بِسُنَّةِ الصَّلَاةِ اَوْلٰى هُمَا بِالْاِمَامَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے جو ان میں قرآن مجید کا سب سے بڑا قاری ہو اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ جو ہجرت میں پہل کرنے والا ہو اور ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں عمر رسیدہ امامت کرائے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں قاری کو مقدم اس لئے کہا گیا کہ اس زمانے میں قاری علم دین میں بھی بڑا درجہ رکھتا ہے لہٰذا آج بھی اگر قاری علم میں بڑا درجہ رکھتا ہو تو وہی امامت کروائے گا لیکن اگر غیر قاری زیادہ بڑا عالم ہو اور وہ نماز کے مسائل قاری سے زیادہ جانتا ہو اور ساتھ یہ کہ وہ قراءت کے احکام و مسائل بھی جانتا ہو تو پھر امامت کا وہی شخص مستحق ہوگا جو بڑا عالم اور نماز کے مسائل زیادہ جاننے والا ہو۔ یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں“۔

لغات: یَؤُمَّ: اَمَّ (ن) اِمَامَةً وَ اَمًّا وَ اِمَامًا۔ القوم و بالقوم: امام بننا۔ (مہموز الفا)۔

اَلْقِراءَة: قَرَأَ (ف ن) قَرْأً و قِرَاءَةً و قُرْآنًا و اِقْتَرَأَ الكِتَابَ: پڑھنا۔ (مہموز الام) القِرَاءَة۔ پڑھنے کی کیفیت۔ ج۔ قِرَاءَات۔

اَلْهِجْرَة: هَجَرَهُ (ن) هَجْراً و هِجْرَانًا۔ قطع تعلّق کرنا۔ چھوڑنا۔ هجرَ الشَّئَ: ترک کرنا۔ اعراض کرنا۔

سِنًّا: السِّن۔ ج۔ اسنان و اَسِنَّة و اَسُنّ: عمر (مونث) اَفْقَهُ: فَقِهَ (س) فَقْهاً و فَقُهَ (ک) فَقَاهَةً۔ جاننا۔ فقیہ ہونا۔ اَفْقَهُ: اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ جاننے والا زیادہ فقیہ۔

تشریح

امامت کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ اس میں دو مذہب ہیں:

① امام محمد، امام ابویوسف، سفیان ثوری، ابن سیرین، اسحاق بن راہویہ، احنف بن قیس رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ اور ایک روایت میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سب کے نزدیک قاری سب سے مقدم ہوگا۔ حتیٰ کہ عالم پر بھی کیونکہ قراءت تو یہ رکن ہے بخلاف علم کے کہ اس کی ضرورت تو کبھی کبھار پیش آتی ہے۔

② امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام محمد، صحیح روایت امام شافعی، امام بخاری، عطاء بن ابی رباح، اوزاعی، ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک اعلم یا افقہ یہ اقرأ پر مقدم ہے۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا استدلال اس حدیث بالا سے ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا استدلال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمایا مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ (۱)
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ ھُوَاَعْلَمُنَا۔ (۲)
حالانکہ اس وقت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے جو صحابہ میں سب سے بڑے قاری تھے۔ (۳)

جواب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے استدلال

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں قراء صحابہ ان کو کہا جاتا تھا جو قرآن مجید کے حافظ ہوں جیسے کہ جنگ بیر معونہ میں شہید ہونے والوں پر قراء کا اطلاق حدیث میں کیا گیا ہے۔ (۴)
اور یہ کہنا کہ علم کی ضرورت کبھی کبھار پیش آتی ہے یہ بات بھی صحیح نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ قراءت کی ضرورت تو صرف ایک رکن میں پیش آتی ہے بخلاف علم کے کہ اس کی ضرورت تو تمام ارکان میں پیش آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانے کا یہ واقعہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لئے کہا گیا تو یہ پہلے والی احادیث کے لئے ناسخ بن جائے گا جس میں قاری کو مقدم کرنے کو فرمایا گیا ہے۔
فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً: اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو ان میں ہجرت میں پہل کرنے والا ہے۔

یہاں ہجرت سے مراد ابتداء اسلام میں تو ہجرت حقیقی مراد تھی مگر اب محدثین فرماتے ہیں اب اس ہجرت سے مراد ہجرت معنویہ یعنی ہجرت عن المعاصی ہے اسی (یعنی حقیقی) سے ملتا جلتا لفظ ورع ہے ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ورع یہ ہے کہ آدمی مشتبہ چیز سے بھی پرہیز کرے اور تقویٰ یہ ہے کہ وہ حرام اور مکروہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ (۵)
فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ سِنًّا: اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو ان میں عمر رسیدہ امامت کروائے۔
کیونکہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ثُمَّ اَقِیْمَا وَلْیَؤُمَّکُمَا اَکْبَرُکُمَا دوسری روایت میں آتا ہے جو ہمارے بزرگوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر بڑی عمر کا آدمی امامت کروائے گا تو جماعت میں کثرت ہوگی۔ (۶)

اگر اس میں بھی برابر ہوں تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اچھے اخلاق والے کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں آتا ہے خِیَارُکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلاَقًا تم میں سے بہترین اخلاق والے ہیں۔ اس کے بعد بہترین نسب والا پھر حسین و جمیل اور پھر اشرف نسب اگر لوگ ان سب میں برابر ہوں تو پھر قوم جس کو پسند کرے اس کو اپنا امام بنالے۔ (۷)

---

(۱) عمدۃ القاری ۲/ ۷۳۲ شرح المہذب ۴/ ۲۸۲ امانی الاحبار، فتح الملہم۔

(۲) بخاری ۱/ ۹۳، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ بخاری ۱/ ۵۱۶، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الاباب ابی بکر۔

(۳) طویل روایت ہے اس کے آخر میں ہے وَاَقْرَأُهُمْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ۔ ترمذی ۲/ ۲۴۳۔

(۴) بخاری ۲/ ۷۴۵ کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن۔

(۵) بحرالرائق۔

(۶) ہدایہ، شامی ۱/ ۵۲۱۔

(۷) بدائع الصنائع ۱/ ۱۵۸،۱۵۷ بحرالرائق، شامی۔ مزید وضاحت کے لئے فتح القدیر، بحرالرائق، درالمختار، امام شافعی کے مذہب کے لئے دیکھیں، شرح المہذب ۴/ ۲۸۳ دیکھیں امام احمد کے مذہب کے لئے المغنی ۲/ ۲۰،۱۹ دیکھیں۔ مالکی مذہب کی تفصیل مدونہ ۱/ ۸۴ میں دیکھیں۔



۹۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَا بَأْسَ بِأَنْ يَّؤُمَّهُمُ الْاَعْرَابِيُّ وَالْعَبْدُ وَوَلَدُ الزِّنَا، اِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ اِذَا كَانَ فَقِيْهًا عَالِمًا بِاَمْرِ الصَّلَاةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیہاتی، غلام اور ولد زنا اگر قاری ہوں تو امامت کرسکتے ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ لوگ علم رکھتے ہوں نماز کے احکام و مسائل سے واقف ہوں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے"۔

لغات: اَلْاَعْرَابِیُّ: عرب کا دیہاتی۔

اَلْعَبْدُ: آدمی۔ غلام۔ ج۔ عَبِید و عِباد و اَعْبُاد۔

تشریح

اَلْاَعْرَابِیُّ: بمعنی دیہاتی۔ عموماً ان میں غلبہ جہل ہوتا ہے۔ جیسے کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ دیہاتی بہت ہیں سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور اسی لائق ہیں کہ وہ نہ سیکھیں وہ قاعدے جو اللہ نے نازل کئے ہیں اپنے رسول پر۔ (اس لئے ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگر وہ دین دار ہو عالم ہو تو اب مکروہ نہیں ہوگی) [1]

وَالْعَبْدُ وَوَلَدُ الزِّنَا: اس کی امامت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے مگر امام احمد اور ابن المنذر رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک مکروہ اس لئے ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام نہیں ہوتا کیونکہ اس کا نہ کوئی باپ ہوتا ہے اور نہ کوئی قریبی رشتہ دار اور دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ عموماً اس سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ [2]

اور اگر وہ عالم ہو متقی ہو تو اب مکروہ نہیں ہوگی۔ [3]

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ اِذَا كَانَ فَقِيْهًا عَالِمًا بِاَمْرِ الصَّلَاةِ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ لوگ علم رکھتے ہوں نماز کے احکام و مسائل سے واقف ہوں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ ان لوگوں کی امامت اس وقت تک مکروہ ہے جب کہ ان میں جہالت اور قوم کی ناپسندیدگی ہے اور ان سے کوئی

بہتر موجود ہو، اگر ان میں دین داری ہے وہ عالم ہیں تو ان کو مقدم کیا جاسکتا ہے۔ اور اس وقت میں نماز بلاکراہت کے جائز ہوگی۔ (۴)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی ناپسندیدگی کی اگر وجہ کوئی دنیوی عداوت ہو تو ان کی امامت بلاکراہت جائز ہوگی۔ (۵)

---

(۱) ھدایہ مع فتح القدیر۔

(۲) فتح القدیر۔

(۳) شرح کتاب الاثار ابوالوفاء الافغانی۔

(۴) ہدایہ۔

(۵) مرقاۃ ۲/۹۱ وکذا فتح القدیر ۲/۱۵۵ عمدۃ القاری ۲/۷۵۸۔



۹۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ قَالَ يَقُوْمُ الْإِمَامُ فِي الْجَانِبِ الْاَيْسَرِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَكُوْنُ الْمَامُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْإِمَامِ﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دو آدمیوں کے بارے میں جو جماعت سے نماز پڑھیں یہ فرماتے ہیں کہ امام بائیں جانب کھڑا ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہوگا"۔

لغات: صَاحِبَهُ: صاحب۔ ساتھی۔ المأموم: مقتدی۔

تشریح

اَلرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ: اگر دو آدمی ہوں اور وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو ان میں ایک امام بن جائے دوسرا مقتدی۔ اس بات پر تمام ہی کا اتفاق ہے کہ ایک مقتدی امام کے دائیں جانب میں کھڑا ہوگا۔

ایک مقتدی امام کے ساتھ کس طرح کھڑا ہوگا

اس میں دو قول ہیں:

① امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں کہ مقتدی اور امام دونوں برابر کھڑے ہوں گے۔

② امام شافعی اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے کہ مقتدی امام کے کچھ پیچھے رہے اس کی وضاحت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتے ہیں کہ مقتدی اپنا پنجہ امام کی ایڑیوں کے محاذات پر رکھے۔ (۱)

شیخین کا استدلال

روایۃ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ فَعَدَّلَنِيْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ۔ (۲)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رات گذاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑ کر اس طرح پھیرا کہ مجھے اپنے پیچھے کی جانب سے لاکر دائیں جانب کھڑا کرلیا۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دائیں جانب برابر میں کھڑا کرلیا۔ اس میں اڑی کا اعتبار ہے پنجوں کا نہیں۔

فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے

فقہاء احناف فرماتے ہیں اگرچہ دلیل وغیرہ کے اعتبار سے شیخین کا مذہب ہی زیادہ اچھا ہے مگر تعامل امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے اور احوط اسی میں ہے کہ امام محمد کے مذہب پر عمل کیا جائے کیونکہ برابر کھڑے ہونے میں خطرہ اس بات کا موجود ہے کہ مقتدی غیر شعوری طور سے امام کے آگے نہ نکل جائے۔ اس لئے متأخرین نے فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر دیا ہے۔

(۱) تفصیلی بحث کے لئے دیکھیں شرح المہذب ۲۹۲/۴ فتح القدیر ۳۰۸/۱ بحرالرائق ۳۵۱/۱ بدائع الصنائع ۱۵۸/۱ عمدة القاری ۷۶۸/۲ (۲) بخاری، مسلم، (۳) ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، بخاری نے تقریباً بیس مقامات پر اس کی تخریج کی ہے۔

(۲) شامی، البدائع ۱۵۹/۱۔



۹۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا زَادَ عَلَى الْوَاحِدِ فِي الصَّلَاةِ فَهِيَ جَمَاعَةٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی ایک سے زائد ہوں تو جماعت کے حکم میں ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَلوَاحِد: ایک۔ مونث۔ وَاحِدَةٌ تشنیہ وَاحِدَانِ جمع۔ وَاحِدُوْنَ۔

تشریح

اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر آدمی ایک سے زائد ہوں جماعت کے حکم میں ہیں۔ یعنی اگر ایک بھی مقتدی ہو تو اب یہ جماعت ہے ان کو جماعت کا پورا ثواب ملے گا۔ ان کو چاہئے کہ تنہاء نماز نہ پڑھیں بلکہ جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

مراقی الفلاح میں ہے کہ جماعت کا ثواب ایک مقتدی کے ساتھ بھی حاصل ہوجائے گا خواہ وہ بچہ ہو یا عورت اور اگرچہ گھر میں ہی جماعت کریں۔ (۱)

حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جماعت مسجد کو جماعت گھر پر کیفاً فضیلت حاصل ہوگی اگرچہ کماً دونوں برابر ہوں گی یعنی دونوں کا ثواب ۲۵ یا ۲۷ درجہ زیادہ ہوگا خواہ مسجد میں جماعت سے پڑھیں یا گھر یا بازار وغیرہ میں مگر ثواب میں فرق ہوگا۔

جماعت سے نماز ادا کرنے کا ثواب ۲۵ درجہ ہے یا ۲۷ درجہ

اس بارے میں مختلف احادیث ہیں بعض میں ۲۵ درجہ اور بعض میں ۲۷ درجہ کی زیادتی بتائی گئی ہے۔ اس کے علماء نے متعدد جوابات دئے ہیں۔

① اخلاص کی وجہ سے فرق ہوتا ہے۔ ② جہری میں ۲۷ درجہ اور سری میں ۲۵ درجہ کی زیادتی ہوگی۔ ③ فجر اور عشاء میں ۲۷ اور باقی نمازوں میں ۲۵۔ ④ شروع اسلام میں ۲۵ اور پھر بعد میں ۲۷ ہوگیا۔

(۱) مراقی الفلاح وکذا بحرالرائق ۱/۳۴۵ مگر جمعہ کی نماز میں تین آدمی باختلاف ائمہ احناف ہونے چاہئیں۔ شامی ۱/۳۸۸۔

۹۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ وَالْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْنَا خَلْفَهٗ فَأَقَامَ اَحَدَنَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ يَّسَارِهٖ ثُمَّ قَامَ بَيْنَنَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ هٰكَذَا اِصْنَعُوْا اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً وَكَانَ اِذَا رَكَعَ طَبَّقَ وَصَلّٰى بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ قَالَ يُجْزِئُ اِقَامَةُ النَّاسِ حَوْلَنَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَأْخُذُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الثَّلَاثَةِ وَلٰكِنَّا نَقُوْلُ اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً تَقَدَّمَهُمْ اِمَامُهُمْ وَصَلَّى الْبَاقِيَانِ خَلْفَهٗ وَلَسْنَا نَأْخُذُ اَيْضًا بِقَوْلِهٖ فِي التَّطْبِيْقِ، كَانَ يُطَبِّقُ بَيْنَ يَدَيْهِ اِذَا رَكَعَ ثُمَّ يَجْعَلُهُمَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ وَلٰكِنَّا نَرٰى اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَيُفَرِّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ تَحْتَ الرُّكْبَتَيْنِ وَاَمَّا بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ فَذٰلِكَ يُجْزِئُ وَالْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ اَفْضَلُ وَاِنْ اَقَامَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يُؤَذِّنْ فَذٰلِكَ اَفْضَلُ مِنَ التَّرْكِ لِلْاِقَامَةِ لِاَنَّ الْقَوْمَ صَلَّوْا جَمَاعَةً وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو انہوں نے ہم دونوں میں سے ایک کو اپنی دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کرلیا اور خود درمیان میں کھڑے ہوگئے جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو فرمایا جب تم تین ہو تو اسی طرح کیا کرو اور جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکوع کرتے تو تطبیق یعنی دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں کے درمیان رکھتے تھے اور آپ نے بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھی فرمایا کہ آس پاس کے لوگوں کی اقامت ہمارے لئے کافی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کے بارے میں ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو اختیار نہیں کرتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر تین آدمی ہوں تو امام آگے بڑھ جائے اور باقی اس کے پیچھے ہوں گے۔ اسی طرح ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

کے (عمل) تطبیق کو بھی اختیار نہیں کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ انسان اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھے انگلیوں کو گھٹنے کے نیچے تک پھیلا دے اور بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھنا تو یہ جائز ہے البتہ اذان دے کر اقامت کے ساتھ نماز پڑھنا اقامت کے چھوڑنے سے افضل ہے اگر اقامت کہہ کر نماز پڑھی اور اذان نہ دی تو اقامت چھوڑنے کی بنسبت یہ زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں۔ یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: فَرَغَ: (ف ن) فَرِغَ (س) فَرَاغاً و فُرُوغاً۔ مِنَ العَمَلِ: کام سے خالی ہونا۔

اِصْنَعُوا: صَنَعَ (ف) صَنْعاً و صُنْعًا۔ الشيَ: بنانا۔

طَبق: (س) طَبْقًا و طَبَقَايَدَہ: بند ہونا۔ پہلو سے لگنا۔

يفرج: فَرَجَ (ض) فَرْجًا و فَرَّجَ۔ الشيَ: کھولنا کشادہ کرنا۔

اَلرُّكْبَتَيْنِ: الرُّكْبَة: زانوں۔ گھٹنا (ج) رُكَبٌ و رُكَبات رُكُبات۔

تشریح

اس حدیث میں تین مسائل کو بیان کیا جارہا ہے۔

پہلا مسئلہ

اگر مقتدی ایک ہو تو بالاتفاق وہ امام کے برابر میں کھڑا ہوگا۔

اگر مقتدی دو سے زائد ہوں تو بالاتفاق وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

اور اگر دو ہوں اور مکان تنگ ہو تو اب بھی بالاتفاق امام ان دونوں کے درمیان کھڑا ہوگا۔

لیکن اختلاف اس صورت میں ہے کہ مقتدی دو ہوں اور جگہ بھی ہو تو اب مقتدی کہاں کھڑے ہوں گے۔ اس میں دو مذہب ہیں:

① امام ابو یوسف، امام ابراہیم نخعی، اسود بن یزید، علقمہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک امام دونوں مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوگا۔

② طرفین امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک امام آگے کھڑا ہوگا۔ [1]

استدلال امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ

امام ابو یوسف وغیرہ کا استدلال یہی عمل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ (۲)

استدلال جمہور فقہاء

① روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلأُ صَلِّيَ لَكُمْ قَالَ اَنَسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَالُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ اَنَا وَالْيَتِيْمُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔ (۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادی ملیکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا جو انہوں نے تیار کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا پھر فرمایا اٹھو کہ میں تمہارے واسطے نماز پڑھوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور ایک بوریا جو مدت تک کام میں آتے آتے کالا ہو گیا تھا اس پر پانی ڈالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہو گئے اور میں اور ایک یتیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بڑھیا (دادی) ہمارے پیچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں پھر واپس لوٹے۔

② دوسری دلیل اثر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آگے نمبر ۹۶ میں ہے۔ (حدیث عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث کا جواب آگے حدیث میں آرہا ہے)

دوسرا مسئلہ

وَكَانَ اِذَا رَكَعَ طَبَّقَ: جب رکوع کرتے تو تطبیق یعنی ہاتھوں کو دونوں رانوں کے درمیان میں رکھتے تھے۔

تطبیق سنت ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں

تطبیق کہتے ہیں رکوع میں یا تشہد میں دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں کے درمیان رکھا جائے۔ (۴)

① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسود بن یزید، حضرت علقمہ، حضرت ابراہیم النخعی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ تطبیق کو سنت کہتے ہیں۔

② ائمہ اربعہ، جمہور فقہاء، کے نزدیک تطبیق سنت نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑا جائے۔ (۵)

استدلال دوسرے قول والوں کا

① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے تھے۔[۶]

② حدیث میمونۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا حَتّٰی یُرٰی مِنْ خَلْفِہٖ وَضَحَ اِبْطَیْہِ۔[۷]

جواب

حضرت سعد بن ابی وقاص، مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کی روایت میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ شروع اسلام میں صحابہ تطبیق کرتے تھے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمادیا۔[۸] اس سے معلوم ہوا کہ یہ منسوخ ہوگیا۔

تیسرا مسئلہ

اگر کوئی گھر وغیرہ پر جماعت کرائے تو اب اس کے لئے افضل یہ ہے کہ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کروائے[۹] تاکہ یہ نماز جماعت کی طرز پر ہوجائے۔ اگر کوئی دونوں کو چھوڑ دے تب بھی جائز ہے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ محلّہ کی اذان ہمارے لئے کافی ہے۔[۱۰]

علقمہ بن قیس کے حالات: باب القراءۃ خلف الامام و تلقینہ میں گذر چکے ہیں۔

اسود بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات: باب الوضوء میں گذر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات: باب المسح علی الخفین میں گذر چکے ہیں۔

---

(۱) بدائع الصنائع ۱/۱۵۹ امانی الاحبار ۳/۲۲۹ بذل المجہود ۱/۳۴۴ بدایۃ المجتہد ۱/۱۴۸۔

(نوٹ) بدایۃ المجتہد میں امام ابو یوسف کے قول کو احناف کا قول کہا گیا ہے حالانکہ احناف کا فتوی طرفین کے قول پر ہے۔

(۲) مسلم، ترمذی، مسند احمد، طحاوی وغیرہ۔

(۳) ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، ابوداؤد وغیرہ۔

(۴) مجمع بحار الانوار ۲/۳۰۳ مغرب ۲/۱۲۔

(۵) تفصیلی بحث کے لئے امانی الاحبار ۳/۲۳۲ فتح الملہم ۲/۱۳۶ علامہ نووی مسلم ۱/۲۰۲ دیکھیں۔

(۶) طحاوی صفحہ ۱۳۵۔ (۷) طحاوی۔

(۸) مسلم ۱/۲۰۲ نسائی ۱/۱۵۹ طحاوی ۱/۱۳۵ وغیرہ۔

(۹) شامی، تبیین الحقائق، بحرالرائق ۱/۲۶۵۔

(۱۰) درالمختار ۱/۲۷۶ بدائع الصنائع ۱/۱۵۲۔ صحیح لفظ محضرت ہے۔

۹٦

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَهُمَا خَلْفَهُ وَصَلّٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمَا وَكَانَ یَجْعَلُ كَفَّیْهِ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ فَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ صَنِیْعُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحَبُّ اِلَیَّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ اَحَبُّ اِلَیْنَا مِنْ صَنِیْعِ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی﴾

”حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے دو مقتدیوں کو پیچھے کیا اور خود ان سے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور وہ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل زیادہ پسندیدہ ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے یہ عمل زیادہ پسندیدہ ہے یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں“۔

لغات: صَنِیْعٌ: مصدر۔ بنایا ہوا۔

أَحَبَّ: حَبَّهُ (ض) حُبًّا و حِبًّا۔ الشیَئ: رغبت کرنا۔ اَحَب ک اسم تفصیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ پسندیدہ۔

تشریح

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعدد جوابات

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام دو مقتدیوں کے درمیان میں کھڑا ہوگا اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ علامہ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ[1] نے حدیث ابن مسعود رض اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ مثلاً

① جس جگہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی وہ جگہ تنگ تھی ایسے موقع پر طرفین کے نزدیک بھی امام درمیان میں کھڑا ہو سکتا ہے۔

② آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض مقامات پر بیان جواز کے لئے مکروہ عمل کا ارتکاب فرمایا تاکہ

امت کے لئے آسانی ہو تو ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایسا کیا ہو۔

③ یہ حکم منسوخ ہوگیا غالباً اس کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ ہو۔ (۲)

④ اس میں عورتوں کے ساتھ تشبیہ بھی ہے کیونکہ ان کا امام بھی درمیان میں کھڑا ہوتا ہے۔ (۳)

حضرت عمر بن خطابؓ کے حالات باب الوضو میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نصب الرایۃ ۲/۳۴ فتح القدیر ۱/۲۵۲ نے یہاں پر لمبی بحث کی ہے۔

(۲) اس جواب کو حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا کہ یہ بات بعید سی ہے کہ اتنے بڑے صحابی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان کو نسخ کا علم نہیں تھا۔ معارف السنن ۲/۳۱۸۔

(۳) ردالمختار ۱/۵۹۱۔



باب من صلى الفريضة

۹۷

﴿ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ اَبِي الْهَيْثَمِ يَرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّيَا الظُّهْرَ فِيْ مَنَازِلِهِمَا وَهُمَا يَرَيَانِ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ فَجَاءَ اَوِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَقَعَدَا وَلَمْ يَدْخُلَا فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُمَا فَاَقْبَلَا وَمَفَاصِلُهُمَا تَرْعَدُ مَخَافَةَ اَنْ يَكُوْنَ حَدَثَ فِيْهِمَا شَيْئٌ فَقَالَ لَهُمَا مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا؟ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَنَنَّا اَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صُلِّيَتْ وَصَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا۔ ثُمَّ جِئْنَا فَوَجَدْنَاكَ فِي الصَّلَاةِ فَظَنَنَّا اَنَّهُ لَا يَصْلَحُ اَنْ تُصَلِّيَ اَيْضًا۔ فَقَالَ اِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَادْخُلُوْا فِي الصَّلَاةِ وَاجْعَلُوا الْاُوْلٰى فَرِيْضَةً وَهٰذِهٖ نَافِلَةً قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا يُعَادُ الْفَجْرُ وَالْعَصْرُ وَالْمَغْرِبُ ﴾

”حضرت ہیثم بن ابی الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو حضرات نے ظہر کی نماز یہ سمجھ کر کہ جماعت ہو گئی ہوگی اپنے گھر میں پڑھ لی۔ جب یہ حضرات آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے۔ یہ دونوں ایک جانب بیٹھ گئے جماعت میں شریک نہ ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکے تو ان کو بلایا۔ وہ دونوں اس حالت میں آئے کہ ان کے شانے کا گوشت حرکت کررہا تھا کہ شاید ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہیں جماعت سے نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم سمجھے کہ نماز ہو چکی ہوگی اس لئے ہم نے گھر پر نماز پڑھ لی مگر پھر جب ہم آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں پایا ہم یہ سمجھے کہ دوبارہ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو جماعت میں شریک ہو جایا کرو اور پہلی کو فرض دوسری کو

نفل شمار کرلیا کرو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی بات ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فجر، عصر اور مغرب کا اعادہ نہیں کیا جائے گا"۔

لغات: رَجُلَيْنِ: رَجُلٌ کا تثنیہ ہے۔ بمعنی دو مرد۔

مَنَازِلِهُمَا: منزل کی جمع ہے۔ بمعنی اترنے کی جگہ۔ مکان۔ چشمہ۔ (الجمع المکسر)

مَنَعَكُمَا: مَنَعَهُ (ف) مَنْعًا و مَنَعَهُ الشَّئَ و مِنْهُ و عَنْهُ: محروم کرنا۔ روکنا۔

فَظَنَنَّا: اَلظَّنُّ: گمان۔ اور شک و یقین کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہے۔ (جمع) ظُنُون (جمع الجمع) اَظَانِين (خلاف قیاس)

ظَنَّ: (ن) ظَنًّا۔ جاننا۔ گمان کرنا۔

فَرَائِصُهُمَا: یہ جمع ہے فَرِيصَةٌ کی۔ اس کے معنیٰ ہیں پہلو اور مونڈھے یا پستان اور مونڈھے کے درمیان کا گوشت جو خوف کے وقت اچھلنے لگتا ہے۔

تُرْعِدُ: اَرْعَدَ (افعال)۔ ہ الخوفُ: مبتلائے اضطراب کرنا۔ کپکپا دینا۔ لرزا دینا۔

تشریح

اگر کسی شخص نے پہلے فرض پڑھ لئے اور پھر وہ مسجد میں آیا مسجد میں جماعت ہو رہی تھی تو اب کیا کرے۔ اس میں کل چار مذاہب ملتے ہیں:

① حضرت امام مالک، حضرت سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک ایسا شخص بطور نفل کے جماعت کی نماز میں شرکت کرلے۔ مغرب میں نہ کرے کیونکہ اس کی نماز نفل ہوگی اور تین رکعت نفل نہیں ہوتی۔

② امام ابراہیم نخعی، امام اوزاعی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ ایسا آدمی ہر نماز میں شرکت کرسکتا ہے سوائے مغرب اور فجر میں ان دونوں کے نزدیک عصر کے بعد نفل جائز ہے۔

③ امام شافعی، امام احمد، حسن بصری، شہاب الزہری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ پانچوں ہی نماز میں شرکت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

④ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، محمد بن حسن، مسروق، ابوقلابہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک ظہر اور عشاء میں شرکت کرسکتا ہے اور فجر، عصر اور مغرب میں شرکت نہیں۔ (۱)

فجر اور عصر کے بعد تو نفل جائز نہ ہونے کی بناء پر اور مغرب میں تین رکعت ہوتی ہے اور تین رکعت نفل

نہیں ہوگی اس لئے جائز نہیں۔

فَقَالَ لَهُمَا مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا: اس حدیث سے تیسرے مذہب والے استدلال کرتے ہیں کہ جب بھی آدمی مسجد میں آئے اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو اب شرکت کر لینا چاہئے۔

جواب

وَاجْعَلُوا الْاُوْلٰى فَرِيْضَةً وَهٰذِهٖ نَافِلَةً: پہلی کو فرض اور دوسری کو نفل شمار کر لیا کرو۔

کہ دوسری نماز نفل ہوگی اور حدیث نمبر ۹۸ میں آرہا ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے کو منع فرمایا ہے اور مغرب میں اس لئے منع ہوگا کہ تین رکعت نفل کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں [۲] تو اب نتیجہ یہ نکلا کہ آدمی فجر، عصر اور مغرب میں شرکت نہیں کر سکتا صرف ظہر اور عشاء میں شرکت کر سکتا ہے۔

ہیثم بن ابی الہیثم کے حالات باب مالا ینجسہ الماء والارض والجنب وغیر ذلک میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ان مذاہب کی مزید تفصیل بذل المجہود ۱/ ۳۲۴، ۲/ ۲۶۷ میں دیکھیں۔

(۲) مزید وضاحت فتح القدیر ۱/ ۳۳۷۔۳۳۸ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص فرض پڑھ کر مسجد میں آئے تو اب فرض ہی کی نیت سے شرکت کرے گا اگرچہ ہوگی نفل ہی یہ بات حافظ ابن حجر نے لکھی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ فتح القدیر کی اتباع میں در المختار نے یہ لکھ دیا کہ نفل کی نیت سے شرکت کرے مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر اور مبسوط میں شمس الائمہ نے اور امام طحاوی نے دو جگہ پر لفظ اعادہ سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (انوار الباری)۔



۹۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِذَا صَلَّيْتَ الْفَجْرَ وَالْمَغْرِبَ ثُمَّ اَدْرَكْتَهُمَا فَلاَ تُعِدْلَهُمَا غَيْرَمَا صَلَّيْتَهُمَا قَالَ مُحَمَّدٌ اَمَّا الْفَجْرُ وَالْعَصْرُ فَلاَيَنْبَغِیْ اَنْ يُّصَلِّیَ بَعْدَهُمَا نَافِلَةً لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ صَلاَةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَاَمَّا الْمَغْرِبُ فَهِیَ وِتْرٌ فَيُكْرَهُ اَنْ يُّصَلِّیَ التَّطَوُّعَ وِتْرًا فَاِذَا دَخَلَ مَعَهُمْ رَجُلٌ تَطَوُّعًا فَسَلَّمَ الْاِمَامُ فَلْيَقُمْ فَلْيُضِفْ اِلَيْهَا رَكْعَةً رَّابِعَةً وَيَتَشَهَّدْ وَيُسَلِّمْ وَهٰذَا كُلُّهُ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی﴾

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فجراور مغرب کی نماز جب تم تنہا پڑھ لو پھران کو جماعت سے ہوتا ہوا پاؤ تو دوبارہ پھران کو نہ پڑھو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فجراور عصرکے بعد تو نفل نماز پڑھنا منع ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عصرکے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجرکے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز (صحیح) نہیں مغرب کی نماز چونکہ تین رکعات ہوتی ہے اور تین رکعات نفل پڑھنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص مغرب کی نماز میں نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو اور امام سلام پھیرلے تو اسے کھڑے ہوکر چوتھی رکعت ملالینا چاہئے پھرالتحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیردے یہ سب امام ابوحنیفہ کا فرمان ہے"۔

لغات: نَافِلَة: غنیمت۔ عطیہ۔ فرائض وواجبات سے زائد کام۔ پوتا۔ (ج) نَوافِل۔
وِتْرٌ: الوَتْر والوِتْر: بے جوڑ۔ طاق۔ بدلہ یا بدلہ لینے میں ظلم (ج) اَوْتَار۔
فَلْيُضِفْ: ضَفَّ (ن) ضَفًّا وَضَفَفًا۔ الشئ۔ جمع کرنا (مضاف ثلاثی)۔

تشریح

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ فجراور عصرکی نماز اگر پڑھ چکے ہو تو اب جماعت کے ساتھ دوبارہ مت پڑھو کیونکہ اس وقت میں نماز صحیح نہیں۔ اس پر معانی الآثار میں متعدد روایات پیش کی گئی ہیں کہ ان

سب میں فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی سخت ممانعت موجود ہے جس میں دوسری حضرت عمر، علی، عائشہ، معاذ بن عفراء، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عمر، معاویہ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کی روایت مرفوع نقل کی گئی ہے اور متعدد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاوی بھی نقل کئے ہیں۔

اور جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل کی نیت سے آدمی جماعت میں شرکت کر سکتا ہے اس میں ان تین نمازوں کا استثناء ہوگا کیونکہ ابتداء اسلام میں ایک فرض کو دو مرتبہ بطور فرض پڑھنا جائز تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اب صرف ایک مرتبہ فرض ادا کر سکتا ہے۔ مگر دوبارہ پڑھے گا تو نفل ہوگی اور فجر اور عصر کے بعد تو نوافل کے جائز نہ ہونے کی وجہ سے شرکت جائز نہیں اور مغرب میں تین رکعت کی وجہ سے جائز نہیں۔ [1] جیسے کہ طحاوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوی نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مغرب اور فجر میں شرکت جائز نہیں کیونکہ اس سے یا تو تکرار فرض لازم آئے گا یا ان نمازوں کا بطور نفل پڑھنا لازم آئے گا اور یہ دونوں ہی صورتیں ناجائز ہیں۔

فَسَلَّمَ الْإِمَامُ فَلْيَقُمْ فَلْيُضِفْ اِلَيْهَا رَكْعَةً رَابِعَةً: کہ مغرب میں ایک رکعت ملا کر چار پڑھ لے۔ یہی مذہب امام شافعی، امام احمد اور امام ابویوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک قول ہے۔ دوسرا قول امام ابویوسف کا یہ ہے کہ تین ہی پر سلام پھیر دے کیونکہ وتر ان کے نزدیک سنت ہے جو نفل کا درجہ رکھتی ہے۔

احناف کے نزدیک تین رکعت کا حکم بقول فتاوی قاضی خان کے حرام ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یہ بدعت ہے اور ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ تحریمی کہا ہے۔ [2]

حضرت مالک بن انس کے مختصر حالات: نام مالک، لقب امام دار الہجرت، والد کا نام انس تھا۔ حلیہ: دراز قامت، فربہ جسم، زردی مائل سفید رنگ، بلند ناک، کشادہ چشم تھے۔ ریش مبارک دراز اور گھنی تھی۔

اساتذہ: اساتذہ کی تعداد نو سو تھی جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے۔ (نووی تہذیب الاسماء)

سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رجال کی چھان بین کرنے والا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں۔ وہب بن خالد کہتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں احادیث نبویہ کے بارے میں قابل اطمینان شخص امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

آپ کی محفل ایسی بارعب ہوتی تھی کہ بادشاہوں اور سلاطین کو تاب سخن نہ تھی۔ ہر طرف خاموشی رہتی تھی۔ (تہذیب الاسماء)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر مالک و سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو جاتا۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے اتنا عشق تھا کہ باوجود ضعف پیری کے مدینہ میں سواری پر سوار نہ ہوئے، فرماتے کہ جس شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک مدفون ہو اس

میں ہرگز سوار نہ ہوں گا۔ فقہ مالکی ماننے والے زیادہ تر اہل مدینہ، مغرب اور اہل اندلس والے ہیں۔

تلامذہ: تلامذہ کی تعداد بھی بے شمار ہے لیث بن مبارک، امام شافعی، امام محمد جیسے مشاہیران کے زمرہ تلامذہ میں داخل ہیں۔

وفات: انتقال ۱۶۷ہجری میں ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

مزید حالات کے لئے: ① تہذیب التہذیب ۱۰/۵ ② شذرات الذہب ③ تذکرۃ الحفاظ ④ بستان المحدثین ⑤ جامع العلم والعلماء ⑥ تہذیب الاسماء ⑦ الاصابہ وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام نافع کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام کاؤس یا ہرمز تھا۔ ان کے عجمی ہونے پر تقریباً سب کا اتفاق ہے۔ یہ جنگ میں یا کسی اور طرح سے ابن عمر کے پاس پہنچ گئے۔ (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۱۰) پھر نافع نے تیس سال حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت کی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۸۰)

اساتذہ: سب سے زیادہ علم تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی حاصل کیا اس کے علاوہ ابوہریرہ، ابوسعید خدری، ابولبابہ بن منذر، رافع بن خدیج ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ تابعین میں عبید اللہ، سالم، زید قاسم بن محمد بن ابی بکر، منبہ بن وہب، عدی وغیرہ سے حاصل کیا (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۱۳) ان کے بارے میں ابن سعد کہتے ہیں وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ علامہ ذہبی نے ان کو امام العلم کہا ہے۔

تلامذہ: تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی جن میں ابواسحاق سبیعی، حکیم بن عیینہ، محمد بن عجلان، امام زہری، صالح بن کیسان، موسیٰ بن عقبہ، ابن عون اعمش، لیث، یونس بن عبید، ابن ابی لیلی، امام مالک وغیرہ۔ (ابن خلکان ۲/ ۱۵۱)

وفات: ۱۱۷ہجری میں وفات دنیا سے رحلت فرمائی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۸۸)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو: ① تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۱۴ ② تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۸۰ ③ تہذیب الاسماء ۱/ ۱۲۴ ④ ابن خلکان ۲/ ۱۵۵ ⑤ طبقات ابن سعد تذکرۃ نافع۔

---

(۱) عمدۃ القاری ۱۱/ ۵۸۹ معارف السنن ۲۷۰ سے ۲۸۲ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲) طحاوی۔



بَابُ الصَّلاَةِ تَطَوُّعًا

نفل نماز کا بیان

سفر میں یا حضر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا سواری پر بیٹھ کر ان سب حالتوں میں نفل ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے اس کو اس باب میں بیان کریں گے۔

نفل اور فرض نماز میں فرق

نفل اور فرض میں علماء نے کئی طرح سے فرق بیان کیا ہے مثلاً

① نفل نماز کھڑے ہونے کی طاقت کے باوجود بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں بخلاف فرض کے اس میں کھڑا ہونا فرض ہے۔

② نفل نماز کو سواری پر پڑھ سکتے ہیں باوجود اترنے کی قدرت کے بخلاف فرض کے اس میں اترنا ضروری ہوتا ہے۔

③ نفل کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے بخلاف فرض کے کہ اس میں صرف اول دو میں قراءت فرض ہوتی ہے۔

④ نفل نماز مطلقاً نیت سے ادا ہو جاتی ہے بخلاف فرض کہ اس میں تعین نیت بھی ضروری ہے۔[1]

۹۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْسُفْيَانَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُحْتَبٍ تَطَوُّعًا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ لَا نَرٰى بَأْسًا بِذٰلِكَ فَاِذَا بَلَغَ السُّجُوْدَ حَلَّ حَبْوَتَهٗ وَسَجَدَ وَهٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ احتباء کی کیفیت میں ہوتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں ہمارے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں جب سجدہ کرنا چاہے تو اس کیفیت کو ختم

کر کے سجدہ کر لے یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: بَلَغَ: (ن) بُلُوْغًا: پہنچنا۔ الثمرُ: پکنا۔ الغلام: بالغ ہونا۔ (صفت) بالغ مونث بَالِغَة و بَالِغ۔
حَلَّ: (ن) حَلاًّ۔ العقدةِ: کھولنا۔ اِنْحَلَّتِ العقدةُ: کھل جانا۔ (مضارف ثلاثی)۔

تشریح

اس میں یہ مسئلہ بیان ہورہا ہے کہ آدمی جب نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو کس طرح پڑھے گا۔ اس میں فقہاء نے مختلف طریقے بیان فرمائے ہیں سب ہی جائز ہیں۔ مثلاً

① امام صاحب سے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے جس طرح چاہے بیٹھے۔

② امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چار زانو ہو کر بیٹھے۔

③ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احتباء کی صورت میں بیٹھے۔[۲] اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سرین کو زمین پر رکھے اور پنڈلیوں کو کھڑا کرے اور ہاتھوں سے یا کسی اور چیز سے حلقہ بنائے۔

④ امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ جس طرح آدمی تشہد میں بیٹھتا ہے اسی طرح بیٹھے۔[۳] اکثر کتب احناف نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا ہے۔[۴]

حضرت ابو سفیانؓ کے حالات باب الوضوء میں گذر چکے ہیں۔
حضرت حسن بصری کے حالات باب الوضوء مما غیرت النار میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع ۱/ ۱۹۷-۱۹۹۔

(۲) امام مالک کے نزدیک بھی یہ صورت جائز ہے دیکھیں مدونہ ۱/۸۹ قَالَ مَالِكٌ لَا بَأسَ بِالْإِحْتِبَاءِ فِي النَّوَافِلِ۔

(۳) فتاویٰ ہندیہ ۱/ ۱۱۴۔

(۴) مبسوط سرخسی ۱/ ۲۱۰ ہدایہ، کفایہ ۱/ ۴۰۱ تبیین الحقائق، بحر الرائق ۲/ ۶۴ عمدۃ القاری ۲/ ۲۵۰۔



۱۰۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْجَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ اِلٰى صَلَاةِ الْفَجْرِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ تَطَوُّعًا وَثَلٰثَ رَكْعَاتِ الْوِتْرِ وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ﴾

"حضرت ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء اور فجر کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے آٹھ نفل اور تین وتر اور دو رکعتیں فجر کی"۔

لغات: يُصَلِّيْ: صَلّٰى (ض) صَلاةً۔ دعا کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اللّٰہ علیہ: برکت دینا۔ اچھی تعریف کرنا۔
ثلاث عشر: تیرہ۔

تشریح

اس قسم کی متعدد روایات آتی ہیں مثلاً:

حدیث عائشة رضی اللّٰہ تعالی عنہا قالت اَخْبِرْنِی عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَتْ صَلَاتُهٗ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ۔

حدیث ابن عباس كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً۔

اسی وجہ سے صاحب ترمذی نے کہا قال الترمذی وَاَكْثَرُ مَارُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مَعَ وِتْرٍ۔

اس حدیث میں تین مسائل بیان کئے گئے ہیں:

پہلا مسئلہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عموماً رات کی نماز (تہجد) آٹھ رکعت ہوتی تھی۔ مگر اس کے پڑھنے کا انداز مختلف تھا اس وجہ سے ائمہ نے یہ اصول نکالے ہیں اور امام شافعی و احمد کے نزدیک نوافل شب اور نوافل نہار دونوں میں دو دو کر کے پڑھنا افضل ہوگا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دن رات دونوں میں چار چار رکعات ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔

امام ابویوسف و امام محمدؒ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دن میں تو افضل چار رکعات ایک سلام سے پڑھنا ہے اور رات میں دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔ (۱)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک سلام سے دو رکعت سے زائد جائز ہی نہیں ہے۔ (۲)

دوسرا مسئلہ

ثَلٰثَ رَكَعَاتِ الْوِتْرِ: تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

وتر کی رکعات میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک رکعت سے لے کر سات رکعت تک جائز ہے۔ کیونکہ احادیث میں أوتر بركعة سے لے کے أوتر بسبع تک کے الفاظ آتے ہیں۔

اور احناف کے نزدیک تین رکعت ہی ہے۔ وہ بھی ایک ہی سلام سے ضروری ہیں۔ (۳)

تیسرا مسئلہ

رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: دو رکعت فجر کی پڑھتے تھے۔ یہ سنت مؤکدہ ہے بعض کے نزدیک واجب ہے۔ جمہور فقہاء جن میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا کوئی اور نفل کا پڑھنا مکروہ ہے۔ امام ترمذی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

مگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد فرض فجر پڑھنے سے پہلے نفلیں پڑھ سکتے ہیں۔ (۴)

حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام محمد، ابوجعفر کنیت، باقر لقب۔ یہ حضرت امام زین العابدین کے صاحب زادے تھے۔ والدہ کا نام ام محمد بنت حسن تھا۔ ۵۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضرت حسین کی شہادت کے وقت ان کی عمر تین سال تھی۔ (ابن خلکان ۱/۴۵۰)

محمد بن المنکدر کہتے ہیں میری نظر میں کوئی ایسا صاحب علم نہ تھا جس کو ان کے والد پر ترجیح دی جائے اور محمد تو خاندان بھر کے سردار تھے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كان سيد بني هاشم في زمان امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی اور امام بارع تھے۔ ان کا شمار مدینہ کے فقہاء میں ہوتا ہے۔ (تذکرة الحفاظ ۱/۱۱۱)

علامہ ابن سعد فرماتے ہیں كان ثقة كثير الحديث والعلم

اساتذہ: خاندان میں اپنے والد محترم زین العابدین، حضرت حسن، محمد بن حنیفہ، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس، عائشہ، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے بالواسطہ علم حاصل کیا۔ خاندان کے علاوہ انس بن مالک، سعید بن مسیب، عبداللہ ابن ابی رافع عطاء بن یسار وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا۔ (تہذیب الاسماء ۱/۸۷)

تلامذہ: تلامذہ کی تعداد بہت وسیع ہے جن میں امام اوزاعی، اعمش، امام زھری، ابن جریج، عمرو بن دینار، ابواسحاق سبیعی وغیرہ مشہور ہیں۔

وفات: ۱۱۷، ۱۱۸ ہجری میں مقام صمیہ میں انتقال ہوا مگر مدفون مدینہ میں جنت البقیع میں ہوئے۔(طبقات ابن سعد ۲۳۸/۵)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا: ① تذکرۃ الحفاظ ۱۱۱/۱ ② ابن خلکان ۴۵۰/۱ ③ تہذیب الاسماء ۱۸۷/۱ ④ تہذیب التہذیب ۳۵۰/۹ ⑤ طبقات ابن سعد ۲۳۸/۵۔

---

(۱) فتویٰ احناف کا بقول در مختار کے کہ بعض نے فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا ہے مگر شامی نے کہا ہے کہ بحرالفائق نے فتویٰ امام صاحب کے قول پر دیا ہے۔

(۲) اوجز المسالک، بدایۃ المجتہد ۲۰۷/۱ بذل المجہود ۲۰۴/۲ وغیرہ میں ہے۔

(۳) پوری تفصیلی بحث باب الوتر ومایقرأ فیھا میں آرہی ہے۔

(۴) شرح مہذب۔(نوٹ) اس مسئلہ کی بھی پوری تفصیلی بحث باب فضل الجماعۃ ورکعتی الفجر میں آرہی ہے ان شاء اللہ۔



۱۰۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَانِ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيَ التَّطَوُّعَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ فَاِذَا كَانَتِ الْفَرِيْضَةُ اَوِ الْوِتْرُ نَزَلَ فَصَلّٰى قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت حصین بن عبدالرحمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری پر نفل پڑھتے تھے خواہ جس طرف بھی اس کا رخ ہو پھر جب فرض نماز یا وتر پڑھنا ہوتا تو سواری سے اتر کر پڑھتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: رَاحِلَتِهٖ: مِنَ الْاِبِلِ: سواری کے لائق اونٹ۔ سفر اور بار برداری کے لئے مضبوط اونٹ و اونٹنی (تا مبالغہ کے لئے ہے) (جمع) رَوَاحِل۔

تَوَجَّهَتْ: تَوَجَّهَ اِلَيْهِ: مُتَوَجِّه ہونا اور قصد کرنا۔ (ہفت اقسام میں مثال ہے)

نَزَلَ: (ض) نُزُوْلًا مِنْ عُلُوٍّ اِلٰى اَسْفَلَ: اترنا۔ بِهٖ: اتارنا۔ بِهِ الْاَمْرُ: واقع ہونا۔

تشریح

اس میں دو مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ

يُصَلِّيَ التَّطَوُّعَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ: سواری پر نفل پڑھتے تھے خواہ کس طرف اس کا رخ کیوں نہ ہو۔

اس کی وجہ صاحب ھدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ نوافل کے لئے کوئی وقت مختص نہیں اگر اس کے لئے اترنا لازم کردیں تو لوگ اس کو چھوڑ دیں گے یا وہ قافلہ سے دور (جدا) ہوجائیں گے مگر محیط میں یہ بات ہے کہ نماز شروع کرتے وقت سواری قبلہ رخ ہونا چاہئے۔

سواری پر نفل جائز ہے اگرچہ زین پر نجاست بھی ہو۔[۱]

مگر اس میں ایک شرط ہے کہ خارج المصر ہو یعنی شہر سے باہر آبادی کے اندر جائز نہیں ہے جیسے کہ بعض کتب میں ہے لَا یَجُوْزُ التَّطَوُّعُ عَلَى الدَّآبَّةِ فِی الْمِصْرِ کیونکہ شہر سے باہر ہی سواری کی عموماً ضرورت پیش آتی ہے۔[۲]

امام ابو یوسف کے نزدیک سواری پر شہر میں بھی بلاکراہت نماز جائز ہے یہ ظاہری روایت کے خلاف ہے ظاہری روایت یہی ہے کہ شہر میں جائز نہیں ہے۔[۳]

دوسرا مسئلہ

فَإِذَا كَانَتِ الْفَرِيْضَةُ اَوِالْوِتْرُ نَزَلَ فَصَلّٰى: اگر فرض نماز یا وتر ہو تو اب سواری سے اتر کر پڑھنا ہوگا۔
اس کی وجہ صاحب ھدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ فرائض کے لئے وقت متعین ہے اس لئے اتر کر پڑھنا ہوگا
اس میں ائمہ کے دو مذہب ہیں:

① امام مالک امام شافعی، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، حسن بصری عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک وتر سواری پر پڑھ سکتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک وتر واجب نہیں بلکہ سنت ہے سنت نفل کے حکم میں ہوتے ہیں اس لئے جائز ہے۔

② امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، امام محمد، محمد بن سیرین، عروہ بن زبیر، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک وتر سواری پر جائز نہیں کیونکہ یہ واجب ہے۔[۴] ہاں اگر وقت میں تنگی ہو اور اترنے کا موقع بھی نہیں تو اب آخری وقت میں سواری پر ہی وتر اور فرض پڑھ سکتا ہے۔[۵]

ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً پانی یا کیچڑ ہو یا درندہ وغیرہ ہو تو اب فرض اور وتر بھی سواری پر پڑھ سکتے ہیں۔[۶]
اس کے لئے فقہاء استدلال کرتے ہیں قرآن کی اس آیت سے فان خفتم فرجالا او رکبانا۔[۷]

حضرت حصین بن عبد الرحمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام حصین، کنیت ابو الھذیل، والد کا نام عبد الرحمان تھا۔ یحییٰ بن حصین نے کہا ثقہ، علامہ عجلی فرماتے ہیں ثقة ثبت فی الحدیث ابن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ سے ان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا یہ ثقہ ہیں۔ ان کی حدیث قابل قبول ہے۔ ابو حاتم نے کہا ثقہ فی الحدیث۔

اساتذہ: ان کے استادوں میں حضرت عبد اللہ بن عمر، جابر بن سمرة، عمارة بن رویبة، زید بن وھب، عمرو بن میمون، ھلال بن نیاف، مرة بن شراحیل، الشعبی، عبد الرحمان بن ابی لیلی، حبیب بن ابی ثابت، سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، عکرمہ، ابی صالح،

السمان وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں سے حضرت شعبۃ، سفیان ثوری، سلیمان التیمی، جریر بن عبد الحمید، خالد الواسطی، فضیل بن عیاض، ابوعوانہ، ابوبکر بن عباس، علی بن عاصم وغیرہ ہیں۔

وفات: ۱۳۶ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے: ① تہذیب التہذیب۲/۳۸۱ ② تذکرۃ الحفاظ۱/۱۳۶وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات باب المسح علی الخفین میں گذر چکے ہیں۔

(۱) درالمختار۱/۲۷۳۔

(۲) یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ہے دیکھیں عمدۃ القاری ۳/ ۵۵۳فتح الباری ۳/ ۴۷۴المغنی۱/۴۴۵۔

(۳) عنایۃ شرح ہدایہ، فتح القدیر ۲/ ۳۷۴۔

(۴) بذل المجہود۲/۲۴۱۔

(۵) درالمختار۱/۷۴۔

(۶) خلاصہ وغیرہ۔

(۷) کفایہ، فتح القدیر۱/ ۴۰۳۔



۱۰۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَدْخُلُ فِيْ صَلَاةِ الْقَوْمِ وَلَيْسَ يَنْوِيْهَا قَالَ هِيَ تَطَوُّعٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَاِنَّمَا يَعْنِيْ بِذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ صَلَّى الصَّلَاةَ فِيْ مَنْزِلِهٖ ثُمَّ اَتَى الْقَوْمَ فَدَخَلَ مَعَهُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَاِنَّ صَلَاتَهٗ مَعَهُمْ تَطَوُّعٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں جو بلا نیت جماعت میں شریک ہوجائے فرمایا کہ وہ نفل ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ کوئی شخص گھر میں فرض نماز پڑھ کر مسجد میں آئے اور جماعت میں شریک ہوجائے تو یہ نفل ہوں گی یہی بات ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں“۔

لغات: يَدْخُلُ: دَخَلَ (ن) دُخُوْلًا وَ مَدْخَلًا۔الدار: اندر آنا۔ داخل ہونا۔ بہ: اندر لانا۔ داخل کرنا۔

اَلرَّجُل: مَرْد۔ پیدل چلنے والا۔ (جمع) رِجَال و رَجْلَة و رَجِلَة و اَرَاجِل و رَجَالات۔ کہا جاتا ہے کہ ”فلانٌ رَجُلٌ فِي الرِجَال“ فلاں کامل مرد ہے۔

اَلْقَوْم: لوگوں کی جماعت (جمع) اقوام و اَقَاوِم و اَقَائِم و اَقَاوِيْم۔ (معتل عمن ھفی اجوف ہے)۔

مَنْزِلہ: اترنے کی جگہ۔ مکان۔ چشمہ (جمع) منازل۔

تشریح

اگر کوئی بغیر نیت کے جماعت میں شریک ہوجائے

کوئی شخص فرض پڑھ کر آیا پھر اس نے دیکھا کہ جماعت ہورہی ہے تو وہ بغیر نیت کے اس جماعت میں شریک ہوگیا تو اب اس کی نماز کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس کی یہ نماز نہ ہی فرض ہوگی نہ ہی نفل کیونکہ اس نے کوئی نیت ہی نہیں کی ہے۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس کی یہ نماز نفل ہوجائے گی جیسے کہ اثر بالا میں موجود ہے کیونکہ جب اس نے نیت نہیں کی تو فرضیت کی وصف اس میں نہیں پائی گئی۔ نفس نماز تو ہے اس سے

اس کو ادنی نماز یعنی نفل کی طرف لوٹا دیں گے۔ [۱]

کس نیت سے جماعت میں شرکت کرنا چاہئے؟

(۱) اس میں احناف کا صحیح قول وہی ہے جو ابھی حدیث نمبر ۹۷ کے حاشیہ میں انور شاہ کشمیری کے حوالہ سے گذرا کہ فرض کی ہی نیت سے شرکت کرنا چاہئے اگرچہ یہ ہوگی نفل ہی۔

(۲) بعض لوگوں نے کہا کہ بنیّت تفویض شریک ہو یعنی نہ بنیّت فرض کے شریک ہو اور نہ بنیّت نفل کے (بس اللہ کی مرضی ہے کہ پہلی والی نماز کو فرض شمار کریں یا دوسری والی کو)

(۳) نفل کی نیت سے شرکت کرے۔

(۴) اکمال فرض کی نیت سے نماز میں شامل ہو۔ انہی چاروں کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے۔

فی نیة العود المفروض اقوال
فرض و نفل و تفویض و اکمال

(۱) بحرالرائق ۱/ ۲۷۸۔



بَابُ الصَّلَاۃِ فِی الطَّاقِ

محراب میں نماز پڑھنے کا بیان

طاق محراب کو کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد تک امام کے کھڑے ہونے کے لئے کوئی مستقل جگہ نہیں ہوتی تھی۔ قرون اولی کے بعد سلاطین نے اس کا رواج اپنے تحفظ کے لئے دیا۔ قرون اولی میں نہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہا ہے اور اس پر ایک مستقل رسالہ اعلام الانیب فی بدعۃ المحاریب علامہ جلال الدین سیوطی نے تصنیف فرمایا ہے۔ اس میں حد فیصل یہ ہے کہ اگر محرابیں نمازیوں کی سہولت وغیرہ کے لئے بنائی جائے کہ محراب نہ ہونے کی وجہ سے پوری صف امام والی خالی رہتی ہے اور اس کو سنت مقصودہ نہ سمجھا جائے تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا اور اگر اس میں غلو ہونے لگے اس کو سنت مقصودہ سمجھ کر بنایا جائے اور نہ بنانے والے پر نکیر کی جانے لگے تو اب یہ عمل بدعت میں داخل ہو جائے گا۔(۱)

۱۰۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّھُمْ فَیَقُوْمُ عَنْ یَّسَارِ الطَّاقِ اَوْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَمَّا نَحْنُ فَلَا نَرٰی بَاْسًا اَنْ یَّقُوْمَ بِحِیَالِ الطَّاقِ مَالَمْ یَدْخُلْ فِیْہِ اِذَا کَانَ مَقَامُہٗ خَارِجًا مِنْہُ وَسُجُوْدُہٗ فِیْہِ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی﴾

”حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ امامت کرتے تھے اور محراب کے بائیں یا دائیں جانب کھڑے ہوتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم محراب کے سامنے کھڑے ہونے کو مکروہ نہیں جانتے بشرطیکہ اس (محراب) اندر کھڑا نہ ہو اور اس کے کھڑے ہونے کی جگہ اس سے باہر اور سجدہ اس کے اندر ہو۔ یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں“۔

لغات: یَؤُمُّھُمْ: اَمَّ (ن) اِمَامَۃً و اَمًّا و اِمَامًا۔ اَلْقَوْمَ: امام بننا۔ (مضاف ثلاثی)
فَیَقُوْمُ: قَامَ (ن) قَوْمًا و قَوْمَۃً و قِیَامًا و قَامَۃً: کھڑا ہونا۔ ٹھہرنا۔ چلنے والے سے تم کہتے ہو۔ ”قُمْ لِیْ“ یعنی میری وجہ سے ٹھیرو۔ (اجوف)۔

یَسَار: آسانی۔ توانگری (وَالیِسَار) بایاں (جمع) یُسْر و یُسُر۔ (مثال)۔

یَمِیْنه: داہنا ہاتھ۔ داہنی جانب۔ (جمع) اَیْمُنْ و اَیْمَان و اَیَامِن و اَیَامِین۔ تصغیر یُمَیْن بغیر یاء کے (جمع) یَمَائِن۔ (معتل فاء مثال)

الطَّاق: مِحْرَاب۔ طاقچہ۔ (جمع) طَاقَات و طِیقَان۔

تشریح

اگر امام محراب میں کھڑا ہوجائے اس طرح کہ قدم بھی اسی کے اندر ہو تو یہ مکروہ ہے۔ صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ بھی اپنے امام کے لئے مخصوص اور الگ جگہ بناتے ہیں۔[۲]

مگر فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کراہت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب امام محراب کے اندر کھڑا ہوگا تو دور کے مقتدیوں پر اس کا حال پوشیدہ رہے گا اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اگر محراب ایسی بنی ہو کہ جس سے امام کا حال پوشیدہ نہ رہے تو اب اس کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہ ہوگا اسی کو امام سرخسی اور طحاوی وغیرہ نے پسند کیا ہے۔[۳]

ہاں اگر قدم محراب سے باہر ہو تو مکروہ نہیں ہوگا۔[۴]

اسی طرح اگر جگہ تنگ ہو تب بھی مکروہ نہیں ہوگا۔

---

(۱) معارف القرآن للمفتی شفیع صاحب ۲۶۸/۷۔

(۲) ہدایہ۔

(۳) مبسوط سرخسی۔

(۴) درالمختار ۶۷۵/۱۔



بَابُ تَسْلِيْمِ الْاِمَامِ وَجُلُوْسِهٖ

امام کے سلام پھیرنے اور بیٹھنے کا بیان

سلام ایک طرف ہے یا دونوں طرف اس میں اختلاف ہے:

امام مالک، امام اوزاعی، محمد بن سیرین، حسن بصری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام صرف ایک سلام سامنے کی طرف کرے گا۔ مگر مقتدی پر تین سلام لازم ہیں: ① ایک دائیں طرف، ② بائیں طرف، ③ سامنے کی طرف۔ [1]

دوسرا مذہب احناف، شوافع، حنابلہ، جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا ہے کہ امام، مقتدی، منفرد سب پر دو ہی سلام ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ [2]

سلام کا حکم کیا ہے اس میں تین مذہب ہیں:

① امام احمد، اہل ظواہر وغیرہ کے نزدیک دونوں سلام فرض ہیں۔

② امام مالک، امام شافعی کے نزدیک مطلقاً سلام تو فرض ہے لیکن دونوں سلام فرض نہیں ہیں بلکہ ایک فرض ہوگا۔

③ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک سلام واجب ہے۔ [3]

جلوسہ: نماز کے بعد بیٹھنا۔ نماز کے بعد بیٹھنا جس جگہ پر نماز پڑھی ہے اس کا کیا حکم ہے۔ (یہ مسئلہ تفصیل سے آگے آرہا ہے)

۱۰٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ فَلَا يَتَحَوَّلِ الرَّجُلُ حَتّٰى يَنْفَتِلَ الْاِمَامُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْاِمَامُ لَا يَفْقَهُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ لِاَنَّهٗ لَا يَدْرِىْ لَعَلَّ عَلَيْهِ سَجْدَتَىِ السَّهْوِ فَاِذَا كَانَ مِمَّنْ لَا يَفْقَهُ اَمْرَ الصَّلٰوةِ فَلَا بَاْسَ بِالْاِنْفِتَالِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام جب سلام پھیرلے تو آدمی کو اس وقت تک نہیں پھیرنا چاہئے کہ جب تک امام نہ پھرجائے الا یہ کہ امام فقیہ نہ ہو (کہ تو وہ منہ نہ پھیرے اگر

آدمی اپنا رخ پھیر سکتا ہے) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ امام کو سجدہ سہو کرنا ہو لیکن امام اگر نماز کے مسائل سے ناواقف ہو تو رخ پھیر سکتے ہیں یہی فرمان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے"۔

لغات: سَلَّمَ: باب تفصیل سے ہے۔ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف۔ بمعنیٰ: السلام علیک کہنا۔
یَتَحَوَّلَ: عنہ: پھر جانا۔ الرجل: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔
یَنْفَتِلُ: رسی وغیرہ کا بٹ جانا۔ مراد پھر جانا ہے اپنی جگہ سے۔

تشریح

فَلَا یَتَحَوَّلِ الرَّجُلُ: آدمی نہ پھیرے۔ کہ آدمی بیٹھا رہے جب تک امام بیٹھا ہوا ہے یہاں تک کہ یقین ہوجائے کہ امام کو اگر سجدہ سہو واجب ہوتا تو وہ کرلیتا۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام کے اٹھنے سے پہلے اٹھنا جائز نہیں ہے۔ (۳) یہی بات حسن بصری، شہاب الدین رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ بھی فرماتے ہیں۔

ہاں اتنی دیر بیٹھنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جتنی دیر میں اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ پڑھ لیا جائے۔ (۴)

فلا بأس بالانفتال: کوئی حرج نہیں رخ پھیرنے میں۔ کیونکہ امام اور مقتدیوں دونوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ فرض نماز کی جگہ پر اگر کوئی عذر نہ ہو تو اس جگہ پر نوافل نہ پڑھے بلکہ جگہ بدل لے تو اچھا ہے اور صفوں کی جو ترتیب بنی تھی اس کو ختم کردیا جائے۔ (۵)

---

(۱) زرقانی ۳۳۶/۷۔

(۲) تفصیلی بحث کے لئے بذل المجہود ۱۳۰/۲ فتح الملہم ۱۷۰/۲ امانی الاحبار ۱۳۴/۴ تا ۱۳۶ المغنی ۵۹۲/۱ معارف السنن ۱۰۹/۳ پر یہ دونوں مذہب تفصیل سے مذکور ہے طحاوی میں ۱۵۸ پر لمبی بحث ہے شرح المہذب ۴۸۱/۳ عمدۃ القاری ۲۹۱/۳ پر بھی یہ ابحاث ہیں۔

(۳) تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو فتح الملہم ۱۷۰/۲ معارف السنن ۱۱۳/۲ امانی الاحبار ۱۶۶/۴، ۱۶۷/۴ او جز المسالک ۲۷۳/۱ وغیرہ

(۴) عمدۃ القاری۔ امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں دیکھیں کتاب الام۔ اس مسئلہ پر مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی بہترین رسالہ النفائس المرغوبۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔

(۵) درالمختار، جوہرۃ، حلیہ، خلاصہ، امداد الفتاویٰ وغیرہ اکثر کتب حدیث میں امر الصلاۃ کا لفظ نہیں ہے۔

۱۰۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّ اَبَابَکْرٍ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کَانَ اِذَا سَلَّمَ فِی الصَّلَاةِ کَأَنَّهُ عَلَی الرَّضَفِ الْحِجَارَةِ الْمُحْمَاةِ حَتّٰی یَنْفَتِلَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی﴾

"حضرت مسروق سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کا سلام پھیرتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گرم پتھر پر بیٹھے تھے یہاں تک ادھر سے (فوراً) پھر جاتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: اَلرَّضَفُ: گرم پتھر۔ واحد (رَضَفَةٌ) رَضَفَ (ض) رَضْفاً۔ داغ لگانا۔

اَلْحِجَارَةُ: اَلْحَجَرُ۔ پتھر (جمع) اَحْجَارٌ و حِجَارٌ و حِجَارَةٌ و اَحْجُرٌ۔

تشریح

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر وہ نماز جس کے بعد نوافل ہیں تو فرض کے بعد زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے اتنی مقدار بیٹھا جائے جتنی دیر اللھم انت السلام الخ پڑھ سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا جیسے کہ احادیث میں آتا ہے:

❶ حدیث ابن مسعود و عائشة الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہما قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ لَمْ یَقْعُدْ اِلَّا مِقْدَارَ مَا یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔[1]

❷ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه اِذَا قَضٰی صَلَاتَهٗ اِنْتَقَلَ سَرِیْعًا اِمَّا اَنْ یَقُوْمَ وَاِمَّا اَنْ یَتَحَرَّفَ۔

❸ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل تو اوپر مذکور ہے کہ آپ اتنی جلدی اٹھتے جیسے کہ اس سے پہلے گرم پتھر پر بیٹھے تھے۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ بغیر کسی عذر کے بیٹھے رہنا اسی نماز کے بعد جس کے بعد نوافل و سنن ہوں یہ مکروہ ہے۔[2]

علامہ شامی فرماتے ہیں یُکْرَهُ تَاْخِیْرُ السُّنَّةِ اِلَّا بِقَدْرِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ۔[3]

فتاویٰ الہندیہ میں ہے: وفی الهندیة عن الحجة اَلْاِمَامُ اِذَا فَرَغَ مِنَ الظُّهْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ یَشْرَعُ

فِی السُّنَّۃِ وَلَا یَشْتَغِلُ بِاَدْعِیَۃٍ طَوِیْلَۃٍ کذا فی التاتار خانیۃ۔

فتاویٰ ھندیہ و فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے کہ جب امام ظہر، مغرب اور عشاء سے فارغ ہوجائے تو سنتوں کی ادائیگی جلدی شروع کرے لمبی لمبی دعاؤں میں مشغول نہ ہو۔ (۴)

حضرت ابوالضحیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام مسلم، والد کا نام صبیح تھا۔ یحییٰ بن معین، ابوزرعۃ، ابن حبان، نسائی، ابن سعد ان سب نے ان کو ثقہ میں شمار کیا ہے۔

اساتذہ: یہ روایت عموماً نعمان بن بشیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، مسروق، علقمہ، بشیر بن شکل، عبدالرحمٰن بن ھلال وغیرہ سے نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ: ان سے عموماً الاعمش، منصور، سعید بن مسروق، عطاء ابن السائب، عمرو بن مرۃ، مغیرہ، حصین بن عبدالرحمٰن، عاصم بن بھدلۃ وغیرہ نقل کرتے ہیں۔

وفات: ۱۰۰ھ میں ہوئی۔

مزید حالات تہذیب التہذیب میں دیکھیں۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات: نام مسروق، ابوعائشہ کنیت، والد کا نام شروع میں اجدع بعد میں عبدالرحمان ہوا۔ ان کے خاندان نے عمرو بن معدیکرب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا مگر مسروق کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ یہ عہد صدیقی میں مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ (طبقات ابن سعد ۵۰/۶)

شعبی کا بیان ہے کہ مسروق سے زیادہ علم کا طلب کرنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے بہت زیادہ محبت فرماتی تھیں۔ ابن مدائنی کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۴۲/۱) حافظ ذہبی نے ان کو فقیہ اور علمائے اعلام فرمایا ہے۔ مرہ نے کہا کسی ہمدانی عورت نے مسروق جیسا لڑکا نہیں جنا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۴۲/۱)

اساتذہ: ان کے استادوں میں حضرت عائشہ، ابن مسعود، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، عبداللہ بن عمر، مغیرہ بن شعبہ، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان سے ایک بہت بڑی جماعت نے علم حاصل کیا ان میں عبداللہ بن المنتشر بن الاجداع، ابووائل، الشعبی ابراھیم النخعی، ابواسحاق السبیعی، یحییٰ بن رقاب، عبدالرحمان بن مسعود، ابوالشعثاء، المحاربی، المکحول وغیرہ شامل ہیں۔

وفات: ۶۳ ہجری میں سلسلہ وسط میں ہوئی۔ اسی جگہ مدفون ہوئے۔

مزید حالات کے لئے: ① تہذیب التہذیب ۱۱۰/۱۰ ② طبقات ابن سعد ۵۵/۶ ③ تذکرۃ الحفاظ ۴۳/۱ ④ تہذیب الاسماء ۸۸/۱ وغیرہ میں دیکھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات: نام عبداللہ، ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمی اور کنیت ابوالخیر تھی۔

حلیہ: نہایت نحیف، لاغراندام تھے۔ چہرے پر گوشت کم تھا۔ رنگ گندم گوں تھا۔ پیشانی بلند، فراخ اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔

سب سے پہلے جس نے مردوں میں اسلام قبول کیا اس شخصیت کا نام گرامی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی پسند فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے تمام ہی غزوات میں شرکت فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کو ہی خلافت کی ذمہ داری دی گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مختصر سی خلافت کے میں بہت اہم کام کئے ان میں سے چند یہ ہیں:

① اسامہ کے لشکر کو روانہ کرنا۔ ② مدعیان نبوت کا اختتام۔ ③ مرتدین کی سرکوبی۔ ④ منکرین زکوۃ سے مقابلہ کرنا۔

تلامذہ: ان سے ایک بہت بڑی جماعت نے علم حاصل کیا۔ ان سے روایات کی تعداد ۱۴۲ ہے۔

وفات: بروز منگل ۱۳ ہجری اواخر جمادی الاولی ۶۳ سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے رخصت ہو کر اپنے محبوب کی آغوش میں تشریف لے گئے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو: ① طبقات ابن سعد ۱۱۹/۱ ② الاصابہ ۲۲۱/۴ ③ فتح الباری ۱۳۰/۷ ④ زرقانی ۳۸۹/۱ ⑤ اسد الغابۃ ⑥ بخاری باب فضائل الصدیق ⑦ تاریخ الخلفاء ۱۷ ⑧ تاریخ یعقوبی ۱۵۱/۲ ⑨ تذکرۃ الحفاظ ۳/۱ ⑩ ابن جریر طبری ۱۷۳/۵ ⑪ استیعاب تذکرۃ ابوبکر۔

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ۔

(۲) عمدۃ القاری۔

(۳) شامی۔

(۴) فتاویٰ عالمگیریہ وکذا منیۃ المصلی۔



۱۰۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّيْ فِي الْمَكَانِ الضَّيِّقِ لَايَسْتَطِيْعُ اَنْ يَجْلِسَ عَلٰى جَانِبِهِ الْاَيْسَرِ اَوْتَكُوْنَ بِهٖ عِلَّةٌ قَالَ فَلْيَجْلِسْ عَلٰى جَانِبِهِ الْاَيْمَنِ فَاِنْ كَانَ يَسْتَطِيْعُ فَلْيَجْلِسْ عَلٰى جَانِبِهِ الْاَيْسَرِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں جو تنگ جگہ پر نماز پڑھ رہا ہو اور بائیں پاؤں پر نہ بیٹھ سکتا ہو یا اس میں تکلیف ہو فرمایا اسے چاہئے کہ دائیں پاؤں پر بیٹھ جائے اور اگر بیٹھ سکتا ہو تو بائیں پاؤں پر ہی بیٹھنا چاہئے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے"۔

لغات: اَلْمَكَان: موضع۔ جگہ (یہ ظرف ہے کون سے) (جمع) اَمْكِنَة و اَمْكُن۔ و (جمع الجمع) اَمَاكِن۔
الضَّيِّق: ضَاقَ يَضِيْقُ ضِيْقًا و ضَيْقًا۔ تنگ ہونا۔ (معتل عین یعنی اجوف ہے)
عِلَّة: مریض ہونا۔ بیماری۔

تشریح

تشہد میں کیسے بیٹھنا ہے۔ اس کی مختلف کیفیات علماء نے بیان کی ہیں۔ مثلاً:

① تربع یعنی چار زانو ہو کر بیٹھنا۔
② اقعاء پنڈلیاں کھڑی کر کے سرین زمین سے لگا کر بیٹھنا۔
③ اضجاع القدمین یعنی قدمین کو جھکا کر ان پر بیٹھنا۔
④ تورک یعنی دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں پیچھے ہٹا کر زمین پر بیٹھنا۔
⑤ افتراش یعنی دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔

جہاں تک تربع کا تعلق ہے اگرچہ یہ منسوب ہے حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد، حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف کہ وہ اس طرح نماز میں بیٹھا کرتے تھے مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے اس طرح بیٹھنا مکروہ ہے ممکن ہے کہ ان حضرات کو کوئی عذر ہو۔

دوسری قسم اقعاء اہل علم اس کو بھی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [1] کی بناء پر مکروہ کہتے ہیں۔
تیسری قسم اضجاع القدمین اس کی کراہت پر بھی اہل علم کا اتفاق ہے۔
احناف، سفیان ثوری، محمد اور ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک مردوں کے لئے افتراش مسنون ہے اور عورتوں کے لئے تورک مسنون ہے۔ تورک مردوں کے لئے مکروہ ہے۔
اور امام مالک کے نزدیک تورک مسنون ہے خواہ مرد ہو یا عورت خواہ قعدہ اولی ہو یا ثانیہ۔ [2]
امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیح قول کے مطابق دو رکعت والی میں افتراش ہے اور چار والی میں پہلے قعدے میں افتراش اور دوسرے میں تورک مسنون ہے۔ [3]
شوافع کے نزدیک افتراش ہی سنت ہے مگر آخری تشہد میں تورک ہوگا۔ [4]

احناف کا مستدل

حدیث عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها کَانَ یَفْرِشُ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَیَنْصُبُ الْیُمْنٰی۔ [5]
حدیث وائل بن حجر صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَعَدَ وَتَشَهَّدَ فَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی۔ [6]
حدیث ابن عمر مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصُبَ الْقَدَمَ الْیُمْنٰی واستقباله باصابعها الی القبلة والجلوس علی الیسری۔ [7]

افضلیت تورک کے قائلین کا استدلال

حدیث ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر میں ہے حَتّٰی کَانَتِ الرَّکْعَةُ الَّتِیْ تَنْقَضِیْ فِیْهَا صَلٰوتُهٗ اَخَّرَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَقَعَدَ عَلٰی شِقِّهٖ مُتَوَرِّکًا ثُمَّ سَلَّمَ۔

جواب

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ [8]
دوسرا جواب: اس کو حالت عذر پر محمول کریں گے۔
تیسرا جواب: بیان جواز پر محمول کریں گے۔

---

(۱) حدیث ابوهریرة نهانی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن ثلث نقرة الدیک واقعاء کاقعاء الکلب، والتفاف

کالتفاف الثعلب۔(رواہ مسند احمد و مصنف بن ابی شیبۃ)۔

(۲) المدونہ ۱/۷۴۔

(۳) ابن قدامہ۔

(۴) شرح المہذب ۳/۴۵۰۔

(۵) مسلم شریف۔

(۶) طحاوی، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔

(۷) نسائی وغیرہ۔

(۸) طحاوی ۱/۱۶۴ باب ماجاء فی وصف الصلوۃ۔



۱۰۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا كَانَ بِالرَّجُلِ عِلَّةٌ جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ كَيْفَ شَاءَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ اِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ تَمْنَعُهُ مِنْ جُلُوْسِ الصَّلَاةِ الَّذِيْ اُمِرَ بِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کوئی شخص بیمار ہو تو نماز میں جس طرح سے چاہے بیٹھ سکتا ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اگر نماز میں سنت کے مطابق نہ بیٹھ سکے تو جس طرح چاہے بیٹھ جائے یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"۔

لغات: العلة: بیماری۔ تَمْنَعُهُ: (ف) مَنْعًا و مَنَعَهُ الشیئَ و مِنه و عَنْهُ: محروم کرنا۔ روکنا۔

تشریح

احناف کے نزدیک اگر کوئی مریض آدمی ہو اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہتا ہے تو اب کیسے پڑھے۔ امام صاحب سے منقول ہے کہ اس طرح بیٹھے جس طرح اس کا دل چاہے کیونکہ جب شریعت نے اس پر سے ارکان کو ساقط کردیا تو اب اس کے صفتوں کو تو بدرجہ اولی ساقط کردے گا۔[۱]

مگر امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس طرح بیٹھے جیسے کہ آدمی تشہد میں بیٹھتا ہے اکثر لوگوں نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔[۲]

علامہ شامی کا رجحان بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہیئت کے ساتھ مقید نہ کیا جائے جس طرح چاہے بیٹھ جائے۔ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احتباء یا تربع کی حالت میں بیٹھے۔ بعض نے کہا ہے کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شروع میں تربع کی ہیئت پر بیٹھے اور پھر جب رکوع کرے تو بایاں پاؤں بچھاکر اس پر بیٹھ جائے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے تربع کی صورت منقول ہے۔

اور اس میں تقریباً ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اگر عذر کی وجہ سے آدمی بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے۔[۳]

(۱) بدائع الصنائع۔ (۲) خلاصہ، تجنیس وغیرہ۔
(۳) احناف کا فتویٰ بدائع میں، امام مالک کا فتویٰ مدونہ میں، امام شافعی کا فتویٰ کتاب الام میں مذکور ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْجَمَاعَةِ وَرَكْعَتِي الْفَجْرِ

اس باب میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت بیان ہوگی۔ جماعت کے ساتھ نماز اس اُمت کی خصوصیتوں میں سے ہے جس کے ادا کرنے میں بڑے فضائل ہیں اور اس کے چھوڑنے پر سخت وعید احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً:

❶ روایت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ انه سئل عن رجل يصوم النهار ويقوم الليل ولا يشهد الجماعة ولا الجمعة فقال هذا في النار۔

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا وہ شخص جہنمی ہے۔(۱)

❷ روایت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادی اللّٰہ ينادى الى الصلوة فلا يجيبه۔

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سراسر ظلم اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔(۲)

وركعتي الفجر: فجر کی نماز سے پہلے دو سنتوں کا بھی اس باب میں بیان ہوگا کیونکہ بقول علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کے سنتوں میں سے یہ سب سے اہم سُنّت ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ بغیر عذر کے اس کو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بعض علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو ان سنتوں کا انکار کرے تو خطرہ ہے کہ وہ کافر نہ ہو جائے۔

۱۰۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٌ بَعْدَ الْجُمُعَةِ لَايُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيْمٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ظہر سے پہلے چار سنتیں اور جمعہ کے بعد چار سنتیں ایک سلام کے ساتھ ہونگی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔“

لغات: اَلْجُمْعَةُ وَالْجُمُعَة: ہفتہ کا ساتواں دن (جمع) جُمَعٌ و جُمُعَاتٌ۔

لَایُفْصَلُ: لانہی کا ہے۔ فَصَلَ(ض)فَصْلاً۔الشیئ: جدا کرنا۔ علیحدہ کرنا۔

تشریح

اربع قبل الظھر: ظہر سے پہلے چار رکعتیں۔ اس میں دو مذہب ہیں۔

❶ احناف، امام مالک، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، اسحٰق، جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبل الظہر چار رکعتیں سُنّت ہیں۔

❷ امام شافعی کا صحیح قول اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک قبل الظہر دو رکعتیں سُنّت ہیں۔

جمہور اور امام ابوحنیفہ کا استدلال

❶ حدیث عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا کان لایدع اربعا قبل الظھر۔ (۳)

❷ حدیث علی رضی اللّٰہ عنہ کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی قبل الظھر اربعا وبعدھا رکعتین۔ (۴)

❸ حدیث ام حبیبۃ رضی اللّٰہ عنھا من حافظ علی اربع رکعات قبل الظھر واربع بعدھا حرمہ اللّٰہ علی النار۔ (۵)

استدلال امام شافعی وغیرہ

❶ حدیث ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما کان یصلی قبل الظھر رکعتین وبعدھا رکعتین۔

دوسرے مذہب والوں کے جوابات

پہلا جواب: بعض علماء نے فرمایا چار سنتیں قبل الظہر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر پڑھتے تھے پھر مسجد میں جب تشریف لاتے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اس تحیۃ المسجد کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو سنتیں سمجھ لیں۔

دوسرا جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز کو صلوۃ الزوال پر محمول کریں گے۔ یہ دو نفلیں تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے فوراً بعد پڑھتے تھے۔

تیسرا جواب: حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار رکعتیں اور دو رکعتیں پڑھنا بھی ثابت ہیں البتہ چار رکعتوں والی روایات زیادہ ہیں اور دو رکعتوں والی کم ہیں۔ (۶)

اربع بعد الجمعة

جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں سُنّت ہیں۔ اس میں تین مذاہب ہیں۔

❶ جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں سُنّت ہیں جیسے کہ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں سُنّت ہیں۔ یہی مذہب ہے۔ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، امام محمد، اسحٰق، علقمہ، ابراہیم نخعی، اسحاق رحمہم اللہ وغیرہ کا۔

❷ امام ابو یوسف، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات سُنّت ہیں۔

❸ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے بعد دو رکعتیں سُنّت ہیں۔ (۷)

طرفین کی دلیل

❶ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان یصلی قبل الجمعۃ اربعا وبعدھا اربعا۔

❷ حدیث ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ من کان مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربع رکعات۔ (۸)

❸ حدیث ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اذا صلیتم بعد الجمعۃ فصلوا اربعا۔ (۹)

استدلال امام ابو یوسفؒ

حدیث علی رضی اللہ عنہ یصلی بعدھا ستا اربعا ثم رکعتین۔ (۱۰)

لا یفصل بینھن بتسلیم

یہ سنتیں کتنے سلام کے ساتھ ہوں گی۔ اس میں دو مذہب ہیں:

❶ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار رکعتیں سنتیں ایک ہی سلام سے ادا کی جائیں گی یہاں تک کہ اگر دو سلام کے ساتھ پڑھ لیں تو معتبر نہ ہوں گی۔

❷ امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو سلام سے افضل ہیں ایک سلام کے ساتھ بھی جائز ہیں۔

احناف کا مستدل

حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع قبل الظھر لیس فیھن

تسلیم یفتح بھن ابواب السماء(٦)(٨)۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یصلی قبل الظھر اربعا اذازالت الشمس لا یفصل بینھن بتسلیم۔

امام شافعی، امام مالک، رحمہما اللہ وغیرہ کا مستدل

حدیث ابوھریرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یصلیھن بتسلیمتین۔

جواب دلیل شافعی ومالک وغیرہ کا

تسلیمتین سے مراد بطریق ذکر حال و ارادۂ محل بتشہدین ہے۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں بھی یہی تاویل منقول ہے کہ تشہد بھی تسلیم ہی ہے۔(١١)

---

(١) رواہ الترمذی۔

(٢) رواہ احمد، طبرانی۔

(٣) رواہ بخاری، ابوداؤد، نسائی۔

(۴) رواہ ترمذی۔

(۵) ترمذی باب بعد ماجاء فی الرکعتین بعد الظھر ۸۳۔

(٦) مسلم۔

(٧) مسلم۔

(٨) معارف السنن ۴/۴۰۵۔

(٩) عمدۃ القاری ۳/۳۳۵ فتح الملہم ۲/۲۲۴ بذل المجہود ۲/۲۵٦۔

(١٠) رواہ مسلم۔

(١١) صاحب بدائع الصنائع نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کو ترجیح دی ہے مگر صاحب ذخیرہ، منیۃ المصلی، تجنیس، طحاوی، بحرالرائق وغیرہ نے امام ابویوسف کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔

(١٢) رواہ ابوداؤد، مسند احمد، طحاوی، بیہقی۔

(١٣) عنایہ شرح ہدایہ۔



۱۱۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ عَلٰی صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ صَلٰوةً﴾

''حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچّیس گنا زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔''

لغات: صلٰوۃ:صلّی تفعیل صلاۃً نماز پڑھنا۔ صلٰوۃ و صلاۃ دعا، نماز تسبیح۔

الرجل: (جمع) رِجَالٌ۔ بمعنی مرد از (س) بمعنی پیدل چلنا۔

وَحْدَہ: (مصدر) کہا جاتا ہے۔ "رَأَیْتُهٗ وَحْدَهٗ اَوْجَاءَ وَحْدَهٗ" میں نے اس کو اکیلا دیکھا یا وہ اکیلا آیا۔ "رَجُلٌ وَحْدٌ" تنہا مرد۔

تَفضلُ: فَضَلَ(ن)فَضِلَ(س)فَضلاً باقی رہنا۔ زائد ہونا۔ فَضَلَهٗ: فضل میں غالب ہونا۔

تشریح

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ۔

ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض پایا جارہا ہے اس تعارض کو ختم کرنے اور دونوں روایات میں تطبیق پیدا کرنے کے لئے علماء نے مختلف وجوہات تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً:

❶ بعض نے فرمایا کہ اس کی صحیح علّت علوم نبوت کے حوالہ کیا جائے جس طرح فرمایا گیا ہے اسی طرح ہم کو مان لینا چاہئے۔

❷ بعض نے فرمایا کہ ادنیٰ ترین جماعت دو آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے کہ ایک امام ہو دوسرا مقتدی تو جن روایات میں پچّیس کا عدد مذکور ہے وہاں صرف اجر فضیلت کو بیان کیا گیا ہے اور جن روایات میں ستائیس کا عدد آتا ہے وہاں اجر فضیلت کے ساتھ دو آدمیوں کے اجر کو اصل کے ساتھ شامل کرلیا تو پہلے پچّیس اور پھر دو تو یہ ستائیس ہو گیا۔

❸ ستائیس والی احادیث کثیر ہیں تو عدد قلیل کثیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

❹ جامع مسجد ہو تو ستائیس اور اگر جامع مسجد نہ ہو تو پچّیس کا ثواب ملے گا۔

❺ اگر خشوع و خضوع زیادہ ہو تو ستائیس اور کم ہو تو پچّیس کا ثواب ملے گا۔

❻ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر پہلے پچّیس والی وحی آئی پھر ستائیس والی وحی آئی۔

❼ مسجد قریب ہو تو پچیّس اور اگر دور ہو تو ستائیس کا ثواب ہو گا۔

❽ اگر زیادہ نمازی ہوں تو ستائیس کا ثواب ملے گا اور اگر نمازی کم ہوں تو پچیّس کا ثواب ہو گا۔

❾ جماعت میں کم از کم تین آدمی ہوتے ہیں۔ ایک نیکی کا ثواب قرآن کے اعتبار سے دس ہے۔ من جاء بالحسنة فله عشرة امثالها تو تین کو دس سے ضرب دیں تو ستائیس ہو جاتے ہیں۔

❿ جس نماز کو اس نے انتظار کر کے پڑھا تو اس کا ثواب ستائیس اور جس کو بغیر انتظار کئے پڑھا تو اس کا ثواب پچیّس ہو جاتا ہے۔[۱]

---

(۱) ھذا کلہ فی فتح الملہم ۲/۲۲۰ بذل المجہود ۲/۳۱۵ تعلیق الصبیح ۲/۲۵ وغیرہ میں ہے۔

نوٹ: اس کے علاوہ بھی کچھ وجوہات ہیں جو پہلے حدیث نمبر ۹۴ میں گذر چکی ہیں۔



۱۱۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ زِيَادٍ اَوْ مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ۔ اَلشَّكُّ مِنْ مُّحَمَّدٍ۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ بَعْدَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاِنَّهُنَّ يَعْدِلْنَ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص نے عشاء کی نماز کے بعد مسجد سے نکلنے سے قبل چار رکعات پڑھیں تو وہ لیلۃ القدر میں چار رکعات پڑھنے کے برابر ہیں۔“

لغات: الاٰخِرَة: پچھلا (جمع) آخرون (مونث) أخرىٰ (جمع) أُخريات۔

قَبْلَ: پہلے، آگے اور یہ ظرف زمان ہے۔ کبھی معرب ہوتا ہے کبھی مضاف الیہ۔

يَخْرُجَ: خَرَجَ (ن) خُرُوجًا و مَخْرَجًا۔ من موضِعِهٖ: نکلنا۔

اَلْمَسْجِد: سجدہ گاہ۔ عبادت گاہ (جمع) مَسَاجِد۔ اَلْمَسْجِدُ الحرام: بیت اللہ شریف۔ المسجد الاقصىٰ: مسجد بیت المقدس۔ المسجدان: مکہ و مدینہ کی مسجدیں۔

يَعْدِلْنَ: عَدَلَ (ض) عَدْلاً السَهْم: تیر کو سیدھا کرنا فلانًا بِفُلاَنٍ: برابری کرنا۔

تشریح

احادیث کی کتابوں میں اس قسم کی متعدد روایات آئی ہیں۔ مثلاً:

❶ من صلى اربع ركعات بعد صلوة العشاء الاخرة فى المسجد قبل ان يخرج عدلن مثلهن من ليلة القدر۔[1]

❷ من صلى اربع ركعات بعد العشاء الاخرة قبل ان يخرج من المسجد عدلن بمثلهن من ليلة القدر۔[2]

❸ من صلى اربعا بعد العشاء كن كقدرهن من ليلة القدر۔[3]

❹ عن ابن عباسؓ بتُّ عند خالتى ميمونة وكان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى ليلتها فصلى العشاء ثم جاء الى منزله فصلى اربع ركعات ثم نام۔[4]

ان چار رکعت کے بارے میں صاحب کنز فرماتے ہیں کہ یہ مستحب ہیں مگر فتح القدیر اور بحر الرائق نے ان کو سُنّت کہا ہے۔

حضرت الحارث بن زیاد یا محارب بن دثار کے مختصر حالات: اسماء الرجال والے فرماتے ہیں صحیح محارب ابن

وقار السدوسی ہے۔ نام محارب، والد کا نام وقار، کنیت ابو مطرف، ابو کردوس یا ابو النصر تھی۔ امام احمد، یحییٰ بن معین، ابوزرعۃ، نسائی، ابن حبان، دار قطنی، ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم نے صدوق کہا ہے۔

اساتذہ: ان کے استادوں میں حضرت جابر، حضرت عبید بن البراء، اسود النخعی، عبید اللہ و سلیمان بن بریدۃ، عمران بن حطان، حضرت عبداللہ بن عمر، وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان سے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا۔ ان میں حضرت اعمش، شریک، قیس بن الربیع، عطاء بن السائب، شعبہ، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری وغیرہ ہیں۔

وفات: ۱۱۶ ہجری میں ہوئی۔

نوٹ: مزید حالات کے لئے ① تہذیب التہذیب ۴۹/۱۰ ② خلاصۃ ③ طبقات ابن سعد ۳۰۷/۶ ④ التاریخ الکبیر ۲۸/۶ ⑤ الجرح و التعدیل ۴۱۶/۸ ⑥ تذھیب التہذیب ۲۵/۴ ⑦ میزان الاعتدال ۴۴۱/۳ ⑧ خلاصۃ تذہیب الکمال ۳۹۵ ⑨ شذرات الذہب ۱۵۲/۱۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات: باب مسح علی الخفین میں گذر چکے ہیں۔

---

(۱) رواہ کتاب آلاثار للامام ابی یوسفؒ۔

(۲) رواہ کتاب آلاثار للامام محمدؒ۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ۔

(۴) رواہ بخاری۔
بعض روایات میں الاخیرۃ کا لفظ آتا ہے۔



۱۱۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ عَلِّي عَنْ حُمْرَانَ قَالَ مَالَقِى، اِبْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ اِلاَّ وَحُمْرَانُ مِنْ اَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ مَجْلِسًا قَالَ فَقَالَ لَهُ ذَاتَ يَوْمٍ يَا حُمْرَانُ اِنِّى لاَرَاكَ مَالَزِمْتَنَا اِلاَّ لِنُقْبِسَنَّكَ خَيْرًا قَالَ اَجَلْ يَا اَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ اُنْظُرْ ثَلٰثًا، اَمَّااثِنْتَانَ فَاَنْهَاكَ عَنْهُمَا وَاَمَّا وَاحِدَةٌ فَامُرُكَ بِهَا، قَالَ مَاهُنَّ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ؟ قَالَ لاَتَمُوْتَنَّ وَعَلَيْكَ دَيْنٌ اِلاَّ دَيْنًا تَدَعُ لَهُ وَفَاءً وَلاَ تَنْتَفِيَنَّ مِنْ وَّلَدِلَّكَ اَبَدًافَاِنَّهُ يُسَمِّعُ لَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا سَمَّعْتَ بِهِ فِى الدُّنْيَا قِصَاصًا لاَيَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا وَانْظُرْ رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ فَلاَتَدَعْهُمَا فَاِنَّهُمَا مِنَ الرَّغَائِبِ﴾

"حضرت علی حضرت حمران سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جب بھی حدیث بیان کرتے دیکھتا تو حمران کو سب سے زیادہ ان سے قریب بیٹھے دیکھتا تھا۔ ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے حمران میں دیکھتا ہوں کہ آپ میرے پاس رہتے ہو کہ میں تم کو علم سکھاؤں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، اے عبدالرحمٰن (یہ حضرت ابن عمر کی کنیت ہے) فرمایا تین باتوں کا خیال رکھو دو باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں ایک بات کا حکم دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن وہ کیا ہیں؟ فرمایا تم اس حال میں ہرگز نہ مرنا کہ تم پر قرض ہو مگر یہ کہ اسے ادا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز چھوڑ جانا (دوسرا یہ کہ) کبھی اپنے بیٹے کا انکار نہ کرنا اس لئے کہ تم دنیا میں اسے مشہور کرو گے بالکل اسی طرح تمہیں قیامت کے دن وہ مشہور کرے گا۔ تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا (تیسرا یہ کہ) فجر کی دو رکعتوں کا خیال رکھنا انہیں ہرگز نہ چھوڑنا اس لئے کہ یہ بڑے ثواب دلانے والی ہیں۔

لغات: اَلْقِىَ: لَقِىَ (س) لِقَاءً وَلِقَاءَةً وَلِقَايَةً وَلَقَاءَةً وَلُقْيَانًا فُلاَنًا: استقبال کرنا، پانا، دیکھنا، ملاقات کرنا۔ (معتل لام یعنی ناقص یائی)

اَقْرَب: قَرِبَ (س) قَرُبَ (ک) قُرْبًا وَقُرْبَانًا وَقِرْبَانًا۔ قریب ہونا۔ اَقْرَب: اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

لِنَقْبِسَ: قَبَسَ (ض) قَبْسًا۔ اَلْعِلْمَ: علم سیکھنا۔ استفادہ کرنا۔ اَقْبَسَ فلانًا العِلْمَ: سکھلانا۔ یہ باب افعال سے ہے۔

تشریح

اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حمران کو تین نصیحتیں فرمائی ہیں:

پہلی نصیحت: لاتموتن وعلیک دین الادینا تدع لہ وفاء تم اس حال میں کبھی نہ مرنا کہ تمہارے اوپر قرض ہو الا یہ کہ کوئی نہ کوئی چیز اس کے ادا کرنے کے لئے چھوڑ جانا۔

متعدد احادیث میں اس مضمون پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ مثلاً:

❶ حدیث ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفس المؤمن معلقۃ بدینہ حتٰی یقضی عنہ۔[1]

"مؤمن مرد کی روح اپنے قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔"

❷ حدیث ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اعظم الذنوب عند اللّٰہ ان یلقاہ بھا عند الکبائر التی نھی اللّٰہ عنھا ان یموت رجل وعلیہ دین لا یدع لہ قضاء۔[2]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ کہ جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے اللہ کے نزدیک اس کے بعد عظیم ترین گناہ جس کا مرتکب ہو کر بندہ اللہ سے ملے وہ قرض ہے اور اس نے اپنے پیچھے اتنا مال نہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔"

❸ یغفر للشھید کل ذنب الا الدین۔[3]

"شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں مگر دین معاف نہیں ہو گا۔"

دوسری نصیحت: لا تنفین من ولدلک ابدا فانہ یسمع لک یوم القیامۃ کما سمعت بہ فی الدنیا قصاصًا۔

اپنے بیٹے کا انکار نہ کرنا جس طرح تم اس کو دنیا میں مشہور کرو گے اسی طرح اللہ بھی قیامت کے دن تمہیں مشہور کرے گا۔

مشکوۃ کی ایک لمبی روایت ہے جس کے آخر میں آتا ہے:

جو شخص اپنے بچہ کا انکار کرے درآنحالیکہ وہ اس کی طرف دیکھتا ہے (یعنی وہ جانتا ہے کہ یہ بچہ میرا ہی ہے) تو اللہ تعالیٰ اس سے پردہ کرے گا اور اس کو تمام اگلے پچھلے لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا۔

تیسری نصیحت: وانظر رکعتی الفجر فلا تدعھما فانھما من الرغائب۔

فجر کی دو رکعتوں کا خیال رکھنا ان کو کبھی نہ چھوڑنا اس لئے کہ یہ بڑا ثواب دلانے والی ہیں۔

فجر کی سنتوں کی تاکید متعدد احادیث میں آئی ہے۔ مثلاً:

❶ حدیث عائشۃ صدیقۃ رضی اللّٰہ عنہا قال رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیہا۔(۵)

❷ حدیث عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی شیئ من النوافل اشد تعاھدًا منہ علی رکعتی الفجر۔(۶)

❸ حدیث ابو ھریرۃ لا تدعو ھما و ان طردتکم الخیل۔(۷)

ان تاکیدات کی وجہ سے سُنّت فجر میں دو مذاہب ہو گئے:

پہلا مذہب: حسن بصری، بعض احناف رحمہم اللہ کے نزدیک واجب ہے۔

دوسرا مذہب: آئمہ ثلاثہ اور اکثر احناف رحمہم اللہ سُنّت مؤکدہ کے قائل ہو گئے۔(۸)

حضرت علقمہ بن مرثد کے مختصر حالات: علقمہ بن مرثد الحضرمی الکوفی ہیں۔ ان کے بارے میں عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ علقمہ ثبت فی الحدیث ہیں۔ ابو حاتم نے فرمایا صالح الحدیث۔ نسائی نے ثقہ کہا اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

اساتذہ: ان کے استادوں میں سے سعید بن عبیدہ، زر بن حبیش، طارق بن شہاب، سلمان بن بریدۃ، المستورد بن الاحنف، قاسم بن مخیرۃ، محمد بن علی، مقاتل بن حبان، عبد الرحمٰن بن سابط وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں سے سفیان ثوری، شعبہ، ادریس بن برید الاودی، امام ابو حنیفہ، حفص بن سلیمان، غیلان بن جامع، محمد بن شیبہ وغیرہ ہیں۔

وفات: ان کی وفات عراق میں ہوئی۔

نوٹ: مزید حالات کے لئے دیکھیں:

① تہذیب التہذیب ۲۷۸/۷ ② تہذیب الکمال ۹۵۶ ③ تذہیب التہذیب ۵۳/۲ ④ خلاصۃ تذہیب الکمال ۱۵۷/۱ ⑤ طبقات حنیفۃ ۱۵۳/۲۔

حضرت علی بن الاقمر رحمہ اللہ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام علی بن الاقمر بن عمرو بن الحارث الہمدانی الوادعی الکوفی ہے۔ ان کو یحییٰ بن معین، یعقوب بن سفیان، نسائی، دار قطنی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم نے ثقہ صدوق کہا ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کو شمار کیا ہے۔

اساتذہ: ابو جحیفہ، اسمتہ بن شریک، ابن عمرو، ام عطیہ الانصاریتہ، معاویۃ وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں سے حضرت الاعمش، منصور، سفیان ثوری، شعبۃ، حسن بن حی، مسعر اور شریک وغیرہ ہیں۔

مزید حالات کے لئے ① طبقات ابن سعد ۳۱۱/۶ ② الجرح والتعدیل ۱۶۴/۶ ③ تہذیب الکمال ۹۵۷ ④ تذہیب التہذیب

۴/ ۵۳ ⑤ خلاصۃ تذہیب الکمال ۱/ ۲۷ ⑥ تاریخ الاسلام ۴/ ۲۸۱۔

حضرت حمران رحمہ اللہ کے مختصر حالات: یہ اصل میں حمران مولی العلات اور ان کو مولیٰ ابن ابی علیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو ابن حبان نے ثقہ میں شمار کیا ہے۔

اساتذہ: ان کے استادوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں مثنی بن الصاح، عطاء الخراسانی وغیرہ ہیں۔

وفات: ۷۴ ہجری میں انتقال ہوا۔
مزید حالات کے لئے تقریب، تعجیل المنفعۃ دیکھیں۔

---

(۱) رواہ ترمذی، احمد وغیر، ابن ماجہ۔
(۲) رواہ ابوداؤد، احمد۔
(۳) رواہ مسلم۔
(۴) مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد، نسائی، والداری۔
(۵) رواہ مسلم، ررمذی، نسائی۔
(۶) رواہ بخاری۔
(۷) رواہ ابوداؤد، احمد۔
(۸) فتاویٰ شامی ۱/ ۱۱۴ امانی الاحبار ۴/ ۲۹۳ اوجز المسالک ۱/ ۴۵۰۔
صحیح لفظ اتقی ہے تقی بھی بعض روایات میں آتا ہے۔



۱۱۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَقِّرُوا الصَّلٰوةَ يَعْنِی السُّكُوْنَ فِيْهَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز کی تعظیم کرو یعنی اسے اطمینان و سکون سے پڑھو۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔"

لغات: وَقِّرُوا: باب تفعیل سے جمع مذکر امر حاضر معروف کا صیغہ ہے۔ مصدر توقیر ہے بمعنی تعظیم کرنا۔

تشریح

وقروا الصلوۃ یعنی السکون: یعنی نماز کو اطمینان و سکون سے پڑھو، اس میں دو مذاہب ہیں:

پہلا مذہب امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کا کہ ان کے نزدیک فرض ہے۔

دوسرا قول طرفین اور عبداللہ جروانی وغیرہ رحمہم اللہ کے نزدیک سُنّت ہے مگر امام کرخی اس کو واجب کہتے ہیں۔

جمہور کا استدلال

حدیث اعرابی ارجع فصل فانک لم تصل کہ اس اعرابی نے ارکان نماز میں سے کسی کو ترک نہیں کیا صرف اطمینان اور طمانیت کو چھوڑا تھا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ فانک لم تصل تو معلوم ہوا کہ ترک تعدیل فاسد صلوۃ ہے۔

سوال: طرفین اس پر سوال کرتے ہیں کہ یہ حدیث تو خبر واحد ہے اس سے فرض کیسے ثابت ہوا۔[1]

جواب: جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث تفسیر ہے واقیموا الصلوۃ کی خبر واحد اس آیت کے لئے مبین ہے فرض یہ ثابت ہوا ہے قرآن سے نہ کہ حدیث سے۔

طرفین کا جواب

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے جمہور کا استدلال ہی صحیح نہیں کیونکہ اس

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ارجع فصل فانک لم تصل اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی قبل البیان بطلان صلوۃ مراد لیا تھا جیسے کہ امام مالک، شافعی و احمد رحمہم اللہ نے سمجھا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے نفی کمال صلوۃ سمجھا جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد البیان سمجھا تھا کیونکہ مانقص الخ سے نفی کمال ہی مفہوم ہوتا ہے۔

دوسرا یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو ہوگئی تھی مگر واجب الاعادہ تھی۔[2] اس طرح پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خلاد بن رافع کو جب تعلیم دی تو اس میں اعادہ صلوۃ کا حکم نہیں فرمایا۔[3] اگر نماز صحیح نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اعادہ صلوۃ کا حکم فرماتے۔ مگر محققین کی رائے کے اعتبار سے طرفین کے نزدیک بھی طمانیت واجب ہے درمختار نے وجوب ہی کو راجح قرار دیا ہے۔[4]

حضرت معن بن عبدالرحمان رحمہ اللہ کے مختصر حالات: یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

اساتذہ: انھوں نے اپنے والد اور اپنے بھائی قاسم اور عون بن عبداللہ، جعفر بن عمر بن حریث، ابوداؤد وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ: ان سے سفیان ثوری، معسر، لیث بن ابی سلیم محمد بن طلحہ بن مصرف وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یحیٰی بن معین نے ان کو ثقہ فرمایا ہے اسی طرح یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں کان قاضیا علی الکوفۃ ثقۃ۔

مزید حالات تہذیب التہذیب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت قاسم بن عبدالرحمان رحمہ اللہ کے مختصر حالات: یہ معن بن عبدالرحمان کے بھائی ہیں۔

اساتذہ: انھوں نے اپنے والد، اور ابن عمر، جابر بن سمرۃ، مسروق بن الاجدع، حصین بن یزید، حصین بن قبیصہ الفرادی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ: ان سے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا ان میں عبدالرحمٰن، ابوالعمیس، عتبہ، ابواسحٰق السبیعی، ابواسحاق الشیبانی، عبداللہ بن محیریز، عطاء بن السائب، عمرو بن مرہ، علی بن عبدالرحمٰن السلمی، سماک بن الحارث، عبدالرحمٰن بن اسحاق وغیرہ ہیں۔

ابن حبان یحیٰی بن معین، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ فرمایا ہے۔

وفات: ۱۲۰ ہجری میں عراق میں انتقال ہوا۔

مزید حالات کے لئے ① طبقات ابن سعد ۳۳۰/۶ ② طبقات خلیفہ ۱۵۹ ③ الجرح والتعدیل ۱۱۲/۷ ④ تہذیب الکمال ۱۱۱۲ ⑤ تہذیب التہذیب ۱۴۸/۳ ⑥ میزان الاعتدال ۳۷۷/۳۔

ابیہ (ای عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی) رحمہ اللہ کے حالات:

اساتذہ: انہوں نے علم اپنے والد سے اور علی بن ابی طالب، اشعث بن قیس، ابی بردۃ بن نیاز، مسروق بن الاجدع وغیرہ سے حاصل کیا۔

تلامذہ: ان سے ان کے دونوں بیٹوں قاسم اور معن، سماک بن حرب، حسن بن سعید، ابواسحاق السبیعی، ابوبکر بن عمرو بن عتبہ الکوفی، محمد بن بوکوان۔

یحیٰی بن معین، یعقوب بن شیبۃ، عجلی ابن سعد وغیرہ ان کو ثقہ میں شمار کرتے ہیں۔

وفات: ۷۹ ہجری میں عراق میں انتقال ہوا۔

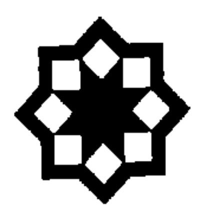
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات: باب المسح علی الخفین میں گذر چکے ہیں۔

(۱) عنایہ ۱/۲۱۱۔

(۲) معارف السنن ۳/ ۱۳۳۔

(۳) ترمذی ۱/ ۶۳ باب ماجاء فی وصف الصلاۃ۔ جس کے آخر میں ہے: فاذافعلت ذلک قدتمت صلوتک وان انتقصت منہ شیئاانتقصت من صلوتک اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطلان صلوٰۃ کا حکم نہیں لگایا۔

(۴) یہی بات بحرالرائق میں ہے اور قاضی صدر شہید نے فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اطمینان وسکون واجب ہے اس کا ترک کرنا شدید کراہت کا مرتکب ہوگا۔ علامہ کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا اعادہ لازم ہوگا ایسی نماز کا۔ یہی بات فتح القدیر اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج کے نزدیک مختار ہے اسی طرح سعایہ میں مذکور ہے۔



بَابُ مَنْ صَلّٰى وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْاِمَامِ حَائِطٌ اَوْ طَرِيْقٌ

اس باب میں بیان کریں گے کہ مقتدی کی جگہ امام کی جگہ سے متصل ہو حقیقتاً یا حکماً۔ امامت کے لئے دس شرطیں ہیں۔ جن میں ❶ یہ بھی ہے۔

❷ نیت اقتداء کہ اگر مقتدی نے اقتداء کی نیت نہ کی تو نماز نہ ہوگی۔

❸ اتحاد نماز کہ مقتدی اور امام کی نماز ایک ہو۔

❹ مقتدی کے اعتقاد میں امام کی نماز کا صحیح ہونا۔ اگر مقتدی یہ سمجھ رہا ہے کہ امام کی نماز فاسد ہوگئی ہے تو اب مقتدی کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

❺ عدم محاذات کہ عورت کوئی برابر میں نہ کھڑی ہو۔

❻ مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا۔

❼ مقتدی کو اپنے امام سے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کا علم ہو خواہ امام کو دیکھ کر یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر یا آواز سن کر۔

❽ مقتدی کو اپنے امام کا حال معلوم ہو کہ وہ مقیم ہے یا مسافر وغیرہ یہ علم نماز کے آخر تک بھی ہو جائے تو تب بھی جائز ہے۔

❾ امام کا مقتدی کے لئے لائق امام ہونا کہ امام کی نماز مقتدی سے اقوی ہو۔

❿ مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان میں شریک ہونا۔ اگر مقتدی نے کسی رکن کو چھوڑ دیا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اسی کو ردالمحتار نے ان اشعار میں جمع کیا ہے۔

شروط اقتداء عشرة قدنظتها	بشعر كعقد الدرجاء مذصندا
تاخر مؤتم وعلم انتقال من	به ائتم مع كون المكانين واحدا
وكون امام ليس دون تبيعه	بشرط واركان ونية الاقتدا
مشاركة فى كل ركن وعلمه	بحال امام حل ام سار مبعدا
وان لا تحاذيه التى معه اقتدت	وصحة ما صلى الامام من ابتدا

كذلك اتحاد الفرض هذا تمامها

۱۱۴

مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَاَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْمُؤَذِّنِيْنَ يُؤَذِّنُوْنَ فَوْقَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ فَوْقَ الْمَسْجِدِ قَالَ يُجْزِئُهُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ مَالَمْ يَكُوْنُوْا قُدَّامَ

الْاِمَامِ وَهُوَقَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴾

”حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے سوال کیا ان مؤذنوں کے بارے میں جو مسجد کے اوپر اذان دیتے ہیں اور اوپر ہی نماز پڑھ لیتے ہیں فرمایا ان کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں بشرطیکہ امام کے آگے نہ ہوں یہی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔“

لغات: اَلْمُؤَذِّنِیْنَ: جمع ہے مُؤَذِّنٌ کی۔ جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے بمعنی اذان دینے والے۔ باب تفعیل سے ہے۔ اَذَّنَ تَاذِیْنًا۔ بالصلوہ: اذان دینا۔ (مہموز الفاء ہے) قُدَّامُ: بمعنی آگے۔

تشریح

یؤذنون فوق المسجد: کہ مؤذن مسجد کے اوپر اذان دیتے ہیں۔ اس بات پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مسجد صرف اس عمارت کا نام نہیں ہوگا بلکہ مسجد بننے کے بعد نیچے ساتوں زمین تک اور اوپر عرش تک مسجد ہو جاتی ہے اس لئے اگر کوئی اذان دے کر اوپر ہی امام کی اقتداء کی نیت کرے تو جائز ہے۔ اگرچہ امام مسجد کے نیچے کے حصہ میں ہی کیوں نہ ہو۔

فوق المسجد: اگرچہ مؤذن کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مسجد میں اذان دینے کے بجائے مسجد کے باہر اذان دے کیونکہ اذان غائبین کو مسجد میں بلانے کے لئے ہوتی ہے مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے مگر جائز ہو جائے گی۔

یجزیھم: جائز ہے۔ اگر مسجد کے اوپر اقتداء کی نیت کرلی تو ان کی نماز جائز ہے۔ یہی مذہب آئمہ اربعہ کا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کتاب الام میں فرمایا ہے کہ اگر مقتدی مسجد کے اوپر کے حصہ میں امام کی اقتداء کی نیت کرلے تو یہ جائز ہے۔ مزید فرمایا کہ بعض مؤذن بیت اللہ کی چھت پر امام کی اقتداء کی نیت کرلیتے ہیں مگر ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ نیچے آکر امام کی اقتداء کریں۔[1]

امام شافعی رحمہ اللہ استدلال میں فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے جیسے کہ آتا ہے کہ ان اباھریرة یصلی فوق ظھر المسجد الحرام بصلوة الامام فی المسجد کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی کبھی کبھار بیت اللہ کی چھت پر امام کی اقتداء کی نیت کرلیتے تھے۔[2]

(۱) کتاب الام، لیکن بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا بیت اللہ کی تعظیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔

(۲) یہی بات تقریباً مدونہ میں موجود ہے جو مالکی مذہب کی مستند کتاب ہے۔

۱۱۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاِمَامِ حَائِطٌ قَالَ حَسَنٌ مَّالَمْ يَكُنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاِمَامِ طَرِيْقٌ اَوْنِسَاءٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ﴾

"حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کے اور امام کے درمیان دیوار حائل ہو فرمایا ٹھیک ہے بشرطہ مقتدی اور امام کے درمیان راستہ یا عورتیں حائل نہ ہوں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"

لغات: اَلرَّجُلُ: بمعنی مرد (جمع) رِجَالٌ۔

طریق: راستہ (مذکر ومؤنث) (جمع) طُرُقٌ اَطْرُقٌ و اَطْرِقَةٌ و اَطْرِقَاءو (جمع الجمع) طُرُقَاتٍ۔

نِسَاءٌ: امْرَاَةٌ کی من غیر لفظہ جمع ہے بمعنی عورتیں۔

تشریح

امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو اس صورت میں اقتداء صحیح ہے یا نہیں۔

اس میں دو مذہب ہیں

پہلا مذہب: امام مالک، ابن سیرین، عروہ، سالمؒ وغیرہ کا ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ ہو یا کوئی چھوٹی نہر ہو یا دیوار ہو اسی طرح سے کشتیاں ملی ہوئی کھڑی ہوں اور آگے کی کشتی میں امام ہو تو اس صورت میں اقتداء بھی جائز ہے۔

دوسرا مذہب: امام ابوحنیفہ، لیث، اوزاعی، اشہبؒ وغیرہ کا ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان راستہ وغیرہ ہو تو اقتداء جائز نہیں ہے بشرطیکہ راستہ کو ملا نہ دیا جائے۔

نساء: اگر عورت ہو برابر میں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح شامی میں لکھا ہے کہ اگر ایک صف بھی عورتوں کی پہلے ہو پھر اس کے بعد مردوں کی صفیں ہوں تو اب پیچھے صفوں کی تمام ہی لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگرچہ عقل کا تقاضہ تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ عورتوں سے متصل بعد والوں کی نماز نہ ہو۔ مگر اس قیاس کو حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا جس میں آتا ہے۔

من کان بینہ وبین الامام نہر وطریق او صف من النساء فلا صلوۃ لہ۔ (۱)

(۱) قلائد الازہار۔



بَابُ مَسْحِ التُّرَابِ عَنِ الْوَجْهِ قَبْلَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلٰوةِ

نماز سے فارغ ہونے سے قبل پیشانی سے مٹی پونچھنے کا بیان

۱۱۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ يُصَلِّيْ فِي الْمَكَانِ (الَّذِيْ) فِيْهِ الرَّمَلُ وَالتُّرَابُ الْكَثِيْرُ فَيَمْسَحُ عَنْ وَجْهِهٖ قَبْلَ اَنْ يَنْصَرِفَ قَالَ مُحَمَّدٌ لَا نَرٰى بَاْسًا بِمَسْحِهٖ ذٰلِكَ قَبْلَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ لِاَنَّ تَرْكَهٗ يُؤْذِي الْمُصَلِّيْ وَرُبَّمَا شَغَلَهٗ عَنْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.﴾

"حضرت حماد رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی جگہ پر نماز پڑھتے دیکھا جس جگہ پر ریت اور مٹی بہت تھی وہ نماز مکمّل کرنے سے پہلے پیشانی کو پونچھ لیا کرتے تھے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم التحیات اور سلام سے پہلے پیشانی پونچھنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔ اس لئے کہ بسا اوقات مٹی کی وجہ سے نمازی کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ نماز سے توجہ کو ہٹادیتی ہے۔ یہی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لغات: اَلرَّمل: ریت کو کہتے ہیں۔ رَمْلَةٌ اس سے خاص ہے (جمع) رِمَالٌ و اَرْمُلٌ۔

فَيَمْسَحُ: (ف) مَسْحًا الشيئ پونچھنا۔ ہٗ بالدُّهْنِ: تیل ملنا۔

يَشْغَلُه: شَغَلَهٗ (ف) شَغْلًا و شُغْلًا و اَشْغَلَهٗ۔ بکذا: مشغول کرنا۔ عنه: غافل کرنا۔ شَغِلَ عنه بکذا: مشغول رہنا۔ کسی کام میں لگے رہنا۔

تشریح

نماز کے دوران چہرے پر مٹی لگ جائے یا پسینہ وغیرہ ہو تو اس کو پونچھنا صحیح ہے یا نہیں۔

اس میں دو قول ہیں

① پہلا قول یہ مکروہ ہے۔ ② دوسرا قول یہ مکروہ نہیں۔

جو کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صاف فرمایا تھا۔

پہلے قول والے استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کیچڑ میں سجدہ کیا۔ اس کا اثر ہم نے بعد میں بھی دیکھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز میں صاف نہیں فرمایا تھا)

اسی قول کو منیۃ المصلی وغیرہ نے پسند کیا ہے۔

یوذی المصلی وربمایشغله: اگر نمازی کو تکلیف دیتی ہو اور نماز سے توجہ کو ہٹادیتی ہو تو اس کو صاف کرنا نماز کے دوران بھی صحیح ہے۔

مگر اس کو صرف ایک ہی مرتبہ میں صاف کر لینا چاہئے۔ ظاہری روایت یہی ہے مگر غیر ظاہری روایت میں دو مرتبہ تک کی اجازت ہے جیسے کہ علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: ان کنت لابدفاعلافواحدۃ۔[1]

(۱) عمدۃ القاری کی شرح بخاری



بَابُ الصَّلٰوۃِ قَاعِدًا اَوِ التَّعَمُّدِ عَلٰی شَیْئٍ اَوْ یُصَلِّیْ اِلٰی سُتْرَۃٍ

بیٹھ کر یا کسی چیز پر ٹیک لگا کر یا سترہ کی طرف نماز پڑھنے کا بیان

۱۱۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰی مِثْلِ نِصْفِ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ قَائِمًا وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی.﴾

”حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملتا ہے۔ یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔“

لغات: قَاعِدًا: قَعَدَ(ن) قُعُودًا و مقعدًا۔ کھڑے سے بیٹھنا۔

قائماً: اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ قامَ(ن) قَوْمًا و قَوْمَۃً و قِیَامًا و قَامَۃً: بمعنی کھڑا ہونا (ہفت اقسام میں یہ اجوف یعنی معتل العین ہے)

تشریح

اسی معنی میں یہ مرفوع روایت بھی آئی ہے:

حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ الرجل قاعدا فقال من صلی قائما فھو افضل و من صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم۔ و من صلی نائما فلہ نصف اجر القاعد۔[1]

فقہاء اس حدیث کو متنفل پر محمول کرتے ہیں۔[2]

سوال: فرائض میں تو بالاجماع بیٹھنا جائز نہیں الا یہ کہ کوئی عذر ہو اور اگر عذر کی وجہ سے فرض کو بیٹھ کر بھی پڑھے تو پورا ثواب ملے گا نصف نہیں ہوگا۔ جیسے کہ روایت ابو موسی اشعری میں آتا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرض عبد مسافر کتب لہ مثل ما کان یعمل مقیما صحیحا[3] اسی طرح اگر متنفل معذور ہو تو اس کو پورا ثواب ملتا ہے نصف نہیں۔

جواب: مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معذوری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قیام پر قادر ہی نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ قادر تو ہو لیکن انتہائی مشقت کے ساتھ۔ تو یہاں اس حدیث میں جو نصف ثواب کا فرمایا گیا ہے یہ وہ معذور

ہے جو مشقت کے ساتھ تو قیام کر سکتا ہو مگر وہ اس حال میں بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے لئے عزیمت تو اسی میں تھی کہ کھڑا ہو کر پڑھے تو اس کو زیادہ ثواب ملتا۔ اب بیٹھ کر نماز پڑھنے سے اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے کم ثواب ملے گا۔

نصف صلوۃ الرجل قائما: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مشقت برداشت کر کے عزیمت پر عمل کرتا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تو اس صورت میں اس کو جو ثواب ملتا اب جو یہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو اس کے مقابلہ میں نصف ثواب ملے گا۔[۴]

بعض روایات سے اس حدیث کے شان ورود سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا کہ جب کہ بعض صحابہ جو کہ شدید بخار میں مبتلا تھے اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔[۵]

مگر اس قاعدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مستثنیٰ تھی جیسے کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں آتا ہے:

قال حدثت ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال صلوۃ الرجل قاعدا نصف الصلوۃ قال فاتیتہ فوجدتہ جالسا فوضعت یدی علی راسہ فقال: مالک یا عبداللّٰہ؟ قال حدثت یا رسول اللّٰہ انک قلت صلوۃ الرجل قاعدا علی نصف الصلوۃ وانت تصلی قاعدا قال اجل ولکنی لست کاحد منکم۔[۶]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات باب الوضوء مما غیرت النار میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، نسائی۔

(۲) اوجز المسالک، یہی بات علامہ نووی نے کہی ہے حلاصہ میں۔

(۳) بخاری (کتاب الجهاد باب مایکتب للمسافر ما کان یعمل فی الاقامة)

(۴) معارف السنن ۴۴۸/۲۔

(۵) مؤطا امام مالک ۱۰۹ باب فضل صلوٰۃ القائم علی صلوٰۃ القاعد۔

(۶) نصب الرایۃ۔



۱۱۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَا يُجْزِئُ لِلرَّجُلِ اَنْ يَعْرِضَ بَيْنَ يَدَيْهِ سَوْطًا وَلَا قَصَبَةً حَتّٰى يَنْصُبَهٗ نَصْبًا قَالَ مُحَمَّدٌ اَلنَّصْبُ اَحَبُّ اِلَيْنَا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ اَجْزَأَتْهُ صَلَاتُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى.﴾

"حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا (سترہ کے طور پر) کافی نہیں کہ کوئی شخص اپنے سامنے کوڑا یا بانس کا ٹکڑا عرض میں لمبا کر کے رکھ لے جب تک کہ اس کو سیدھا کھڑا نہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سترہ سیدھا کھڑا کرنا ہم کو زیادہ پسند ہے اگر سیدھا کھڑا نہ کیا تو نماز تب بھی ہو جائے گی۔ یہی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"

لغات: يُجْزِئ: یعنی جائز ہونا۔ باب افعال سے فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔
يَعْرِضَ: عَرَضَ (ن ض) عَرْضًا العُوْدُ عَلَى الاناءِ برتن پر لکڑی کو چوڑائی میں رکھنا۔

تشریح

اس اثر میں سترہ کے مسئلہ کو بیان کیا جارہا ہے کہ سترہ کا قائم کرنا بقول امام شافعیؒ کے واجب ہے اور امام محمدؒ، احنافؒ وغیرہ کے نزدیک مستحب ہے۔ سترہ کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو مصلی اپنے سامنے کھڑا کرے خواہ وہ دیوار ہو یا لکڑی یا لوہا وغیرہ۔

سترہ رکھنے کا شریعت نے کیوں حکم دیا؟

محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ سترہ یہ نمازی کے خیال کو جمع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

مقدار: سترہ کی لمبائی کم از کم ایک ذراع ہونی چاہئے۔ یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے۔ مثلاً:

حدیث طلحۃ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جعلت بین یدیک مثل مؤخرۃ الرحل فلا یضرک من مر تہ بین یدیک۔[1]

مؤخرۃ الرحل وہ لکڑی ہے جو بیٹھنے والے کے سر کے برابر ہوتی ہے یہ ایک ذراع سے زیادہ ہوتی ہے۔
مبسوط میں ہے اس کی موٹائی کم از کم ایک انگشت ہو تاکہ دور سے آنے والے کو نظر آجائے۔

حتی ینصبه نصبا: اس کو سیدھا کھڑا کرے۔ اسی مسئلہ کو صاحب هدایہ ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔

یعتبر الغرز دون الالقاء والخط لان المقصود لا یحصل بهما: کہ سترہ کو گاڑ دینا معتبر ہے نہ کہ ڈال دینا اور خط کھینچنا کیونکہ مقصود اس سے حاصل نہ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ سترہ کھڑا رکھا جائے۔

اگر کسی نے گاڑنے کے بجائے اپنے سامنے رکھ لیا

لا یجزی للرجل ان یعرض بین یدیه سوطا ولا قصبة: کہ عرض میں کوڑے کو رکھ لیا یا بانس کا ٹکڑا۔ ھدایہ کی شرح کفایہ میں ہے کہ اگر کوئی گاڑے نہیں تو اب اس کو چاہئے کہ وہ سترہ کو طولاً رکھے۔

شارح منیہ نے کہا ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رکھنے سے بھی سترہ کافی ہو جائے گا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر زمین نرم ہو تو گاڑنا ہی چاہئے اور اگر زمین بہت سخت ہو کہ گاڑنا مشکل ہو تو اب وہ سترہ اپنے سامنے رکھ لے اور اس رکھنے میں بھی طولاً رکھے تاکہ گاڑنے کے مشابہ ہو جائے۔ (۲)

مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انه کان یطرح سوطا بین یدیه ویصلی مگر احناف کے اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ گاڑنا ضروری ہے رکھنا کافی نہیں ہو گا۔ (۳)

اگر سترہ نہ ہو

اس میں دو مذہب ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم، سعید بن جبیر، امام اوزاعی، اشہب، امام محمد، اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کی ایک ایک روایت کہ اگر سترہ نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہئے۔

دوسرا مذہب اکثر احناف، امام مالک، امام احمد، قول جدید امام شافعی رحمہم اللہ وغیرہ خط کا اعتبار نہیں کرتے۔

استدلال پہلے مذہب والوں کا

حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئا فان لم یجد فلینصب عصاه فان لم یکن معه عصا فلیخط خطا ثم لا یضره ما مر امامه۔

جواب

اثبات خط والی حدیث کی سند میں ضعف کو بیان کرتے ہیں۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے نقل

کیا ہے کہ حدیث خط ضعیف ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو مضطرب کی مثال میں ابن الصلاح نے پیش کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں ضعفه جماعة ولا یکتب هذا الحدیث ابن حزم رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں کہ لم یصح فی الخط شیئ ولا یجوز القول به احناف کی اکثر کتب فقہ میں خط کا اعتبار نہیں کیا گیا۔
علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حکی ابو عصمة عن محمد انه لا یخط والخط و ترکه سواء۔[۴]
شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا ناخذ بالخط۔[۵] غایۃ البیان میں ہے المنع هو الظاهر وعليه الاکثرون من اصحابنا۔[۶]

(۱) رواہ مسلم۔
(۲) نہایہ شرح ہدایہ۔
(۳) فتاوی قاضی خان وغیرہ۔
(۴) بدائع الصنائع۔
(۵) مبسوط سرخسی۔
(۶) اسی کی طرف صاحب ہدایہ کا بھی رجحان معلوم ہوتا ہے۔



۱۱۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سَجَدَ فَاَطَالَ اِعْتَمَدَ بِمِرْ فَقَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ﴾

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب سجدہ فرماتے اور سجدہ طویل ہوتا تو کہنیاں رانوں پر ٹیک لیا کرتے تھے۔امام محمد نے فرمایا ہم اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔"

لغات: سَجَدَ: (ن)سُجُوْدًا فروتنی سے جھکنا۔عبادت کے لئے زمین پر پیشانی کو رکھنا۔

فَاَطَالَ: اَطَالَهٗ و اَطْوَلَهٗ اِطَالَةً و اِطْوَالاً: لمبا کرنا۔باب افعال سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے (ہفت اقسام میں یہ اجوف یعنی معتل العین ہے)

فَخِذَيْهِ: الفَخْذو الفِخْذو الفَخِذ۔ ران یہ کلمہ مؤنث ہے(جمع) افخاذ۔

تشریح

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے اشتکی اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مشقۃ السجود علیھم اذا تفرجوا یعنی صحابہ نے شکایت کی کہ جب ہم اپنے ہاتھوں کو پہلو سے دور رکھیں اور کہنیوں کو زمین سے بلند رکھیں تو طویل سجدہ کی صورت میں اس میں مشقت ہوتی ہے۔

اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استعینوا بالرکب۔[1] مطلب یہ ہے کہ جب تم تھک جاؤ تو کہنیاں گھٹنوں سے ملا کر استراحت کر لو۔

یہ مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد سب کا ہے۔اگرچہ عام حالتوں میں یہ مکروہ ہے مگر عذر کی بناء پر جائز ہوگا۔ العذر مستثنی من قواعد الشرع۔

یہی مذہب امام مالک کا ہے۔امام مالک نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر فرض نماز ہو یا مختصر نوافل اس میں تو کہنیوں کا رانوں پر سہارا کرنا صحیح نہیں اور اگر نوافل طویل ہوں تو اب جائز ہوگا۔[2]

(۱) ترمذی۔ (۲) مدونۃ۔

۱۲۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَمِدُ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فِي الصَّلٰوةِ يَتَوَاضَعُ لِلّٰهِ تَعَالٰى قَالَ مُحَمَّدٌ وَيَضَعُ بَطْنَ كَفِّهِ الْاَيْمَنِ عَلٰى رُسْغِهِ الْاَيْسَرِ تَحْتَ السُّرَّةِ فَيَكُوْنُ الرُّسْغُ فِي وَسْطِ الْكَفِّ﴾

"حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور عاجزی کے اظہار کی خاطر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو پکڑ لیتے تھے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے پہنچے پر ناف کے نیچے رکھے گا پس پہنچا ہتھیلی کے درمیان میں ہوگا۔"

لغات: يَعْتَمِدُ: باب افتعال سے فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اعْتَمَدَ الحائط وعَلَى الحائط۔ دیوار پر ٹیک لگانا۔

يَتَوَاضَعُ: تَوَاضَعَ۔ ذلیل ہونا۔ عاجز ہونا۔ خاکسار ہونا۔ تَوَاضَعَت الارضُ۔ پست ہونا۔ باب تفاعل سے فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

تشریح

نماز پڑھنے والا قیام میں ہاتھ کہاں باندھے گا

اس میں تین مذہب ہیں:

❶ احناف، شوافع میں سے ابو اسحاق سروزی، سفیان ثوری، امام اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا سُنّت ہے۔

❷ دوسرا مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ واضح رہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی سے تین روایات منقول ہیں۔

پہلی روایت دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھا جائے۔ (۱)

دوسری روایت ناف کے نیچے باندھا جائے۔

تیسری روایت سینے کے اوپر باندھا جائے۔ (۲)

❸ تیسرا مذہب امام احمد کا ہے۔ ان سے بھی تین روایات منقول ہیں:

پہلی روایت احناف کی طرح ناف کے نیچے ہی ان کی مشہور روایت ہے۔

دوسری روایت سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر۔

تیسری روایت اختیار ہے کہ نماز پڑھنے والا جس طرح چاہے باندھ لے۔(آئمہ کے دلائل آگے روایت میں آرہے ہیں)

نوٹ: امام مالک، حسن بصری، لیث بن سعد، ابن زبیر وغیرہ کے نزدیک ہاتھ کا باندھنا منقول نہیں ہے کہ وہ ارسال کو فرماتے ہیں۔ایک روایت امام مالک کی یہ بھی ہے کہ فرائض میں ارسال کرے اور نوافل میں ہاتھ باندھ لے مگر ارسال کی روایت ان کی مشہور ہے۔

یتواضع للّٰہ تعالٰی: اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرتے ہوئے۔یہ احناف کی عقلی دلیل ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور یہی مقصود ہے کہ آدمی احکم الحاکمین کے سامنے اس طرح عاجزی اور تواضع کے ساتھ کھڑا ہو جیسے کہ غلام اور نوکر آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہوں اور بزرگوں کے ہاں یہی قاعدہ ہوتا ہے کہ خدام بالکل نیچے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو
لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ روایات کے تعارض کے وقت ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا تو وہ بھی احناف کی تائید میں ہے کیونکہ ناف پر ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ لائق ہے۔ہاں عورتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو اس لئے احناف نے فرمایا ہے کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔[۳]

نیز یہ حالت اقرب الی الخشوع بھی ہے۔

شارح نقایہ نے کہا کہ تحت السرۃ اور علی الصدر میں جب تعارض ہوا تو ہم نے عرف پر بھی ایک نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ عرف میں بھی تعظیم کے لئے کھڑا ہونے والا اپنا ہاتھ تحت السرۃ رکھتا ہے نہ کہ سینہ پر۔

(۱) کتاب الام۔

(۲) ہدایہ نے امام شافعی کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔یہ مذاہب عمدۃ القاری ۱۶/۳ اور تعلیق الصبیح ۳۵۰/۱ میں بھی مذکور ہیں۔

(۳) دیکھیں فتح القدیر، بذل المجہود ۲۶/۲۱ فتح الملہم ۴۰/۲۔



۱۲۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ صَبِيْحٍ عَنْ اَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ﴾

”حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔“

لغات: يَضَعُ: وَضَعَ(ف)وَضْعًاوَمَوْضِعًاوَمَوْضُوعًا الشَّيْئَ۔ رکھنا۔

نأخذ: اَخَذَ(ن)اَخْذًاو تَأخذًا۔ لینا۔ ہ وبہٖ پکڑنا۔ یہ فعل مضارع معروف جمع متکلم کا صیغہ ہے۔(ہفت اقسام میں مہموز الفاء ہے۔)

تشریح

احناف وغیرہ کے دلائل

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے سلسلہ میں احناف چند احادیث مرفوع اور موقوف کو پیش کرتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

❶ علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللّٰہ عنہ قال رایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ۔[1]

❷ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے۔ ان من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ۔[2]

اس اثر میں ان من السنۃ ہے یہ بات اصول حدیث والوں پر مخفی نہیں ہے کہ جب کوئی صحابی کسی عمل کو سُنّت کہتا ہے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہو جاتی ہے۔

❸ اثر ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ۔

❹ اثر انس رضی اللّٰہ عنہ، قال ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار تاخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسریٰ فی الصلوۃ تحت السرۃ۔[3]

❺ حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز رضی اللّٰہ عنہ او سالت قال قلت کیف ایضع قال یضع باطن کف

یمینه علی ظاهر کف شماله ویجعلهما اسفل من السرة۔[۴]

ہاتھ باندھنے کا طریقہ

اس مسئلہ میں مشائخ احناف کے کئی اقوال ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں روایات بھی مختلف ہیں:

1. دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے۔(روایت وائل بن حجرؓ)
2. بائیں کو دائیں سے پکڑنے کا ذکر ہے۔(روایت قبیصہ بن ہلب عن ابیہؓ)
3. دائیں ہاتھ کو بائیں بازو پر رکھنے کا ذکر ہے۔(روایت سہل بن سعد)

ان سب روایات میں تطبیق بعض علماء نے اس طرح کی ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا جائے اور پھر خنصر اور ابہام سے حلقہ بنالیا جائے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رکھ لی جائیں۔ احناف کے نزدیک یہ طریقہ پسندیدہ اس لئے ہے کہ اس میں تینوں روایات پر عمل ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ پر رکھا تو پہلی روایت پر عمل ہو گیا اور جب خنصر اور ابہام کا حلقہ بنایا تو اب دوسری روایت پر عمل ہو گیا اور جب تین انگلیوں کو بائیں بازو پر رکھا تو تیسری روایت پر عمل ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

شوافع کا استدلال

امام شافعیؒ بھی اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے کئی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

1. حدیث طاؤس قال كان النبی صلی اللہ علیه وسلم یضع یده الیمنی علی یده الیسری ثم یشد بهما علی صدره وهو فی الصلوة۔[۵]
2. حدیث قبیصة بن هلب عن ابیه رضی اللّٰه عنه قال رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن یساره ورأیته یضع هذه علی صدره ووصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل۔[۶]
3. حدیث وائل بن حجر رضی اللّٰه عنه قال صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فوضع یده الیمنی علی یده الیسریٰ علی صدره۔[۷]

احناف ان سب کے جوابات دیتے ہیں

پہلی حدیث طاؤس کی اس کے بارے میں احناف فرماتے ہیں:

1. ایک تو یہ مرسل ہے اور

❷ اس کی سند میں سلمان بن موسیٰ ہے جس کے بارے میں تہذیب التہذیب ۲/۱۲۶ میں ہے وعندہ وفی حدیث بعض لین تقریب ۱۲۶۔

دوسری روایت قبیصہ بن ہلب کی یہ روایت دارقطنی ۱/۲۷۵ مسند احمد ۵/۲۲۶ وغیرہ بھی ہے مگر:

❶ اس میں علی صورہ کے الفاظ نہیں ہیں اور

❷ اس کی سند میں سماک بن حرب راوی ہیں جن کے بارے میں جرح کیا گیا ہے۔[8]

اور متن میں یضع ھذہ علی ھذہ تھا جس کو غلطی سے یضع ھذہ علی صدرہ بنا دیا گیا۔

تیسری روایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ہے:

❶ اس کی سند میں محمد بن حجر الحضرمی ہیں جن پر جرح کی گئی ہے۔[9]

❷ اور دوسرا راوی اس میں سعید بن عبد الجبار بھی ہے اس پر بھی جرح ہے۔[10]

❸ اور یہ روایت بھی کئی کتابوں میں موجود ہے مگر اس میں علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں مثلاً نسائی کتاب الصلوۃ ۱/۱۴۱ مسند احمد ۴/۳۱۶ وغیرہ۔

❹ اور اس روایت کا مدار مؤمل بن اسمٰعیل پر ہے اس کے بارے میں خود ابن حجر رحمہ اللہ[11] فرماتے ہیں کہ مؤمل بن اسمٰعیل عن سفیان الثوری کا طریق ضعیف ہے اور یہ روایت اسی طریق سے مروی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ سفیان ثوری خود وضع الیدین تحت السرۃ کے قائل ہیں۔

---

(۱) رواہ آثار السنن (باب فی رفع الیدین تحت السرۃ) اور مصنف بن ابی شیبہ کے بعض نسخہ میں موجود ہے۔

بعض لوگوں نے اس حدیث پر سوال کیا ہے کہ یہ روایت کمزور ہے اس لئے اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ ایک تو یہ کہ مصنف کے عام نسخوں میں یہ روایت موجود نہیں دوسرا یہ کہ اس کے متن میں بھی اضطراب ہے بعض میں "علی صدرہ" بعض میں "..... صورہ" اور بعض میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ اگرچہ کمزور ہے مگر جب اس کی دوسرے آثار سے تائید ہو گئی تو اب اس میں قوت آگئی۔

(۲) رواہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۱ وضع الیمین علی الشمال (مع اختلاف یسیر) ابوداؤد، ابن الاعرابی، کمافی بذل المجہود، مسند احمد ۱/۱ بیہقی ۲/۳۱ معارف السنن ۲/۴۱۔ ۴۴۴۔

(۳) ملخصاً من الجواہر النقی علی السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱، ۳۲۔

(۴) آثار السنن باب فی وضع الیدین تحت السرۃ رقم الحدیث ۳۳۱ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۰، ۳۹۱ باب وضع یمین علی الشمال۔

(۵) رواہ ابوداؤد فی ارایسل اسنادہ ضعیف۔　(۶) رواہ احمد و ترمذی ۱/۵۹۔

(۷) رواہ ابن خزیمۃ فی حصہ وفی اسنادہ نظر زیادۃ علی صورہ غیر محفوظۃ نقلہ آثار السنن رقم الحدیث ۳۲۵۔

(۸) دیکھیں میزان الاعتدال ۲/۲۳۲، ۲۳۴۔　(۹) دیکھیں میزان الاعتدال ۳/۵۱۱۔

(۱۰) دیکھیں میزان الاعتدال ۲/۱۴۷۔　(۱۱) فتح الباری ۹/۲۰۶۔

بَابُ الْوِتْرِ وَمَا يُقْرَأُ فِيهَا

وتر اور جو اس میں پڑھا جائے گا اس کا بیان

وتر کا معنی فرد اور طاق بے جوڑ کے ہیں۔ واو کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح سے پڑھنا جائز ہے جیسے وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ عرب استعمال کرتے ہیں۔ وترہ، اوتر وترا وایتارا الشئی اس نے طاق بنایا، وتر کا لفظ تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ① جفت رکعات کو طاق بنانا، ② وتر کی نماز پڑھنا، ③ مع تہجد وتر پڑھنا۔

۱۲۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدُ الْيَامِيُّ عَنْ ذَرِّ الْهَمَدَانِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ النَّبْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" وَفِي الثَّانِيَةِ "قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" يَعْنِيْ "قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" وَهِيَ هٰكَذَا فِيْ قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَفِي الثَّالِثَةِ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" قَالَ مُحَمَّدٌ اِنْ قَرَأْتَ بِهٰذَا فَهُوَ حَسَنٌ وَمَا قَرَأْتَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي الْوِتْرِ مَعَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهُوَ اَيْضًا حَسَنٌ۔ اِذَا قَرَأْتَ مَعَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ بِثَلَاثِ آيَاتٍ فَصَاعِدًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ﴾

"حضرت عبدالرحمٰن بن نبری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی دوسری (رکعت) میں "قل للذین کفروا" یعنی "قل یا ایھا الکافرون" اور تیسری (رکعت) میں "قل ھو اللّٰہ احد" کو پڑھا جائے گا۔ امام محمدؒ نے فرمایا آپ اگر یہ پڑھیں تو بہت اچھا ہے ورنہ سورہ فاتحہ کے ساتھ آپ قرآن مجید کی کوئی سورت بھی پڑھ لیں تب بھی صحیح ہے جبکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ تین آیات یا اس سے زیادہ پڑھیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔"

لغات: الوتر: اَلْوَتْرُ والْوِتْرِ۔ بے جوڑ۔ طاق۔ بدلہ یا بدلہ لینے میں ظلم (جمع) اَوْتَارٌ وَتَرَ (ض) وَتْرًا وَتِرَةً۔ (ہفت اقسام میں معتل فاء یعنی مثال ہے)

فَصَاعِدًا: صاعد (فاعل) کہا جاتا ہے کہ "بَلَغَ كَذَا فَصَاعِدًا" یعنی اس سے اوپر۔ اور یہ باعتبار فالیت کے

منصوب ہوتا ہے۔ صَعِدَ(س)صُعُوْدًاوصَعَدًاوصُعُدًافی السُّلَّمِ: سیڑھی چڑھنا۔ بہٖ چڑھانا۔

تشریح

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرء فی الوتر فی الرکعۃ الاولی: اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی تینوں رکعات میں قراءت پڑھنا ضروری ہے۔

سوال: جبکہ وتر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے اور یہ مشابہ مغرب کی نماز کے ہے تو جس طرح مغرب میں پہلی دو رکعات میں قراءت ہوتی ہے تیسری میں نہیں تو وتر میں بھی تیسری رکعت میں قرات نہیں ہونی چاہئے۔

جواب: اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر واجب ہے مگر جمہور فقہاء اس کو سُنّت کہتے ہیں۔ اس لئے اس میں سُنّت ہونے کا بھی شبہ موجود ہے تو اب احتیاطاً تینوں میں ہی قرات کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی۔

فی الرکعۃ الاولی "سبح اسم ربک الاعلی" وفی الثانیۃ الخ: جیسے کہ ابھی گزرا کہ وتر کی تینوں رکعات میں قراءت ہوگی اور قراءت عام ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات استدلال قرآن کی اس آیت سے کرتے ہیں فَاقْرَءُوْامَاتیسر من القرآن یعنی جو آسان ہو قرآن سے پڑھے۔ مگر بہتر ہے کہ اس میں پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ دوسری رکعت میں سورت کافرون اور تیسری رکعت میں سورت اخلاص پڑھی جائے۔ ایک دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جس میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلی" اور دوسری رکعت میں "قل یایھا الکافرون" اور تیسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" اور معوذتین پڑھتے تھے۔

مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کو لازم نہ سمجھ لیں کیونکہ دائمی طور سے کسی سورت کو متعیّن کرنا کسی معین نماز میں یہ مکروہ ہے۔

مگر علامہ اسبیجابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر سُنّت کے طور پر تبرکاً سورت الاعلیٰ، سورۃ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھے اور اس کی تعیین کو ضری نہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت سعید رحمہ اللہ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام سعید بن عبدالرحمٰن بن نبری الخزاعی ہے۔

اساتذہ: یہ اپنے والد عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن عباس، واثلہ وغیرہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ: جعفر طلحہ بن مصرف، قتادہ وغیرہ ان سے روایت نقل کرتے ہیں۔
محدثین ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔
مزید حالات تہذیب التہذیب میں دیکھیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن نبری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات: یہ قبیلہ خزاعی سے تعلق رکھتے تھے یہ مولیٰ تھے نافع بن حارث کے۔

اساتذہ: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عمار، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم وغیرہ سے احادیث نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ: ابن سعید، عبداللہ بن المجالد، شعبی، ابواسحاق السبیعی وغیرہ ان سے روایات کرتے ہیں۔
مزید حالات تہذیب التہذیب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت زبید الیامی کے مختصر حالات:

اساتذہ: عبدالرحمٰن بن ابی اوفی، مجاہد، ابراہیم النخعی، ابراہیم التیمی، عمارہ بن عمیر، ابووائل وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

تلامذہ: الاعمش، شعبہ، زہیر، سفیان ثوری، جریر بن حازم، سعر، منصور، مغیرہ وغیرہ ان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔
ابن حبان، یحییٰ بن معین، ابوحاتم، نسائی وغیرہ ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں اور عجلی فرماتے ہیں کہ ثقۃ ثبت فی الحدیث۔

وفات: ۱۲۲ ہجری میں انتقال ہوا۔
مزید حالات تہذیب التہذیب میں دیکھیں۔

حضرت ذر الھمدانی کے مختصر حالات:

اساتذہ: عبداللہ بن شداد، سعید بن عبدالرحمٰن بن البزی، سعید بن جبیر، وائل بن مہانہ وغیرہ سے احادیث نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ: ان کے بیٹے عمرو، منصور، حکم بن عتیبہ، مسلمہ بن سہیل، حبیب بن ابی ثابت، حصین بن عبدالرحمٰن، طلحہ بن مصرف، عطاء بن السائب وغیرہ ان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔
ابن حبان، یحییٰ بن معین، ابن خراش، نسائی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور ابوحاتم صدوق کہتے ہیں امام بخاری فرماتے ہیں صدوق فی الحدیث۔
مزید حالات تہذیب التہذیب میں ملاحظہ فرمائیں۔



۱۲۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنِّيْ تَرَكْتُ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ وَاِنْ لِيْ حُمْرُ النَّعَمِ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ الْوِتْرُ ثَلَاثٌ لَا يُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيْمٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ﴾

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں خواہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ ہی کیوں نہ ملیں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ان کے درمیان سلام سے فاصلہ نہیں کریں گے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔"

لغات: اُحِبُّ: واحد مذکر متکلم فعل مضارع معروف۔ ازافعال بمعنی پسند کرنا۔

تَرَكْتُ: تَرَک (ن) تَرْکًا و تِرْکانًا و اِتِّرَکَهٗ چھوڑنا۔ یہ فعل ماضی معروف واحد متکلم کا صیغہ ہے۔

حمر النعم: سرخ اونٹ، عرب میں سب سے بہتر مال سمجھا جاتا تھا۔

تشریح

اس اثر میں دو مسئلے بیان کئے جا رہے ہیں۔

پہلا مسئلہ انی ترکت الوتر بثلاث: کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں۔

وتر کی کتنی رکعات ہیں؟

اس میں چار اقوال ہیں:

پہلا مذہب: حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، عطاء ابن ابی رباح، سعید بن المسیب رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک وتر کی صرف ایک ہی رکعت ہے۔[1]

دوسرا مذہب: امام احمد، ایک بھی جائز ہے مگر تین رکعات بہتر ہیں۔[2]

تیسرا مذہب: امام شافعی کا، ان کے اس میں تین اقوال ہیں:

❶ ایک رکعت مفتی بہ قول،

❷ تین رکعات ایک سلام،

❸ تین رکعات دو سلام سے۔

چوتھا مذہب: حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، امام ابوحنیفہ، امام مالک،[۳] فقہاء سبعہ، اہل کوفہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، اکثر اہل علم رحمہم اللہ[۵] وغیرہ کے نزدیک تین رکعات ہیں ایک سلام کے ساتھ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اس میں فقہاء کے دو مذہب ہوئے ایک امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد کا کہ وہ تین رکعات وتر کے قائل ہیں اور دوسرا مذہب امام شافعی کا کہ وہ ایک رکعت کے قائل ہیں۔

امام شافعی کے دلائل

حدیث عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ والوتر رکعۃ من آخر الیل۔[۶]

حدیث حضرت ابو ایوب انصاری ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل۔[۷]

آئمہ ثلاثہ کے دلائل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول۔

❶ حدیث سعد بن ہشام ان عائشۃ حدثت ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر۔[۸]

❷ حدیث عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الوتر ثلاث کثلاث المغرب۔[۹]

❸ حدیث عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال صلوۃ المغرب وتر النہار فاوترو اصلوۃ اللیل۔[۱۰]

❹ حدیث عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعًا...... اس کے آخر میں ہے ثم یصلی ثلاثًا۔[۱۱]

صحابہ وتابعین کے معمولات وتر کی رکعات کے بارے میں

❶ اثر مسعود بن مخزمۃ رضی اللّٰہ عنہ قال دفنا ابابکر رضی اللّٰہ عنہ لیلۃ فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ انی لم اوتر

فقام فصففنا وراءفصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرھن۔[12]

❷ اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال الوتر ثلاث کوتر النہار صلوۃ المغرب۔[13]

❸ اثر انس رضی اللہ عنہ قال الوتر ثلث رکعات وکان یوتر بثلث رکعات۔[14]

❹ اثر اذان ابی عمران علیا کرم اللہ وجھہ کان یفعل ذالک۔[15]

❺ اثر عطاء قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الوتر کصلوۃ المغرب۔[16]

❻ اثر ابی غالب ان ابا امامۃ رضی اللہ عنہ کان یوتر بثلاث۔[17]

❼ اثر علقمۃ قال الوتر ثلاث۔[18]

❽ اثر ابی الزناد عن السبعۃ سعید بن المسیب وعروۃ الزبیر الخ۔[19]

امام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل کے جوابات

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

فیحتمل ان یرید بقولہ صلی رکعۃ واحدۃ ای مضافۃ الی رکعتین مما مضی۔

"احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ گزشتہ دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر تین وتر پڑھتے[20] یعنی دو رکعت میں ایک رکعت ملا کر تین کر کے اس کو وتر بنا دیا جائے۔"

دوسری جگہ پر فرمایا:

صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی۔

"رات کی نماز دو دو رکعت ہے پس جب تم میں سے کسی کو صبح کے طلوع ہونے کا خطرہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لے جو اس کی پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔"

اور خود عبداللہ بن عمر تین رکعات وتر کے قائل ہیں:

ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کان یقول صلوۃ المغرب وتر النہار۔[21]

"نماز مغرب دن کی وتر ہے۔"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب:

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ موقوف ہے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی پر یہ مرفوع روایت نہیں ہے۔[22]

دوسرا جواب یہ ہے کہ خود حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ الوتر حق واجب فمن شاء فلیوتر بثلاث۔[23]

ابن ابی شیبہ نے حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لا یسلم الافی اٰخرھن۔

امام طحاوی کی نظر

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ وتر کی رکعات تین ہوں کیونکہ نمازِ وتر دو حال سے خالی نہیں کہ یہ فرض ہوگی یا سنت۔ اگر فرض ہے تو فرائض کی دو تین اور چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ وتر کی رکعات نہ چار ہیں اور نہ ہی دو اس لئے تین رکعات کا ہونا متعیّن ہوا۔ اگر وتر کی نماز کو سُنّت مانا جائے تو ایسی کوئی سُنّت نہیں جس کی نظیر فرض میں نہ ہو تو فرائض میں اس کی نظیر صلوۃ مغرب ہے اس کی تین رکعات ہی ہوتی ہیں۔ فثبت ان الوتر ثلاث۔

دوسرا مسئلہ

لا یفصل بینھن بتسلیم: ان کے درمیان سلام سے فاصلہ نہیں کریں گے۔

تین رکعات وتر ایک سلام سے ہے یا دو سلام سے

اس میں دو مذہب ہیں:

امام مالک ایک قول امام احمد، امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں مگر دو رکعت پر سلام کے ذریعہ سے فصل کرنا لازم ہے۔

دوسرا مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، فقہاء سبعہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک وغیرہ رحمہم اللہ وتر تین رکعت ہے اور ایک ہی سلام کے ساتھ تین رکعات ہیں۔(۲۴)

امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا استدلال

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انه کان یفصل بین شفعه و وتره بتسلیمة واخبر ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذالک۔(۲۵)

احناف وغیرہ کا استدلال

(۱) حدیث عائشة رضی اللہ عنها قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی .

آخرھن۔[۲۶]

❷ حدیث ثابت رضی اللہ عنہ قال صلی ابی انس الوتر وانا خلفہ وام ولدہ خلفنا ثلاث رکعات لم یسلم الافی آخرھن ظننت انہ یرید ان یعلمنی۔[۲۷]

❸ حدیث ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر سبح اسم ربک الاعلی وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یاایھا الکافرون وفی الرکعۃ الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الافی آخرھن۔[۲۸]

❹ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوہ المغرب وتر النھار فاوتروا صلوۃ اللیل۔[۲۹]

❺ مسعود بن مخزمۃ کا پہلے اثر گزر چکا ہے کہ قال دفنا ابابکر فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الافی اخرھن۔[۳۰]

جوابات امام مالک کی دلیل کے

احناف فرماتے ہیں کہ ابن عمر کی روایت میں سلام سے تشہد مراد ہے یعنی السلام علیک ایھا النبی الخ پڑھنا مراد ہے یہ الگ بات ہے کہ ابن عمر السلام علیک ایھا النبی الخ کو فسخ الصلوۃ سمجھتے تھے جیسے کہ فرمایا لایسلم فی المثنی الاولی کان یری ذلک فسخا الصلوۃ [۳۱] اور دوسری جگہ آتا ہے انہ کان لایقول فی الرکعتین السلام علیک ایھا النبی۔[۳۲]

ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر تشہد پڑھنے کو فسخ الصلوۃ سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے روایت بیان کی ہے کہ تیسری رکعت کے درمیان سلام سے فصل کیا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اعلم الناس بوتر سب سے زیادہ وتر کے بارے میں جاننے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں انہوں نے کہیں بھی دو سلاموں کا تذکرہ نہیں فرمایا۔[۳۳]

تیسرا جواب، اکابر صحابہؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ تین رکعات ہوں اور درمیان میں سلام نہ ہو مثلاً:

اثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہ قال ما احب انی ترکت الوتر بثلاث وان لی حمر النعم۔[۳۴]

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان علیا کان یوتر بثلاث۔[۳۵]

اثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارھون مایکون الوتر ثلاث رکعات۔[۳۶]

اثر حذیفۃ بن الیمان۔[۳۷]

اثر ابن عباس الوتر کصلوۃ المغرب۔[۳۸]

اثر ابی بن کعب رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث رکعات کان یقرأ فی الاولی سبح اسم ربک الاعلیٰ الخ۔[۳۹]

اور بھی متعدد روایات ہیں۔[۴۰]

چوتھا جواب، فقہاء سبعہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن۔[۴۱]

پانچواں جواب، متعدد احادیث میں نماز مغرب کو وتر النھار اور نماز وتر کو وتر اللیل کہا گیا ہے تو مغرب کی نماز بالاتفاق تین رکعات ایک سلام سے ہے تو وتر میں ایک سلام سے تین رکعات ہوں گی۔

چھٹا جواب، جیسے کہ پہلے بھی حسن بصری کا قول نقل کیا گیا تھا اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اخرھن۔[۴۲]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حالات باب الوضوء میں گزر چکے ہیں۔

(۱) معالم السنن۔

(۲) میزان شعرانی۔

(۳) امام مالک، کے نزدیک ایک رکعت وتر جائز ہی نہیں ہے کذا فی مؤطا امام مالک ۱۰باب الامر بالوتر۔

(۴) اس کی صحیح روایت تین رکعات کی ہے کذا معارف السنن ۴/۲۲۰۔

(۵) عمدۃ القاری۔

(۶) مسلم ۱/۲۵۷۔

(۷) نسائی ۲۴۹ ابوداؤد ۱/۲۰۱ ابن ماجہ ۸۴ وغیرہ۔

(۸) نسائی ۱/۲۴۸ مؤطا امام محمد ۱۵۱۔

(۹) مجمع الزوائد ۲/۲۴۲۔

(۱۰) مصنف عبد الرزاق ۳/۲۸۔

(۱۱) بخاری ۱/۱۵۴ کتاب التہجد (باب قیام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ)، مسلم ۱/۲۵۴ (باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی اللیل وغیرہ)

(۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۳ طحاوی ۱/۱۴۳ مصنف عبد الرزاق ۳/۲۰۔

(۱۳) طحاوی ۱/۱۴۳ مؤطا محمد ۱۵۰ مصنف عبد الرزاق ۳/۱۹۔

(۱۴) طحاوی ۱/۱۴۲ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۹۳۔

(۱۵) مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۹۳۔

(۱۶) مؤطا محمد ۱۵۰۔

(۱۷) طحاوی ۱/۱۴۲ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۹۴۔

(۱۸) مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۲۹۴۔
(۱۹) فقہاء سبعہ کا عمل تین وتر کا نقل کیا ہے دیکھو طحاوی ۱/ ۱۵۴۔
(۲۰) فتح الباری ۲/ ۲۸۴۔
(۲۱) مؤطا مالک ۴۴۔
(۲۲) التلخیص الحبیر ۲/ ۱۳۔
(۲۳) التلخیص الحبیر ۲/ ۱۳۔
(۲۴) معارف السنن ۴/ ۱۶۷تا ۴/ ۱۶۹ تحفۃ الاحوذی ۱/ ۳۳۹ امانی الاحبار ۴/ ۱۹۰ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/ ۲۳۶ تا ۲۳۹ بذل المجہود ۲/ ۲۲۴۔
(۲۵) آثار السنن صفحہ ۱۵۸ الطحاوی فی اسنادہ مقال۔
(۲۶) حاکم، تلخیص الحبیر، زرقانی شرح مؤطا وغیرہ۔
(۲۷) طحاوی۔ (۲۸) نسائی۔ (۲۹) مسند احمد۔
(۳۰) طحاوی، مصنف ابن ابی شیبہ۔
(۳۱) مصنف عبد الرزاق ۲/ ۲۰۴۔
(۳۲) مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۲۹۔
(۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گیارہ شاگردوں نے روایت نقل کی ہے سب ہی تین رکعت نقل کرتے ہیں: ① سعد بن ہشام ② عبداللہ بن شقیق ③ عروہ بن زبیر ④ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن ⑤ حضرت اسود بن یزید ⑥ مسروق ⑦ ابو موسیٰ اشعری ⑧ عبداللہ بن قیس ⑨ سعید بن مسیب ⑩ عمرہ بنت عبد الرحمٰن ⑪ یحییٰ ابن جزاء (طحاوی میں پوری تفصیل ہے)۔
(۳۴) مؤطا امام محمد ۱۴۵ و کتاب الآثار۔
(۳۵) کنز العمال ۸/ ۴۲ ترمذی ۱/ ۸۶۔
(۳۶) مؤطا امام محمد ۱۴۶ باب السلام فی الوتر۔
(۳۷) عمدۃ القاری ۳/ ۶۲۶ معارف السنن ۴/ ۲۲۶۔
(۳۸) مؤطا امام محمد ۱۴۶ باب السلام فی الوتر۔
(۳۹) نسائی ۱/ ۲۴۰ باب کیف الوتر بثلاث۔
(۴۰) اعلاء السنن ۶/ ۴۱ معارف السنن ۲۲۱ وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔
(۴۱) طحاوی ۱/ ۱۴۵۔ (۴۲) مصنف ابن ابی شیبہ، اعلاء السنن ۶/ ۴۱ معارف السنن ۴/ ۲۲۱۔



۱۲۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ وَلَمْ يُوْتِرْ فَلَا وِتْرَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا يُوْتِرُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اِلَّا فِيْ سَاعَةٍ تُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلٰوةُ، حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ اَوْيَنْتَصِفُ النَّهَارُ حَتّٰى تَزُوْلَ اَوْعِنْدَ اِحْمِرَارِ الشَّمْسِ حَتّٰى تَغِيْبَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر صبح ہو جائے اور کسی نے وتر نہیں پڑھے ہوں تو اب اس کے لئے وتر نہیں رہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہم اس کے قائل نہیں ہر صورت میں وتر پڑھنے ہوں گے الا یہ کہ سورج نکل رہا ہو یا زوال کا وقت ہو اس میں جب تک زوال نہ ہو جائے یا سورج میں سرخی ہو اور وہ جب تک غروب نہ ہو جائے یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: حَالٍ: (ن) حَولاً و حَؤولاً۔ الشیئ۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔ حال یہ معتل العین یعنی اجوف ہے۔ حال کے معنٰی کیفیت ہیئت۔

تُکْرَہُ: کَرِہَ(س) کَرْھًا و کُرْھًا و کَرَاھَۃً و کَرَاھِیَۃً و مَکْرَھَۃً و مَکْرُوھَۃً الشیئ۔ ناپسند کرنا۔

تشریح

اس اثر میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:

پہلا مسئلہ

یوتر علی کل حال: وتر ہر صورت میں پڑھنے ہوں گے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ وتر واجب ہے یا سُنت یا فرض اس میں دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب: امام ابوحنیفہ کا آخری قول، سعید ابن مسیب، ابو عبیدہ بن عبداللہ، ضحاک، مجاہد نماز وتر واجب ہے۔

دوسرا مذہب: امام ابویوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک، امام احمدؒ، جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک نماز وتر سُنت ہے۔[1]

تیسرا مذہب: وتر کی نماز فرض ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، ابراہیم نخعی، ایک روایت امام ابوحنیفہ کی، امام زفر، مالکی مذہب سے...... اصبغ، ابن عربی وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔

دوسرے مذہب والوں کے دلائل

❶ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ الوتر لیس بحتم کصلوۃ المکتوبۃ ولکن سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

❷ روایت عبادۃ بن صامت کا اثر جب ان سے سوال کیا گیا کہ فلاں شخص وتر کو واجب کہتا ہے تو فرمایا۔ کذب۔[۲]

❸ روایت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان اللہ افترض علیھم خمس صلوت فی کل یوم ولیلۃ۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال

❶ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن وترہ او نسیہ فلیصلہ اذا اصبح او ذکرہ۔[۳]

وتر کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اگر واجب نہ ہوتی تو قضاء کا حکم کیوں ہوتا۔

❷ عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔[۴]

❸ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ امدکم بالصلوۃ ھی لکم خیر من حمر النعم۔[۵]

❹ حدیث ابن عباس قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم متبشرا فقال ان اللہ تعالٰی قد زادکم صلوۃ وھی الوتر۔[۶]

جوابات دوسرے مذہب والوں کے دلائل کے

پہلی دلیل: حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب یہ ہے کہ اس میں نفی وجوب کی نہیں بلکہ فرضیت کی نفی ہے۔ امام ابوحنیفہ فرضیت صلوۃ خمسہ کی طرح اس کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اس کے انکار کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔[۷]

دوسری دلیل: عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب یہ دیا جائے گا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرضیت کی نفی فرمائی تھی نہ کہ وجوب کی۔

تیسری دلیل: حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وتر عشاء کے تابع ہے اس لئے اس کو مستقل شمار نہیں کیا جاتا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں خمس صلوات سے مراد پانچ فرائض ہیں وتر فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔

تطبیق

بعض مشائخ نے فرمایا کہ وتر عملاً تو فرض ہے اور اعتقاداً واجب ہے اور ثبوتاً سُنّت ہے۔

دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک فرض اور واجب کے درمیان وجوب کا کوئی درجہ نہیں۔ صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک درمیان میں واجب کا درجہ ہے اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو واجب فرمایا اور آئمہ ثلاثہ وغیرہ کے نزدیک واجب کا درجہ نہیں اس لئے انہوں نے اس کو لفظاً (سُنّت مؤکدہ) کہا لہٰذا دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ (۸) اسی وجہ سے دونوں مذہب والوں کے نزدیک وتر کی قضا ہے۔ (۹)

دوسرا مسئلہ

تکرہ فیھا الصلوۃ حین تطلع الشمس الخ: کہ جس وقت میں نماز مکروہ ہے جبکہ سورج نکل رہا ہو یا زوال کا وقت ہو۔

اس میں مسئلہ یہ ہے کہ وتر کی قضاء ہوگی یا نہیں۔

اس میں تو سب ہی کا اتفاق ہے کہ وتر کی قضاء کی جائے گی اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً:

❶ حدیث عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصبح فیو تر۔

❷ حدیث ابو ھریرۃ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اصبح احدکم ولم یو تر فلیو تر۔ (۱۰)

❸ حدیث ابو سعید خدری قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من نام عن وترہ او نسیہ فلیصلہ اذا ذکرہ۔ (۱۱)

❹ حدیث ابو الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال ربما رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یو تر وقد قام الناس لصلوۃ الصبح۔ (۱۲)

وتر کب تک قضاء کر سکتا ہے

اس میں فقہاء کے کل آٹھ اقوال ہیں:

پہلا قول: فجر کی نماز سے پہلے پہلے کر سکتا ہے۔ یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، اسحاق راہویہ، حسن

بصری، مکحول، قتادہ، مسروق، ابوایوب، امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہ رحمہم اللہ کا ہے۔

دوسرا قول: دوسرے دن کے زوال شمس تک۔ یہ قول ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، امام شعبی، طاؤس، حماد بن سلمان، مجاہد وغیرہ کا۔

تیسرا قول: دوسرے دن طلوع آفتاب سے پہلے پہلے قضاء کر سکتا ہے اگرچہ فجر کی نماز پڑھ چکا ہو۔ یہ قول ہے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا۔

چوتھا قول: دوسرے دن مغرب تک عشاء کے بعد قضا نہ کرے تاکہ ایک رات میں دو وتروں کو جمع کرنا لازم نہ ہو جائے یہ قول ہے امام اوزاعی رحمہ اللہ کا۔

پانچواں قول: فجر کی نماز کے بعد دن میں اس کی قضا نہ کرے کیونکہ وتر تو رات کی نمازوں میں سے ہے اس کو رات کو قضا کرے مگر دوسرے دن کی وتر سے پہلے پہلے۔ یہ قول ہے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا۔

چھٹا قول: دوسرے دن میں جب دل چاہے پڑھ لے اگر دن میں نہ پڑھ سکا اور رات آجائے تو اب قضاء نہ کرے تاکہ دونوں وتر مل کر شفع نہ بن جائے حالانکہ وتر تو طاق ہے۔ یہ قول بھی حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔

ساتواں قول: جب بھی یاد آئے پڑھ لے بشرطیکہ بھولے سے چھوٹ گئی ہو اور اگر جان بوجھ کر چھوڑی ہے تو اب اس کی قضا ممکن نہیں ہے۔ یہ قول ہے شیخ ابن حزم رحمہ اللہ کا۔

آٹھواں قول: ہر وقت قضا کر سکتا ہے دن میں بھی رات میں بھی اس کو قضا کرنا ضروری ہوگا خواہ کتنے بھی دن گزر جائیں۔ یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور شوافع کا مفتی بہ قول ہے۔

---

(۱) بذل المجہود ۲/۲۲۰ نیل الاوطار ۲/۲۷۵ بدایۃ المجتہد ۱/۱۸۹ اوجز المسالک ۱/۴۲۹ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/۳۳۶ تا ۱/۳۳۹ احناف کا فتویٰ واجب کے قول پر ہے اسی کے بارے میں مبسوط، عنایہ، تبیین الحقائق نے اسی کو ظاہر مذہب کہا اور اس کو فتاویٰ خانیہ اور کافی نے اصح کہا ہے۔

(۲) ابوداؤد، باب فیمن لم یوتر ۱/۲۰۱۔

(۳) دار قطنی ۲/۲۲ کتاب الوتر (من نام عن وترہ او نسیہ)

(۴) ابوداؤد ۱/۲۰۱ باب فیمن لم یوتر۔

(۵) ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، طحاوی، دار قطنی، طبرانی، حاکم وغیرہ۔

(۶) طبرانی، دار قطنی۔

(۷) ہدایہ کی عبارت یہ ہے وانمالا یکفر جاحدہ۔

(۸) معارف السنن ۱۷۲/۴(باب ماجاء فی فضل الوتر)

(۹) ہدایہ کی عبارت یہ ہے ولھٰذا وجب القضاء بالاجماع۔

(۱۰) مسند احمد،طبرانی فی اوسط۔

(۱۱) بیہقی،حاکم۔

(۱۲) ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ،دارقطنی(بالاختلاف الیسیر)



بَابُ مَنْ سَمِعَ الْاِقَامَةَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ

وہ شخص جو مسجد میں ہو اور اقامت سن لے اس کا بیان

اس باب میں یہ بیان ہے کہ جب ایک آدمی مسجد میں ہو اور وہاں نماز کی اقامت سن لے تو اب وہاں سے نکلنا کیسا ہے۔ تو اس پر فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں ایسا شخص نماز پڑھ کر ہی نکلے بلکہ بلا نماز نکلنے پر ممانعت آئی ہے۔

جیسے کہ ایک حدیث میں آتا ہے:

قال رسول اللہ اذا اذان المو ذن فلا تخرجوا حتی تصلوا۔[1]

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وھو یرید الرجوع فھو منافق۔[2]

اور جب مؤذن نے اقامت شروع کردی تو اب اگر ایک شخص اپنی فرض نماز بھی پڑھ چکا ہو تب بھی جماعت کے ساتھ نفل کی نیت سے شامل ہو جائے کیونکہ نکلنے کی صورت میں جماعت کی ظاہرا مخالفت لازم آرہی ہے۔ ہاں اگر عصر یا مغرب یا فجر کے وقت میں یہ صورت پیش آجائے تو اب نکل سکتا ہے۔ کیونکہ ان نمازوں میں نفل کی نیت کرنا صحیح نہیں۔

۱۲۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي الْفَرِيْضَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَيُقِيْمُ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ فِي الرَّكْعَةِ قَالَ يُتِمُّ اِلَيْهَا رَكْعَةً اُخْرٰى۔ ثُمَّ يَدْخُلُ فِيْ صَلَاةِ الْقَوْمِ بِتَكْبِيْرٍ فَاِذَا صَلَّى الْاِمَامُ رَكْعَتَيْنِ وَ جَلَسَ فَتَشَهَّدَ سَلَّمَ الرَّجُلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالٍ فِيْ نَفْسِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُكَبِّرُ وَ يُصَلِّيْ مَعَ الْاِمَامِ مَابَقِيَ مِنْ صَلَاتِهٖ تَطَوُّعًا، لَا يَدْخُلُ فِيْ صَلَاةِ الْقَوْمِ اِلَّا فِيْ شَفْعٍ مِنْ صَلَاتِهٖ وَقَالَ عَامِرُ الشَّعْبِيُّ يُضِيْفُ اِلَيْهَا رَكْعَةً اُخْرٰى وَ يَنْصَرِفُ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مُحَمَّدٌ قَوْلُ الشَّعْبِيِّ اَحَبُّ اِلَيْنَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا اگر کوئی شخص مسجد میں فرض نماز پڑھ رہا ہو مؤذن اقامت کہہ دے۔ ابھی پہلی

رکعت میں ہو فرمایا اس کے ساتھ دوسری رکعت ملائے گا پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے گا۔ امام جب دو رکعتیں پڑھ لے۔ اور بیٹھ جائے۔ التحیات پڑھ لے۔ تو یہ شخص دل میں اپنے دائیں بائیں سلام پھیر کر کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے اور امام کے ساتھ باقی نماز نفل کی نیت سے پڑھ لے جماعت میں دو رکعت پوری کر کے داخل ہو۔ عامر شعبیؒ نے فرمایا اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر سلام پھرے پھر جماعت میں شامل ہو۔ امام محمدؒ نے فرمایا حضرت شعبیؒ کا قول ہمیں زیادہ پسند ہے۔ یہی بات امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: یُتِمُّ: ازافعال بمعنی پورا کرنا۔

تکبیر: کَبَّرَ تکبیرًا و کِبَّارًا۔ اللہ اکبر کہنا۔

جَلَسَ: (ض) جُلُوسًا و مَجْلِسًا۔ بیٹھنا۔ صفت جَالِس (جمع) جُلُوس و جُلَّاس۔

تشریح

هو فی رکعة قال یتم الیها رکعة اخری: صورت مسئلہ یہ ہے۔ کہ ایک آدمی نے مسجد میں فرض نماز کی نیت باندھ لی۔ اور پہلی رکعت کا سجدہ بھی کیا ہے اور مؤذن نے اقامت کہہ دی۔ تو اس صورت میں بلا اختلاف یہ شخص ایک اور رکعت ملا کر دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے[۳] مگر اس صورت میں فقہاء نے ایک شرط لگائی ہے کہ اتحاد مکان کی صورت میں یہ مسئلہ ہوگا اگر اتحاد مکان نہ ہو مثلاً وہ گھر پر نماز پڑھ رہا ہے اور مسجد میں اقامت شروع ہوگئی یا یہ ایک مسجد میں تھا۔ دوسری مسجد میں اقامت شروع ہوگئی۔ تو اب پھر نماز کو ختم کر کے جماعت میں شریک ہونا لازمی نہیں۔[۴]

اور اگر اس شخص نے ابھی تک پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اب فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ اپنی نماز کو منقطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے۔ مگر اس صورت میں امام محمدؒ شمس الائمہ سرخسی اور بعض مشائخ کا میلان یہ ہے کہ اس صورت میں بھی پہلی صورت کی طرح ایک اور رکعت ملا کر دو رکعت پوری کر کے سلام پھیرے۔ لانه یمکنه الجمع بین الفضیلتین مگر صاحب ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں جب کہ ابھی تک پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اب یہ اپنی نماز کو توڑ کر جماعت کی نماز میں شریک ہو جائے۔ کیونکہ یہ توڑنا نماز کے اکمال کے لئے ہے۔ سو اس کی اپنی نماز بغیر جماعت کے ناقص تھی اب جماعت کے ساتھ یہ نماز کامل ادا کر رہا ہے۔[۵]

فائدہ

یہاں پر ابن نجیم نے لکھا ہے کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے۔ اور کبھی واجب اور کبھی مستحب اور کبھی مباح۔
حرام اس میں ہے جب کہ بغیر کسی عذر کے نماز کو توڑ دے۔
واجب اس صورت میں ہے جب جان بچانے کے لئے ضرورت ہو۔
مستحب اس صورت میں ہے جب حصول جماعت کے لئے نماز کو توڑے۔
مباح اس صورت میں جب مال کے فوت ہونے کے خوف سے نماز کو توڑے۔(٦)

(۱) نصب الرایۃ۔
(۲) ابن ماجہ۔
(۳) فوائد الظہیریۃ۔
(۴) تبیین الحقائق، کنز الدقائق۔
(۵) فتح القدیر۔ مبسوط سرخسی ۱/ ۴۷ موطا الامام محمد ۱/ ۴۰ مسلک مالکی میں دیکھیں المدونہ ۱/ ۸۷۔
(٦) بحر الرائق مبسوط ۱/ ۴۷ بدائع الصنائع ۱/ ۲۸٦۔
بعض نسخہ میں شمال کا لفظ ہے وہ صحیح نہیں ہے صحیح شمالہ ہے۔
یہاں پر تو بغیر واؤ کے ہے مگر واؤ ہو تو اچھا ہے کذا فی نسخہ آلاستانہ۔



بَابُ مَنْ سُبِقَ بِشَيْئٍ مِنْ صَلَاتِهِ

مسبوق کی نماز کا بیان

۱۲۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَالْقَوْمُ رُكُوْعٌ فَلْيَرْكَعْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَشْتَدَّ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا وَلٰكِنْ يَمْشِيْ عَلٰى هِيْنَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَ الصَّفَّ فَيُصَلِّيْ مَا اَدْرَكَ وَيَقْضِيْ مَافَاتَهُ﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور لوگ رکوع میں ہوں تو بغیر بھاگے جلدی سے رکوع میں شریک ہو جائے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اس کو اختیار نہیں کرتے۔ بلکہ آہستہ اطمینان سے جائے گا یہاں تک کہ صف کو پالے پھر جو رکعت ملی ہے وہ پڑھے گا اور جو فوت ہوئی اس کی قضا کرے گا۔"

لغات: دَخَلَ: (ن) دُخولاً ومَدخلاً۔الدَارَ۔ اندر آنا۔ داخل ہونا۔

يَمْشِي: مَشَى (ض) مَشْيًا وتِمْشَاءً۔ چلنا۔ (ہفت اقسام میں یہ معتل لام ہے یعنی ناقص ہے۔)

تشریح

اذ دخل المسجد و القوم رکوع فلیر کع من غیر ان یشتدا اس میں یہ مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے امام کو رکوع کی حالت میں دیکھا تو اب اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اطمینان سے چل کر صف میں پہنچے اور پھر اگر یہ امام کو رکوع کی حالت میں پالیتا ہے تو بقول حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوہریرہؓ، فقہاء اربعہ خلاصہ یہ کہ تقریباً پوری اُمت کے علماء کا اتفاق ہے کہ اب اس کو وہ رکعت مل گئی۔[1]

مگر بقول حافظ ابن حجرؒ کے امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں لکھا ہے کہ ایسا شخص جو حالت رکوع میں ملے مدرک رکعت نہیں ہے۔[2] اور امام بخاری کے ساتھ علامہ صبغی (شاگرد ابن خزیمہ) بھی ہے۔ اور پھر علامہ شوکانی بھی اسی کے قائل ہوئے مگر بقول مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے علامہ شوکانی نے اپنے فتاویٰ میں اس مذہب سے رجوع کر لیا

تھا۔ [۳]

(۱) یہی بات فقہاء اربعہ کے کتب فقہی سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً عمدۃ القاری، المجموع ۱۱۶/۲ بحرالرائق ۷۷/۲، مدونہ ۷۲/۱۔
(۲) فتح الباری ۹۹/۲ باب السعی الی الصلاۃ۔ امام بخاری بھی اس مسئلہ میں منفرد ہیں معارف السنن ۲۸۰/۳۔
(۳) معارف السنن۔
یہاں پر دخل فی المسجد ہے مگر جامع المسانید میں دخل المسجد ہے جو زیادہ مناسب ہے۔



۱۲۷

﴿مُحَمَّدٌ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فُضَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصرِيِّ عَنْ اَبِی بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰی حَتّٰی وَصَلَ الصَّفَّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ نَرٰی ذٰلِكَ مُجْزِئًا وَلَا يُعْجِبُنَا اَنْ يَفْعَلَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کر لیا پھر چل کر صف میں مل گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری (خیر میں) حرص بڑھائے آئندہ ایسا نہ کرنا۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ایسا کر لیا تو نماز (تو) ہو جائے گی لیکن ہمارے نزدیک یہ پسندیدہ نہیں ہے۔یہی بات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔"

لغات: رَكَعَ: (ف) رَكْعًا و رُكُوْعًا۔ سر جھکانا۔ پشت خم کرنا۔ الی اللّٰہ، اللہ تعالیٰ کے سامنے پشت ہونا۔

وَصَلَ: (ض) وَصْلًا و صِلَةً و صُلَةً الشیئ بالشیئ۔ جوڑنا جمع کرنا۔

تشریح

انہ رکع دون الصف: اگر کسی شخص نے اس طرح کر لیا کہ جب اس نے امام کو رکوع میں دیکھا اور وہ اب تک نمازیوں کی صف تک نہیں پہنچا تھا۔ تو فوراً ہی اس نے جہاں تھا اسی جگہ رکوع کر دیا پھر آہستہ آہستہ صف میں مل گیا تو اس صورت میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: ابراہیم نخعی حماد، ابن ابی لیلی، وکیع اور امام احمدؒ کا ہے یہ سب فرماتے ہیں کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

دوسرا مذہب: جمہور علماء کا ہے جس میں امام مالکؒ، امام شافعی، امام ابوحنیفہؒ، حسن بصری، اوزاعی، بھی ہیں۔ یہ سب فرماتے ہیں اس کے لئے بہتر تو یہی تھا کہ صف میں پہنچ کر پھر تکبیر کہہ کر رکوع پورا کرتا۔ مگر اس نے صف سے ہٹ کر رکوع کر لیا تو اب جلد بازی میں کراہت تو آئے گی مگر اس کی یہ نماز ہو جائے گی۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال

حدیث وابصہ میں آیا ہے: فامرہ ان یعید۔

پہلے مذہب والوں کا جواب یہ ہے کہ اگر نماز نہیں ہوئی جیسے کہ آپ فرماتے ہیں تو اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرہ کو دوبارہ صلوٰۃ کا حکم دیتے مگر آپ نے ایسا نہیں فرمایا اور یہ عمل بھی اچھا نہیں تھا اس لئے آئندہ کے لئے منع فرمایا۔[1]

اس طرح رکعات میں ساتھ شامل ہونا مکروہ تو ہے مگر فساد صلوٰۃ نہیں ہے۔ جیسے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اسی طرح یعنی خلف الصف وہ پوری نماز ادا کرلے تو جائز ہوجائے گی مگر کراہیت آئے گی۔[2] امام طحاویؒ کی عبارت یہ ہے

روی عن جماعة من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انھم رکعوا دون الصف ثم مشوا الی الصف واعتدو ابتلک الرکعة التی رکعوا بھا دون الصف فمن ذالک ماروی عن زید بن وھب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود فادرکنا الامام وھو راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوٰة قمت لاقضی فقال ابن مسعود قد ادرکت الصلوة۔[3]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس نے رکوع خلف الصف کیا حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس رکعت کا اعتبار کیا۔

اسی طرح امام طحاویؒ نے ایک روایت اور بھی نقل کی ہے:

عن خارجة عن زید بن ثابت انه کان یرکع علی عتبة المسجد ووجھه الی القبلة ثم یمشی معترضًا علی شقه الایمن ثم یعتدبھا ای بھذہ الرکعة وصل الی الصف اولم یصل۔[4]

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو وابصہ بن معبد کو اعادہ کا حکم دیا وہ بطور زجر اور تنبیہ کے تھا۔

تیسرا جواب نفی وہاں پر نفی کمال صلوٰۃ ہے کہ نماز میں کمی آتی ہے یہ مطلب نہیں کہ نماز ہی نہیں ہوتی۔

محمد بن مبارک کے مختصر حالات: ان کا پورا نام اس طرح ہے مبارک بن فضالۃ بن ابی امیہ ان کے والد غلام تھے۔ شادی آقا کی لڑکی ہی سے ہوئی تھی۔ جس سے یہ پیدا ہوئے تھے۔ (ابن خلکان)

اساتذہ: حسن بصریؒ۔ بکر بن عبداللہ المزنی وغیرہ ہیں کہتے ہیں کہ یہ حسن بصری کے ساتھ تیرہ یا چودہ سال تک رہے۔

تلامذہ: ابن حصین نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ عجلی فرماتے ہیں کہ لاباس اور ابن حبانؒ نے ان کو ثقات میں شمار فرمایا ہے۔
ان سے ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ والے روایت لیتے ہیں۔

وفات: ان کا انتقال ۱۶۴ ہجری میں ہوا۔

مزید حالات کے لئے خلاصہ اور التہذیب کو دیکھیں۔

ابوبکرہؓ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام نفع بن حارث بن کلدۃ بن عمرو بن علاج بن عبدالعنوی بن عیرۃ ابوبکرۃ الثقفی ہے ان کو ابوبکرہ کی کنیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی اس کے بعد یہ ابوبکرۃ کے ہی نام سے مشہور ہوئے۔ عموماً یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی روایت کو نقل فرماتے ہیں یہ خلافت تک مدینہ میں ہی رہے پھر بصرہ آباد ہونے کے بعد وہاں چلے گئے تھے۔

تلامذہ: ان سے عبدالرحمٰن، عبداللہ۔ مسلم۔ عبدالعزیز، ابوعثمان الہندی۔ ربعی بن جراس، حمید بن عبدالرحمٰن۔ عبدالرحمٰن ابن جوش ابن سیرین، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ روایت نقل کرتے ہیں۔

عجلی فرماتے ہیں کہ یہ خیار الصحابہ میں سے تھے۔

وفات: اس دنیا فانی سے ۵۱ ہجری میں رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ان سے ۱۳۲ احادیث مروی ہیں جن میں سے اکثر بخاری و مسلم میں ہیں۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۷۰ استیعاب ۲/ ۶۴۶۔

طبقات بن سعد ۴/ ۱۹ اسد الغابہ ۵/ ۱۵۱، تہذیب الکمال ۴۰۴۔

نوٹ: حسن بصری کے حالات باب الوضوء مما غیرت النار میں میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الممجد ۱۵۴، بذل المجہود ۱/ ۲۲۵، تعلیق الصبیح ۲/ ۴۸۔

(۲) طحاوی ۱/ ۲۳۰۔

(۳) طحاوی ۱/ ۲۴۱۔

(۴) طحاوی۔



۱۲۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِ مَامُ قَدْ جَلَسَ فِيْ آخِرِ صَلَاتِهٖ قَالَ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً فَيَدْخُلُ مَعَهُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَةً فَيَجْلِسُ مَعَهُمْ فَيَتَشَهَّدُ فَاِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً اَضَافَ اِلَيْهَا اُخْرٰى وَاِنْ اَدْرَكَهُمْ جُلُوْسًا صَلّٰى اَرْبَعًا وَبِذٰلِكَ جَاءَتِ الْاٰثَارُ مِنْ غَيْرِ وَاحِدٍ﴾

”حضرت ابراہیمؒ نے اس شخص کے بارے میں جو جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام دوسری رکعت کے آخری حصہ میں ہو (اس کے بارے میں) فرمایا کہ وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائے تو التحیات پڑھے (اور) جب امام سلام پھیرلے تو یہ کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھ لے امام محمدؒ نے فرمایا یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ہم اسی کو پسند کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پالے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملالے گا لیکن اگر انہیں قعدہ میں پایا تو اب چار رکعت (ظہر) پڑھے گا اسی طرح آثار بہت سے حضرات سے مروی ہیں۔“

لغات: یَأْتِی: آتی (ض) اِتیانًا و اَتْیًا و اِیْتَانَةً و مَاْتَاةً۔ آنا۔ المکان۔ حاضر ہونا۔ (ہفت اقسام میں معتل لام یعنی ناقص ہے)

اَلْمَسْجِد: اَلْمَسْجَدُ و الْمَسْجِدُ۔ سجدہ گاہ۔ عبادت گاہ (جمع) مَسَاجِد۔ المسجد الحرام بیت اللہ شریف۔

اَدْرَكَ: الشیئ۔ اپنے وقت پر پہنچنا۔ الثمر۔ پھل کا پکنا۔ الوَلَدُ۔ لڑکے کا بالغ ہونا۔

تشریح

کوئی شخص جمعہ میں تاخیر سے آئے

والامام قد جلس فی آخر صلاتہ۔ ایک شخص مسجد میں جمعہ کے دن تاخیر سے آئے جب کہ جماعت شروع ہو چکی تھی۔ تو اس کے بارے میں فقہاء، کے عموماً تین مذاہب ملتے ہیں۔

❶ عطاء ابن ابی رباح طاؤس مجاہد، ابن ابی نجیح اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک اگر مسجد میں تاخیر سے آنے والا

خطبہ نہ پائے (اگرچہ اس کو جمعہ کی دونوں رکعتیں ملیں بھی) تب بھی یہ ظہر کی چار رکعتیں پڑھے گا۔[1]

❷ آئمہ ثلاثہ اور امام محمد وزفرؒ کے نزدیک اگر امام کے ساتھ دوسری رکعت کا اکثر حصہ یعنی رکوع سے پہلے پایا تو اب جمعہ کی نماز کو پورا کرے اور اگر کم حصہ پایا تو اس کو ظہر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔[2]

❸ تیسرا مذہب اس میں امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، ابراہیم نخعیؒ، ضحاکؒ اور حمادؒ کا ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے ساتھ سلام سے پہلے پہلے شامل ہو جائے اس پر جمعہ کی ہی بناء کرے گا۔ ظہر کی نہیں۔[3]

آئمہ ثلاثہ کا استدلال

من ادرک من صلوۃ الجمعۃ رکعۃ فقد ادرک اس حدیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں کہ یعنی جس کو ایک بھی رکعت نہیں ملی اس کو گویا جمعہ کی نماز ہی نہیں ملی تو جب جمعہ کی نماز نہیں ملی تو اب جمعہ کے فوت ہونے کی وجہ سے ظہر کی چار رکعت پڑھے گا۔

شیخین کا استدلال

حدیث ابو ھریرۃ اذا اتیتم الصلٰوۃ۔ فعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔[4]

حدیث ابن مسعود من ادرک التشھد فقد ادرک الصلٰوۃ۔[5]

حدیث ابن عمر مرفوعًا من ادرک رکعۃ الجمعۃ او غیرھا فقد تمت صلاتہ۔[6]

جواب آئمہ ثلاثہ کو

آپ کی روایت مبہم ہے۔ کیونکہ بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ایک رکعت پالی تو گویا اس نے نماز کو پالیا۔ اور اس کو دوسری رکعت اب پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مطلب تو کسی بھی امام کے نزدیک صحیح نہیں۔ اس کی تاویل کرنی ہوگی کہ ادرک الصلٰوۃ سے مراد ادرک فضیلۃ الصلٰوۃ ہے یا فقد ادرک الصلٰوۃ ہے تو ایسی روایت سے استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے مفہوم مخالف سے استدلال کیا اور ہمارے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے۔

---

(۱) مغنی لابن قدامہ ۲/۱۵۸، شرح المھذب ۴/۵۵۸۔

(۲) اوجز المسالک ۱/۳۴۳ بذل المجھود ۲/۱۹۶ عمدۃ القاری ۲/۵۵۸ نور الایضاح ۱۲۶۔

(۳) بدائع الصنائع ۱/۲۶۷۔ (۴) نسائی ۱/۲۱۰، ترمذی۔ (۵) بخاری ۱/۸۸ کتاب الاذان مسلم۔

(۶) مصنف ابن ابی شیبہ وکذا بدائع الصنائع ۱/۲۵۷۔

۱۲۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ الْحَسَنِ وَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَ خَلَّاسِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهُمْ قَالُوْا مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً اَضَافَ اِلَيْهَا اُخْرٰى، وَ مَنْ اَدْرَكَهُمْ جُلُوْسًا صَلّٰى اَرْبَعًا وَ كَذٰلِكَ بَلَغَنَا اَيْضًا عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ وَ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَزُفَرَ بْنِ الْهُذَيْلِ وَبِهٖ نَاْخُذُ﴾

"حضرت قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حسن بصریؒ سعید بن المسیب اور خلاس بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان حضرات نے فرمایا جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پالے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملائے گا۔ اور جو شخص لوگوں کو (التحیات میں) بیٹھا پائے۔ وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے گا اسی طرح علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید سے ہمیں روایت پہنچی ہے۔ یہی سفیان ثوریؒ اور امام زفر بن ہزیل کا قول ہے ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔"

لغات: الجمعة: الجُمْعَةُ والجُمُعَة۔ ہفتہ کا ساتواں دن (جمع) جُمَعٌ وجُمُعَات۔

بَلَغَنَا: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف نا ضمیر منصوب متصل مفعول بہ۔ از باب مفتح بمعنی پہنچنا

تشریح

جمعہ میں دیر سے آنے والا کیا چار رکعت پڑھے؟

یہاں پر امام محمدؒ نے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے متعدد تابعین کے اثر کو جمع کر دیا ہے۔ سب کا خلاصہ یہی ہے کہ جس شخص کو جمعہ کے دن امام کے پیچھے ایک رکعت ملی تو اب ایک رکعت اور ملا کر جمعہ کی نماز کی تکمیل کرلے اور اگر اس شخص کو ایک رکعت بھی امام کے پیچھے نہیں ملی بلکہ ایسے وقت میں حاضر ہوا کہ جب امام التحیات میں بیٹھ چکا تھا تو اب یہ ظہر کی چار رکعت پوری کرے گا اس کے باوجود امام محمدؒ اس نماز کو جمعہ کی نماز نہیں فرماتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ ظہر کی نماز ہے کیونکہ جمعہ کی نماز میں جماعت شرط ہے جو اس سے فوت ہو چکی ہے۔

اس لئے یہ چار رکعت پڑھے۔

اور اس نماز کو من وجہ جمعہ کی نماز بھی فرماتے ہیں اس لئے کہ اس نماز میں نیت جمعہ ہی کی کریں گے۔ ظہر کی نہیں۔

دوسرا یہ کہ آخری دو رکعتوں میں قراءت کرے گا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ پہلے دو رکعت جمعہ کی ہو چکی ہوں تو اب آخری یہ دو رکعتیں نفل ہوئی اس لئے اس میں آخر میں قرات کرے گا کیونکہ نفل کی ہر رکعت میں قراءت کرنا واجب ہے اس جہت کے لحاظ سے قعدہ اولی میں[1] میں بھی ضرور بیٹھے۔

استدلال شیخین

جس طرح امام محمدؒ نے اپنے استدلال میں کئی اثار کو پیش فرمایا اسی طرح شیخین بھی اپنے استدلال میں احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہؓ پیش کرتے ہیں۔ مثلاً:

روایت معاذ بن جبل انه قال اذا دخل فی صلوٰۃ الجمعة قبل تسلیم و هو جالس فقد ادرک الجمعة۔[2]

عن الضحاک اذا ادرک الناس یوم الجمعة جلوسًا صلی رکعتین۔[3]

عن ابراهیم التیمی قال یصلی رکعتین۔[4]

عن حماد اذا ادرک الناس یوم الجمعة جلوسا صلی رکعتین۔[5]

جوابات

شیخین فرماتے ہیں ایک تحریمہ میں ظہر اور جمعہ کو جمع صحیح نہیں۔ اور جب تک امام کا وجود ہے تو اس کے وجود کو مسبوق کے حق میں بھی قائم سمجھا جائے گا[6] تو شیخین کے نزدیک اس صورت میں اس کو جمعہ بھی مل گیا۔ اور فضیلت جماعت کو بھی اس نے پالیا۔[7]

حضرت سعید بن ابی عروبہ کے مختصر حالات: ان کا نام مہران العدوی مولیٰ بنی عدی بن یشکر ابو النضر البصری ہے۔ صحاح الستہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: قتادہ۔ نضر بن انس۔ حسن بصری۔ زیاد بن کلیب، عبد اللہ الداناج وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: حضرت ایوب حمید، حسین اوزاعی، جریر بن حازم، معمر ابو جلالی راسی، ہمام بن یحییٰ عروہ بن حارث المصری، شیبان نحوی سعید بن ابی عروبہ۔ حماد بن سلمہ، بکیر المزنی فرماتے ہیں۔ ما رایت احفظ منه ابن حبان فرماتے ہیں کہ کان اعلم الناس بالقرآن و الفقه و من حفاظ اهل زمانه ابن سعد فرماتے ہیں کان ثقة مامونا حجة الحدیث علامہ ذہبی ان کو حافظ وعلامہ کے نام سے یاد کرتے ہیں ابن المسیب کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں قتادہ سے بڑا کوئی حافظ عراق میں نہیں آیا۔ (تہذیب التہذیب ۳۵۵/۸)

تلامذہ: اعمش، شعبہ، عبد الاعلیٰ ابن علیہ عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ القطان وغیرہ ہیں۔

ابو زرعہ، یحییٰ بن معین، نسائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔

ابن حیثمہ نے اثبت الناس فرمایا ہے۔

وفات: ۱۵۶ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

مزید حالات کے لئے خلاصہ، تہذیب التہذیب ۴/ ۶۳ دیکھیں۔

حضرت قتادہ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام قتادہ بن دعامۃ السدوسی ابوخطاب البصری ہے۔

یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

ان کا حافظہ بہت ہی اچھا تھا۔ ایک مرتبہ سعید بن المسیب نے ان سے کہا کہ جو کچھ تم نے مجھ سے سنا ہے یاد بھی ہے انہوں نے جو کچھ بھی سعید بن المسیب سے سنا تھا سب سنا دیا اس پر سعید بن المسیب بہت حیران ہوئے فرمایا کہ مجھ کو گمان نہیں تھا کہ تم جیسا بھی اللہ نے پیدا کیا ہے (طبقات ابن سعد)

اساتذہ: حضرت انس، سعید بن المسیب، ابن سیرین، ابن سرخسی، ابوالفضیل، صفیہ بنت شیبہ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، مطرف بن عبداللہ بن مشجز، عکرمہ، ابوبردہ بن ابی موسیٰ۔

وفات: ان کا انتقال ۱۱۷ ہجری میں ہوا۔

مزید حالات کے لئے ① تہذیب التہذیب ۸/ ۳۵۱، ۳۵۶۔ ② طبقات الحفاظ ۱/ ۱۰۹ ③ ابن سعد ۲/ ۲ ④ شذرات الذہب ۱/ ۱۵۳ تہذیب الاسماء ۲/ ۵۷، ۵۸، اعلام الموقعین ۱/ ۲۷۔

حضرت انس بن مالک کے مختصر حالات: ان کا پورا نام انس بن مالک بن النصر بن ضمضم بن حرام انصاری ہے۔

نام انس۔ ابوحمزہ کنیت خادم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لقب۔ قبیلہ نجار سے تعلق تھا حضرت انس ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال پہلے شہر یثرب (مدینہ) میں مسلمان ہوئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اقامت فرمائی تو حضرت ابوطلحہؓ حضرت انسؓ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی آپ اس کو اپنے خدام میں شامل فرمالیں آپ نے ان کو قبول فرمالیا۔ اس وجہ سے حضرت انس آپ کے ساتھ ساتھ سفر وحضر میں رہے نزول حجاب سے پہلے آزادانہ طور پر گھر میں آتے جاتے تھے۔

آپؐ کے ساتھ غزوات میں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے۔

حضرت ابوبکر نے ان کو حرمین میں صدقات کے وصول کرنے کا افسر بنایا ہوا تھا۔

حضرت عمرؓ نے ان کو بصرہ بھیجا دین فقہ کی تعلیم کے لئے اور پھر زندگی کے باقی ایام بصرہ ہی میں گزار دیئے۔

اساتذہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ فاطمہ۔ ابی بن کعب۔ عبدالرحمن بن عوف۔ ابن مسعود۔ حضرت ابوذر۔ طلحہ، مالک بن صعصہ۔ ام حرام، معاذ بن جبل عبادہ بن صامت۔

تلامذہ: حسن بصری۔ سلیمان تیمی۔ ابوقلابہ۔ اسحٰق بن ابی علیہ۔ ابوابن عبداللہ فرق۔ قتادہ، ثابت بنانی۔ ثمامہ بن عبداللہ۔ محمد بن سیرین، انس بن سیرین۔ یحیٰ بن سعید، سعید بن جبیر۔

وفات: ۹۳ہجری میں جب عمر ۱۰۳برس تھی۔ آخری عمر میں ثابت بنانی سے فرمایا کہ میری زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک رکھ دو انہوں نے رکھ دیا۔ اس کے بعد انتقال ہوا۔ بصرہ کے آخری صحابی ہیں جن کا انتقال بصرہ میں ہوا قطن بن مدرک نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت حسن بصری کے مختصر حالات: حسن سے مراد بصری ہے اور ان کے حالات باب الوضوء، مما غیرت النار میں گذر چکے ہیں۔

حضرت سعید بن المسیب کے مختصر حالات: نام سعید ابو محمد، کنیت نسب نامہ اس طرح ہے۔ سعید بن المسیب ابن حزن بن ابی وھب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔ باختلاف روایت ۲ہجری یا ۴ہجری میں پیدا ہوئے۔

اساتذہ: حضرت عثمان، علی، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، ابن عباس، حسان بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری، ابوہریرہ، ابوذر غفاری، ابو قتادۃ انصاری، حکیم بن حزام جبیر بن مطعم۔ صفوان بن امیہ، عبداللہ بن زبیر، ابو سعید خدری، معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: اساتذہ کی طرح تلامذہ کی بھی لمبی فہرست ہے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

سالم بن عبداللہ بن عمر، قتادہ، زہری، ابوالزناد، شریک بن ابی نصیر، یحییٰ بن سعید انصاری، داؤد بن ابی ہند، طارق بن عبدالرحمٰن، عبدالخالق بن سلمہ، عبدالمجید بن سہیل، ابن منکدر، ہاشم، یونس بن یوسف وغیرہ۔ مکحول فرماتے ہیں، کہ سعید بن مسیب سے بڑا کوئی عالم مجھ کو نہیں ملا۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب گذشتہ آثار کے سب سے بڑے واقف کار تھے۔ علی بن مدائنی کہتے ہیں کہ تابعین کی جماعت میں سعید بن مسیب کی طرح زیادہ وسیع علم والا کسی کو نہیں جانتا۔ (تہذیب التہذیب ۸۶/۴)

وفات: ولید کے عہد میں ۹۴ میں مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ غشی کی حالت میں نافع نے ان کے بستر کو قبلہ رخ کر دیا ہوش میں آنے کے بعد فرمایا کہ میں مسلمان ہوں خواہ کسی سمت پر مروں قبلہ ہی کی جانب رخ ہوگا۔ دل قبلہ کی جانب ہے۔ وفات کے وقت عمر ۷۵ سال تھی اس سال کو سنۃ الفقہاء کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال میں بڑے بڑے فقہاء کا انتقال ہوا تھا۔ طبقات ابن سعد ۱۰۶/۵۔

مزید حالات کے لئے طبقات ابن سعد ۸۸/۴، ابن اثیر ۲۰۵/۴، تہذیب الاسماء تذکرۃ الحفاظ ۴۶/۱، شذرات الذہب ۱۰۳/۱، تہذیب التہذیب ۸۴/۴، اعلام الموقعین ۲۵/۱، ابن خلکان ۲۰۶/۱، صفوۃ الصفوۃ ۱۳۰۔

حضرت خلاس کے مختصر حالات: ان کا پورا نام خلاس بن عمرو بصری ہے صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: حضرت علی، عمار بن یاسر، عائشہ، ابوہریرۃ، ابو رافع، ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ: قتادہ، جابر بن صبیح، عوف الاعرابی داؤد بن ابی ہند۔

ان کے بارے میں امام احمد، یحییٰ بن معین، ابی داؤد وغیرہ نے فرمایا کہ ثقۃ، عجلی فرماتے ہیں تابعی ثقۃ۔

وفات: ان کے انتقال کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ مات خلاس قبیل المائہ۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۳/۷۶اکا مطالعہ کریں۔

(۱) عنایہ شرح ہدایہ۔
(۲) اوجزالمسالک۔
(۳) اوجزالمسالک۔
(۴) اوجزالمسالک۔
(۵) اوجزالمسالک۔
(۶) عنایہ۔
(۷) احناف کا فتوی شیخین کے قول پر ہیں۔



۱۳۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ مَسْرُوْقًا وَ جُنْدُبًا دَخَلَا فِیْ صَلَاةِ الْاِمَامِ فِی الْمَغْرِبِ فَاَدْرَ كَا مَعَهُ رَكْعَةً، وَ سَبَقَهُمَا بِرَكْعَتَیْنِ، فَصَلَّیَا مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ قَامَا یَقْضِیَانِ فَاَمَّا مَسْرُوْقٌ فَجَلَسَ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی الَّتِیْ قَضٰی، وَاَمَّا جُنْدُبٌ فَقَامَ فِی الْاُوْلٰی وَجَلَسَ فِی الثَّانِیَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَا اَقْبَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰی صَاحِبِهٖ ثُمَّ اَنَّهُمَا تَسَاوَقَا اِلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَصَّا عَلَیْهِ الْقِصَّةَ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَدْ اَحْسَنَ وَاَنْ اُصَلِّیَ كَمَا صَلّٰی مَسْرُوْقٌ اَحَبُّ اِلَیَّ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَاْخُذُ یَجْلِسُ فِی الرَّكْعَتَیْنِ جَمِیْعًا الَّتَیْنِ فَاتَاهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

”حضرت ابراہیم نے فرمایا حضرت مسروق اور جندب مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہوئے انہیں امام کے ساتھ ایک رکعت ملی دو رکعتیں فوت ہو گئیں چنانچہ ان دونوں حضرات نے امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر کھڑے ہو کر باقی نماز پوری کی، حضرت مسروق، دوسری رکعت، میں بیٹھے حضرت جندب پہلی یعنی اپنی دوسری رکعت میں کھڑے ہوگئے اور دوسری (یعنی امام والی کو ملا کر تیسری) میں بیٹھ گئے سلام پھیر کر ہر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے پھر یہ دونوں حضرات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور انہیں واقعہ بتلایا تو انہوں نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے ہر ایک نے ٹھیک کیا اور میں مسروق کی طرح نماز پڑھوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کو اختیار کرتے ہیں ایسا شخص فوت شدہ دونوں رکعتوں میں سے ہر رکعت میں بیٹھے گا یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔“

لغات: سَبَقَهُمَا: سَبَقَهُ (ن ض) سَبْقًا۔ الی كذا۔ آگے بڑھ جانا۔ قضٰی: (ض) قضاءً۔ الصَّلٰوة۔ نماز ادا کرنا (ہفت اقسام میں معتل لام یعنی ناقص ہے)۔

الْقِصَّة: قَصٌّ۔ کا اسم نوع۔ بات۔ واقعہ حالت جمع قِصَص و اَقَاصِیص۔ قَصَّ (ن) قَصَصًا عليه الخبر۔ بیان کرنا۔ (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)۔

تشریح

جب مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو اب امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور پہلی رکعت میں ثنا اور تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورت فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں سورت فاتحہ اور سورت ملا کر نماز پڑھے باقی قعدے میں ہر رکعت میں بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ تو اس صورت میں عام فقہاء تو فرماتے ہیں جس طرح حضرت مسروقؒ نے کہا اس طرح کیا جائے اور اگر اس نے حضرت جندب والا عمل کیا تو تب بھی جائز ہو گا۔ سجدہ سہو یا نماز کا اعادہ لازم نہیں آئے گا۔[1]

علامہ شامی اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں: قال فی شرح المنیة ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمه سجود السهو لکونه الرکعة الاولی من وجه۔[2]

کبیری میں ہے: لو ادرک مع الامام رکعة من المغرب فانه یقرء فی الرکعتین الفاتحة و السورة و یقعد فی اولهما لانها ثنائية ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمه سجود السهو۔[3]

والله اعلم بالصواب

امام ابو حنیفہ کے حالات: تفصیل سے مقدمہ میں گذر چکے ہیں۔ وہاں دیکھا جا سکتا ہے

اسی طرح حماد۔ ابراہیم حضرت مسروق کے حالات (باب فی تسلیم الامام) میں گذر چکے ہیں۔

حضرت جندبؓ کے مختصر حالات: ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جندب بن کعب ہیں بعض کہتے ہیں کہ جندب الخیر ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ جندب بن عبد اللہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے۔

اساتذہ: یہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت علیؓ اور حضرت سلمان فارسی سے روایت نقل کرتے ہیں۔

تلامذہ: حارثہ بن وہب، حسن بصری۔ عثمان الہندی۔ عبد اللہ بن شریک۔ العامری وغیرہ ہیں۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں کوفہ میں رہے پھر کوفہ سے روم چلے گئے اور پھر وہاں ہی امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی (اسد الغابۃ ۳۰۶/۱)

علامہ طبرانی، علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں شک ہے کہ انہوں نے آپ کی صحبت اختیار کی یا نہیں اس لئے بعض اصحاب رجال ان کو صحابی اور بعض تابعی کہتے ہیں ابن حبان فرماتے ہیں ثقات التابعین۔

وفات: ان کا انتقال جنگ صفین میں ہوا۔

مزید حالات کے لئے خلاصہ۔ تہذیب التہذیب ۱۱۱/۲، اسد الغابۃ ۳۰۲/۱، اصابہ ۲۶۱/۱۔

---

(۱) مجمع الزوائد ۱۷۶/۱۔ (۲) شامی ۵۵۸/۱۔ (۳) کبیری ۵۵۸ و کذا بدائع الصنائع ۲۴۹/۱۔

۱۳۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ فِيْ رَجُلٍ سَبَقَهُ الْإِمَامُ بِشَيْئٍ مِنْ صَلَاتِهِ اَيَتَشَهَّدُ كُلَّمَا جَلَسَ الْإِمَامُ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَيَرُدُّ السَّلَامَ اِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ؟ قَالَ اِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ رَدَّ السَّلَامَ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت ابراہیم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے کچھ حصے میں امام سے پیچھے رہ گیا وہ ہر اس قعدہ میں جس میں وہ بیٹھے التحیات پڑھے گا؟ فرمایا جی ہاں پھر پوچھا کہ جب امام سلام پھیرے گا تو کیا یہ بھی سلام پھیرے گا؟ فرمایا جب اپنی نماز سے فارغ ہو جائے (یعنی نماز پوری ہو جائے) تو سلام پھیرے گا۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو پسند کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: فَيَرُدُّ: رَدَّهُ (ن) رَدًّا و مَرَدًّا و مَرْدُودًا۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔ لوٹانا۔ (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)

فَرَغَ: (ف ن) و فَرِغَ (س) فَرَاغًا و فُرُوغًا مِن العَمَلِ۔ کام سے خالی ہونا۔

تشریح

رجل سبقه الامام بشیئ من صلاته: مسبوق شخص جس کی کچھ رکعتیں امام سے رہ گئی ہو۔ اب وہ امام کی متابعت تو کرے گا مگر امام کے ساتھ وہ سلام نہیں پھیرے گا۔ اور پھر اپنی بقیہ نماز کو پوری کر کے سلام پھیرے گا[1] اگر امام کے ساتھ کسی نے بھولے سے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا تو اب فقہاء فرماتے ہیں کہ اس میں دیکھا جائے گا کہ اس مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیرا ہے یا بعد میں۔ اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیرا ہے تو اب اس پر سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ ابھی تک مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی کی وجہ سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔

اور اگر اس نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو اب اس پر سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ اس صورت میں جب کہ سہواً یہ عمل کیا ہو اور اگر اس کو معلوم تھا کہ ابھی نماز باقی ہے پھر بھی اس نے سلام پھیر دیا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے کبیری میں ہے۔ ولو سلم علی ظن ان علیه رکعة ان سلم فهو سلام عمدًا يمنع البناء۔[2]

(۱) شامی ۱/۶۹۶ بدائع الصنائع ۱/۱۷۱۔ (۲) کبیری ۴۶۵۔

بَابُ مَنْ صَلّٰی فِیْ بَیْتِہٖ بِغَیْرِ اَذَانٍ

اس شخص کا بیان جو اپنے گھر میں بغیر اذان کے نماز پڑھے

اس باب میں مصنف" اس بات کو بیان کریں گے کہ جو شخص گھر پر اکیلے نماز پڑھ رہا ہو یا گھر پر جماعت کروا رہا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بغیر اذان کے نماز پڑھ لے مگر اس کے لیے مستحب ہے کہ اذان و اقامت کہہ لے جب کہ یہ جماعت کروانا چاہتا ہو۔ اسی طرح علامہ شامی" فرماتے ہیں بخلاف مصل ولو بجماعة فی بیت بمصر او قریة لها مسجد فلا یکره ترکهما اذ اذان الحی یکفیه[1] کہ جو شخص گھر یا کسی بستی میں نماز پڑھنا چاہتا ہے اور اس نے آذان اقامت کو چھوڑ دیا تو یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ محلّہ کی اذان اس کے لئے کافی ہوگئی۔

۱۳۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اَمَّ اَصْحَابَهٗ فِیْ بَیْتِهٖ (فَصَلّٰی بِهِمْ) بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ وَقَالَ اِقَامَةُ الْاِمَامِ یُجْزِئُ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا صَلَّی الرَّجُلُ وَحْدَهٗ فَاِذَا صَلَّوْا فِیْ جَمَاعَةٍ فَاَحَبُّ اِلَیْنَا اَنْ یُّؤَذِّنَ وَیُقِیْمَ فَاِنْ اَقَامَ وَتَرَكَ الْاَذَانَ فَلَا بَاْسَ﴾

"حضرت ابراہیم" سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود" نے اپنے ساتھیوں کو بغیر آذان و اقامت کے نماز پڑھائی اور فرمایا امام کی اقامت کافی ہے۔

امام محمد" نے فرمایا ہم اس شخص کے بارے میں اس کو اختیار کرتے ہیں۔ جو تنہا نماز پڑھے اور اگر جماعت سے نماز پڑھے تو ہمیں یہ زیادہ پسند ہے کہ آذان و اقامت کہے لیکن اگر اذان چھوڑ دے صرف اقامت کہہ لے تب بھی کوئی حرج نہیں۔"

لغات: اَمَّ: (ن) اِمَامَةً و اَمًّا و اِمَامًا۔ القوم و بالقوم: امام بننا۔ (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)۔

اَذَان: خبردار کرنا۔

یُؤَذِّنُ: باب تفعیل سے واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ اَذَّنَ یُؤَذِّنُ تَاْذِیْنًا۔ بالصلوة: اذان دینا۔

تشریح

گھر پر جماعت کروانے والا کیا اذان واقامت کہے گا؟

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اندرون شہر کوئی گھر میں جماعت کروائے کسی مجبوری کے تحت تو اب اس کو چاہئے کہ اذان واقامت سے ساتھ نماز پڑھائے تاکہ یہ نماز بھی جماعت کے انداز پر ہو جائے۔ اور اگر کسی نے اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑ دیا تو تب بھی جائز ہے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر سے معلوم ہو رہا ہے کہ انہوں نے نماز پڑھائی اور اس میں اذان اور اقامت نہیں کہی تھی۔ اور جب کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ محلہ کی اذان ہمارے لئے کافی ہے [1] صاحب ہدایہ نے اس اثر کو کچھ وضاحت سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: روی عن ابن مسعود انہ صلی بعلقمۃ والاسود فی بیتہ فقیل لہ ألا تؤذن؟ فقال اذان الحی یکفینا۔

کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت علقمہ اور اسود کو اپنے مکان میں نماز پڑھائی تو ان لوگوں نے کہا آپ نے اذان نہیں کہی تو فرمایا محلے کی اذان کافی ہے۔ [2] تو معلوم ہوا اذان اور اقامت کو گھر میں نماز پڑھنے والا ترک کر دے تو یہ مکروہ نہیں ہے یہی بات علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: لکن لا یکرہ ترکہ لمصل فی بیتہ فی المصر لان اذان الحی یکفیہ۔ [3] اسی طرح علامہ سید احمد طحطاویؒ فرماتے ہیں:

فلا یسن بھا اذا ادت فی البیوت لانہ لا یکرہ ترکھما لمصل فی بیتہ وکذا المصلی فی المسجد بعد صلٰوۃ الجماعۃ۔ [4]

فاحب الینا ان یؤذن ویقیم: کہ یہ بات زیادہ اچھی ہے کہ اذان واقامت کہ لے۔ اگر یہ دونوں کہہ لیے تو یہ نماز علی وجہ الاکمل ادا ہوگی [5] اور اسی کے بارے میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: لیکون الاداء علی ھیئۃ الجماعۃ الخ کہ اس صورت میں جماعت کی ہیئت پر یہ نماز ادا ہو جائے گی۔

---

(۱) شامی ۱/۲٦٧ مبسوط سرخسی ۱/۱۳۳۔

(۲) تبیین الحقائق، فتح القدیر۔

(۳) شامی ۱/۳۵٧۔

(۴) طحطاوی علی الدر المختار ۱/۱۸۱ المبسوط لسرخسی ۱/۱۳۳۔

(۵) ہدایہ وکذا بدائع الصنائع ۱/۱۵۳۔



بَابُ مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ

نماز توڑنے والی چیزوں کا بیان

اس باب میں ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً جنابت کی حالت میں امامت کروانا۔ یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دینا۔ یا نماز میں عورت کا برابر میں آکر کھڑا ہو جانا وغیرہ۔

۱۳۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا فَسَدَتْ صَلَاةُ الْاِمَامِ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ خَلْفَهُ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ بِاَصْحَابِهٖ جُنُبًا اَوْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ اَوْ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ خَلْفَهُ﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا جب امام کی نماز فاسد ہو گی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو پسند کرتے ہیں اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں یا بغیر وضوء کے امامت کرے یا کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو اس کی اقتداء کرنے والے نمازیوں کی بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔"

لغات: فَسَدَتْ: فَسَدَ(ن ض) و فَسُدَ(ک) فَسَادًا و فُسُوْدًا۔ خراب ہونا۔ بگڑ جانا۔

جُنُبًا: جَنَبَ(ن س ض) جنابۃً۔ الرجلُ۔ ناپاک ہونا۔

تشریح

اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے؟

اذا فسدت صلاۃ الامام فسدت صلاۃ من خلفہ: جب امام کی نماز فاسد ہو جائے تو اس کی اقتداء کرنے والوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ کہ امام کی نماز کے فساد سے مقتدی کی بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

دوسرا مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔ کہ امام اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں کے خود ذمہ دار ہوئے ہیں۔ امام کی نماز سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ دوسرے مذہب والے قرآن سے استدلال کرتے ہیں ولا تزر وازرۃ وزر اخری۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال

مشہور روایت ہے ان الامام ضامن والمؤتم کہ امام ضامن اور نگران ہے مطلب یہ کہ جب اس کی نماز صحیح ہوگی تو مقتدیوں کی بھی صحیح ہوگی اور اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے گی تو مقتدیوں کی بھی اس کے ضمن میں فاسد ہو جائے گی۔

اس مفہوم کی تائید سہیل بن سعد الساعدیؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے یقدم فتیان قومه یصلون بهم فقیل له تفعل ولک من القوم مالک قال انی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول الامام ضامن فان احسن فله ولهم وان اساء یعنی فعلیه ولا علیهم۔ [1] کہ اس میں بھی ضامن کفیل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ وہ مقتدیوں کی نماز کا کفیل ہے۔

جواب دوسرے مذہب والوں کا

اس آیت قرآنیہ کا تعلق گناہ و ثواب سے ہے نہ کہ افعال کی صحت و فساد سے لہٰذا اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱) ابن ماجہ ۲۹ (باب مایجب علی الامام)۔



۱۳۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَزِيْدَ الْمَكِّيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّيْ بِالْقَوْمِ جُنُبًا قَالَ يُعِيْدُ وَيُعِيْدُوْنَ﴾

"حضرت علیؓ نے اس شخص کے بارے میں جو لوگوں کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھادے فرمایا امام اور مقتدی سب دوبارہ نماز پڑھیں۔"

لغات: قَالَ: (ن)قولاً وقالاً وقِيْلاً وقَوْلَةً ومَقَالاً ومَقَالَةً۔ کہنا، بولنا۔(ہفت اقسام میں معتل عین ہے یعنی اجوف ہے)

يُعِيْدُ: اَعَادَ يُعِيْدُ اِعَادَةً الْاَمْرَ والكلامَ: لوٹانا، دہرانا۔ باب افعال سے فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

تشریح

اس بارے میں صاحب درمختار فرماتے ہیں: (واذاظهر حدث امامه) وكذا كل مفسد في راى مقتد (بطلت فيلزم اعادتها) لتضمنها صلٰوة المؤتم صحة وفسادًا كما يلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب۔ [1]

اس صورت میں امام کی نماز نہیں ہوئی جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدی کی بھی نہیں ہوئی اس لئے اب سب کو اس کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا۔

حضرت ابراہیم بن یزید المکیؒ کے مختصر حالات: ان کا پورا نام ابراہیم بن یزید الخوزی الاموی ابواسمٰعیل المکی ہے۔

اساتذہ: ان کے اساتذہ میں سے عطاء، طاؤس ابی زبیر، محمد بن عباد بن جعفر وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: وکیع، معمر بن سلیمان، مروان بن معاویہ، عبدالرزاق، سفیان ثوری وغیرہ ہیں۔

ان کے بارے میں یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ لیس ثقة، ابوزرعۃ اور ابوحاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ضعیف الحدیث، امام بخاری فرماتے ہیں: سكتوا عنه۔

امام نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے ابن مدنی فرماتے ہیں ضعيف لا اكتب عنه شيئا۔ مگر سفیان، وکیع، ابوحنیفہ وغیرہ نے اس کی ثقہ ہونے کی توثیق کی ہے۔

وفات: ان کی وفات ۱۵۱ ہجری میں ہوئی۔

مزید حالات تہذیب التہذیب ۷۹/۱ میں دیکھیں۔

حضرت عمرو بن دینار کے مختصر حالات: نام عمرو، ابو محمد کنیت۔ یہ باذان عجمی کے غلام تھے۔

اساتذہ: عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، عمرو بن العاص، ابو ہریرۃ، حضرت عبداللہ، ابوالطفیل۔ السائب بن یزید۔ جابر بن زید، حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ ابو صالح السمان۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، سعید بن جبیر۔ سعید بن الحویرث وغیرہ ان کے اساتذہ کی لمبی فہرست ہے۔

تلامذہ: اساتذہ کی طرح تلامذہ کی بھی لمبی فہرست ہے۔ مثلاً جعفر صادق ابو قتادہ، مسعر، حماد، سفیان، ابن ابی نجیح۔ وغیرہ ہیں ان کے بارے میں ابن سعد کہتے ہیں فان عمرؤا ثقة ثبت کثیر الحدیث۔

علامہ ذہبی نے انہیں حافظ، امام اور عالم حرم لکھا ہے (تذکرۃ الحفاظ ۱۰۰/۱)

وفات: ان کا انتقال ۱۱۶ ہجری میں ہوا (ابن سعد ۳۵۳/۵)

مزید حالات کے لئے: ① تذکرۃ الحفاظ ۱۰۰/۱ ② تہذیب الاسماء ۲۷/۲ ③ تہذیب الکمال ۱۰۳۲ ④ التہذیب ۹۷/۳ ⑤ العقد الثمین ۳۷۶/۶ ⑥ تہذیب الکمال ۱۰۳۲ ⑦ تہذیب التہذیب ۹۷/۳ ⑧ العقد الثمین ۳۷۶/۶ ⑨ طبقات القراء ۶۰۰/۱ ⑩ الجرح و التعدیل ۱۲۳/۶۔

---

(۱) در مختار مع الشامی، باب الامامۃ ۵۵۳/۱۔



۱۳۵

﴿مُحَمَّدٌ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکْ عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ فِیْ رَجُلٍ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِہٖ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ، قَالَ یُعِیْدُ وَیُعِیْدُوْنَ﴾

"حضرت عطاء بن ابی رباح نے اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھیوں کو بغیر وضوء کے نماز پڑھائے فرمایا کہ امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔"

لغات: رَجُلٌ: مرد۔ (جمع) رجال ورَجلَۃ ورَجلَۃ و اراجل ورَجالات۔
یُصَلِّیْ: صَلّٰی صَلاۃً۔ نماز پڑھنا۔ باب تفعیل سے فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

تشریح

حضرت عبداللہ بن مبارک کے مختصر حالات: نام عبداللہ، والد کا نام مبارک۔ کنیت ابو عبدالرحمٰن۔ وطن مرو تھا اس لئے ان کو مروزی بھی کہتے ہیں۔

ولادت: ۱۱۸ ہجری میں مقام مرو میں ہوئی ابتدائی عمر سے طلب علم کے شوق میں کئی علاقوں کا سفر کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰)
علامہ ذہبی نے ابو اسامہ کا قول نقل کیا ہے۔

مارأیت رجلا اطلب للعلم فی الآفاق من ابن المبارک (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۱)
میں نے عبداللہ بن مبارک سے زیادہ کسی کو ملک در ملک گھوم کر طلب علم کرنے والا نہیں دیکھا۔

اساتذہ: خود فرماتے ہیں جمعت عن اربع الاف شیخ فرویت عن الف عنہم۔
میں نے چار ہزار اساتذہ سے فائدہ اٹھایا اور ان میں سے ایک ہزار سے روایت کی ہے۔ ان کے اساتذہ میں سے امام ابوحنیفہ۔ ہشام بن عروہ۔ سلیمان التیمی، یحییٰ الانصاری، اسمٰعیل بن ابی خالد، عبدالرحمٰن بن یزید، امام اعمش، موسیٰ بن عقبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام، شعبہ بن حجاج، امام اوزاعی صالح بن صالح عمرو بن میمون، معمر بن راشد وغیرہ۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰)

تلامذہ: امام ذہبیؒ اس بارے میں فرماتے ہیں حدث عنہ خلق لا یحصون من اہل الاقالیم ممالک اسلامیہ کے اتنے لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

ان کے تلامذہ میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:

ابو اسحاق الفزاری، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ سعید القطان، فضیل بن عیاض، ابوداؤد الطیاسی، سلیمان المروزی وغیرہ۔

یحیٰی بن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری سے افضل ہیں لوگوں نے اس پر تعجب کیا تو فرمایا ابن مبارک جیسا آدمی میں نے نہیں پایا۔ پھر میرے نزدیک ائمہ حدیث چار ہیں ① سفیان ثوری ② امام مالک ③ حماد ابن زید اور ④ عبداللہ بن مبارک۔

ابو اسحاق فزاری فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک امام المسلمین تھے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حافظ حدیث تھے۔ (تہذیب التہذیب)

ان کی سیرت لکھنے والے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک سال کو تین حصوں پر تقسیم کیا تھا۔ ① ایک حصہ میں تجارت ② دوسرے میں درس وتدریس ③ تیسرے میں جہاد۔

وفات: ان کی وفات جہاد کے دوران ہوئی۔ وفات سے کچھ دیر پہلے انکی آواز پھنس گئی اس وجہ سے ان کو خوف ہوا کہ زبان سے کلمہ شہادت نکلنا نہ رہ جائے۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنے ایک شاگرد حسن بن ربیع سے کہا کہ دیکھو جب میری زبان سے کلمہ شہادت نکلے تو تم اتنی بلند آواز سے دھرانا کہ میں سن لوں جب ایسا کروگے تو یہ کلمہ خود بخود میری زبان پر جاری ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۱۸۱ ہجری میں ۶۳ سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابن ندیم نے ان کی متعدد تصانیف کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

① کتاب السنن ② کتاب التفسیر ③ کتاب التاریخ لبغداد ④ کتاب الزہد ⑤ کتاب البر والصلۃ (ابن ندیم ۳۱۹)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۵۰، صفوۃ الصفوۃ ۴/ ۱۱۶، تاریخ بغداد ۱/ ۱۶۰، تہذیب التہذیب ۵/ ۳۸۶، مناقب کردری ۲/ ۷۳، ۱، تہذیب الاسماء ۱/ ۲۸۶، ابن خلکان، شذرات الذھب ۱/ ۲۹۶۔

حضرت یعقوب بن القعقاع کے مختصر حالات: یہ ابوداؤد اور نسائی کے رجال میں سے ہیں۔

اساتذہ: حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، قتادہ، ربیع بن انس، مطر الوراق وغیرہ۔

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک یحیٰی بن معین اور علامہ نسائی فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں ابن حبان نے بھی ان کا شمار ثقات میں کیا ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کے مختصر حالات: نام عطاء والد کا نام اسلم۔ کنیت ابو رباح۔ عطاء کی کنیت ابو محمد ہے۔

ولادت: حضرت عثمان کے آغاز خلافت میں پیدا ہوئے۔ مکہ میں پرورش پائی ان کا شمار۔ مکہ کے فقہاء سبعہ میں ہوتا ہے۔

اساتذہ: عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حضرت عمرو بن العاص، معاویہ، اسامہ بن زید، جابر ابن

عبداللہ، زید بن ارقم، عبداللہ بن سائب، عقیل بن ابی طالب، عمرو بن ابی سلمہ، رافع بن خدیج، ابوداؤد، ابوسعید الخدری، ابوہریرہ، ابوصالح السمان، سالم بن شوال، صفوان بن یعلی، عبید بن عمیر، عماد بن ابی عمار، ابوالزبیر، موسیٰ بن انس وغیرہ سے علم حاصل کیا (طبقات بن سعد ۵/ ۳۴۴)

تلامذہ: ان کی تلامذہ کی بھی لمبی فہرست ہے ابواسحق سبیعی، ازہری مجاہد، ایوب سختیانی، اعمش، اوزاعی، حکم بن عقبہ ابوحنیفہؒ وغیرہ ہیں۔(تہذیب التہذیب ۷/ ۱۹۹)

حافظ ابن حجر ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عطاءؒ فقہ علم وورع اور فضل وکمال کے لحاظ سے مساوات تابعین میں سے ہے۔ حجت، امام اور کبیر الشان والے تھے۔(تہذیب التہذیب ۷/ ۲۰۳)

علامہ نوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ مکہ کے مفتی اور مشہور ائمہ میں سے تھے۔

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ عطاءؒ نے جس وقت انتقال کیا: اس وقت وہ لوگوں میں روئے زمین کے سب سے زیادہ پسندیدہ آدمی تھے۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۸۶)

وفات: ان کی وفات کے بارے میں کئی اقوال ہیں جمہور کے نزدیک معتبر ۱۱۴ ہے۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۸۶)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

① تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۸۶ ② تہذیب التہذیب ۱/ ۲۰۳ ③ مختصر صفوۃ الصفوۃ ۷/ ۱۵۸ ④ طبقات ابن سعد ۵/ ۳۴۵ ⑤ ابن خلکان ۱/ ۳۱۹ ⑥ تہذیب الاسماء ۱/ ۳۳۳ ⑦ جرح و التعدیل ۶/ ۳۳۰ ⑧ وافیات الاعیان ۳/ ۲۶۱ ⑨ تہذیب الکمال ۹۳۸ ⑩ میزان الاعتدال ۳/ ۷۰ البدایہ ۹/ ۳۰۶ ⑪ العقد الثمین ۳۰۹ ⑫ شذرات الذھب ۱/ ۱۴۴ ⑬ خلاصۃ تہذیب الکمال ۲۶۶ ⑭ طبقات القراء ۱/ ۵۱۳ ⑮ سیرۃ اعلام النبلاء ۵/ ۷۸۔



۱۳۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يُّعِيْدُوْا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"محمد بن سیرین نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ وہ سب نماز کا اعادہ کریں۔ امام محمد نے فرمایا ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ بھی یہی فرماتے ہیں۔"

لغات: اَحَبُّ: حَبَّهٗ (ض) حُبًّا و حِبًّا۔ الشیئ۔ رغبت کرنا۔ حَبَّ (س) حَبُبَ (ک)۔ الیہ محبوب ہونا (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)۔

تشریح

احب الی ان یعیدوا　مجھے یہ پسند ہے کہ سب نماز کا اعادہ کریں یہاں پر احب کا مفہوم پسندیدہ کے نہیں ہے بلکہ واجب کے ہوگا۔[1] اس مسئلہ کی پوری وضاحت گذشتہ حدیث میں گذر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عون کے مختصر حالات: نام عبداللہ، کنیت ابوعون، یہ عبداللہ بن درہ مزنی کے غلام تھے کوفہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔

اساتذہ: مدینہ میں سالم، قاسم، حسن مصری، محمد بن سیرین کوفہ میں امام شعبی اور امام نخعی، مکہ میں عطاء اور مجاہد سے تحصیل علم کیا اس کے علاوہ اور بھی ان کے مشہور اساتذہ ہیں۔ مثلاً ثمامہ بن عبداللہ بن انس۔ زیاد بن جبیر، انس بن سیرین، موسیٰ بن انس بن مالک، شہام بن زید بن انس۔ سعید بن جبیر، نافع وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب ۵/۳۴۷)

تلامذہ: تلامذہ کی بھی فہرست طویل ہے ان میں سے ممتاز یہ ہیں۔

اعمش، سفیان ثوری، شعبہ عبداللہ بن مبارک، داؤد بن ابی ہند، یحییٰ القطان عباد بن العوام، بشیر بن مفضل، معاذ بن معاذ، یزید بن ھارون، یزید بن زریع، محمد بن عبداللہ انصاری، ابوعاصم وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب ۵/۳۴۸)

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے میں ملا ان میں ابن عون، سفیان کے علاوہ سب کو کم پایا۔

علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ کان ثقۃ کثیر الحدیث۔ (ابن سعد ۷/۴۲)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

① طبقات ابن سعد ۷/۲۵ ② تہذیب التہذیب ۵/۳۴۷ ③ شذرات الذھب ۱/۲۳۰ ④ الجرح والتعدیل ۵/۱۳۰ ⑤ حلیۃ الاولیاء ۳/۳۷ ⑥ تہذیب الکمال ۷۱۹ ⑦ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۵۶۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے مختصر حالات: نام محمد، کنیت ابوبکر، والد کا نام سیرین تھا۔ ان کے والد انس بن مالک کے غلام تھے۔ انس نے بیس یا چالیس ہزار کے عوض میں ان کو آزاد کردیا (ابن خلکان ۴۵۳/۴۸)

ولادت: ۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (ابن سعد ۱۴۰/۱)

انہوں نے انس بن مالک کے دامن میں تربیت فرمائی ابوہریرہ، حسن بصری وغیرہ سے علم حاصل کیا اس لئے حدیث کے ساتھ ساتھ تفسیر اور فقہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

اساتذہ: جیسے کہ ابھی گزرا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک۔ ابوہریرہ، زید بن ثابت، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر۔ حسن بن علی، رافع بن خدیج، سلمان بن عامر، جندب بن عبداللہ علی، معاویہ، ابوداؤد، ابوسعید خدری، ابوقتادہ انصاری، ام المؤمنین عائشہ، عکرمہ، عبدالرحمن احمیری، عبداللہ بن شقیق، قیس بن عباد، مسلم بن یسار، یونس بن جبیر، وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں کا حلقہ بھی نہایت وسیع تھا۔ جن میں بعض کے اسماء، گرامی یہ ہیں۔

مالک بن دینار، قرہ بن خالد، ہشام بن حبان، سلیمان التیمی، ایوب عاصم الاحول، اوزاعی، خالد الحداد، داؤد بن ابی ہند وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب ۲۱۴)

ان کے بارے میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کان ثقہ ماموناعالیارفیعا اماما کثیر العلم ورعا، علامہ ذہبی نے ان الفاظ کے ان کی تعریف کی ہے۔

کان فقیہا اماماغزیر العلم ثقة ثبتاعلامة التفسیر رأسافی الورع۔

شعیب بن حجاب" کہتے ہیں کہ علامہ شعبی" فرماتے تھے کہ تم لوگ ابن سیرین کا دامن پکڑلو۔ (تذکرۃ الحفاظ ۶۸/۱)

ابن حبان فرماتے ہیں کہ محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے فقیہ متورع۔ فاضل حافظ اور معبر خواب تھے۔ (۲۱۶/۹)

کہتے ہیں وہ شہرت سے بہت گھبراتے تھے۔ اس وجہ سے عام مجلس میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ ان کے محاسن کا لوگوں پر بڑا اثر تھا۔ انس بن مالک" نے وصیت کی تھی کہ میرا غسل اور جنازہ کی نماز محمد بن سیرین ہی پڑھائیں اسی طرح حسن بصری کی لڑکی کا انتقال ہوا تو محمد بن سیرین کو نماز جنازہ پڑھانے کو کہا۔ (ابن سعد ۱۴۸/۱)

وفات: ۱۱۰ ہجری میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ جمعہ کے دن تقریباً اسی سال کی عمر میں اس دنیا سے کوچ فرمایا (ابن سعد ۱۴۹/۱)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

① ابن خلکان ۴/ ۴۵۳ ② طبقات ابن سعد ۱۴۰/۱ ③ تہذیب التہذیب ۲۱۵/۹ ④ تذکرۃ الحفاظ ۶۷/۱ ⑤ تہذیب الاسماء ۸۳/۱ ⑥ شذرات الذھب ۱۳۹/۱۔

---

(۱) قلائد الازھار ۲۳۱/۲۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن مبارک کے حالات رقم ۱۳۵ کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

۱۳۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ اِلَى جَانِبِ الرَّجُلِ وَكَانَا فِيْ صَلَاةٍ وَّاحِدَةٍ فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ۔
قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا عورت اگر مرد کے برابر میں نماز پڑھے اور نماز ایک ہی ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: صَلَّتْ: صَلّٰی صَلَاةً۔ نماز پڑھنا۔ صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معروف کا صیغہ ہے، باب تفعیل ہے)
جَانِب: انسان کا پہلو۔ گوشہ۔ جانب (جمع) جوانب۔

تشریح

محاذات کا مسئلہ

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت مرد کے برابر میں آکر نماز کی نیت باندھ لے اور دونوں ایک ہی نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو اس صورت میں اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اس مسئلہ کو فقہاء مسئلہ محاذات کہتے ہیں۔ اس میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: امام شافعیؒ، احمدؒ، مالک کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

دوسرا مذہب: امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مرد کی نماز استحساناً فاسد ہو جائے گی (چند شرائط کے ساتھ جو آگے حدیث میں بیان ہو رہی ہیں) امام شافعی وغیرہ قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح عورتوں کی نماز بالاتفاق فاسد نہیں ہوتی تو مرد کی بھی نہیں ہوتی۔

امام ابو حنیفہ کا استدلال

اخروھن من حیث اخرھن اللّٰہ۔ اس میں مردوں کو مخاطب بنایا گیا ہے کہ عورتوں کو پیچھے کرو۔ مقتدی کو

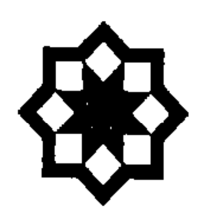
ترتیب مقام کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔ جیسے کہ کوئی مقتدی امام سے آگے بڑھ جائے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی مردوں کو آگے اور عورتوں کو پیچھے ہونا چاہئے اور اس کا حکم مردوں کو دیا گیا ہے۔ جب اس کی رعایت نہ رکھی جائے گی تو مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

سوال: نماز کے فساد کا حکم دینا یہ خبر واحد ہے یہ کیسے صحیح ہے نماز کے فاسد ہونے کے لئے جبکہ دلیل قوی کا ہونا ضروری ہے۔

جواب: اس حدیث کی قرآن کی ان دو آیتوں سے تائید ہو رہی ہے۔

① ولا تبطلوا اعمالکم کہ اعمال کو فساد سے بچاؤ اور یہ اسی وقت ہو گا جب کہ عورتیں مؤخر ہوں۔ اور مردوں کے ذمہ عورتوں کو مؤخر کرنے کی تائید اس آیت سے بھی ہو رہی ہے۔

② وللرجال علیھن درجۃ کہ عورتوں پر مردوں کو فضیلت حاصل ہے۔ جب خبر واحد کی تائید ان دونوں آیتوں سے بھی ہو گی تو اب یہ حکم نص قطعی سے ثابت ہو گا نہ کہ خبر واحد سے تو اس سے فساد نماز کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔



۱۳۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهِيَ نَائِمَةٌ اِلٰى جَنْبِهٖ عَلَيْهِ ثَوْبٌ جَانِبُهٗ عَلَيْهَا۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَلَا نَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا وَكَذٰلِكَ اَيْضًا لَوْ صَلَّتْ اِلٰى جَانِبِهٖ فِيْ صَلَاةٍ غَيْرِ صَلَاتِهٖ اِنَّمَا تُفْسِدُ عَلَيْهِ اِذَا صَلَّتْ اِلٰى جَانِبِهٖ وَهُمَا فِيْ صَلَاةٍ وَّاحِدَةٍ تَأْتَمُّ بِهٖ اَوْ يَأْتَمَّانِ بِغَيْرِهِمَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سوئی ہوئی ہوتی تھیں۔ آپ نے جو کپڑا اوڑھا ہوتا تھا اس کا کچھ حصہ حضرت عائشہؓ پر ہوتا تھا امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر عوت کوئی دوسری نماز پڑھ رہی ہو اور مرد دوسری اور اس میں عورت مرد کے پہلو میں کھڑی ہوجائے۔ بلکہ اس صورت میں مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ جب وہ دونوں ایک نماز میں شریک ہوں اور عورت مرد کے پہلو میں کھڑی ہوجائے اور اس مرد کی اقتداء کرے یا یہ دونوں کسی اور کی اقتداء کررہے ہوں اور اسی کو امام ابوحنیفہ اختیار کرتے ہیں۔“

لغات: نَائِمَةٌ: سونے والی واحد مونث اسم فاعل۔ نَامَ (س) نومًا و نیامًا۔ اونگنا یا سونا۔ (ہفت اقسام میں معتل عین یعنی اجوف ہے) تُفْسِدُ: فَسَدَ (ن ض) و فَسُدَ (ک) فَسَادًا و فُسُوْدًا خراب ہونا۔ بگڑ جانا۔

تشریح

محاذات کی شرائط

اس اثر میں محاذات کب متحقق ہوگا اس کی شرائط کی طرف اشارہ کیا ہے فقہاء احناف نے اس کی دس شرائط بیان کی ہیں۔

پہلی شرط: مرد اور عورت کی نماز مشترک ہو۔ تحریمۃً اور اداءً۔

تحریمہ مشترک ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بناء کی ہو۔ یا محاذی

مرد کی امام کے تحریمہ پر بناء کیا ہو، اداء مشترک ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے امام ہو یا دونوں کسی اور کے مقتدی ہوں۔

دوسری شرط: نماز مطلقہ ہو۔ یعنی رکوع سجدہ والی ہو (اس سے نماز جنازہ خارج ہوگی) اور اگر دونوں کی نماز الگ الگ ہو مثلاً مرد کی نماز ظہر کی اور عورت کی نماز عصر کی ہو تو اب اس صورت میں شیخین کے نزدیک یہ مفسد صلوٰۃ نہیں ہوئی مگر امام محمدؒ کے نزدیک یہ بھی مفسد صلوٰۃ ہوگی۔[1]

تیسری شرط: عورت شہوت والی اور قابل جماع ہو۔[2] بعض نے اس کی سات سال اور بعض نے آٹھ سال بعض نے نو سال کی شرط لگائی ہے۔[3] مگر علامہ زیلعیؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔

چوتھی شرط: دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ جس کا موٹاپا ایک انگلی ہو اور اونچائی مؤخرۃ الرحل ہو۔ (یعنی کجاوے کی لکڑی کے برابر کوئی چیز) یا اتنی جگہ خالی ہو کہ جس میں ایک مرد کھڑا ہو جائے۔

پانچویں شرط: امام نے عورت کے امام ہونے کی نیت بھی کی ہو۔ (شمس الائمہؒ فرماتے ہیں اگر یہ شرط ضروری نہ ہو تو ہر عورت جب چاہے گی مرد کی نماز فاسد کردے گی)

چھٹی شرط: محاذات، مرد اور عورت میں ہو اگر مرد کے بجائے چھوٹا لڑکا ہو یا عورت کے بجائے چھوٹی بچی ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اسی طرح مرد کے برابر میں خنثیٰ مشکل آکر کھڑا ہو جائے۔ تو اس صورت میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ساتویں شرط: عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے سیدھ یا برابر میں ہو۔[4]

علامہ زیلعی فرماتے ہیں محاذات اس وقت ہوگا جب کہ پنڈلی اور ٹخنہ کے ساتھ ہو۔[5]

آٹھویں شرط: محاذی عورت عاقلہ ہو۔ اگر محاذی مجنونہ ہو تو نماز مرد کی فاسد نہیں ہوگی۔

نویں شرط: محاذات ایک رکن کامل میں ہو۔ بلکہ رکن کامل میں نہ بھی ہو تو تب بھی مفسد صلوۃ ہوگا۔[6]

دسویں شرط: دونوں کی جہت متحد ہو۔ اگر متحد نہیں تو یہ مفسد نماز نہیں ہوگی مثلاً کوئی کعبہ کے اندر یا اندھیری رات میں تحریمہ کے ساتھ نماز پڑھے۔ اور ان دونوں کی جہت الگ الگ ہو تو یہ مفسد صلوٰۃ نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر ۴۵ پر گذر چکے ہیں۔

(۱) مبسوط امام محمدؒ اور مصنف عبدالرزاق نے امام محمد کے اس قول کو پسند کیا ہے۔

(۲) طحاویؒ۔ شامیؒ۔ (۳) تبیین الحقائق۔ (۴) فتاوی قاضی خان۔

(۵) علامہ زیلعی کی عبارت یہ ہے: والمعتبر فی المحاذاۃ الساق والکعب علی الصحیح وبعضھم اعتبر القدم۔ (۶) شامی۔

۱۳۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الرَّجُلِ يُصَلِّيْ فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ الشَّرْقِيْ وَ الْمَرْاَةُ فِي الْغَرْبِيْ فَكَرِهَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا شَيْئٌ قَدْرَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ اِذَا كَانَا فِيْ صَلَاةٍ وَّاحِدَةٍ يُصَلِّيَانِ مَعَ اِمَامٍ وَّاحِدٍ﴾

"حضرت حمادؒ نے فرمایا میں نے حضرت ابراہیم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ جو مسجد کے مشرقی حصے میں نماز پڑھ رہا ہو اور مغربی حصہ میں عورت ہو تو انہوں نے اس کو ناپسند فرمایا الا یہ کہ ان دونوں کے درمیان کجاوے کے پچھلے حصہ کے برابر کوئی چیز حائل ہو۔"

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی پر ہی عمل کرتے ہیں۔ اگر مرد عورت دونوں ایک امام کے پیچھے ایک نماز میں شریک ہوں۔

لغات: الشَّرْقِيْ: الشَّرق۔ (مصدر) آفتاب آفتاب طلوع ہونے کی جگہ۔ پھٹن۔ الشرقی کے معنیٰ ہوئے مشرقی جانب۔

الْغَرْبِيْ: الغَرب۔ (مصدر) بمعنی پچھم۔ ہر چیز کا اول۔ دھار۔ نشاط۔ تیزی۔ الغربی کے معنیٰ مغربی جانب۔

مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ۔ کجاوے کا پچھلا حصہ۔

تشریح

والمرأۃ فی الغربی: اگر عورت مغربی حصہ میں ہو اور مرد مشرقی حصے میں ہو تو اس صورت میں بھی مرد کی نماز مکروہ ہو جائے گی۔ فاسد نہیں ہو گی کیونکہ دونوں کی جگہ الگ الگ ہے اسی وجہ سے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ مرد قد آدم اونچی جگہ پر ہو اور عورت نیچے تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔ الا ان یکون بینہ وبینھا قدر مؤخرۃ الرحل کہ ان دونوں کے درمیان کجاوے کے پیچھے حصہ کے برابر کوئی چیز حائل ہو جسکی موٹائی فقہاء نے ایک انگلی لکھی ہے اور اونچائی بمقدار (ایک قد آدمی) کے ہو یا اسی طرح دونوں کے درمیان کوئی چبوترہ ہو یا ایک اوپر دوسرا نیچے ان صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہو گی۔[1]

(۱) قلائد الازھار ا/ ۲۴۳۔

۱۴۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَمَّا یَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَتْ اَمَا اَنَّکُمْ یَا اَهْلَ الْعِرَاقِ تَزْعُمُوْنَ اَنَّ الْحِمَارَ اَوِ الْکَلْبَ وَ الْمَرْاَةَ وَالسِّنَّوْرَ یَقْطَعُوْنَ الصَّلٰوةَ فَقَرَنْتُمُوْنَا بِهِمْ؟ فَادْرَاْ مَا اسْتَطَعْتَ، فَاِنَّهٗ لَا یَقْطَعُ صَلَاتَكَ شَیْیٌ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِقَوْلِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

”حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نماز توڑنے والی چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اے عراق والوتم یہ سمجھتے ہو کہ گدھا، عورت اور بلی سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تم لوگوں نے تو ہمیں ان جانوروں کے ساتھ ملادیا تم جتنا ہو سکے ان چیزوں کو دور کردو اور نماز (ان میں سے) کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتی۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی قول کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہؒ کا فرمان ہے۔“

لغات: سَأَلَ: (ف) سُؤَالاً وَسَأَلَةً وَسَآلَةً وَمَسْأَلَةً وَتَسْآلاً۔ درخواست کرنا۔ اس کا تعدیہ دو مفعول کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے ”سألتُ اللّٰهَ نِعْمَةً“ (ہفت اقسام میں مہموز العین ہے)۔

یَقْطَعُ: قَطَعَ (ف) قَطْعًا وَمَقْطَعًا وَتِقِطَّاعًا الشیئ۔ کاٹنا۔ جدا کرنا۔ قَطَعَ الصَّلٰوةَ۔ باطل کرنا۔

تَزْعُمُوْنَ: زَعَمَ (ف ن) زَعْمًا وَزِعْمًا وَزُعْمًا وَمَزْعَمًا۔ سچ یا جھوٹ کہنا اور اکثر مشکوک یا ایسی چیزوں میں جس کے جھوٹ ہونے کا یقین ہو استعمال کیا جاتا ہے۔

تشریح

کیا نمازی کے سامنے سے عورت کتا یا گدھا گذرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

اس میں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالکؓ، ابوالاحوصؒ، ابوذرؓ اور ابن عمرؓ، علامہ شوکانی اور

اصحاب ظاہر سے منقول ہے کہ عورت، گدھے اور کتے کے گذرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

دوسرا مذہب: حسن بصری، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، اسحق بن راہویہ اور امام احمد کا ہے فرماتے ہیں کہ اگر کالا کتا سامنے سے گذرے تو نماز فاسد ہو گی ورنہ نہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عورت اور گدھے کے بارے میں مجھے تردد ہے۔

تیسرا مذہب: امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، محمد بن سیرین جمہور علماء کا ہے فرماتے ہیں کہ کسی بھی چیز کے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی یہ الگ بات ہے کہ گذرنے والا گنہگار ہو گا۔[1]

پہلے اور دوسرے مذہب والوں کا استدلال

❶ حدیث ابو ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یقطع الصلوٰۃ المرأۃ والکلب[1] و الحمار ویقی ذلک مثل مؤخرۃ الرحل[2] کہ آپ نے فرمایا کہ نماز کو عورت، گدھا اور کتا توڑ دیتا ہے۔ اور کجھاوے کی پچھلی لکڑی کے مثل چیز اس کو بچا لیتی ہے۔ (یعنی سترہ)

❷ حدیث ابن عباس یقطع الصلوٰۃ المرأۃ الحائض و الکلب۔[3]

جمہور فقہاء وائمہ کا استدلال

❶ لا یقطع الصلوٰۃ شیئ یہ روایت متعدد صحابہؓ سے منقول ہے جن میں حضرت ابن عمر، ابو امامہ، ابو سعید خدری وغیرہ ہیں۔

❷ روایت عبد اللہ بن عباسؓ اس کے آخر میں آتا ہے: فلم یقطع صلوٰتھم۔[4]

❸ روایت عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی و انا معترضۃ بین یدیہ کاعتراض الجنازۃ۔[5] کہ عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے سامنے اس طرح لیٹی رہتی جیسے جنازہ (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے اس طرح جس طرح جنازہ ہوتا ہے)۔

❹ روایت عائشہؓ جو متن میں موجود ہے۔[6]

پہلے اور دوسرے مذہب والوں کے جوابات

فقہاء نے پہلے اور دوسرے مذہب والوں کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ مثلاً:

❶ جمہور کے دلائل زیادہ قوی ہیں اس لئے ان کو ترجیح دی جائے گی۔

❷ قاطع صلوٰۃ سے مراد قاطع خشوع صلوٰۃ ہے۔ کہ عورتوں میں جو کشش ہوتی ہے ان کی وجہ سے نماز کے خشوع میں فرق پڑتا ہے۔

❸ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب احادیث متعارض ہونگی۔ تو اب ہم صحابہؓ کے عمل کو دیکھیں گے تو ہم نے دیکھا کہ ابن عباس جو قطع صلوٰۃ والی روایت نقل کرتے ہیں ان کا فتویٰ یہ ہے کہ عورت گدھے اور کتے کے گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔(۷)

❹ جمہور صحابہؓ کا قول یہی ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔(۸)

سوال: بعض محدثین نے یہاں پر ایک سوال اٹھایا ہے کہ ان چیزوں کی تخصیص کیوں کی گئی ہے جب کہ ان چیزوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

جواب: ان تینوں میں شیطانی اثرات موجود ہیں۔ مثلاً:

کتے کے بارے میں فرمایا: الکلب الاسود شیطان۔

عورتوں کے بارے میں فرمایا: النساء حبائل الشیطان۔(۹)

گدھے کے بارے میں فرمایا واذا سمعتم نهق الحمار فتعوذوا باللّٰہ من الشيطان فانها رأت شيطانًا۔(۱۰)

شیطانی اثرات کی وجہ سے خصوصیت سے ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے مگر اس میں بھی صحیح جواب یہ ہے کہ تعلق باللہ ایک غیر معمولی بات ہے اس کا علم وحی سے ہو سکتا ہے عقل کو اس میں دخل نہیں۔

حضرت اسود بن یزید کے حالات نمبر ۱ میں گذر چکے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے حالات حدیث ۵۴ میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف السنن، اوجز المسالک ۲/۱۰۹، ۳/۳۵۹ فتح الباری ۱/۴۸۶، بذل المجہود ۱/۳۷۱، نووی ۱/۱۹۷، عمدۃ القاری ۲/۴۹۶۔

(۲) رواہ مسلم۔

(۳) رواہ ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی۔

(۴) نسائی ۱/۳۸۔

(۵) رواہ مسلم۔

(۶) اسی طرح بخاری میں ہے۔

(۷) بیہقی۔

(۸) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۰ نے حضرت علیؓ، عثمانؓ، کا قول اور امام طحاوی نے حضرت حذیفہؓ کا قول نقل کیا ہے لا یقطع الصلوٰۃ شیئ۔

(۹) مشکوٰۃ ۲/۴۴۴۔

(۱۰) مسلم ۲/۲۵۱۔

۱۴۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اَجْدَبُ الْجَدْبِ الْحَدِيْثُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ، اِلَّا فِيْ صَلَاةٍ اَوْ قِرَاءَةِ قُرْآنٍ﴾

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے بری بات عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا ہے سوائے نماز یا تلاوت کے۔"

لغات: اَجْدَبَ: المکان۔ بارش نہ ہونے سے خشک ہونا۔ القومُ۔ قحط زدہ ہونا۔ الارضَ۔ خشک پانا۔

اَلْجَدْبِ: (مصدر) خشک سالی۔ عیب۔ جَدَبَ (ن ض) جدْبا و جَدُبَ (ک) جُدُوبَةً و تَجَدَّبَ المکان۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہونا۔

اَلْحَدِيْثُ: اس کی (جمع) اَحَادیث ہے یعنی خبر۔ علم الحدیث، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال بتانے والا علم۔

تشریح

عشاء کے بعد قصہ گوئی منع ہے

الحدیث بعد صلٰوۃ العشاء: اس جیسے اثر سے علماء نے فرمایا ہے کہ عشاء کے بعد باتیں قصہ گوئی مکروہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد قصہ گوئی کی اس لئے ممانعت ہے کہ آدمی کی صبح کی نماز قضاء نہ ہو جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے استدلال کیا ہے جس میں آتا ہے کہ وہ لوگوں کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ شروع رات قصہ گوئی میں ضائع نہ کرو پھر آخری شب کو سوؤ گے۔

اس پر حافظؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹی او بڑی رات کا فرق بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب لمبی راتیں ہوں تو اجازت ہوگی کیونکہ اس میں صبح کی نماز کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں۔ پھر مزید یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ دور اندیشی کے پیش نظر یہ ممانعت مطلقاً ہی ہو[۲] الا فی صلاۃ او قراءۃ القرآن سوائے نماز یا تلاوت کے۔

فقہاء فرماتے ہیں قصہ گوئی عشاء کے بعد منع ہے۔ ہاں اگر کوئی نماز پڑھے یا تلاوت کرے یا مواعظ کی نصائح کی مجلس قائم ہو تو اس کی عشاء کے بعد بھی اجازت ہے۔ جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے خود حضرت عمرؓ ہی فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتکلم مع ابی بکر فی الامر من امر المسلمین و انا معھما۔ کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم رات گئے تک حضرت ابوبکر کے ساتھ مسلمانوں کے بارے میں باتیں فرماتے رہتے اور میں بھی ان دونوں کے ساتھ ہوتا۔ (۲)

اسی طرح ایک مرتبہ عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی:

قال صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات لیلۃ صلاۃ العشاء، فی آخر حیاتہ فلما سلم قام فقال، ارأیتکم ھذہ، فان علی راس مائۃ سنۃ لا یبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد۔ (۳) آخری عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد ارشاد فرمایا لوگو تم آج کی رات دیکھتے ہو جتنے لوگ آج رات زمین پر ہیں ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

علامہ زیلعیؒ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد باتیں کرنے میں کراہت اس لئے ہے کہ یہ باتیں بسا اوقات لغویات کو پہنچ جاتی ہیں اور پھر فجر کی نماز یا تہجد کی نماز فوت ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی اہم ضرورت پیش آئے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح قراءت، ذکر، صالحین کے قصے وغیرہ بیان کرنا بلا کراہیت جائز ہے۔ (۴)

حضرت عمر بن خطاب کے حالات حدیث نمبر ۱ میں گذر چکے ہیں۔ (باب الوضوء)

(۱) فتح الباری، عمدۃ القاری ۵۳۵/۲۔

(۲) ترمذی، نسائی، کذا فی فتح الباری ۶۰/۲۔

(۳) بخاری، مسلم، نسائی۔

(۴) تبیین الحقائق۔



بَابُ الرُّعَافِ فِي الصَّلَاةِ وَالْحَدَثِ

نماز میں نکسیر پھوٹنے یا وضو ٹوٹ جانے کا بیان

رعف: (ن) نکسیر پھوٹنا۔

۱۴۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ صَبِيْحٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صَلّٰى خَلْفَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَحْدَثَ الرَّجُلُ فَانْصَرَفَ، وَلَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى تَوَضَّأَ ثُمَّ اَقْبَلَ وَهُوَ يَقُوْلُ، وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ فَاحْتَسَبَ بِمَا مَضٰى وَصَلّٰى مَا بَقِىَ﴾

"حضرت معبد بن صبیح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ان صاحب کا وضو جاتا رہا وہ چپکے سے گئے بات نہیں کی وضو کیا اور یہ کہتے ہوئے واپس آئے "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کئے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے درآنحالیکہ وہ جان رہے ہوں۔"

چنانچہ انہوں نے جو نماز چھوٹ گئی اس کو یاد رکھا اور باقی کو پڑھ لیا۔

لغات: فَاَحْدَثَ الرَّجُلُ: پاخانہ کرنا۔

يَتَكَلَّمْ: (تَفَعُّل) تَكَلُّمًا وَتِكِلَّامًا الرجلُ كَلْمَةً وَبِكَلْمَةٍ۔ بات کہنا۔

تشریح

اگر کسی کا نماز کی حالت میں وضو جاتا ہے تو اب اس کو اختیار ہے کہ وضو کرکے از سرنو نماز دوبارہ پڑھے یا اپنی بقیہ نماز پوری کرے۔

اس میں دو مذہب ہیں:

❶ بناء کرسکتا ہے۔ جہاں سے چھوڑ کے گیا تھا اس کے آگے سے پڑھے یہی مذہب ہے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ،

علیؓ، سلمان فارسی، عبداللہ بن عمرؓ، ابراہیم نخعی، علقمہ، طاؤس، سالم بن عبداللہ، سعید بن جبیر، عطاء، سعید بن المسیب، مکحول، عبداللہ بن عباس۔ انس بن مالک، امام اوزاعی، سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابو سلمہ سلمان بن یسار وغیرہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر، (احناف کے نزدیک اس بناء کرنے میں چند شرطیں عائد ہیں جن کا بیان آگے ہو رہا ہے)۔

دوسرا مذہب امام شافعی امام مالک کا ہے وہ فرماتے ہیں بناء نہیں کر سکتا دوبارہ نماز پڑھنی ضروری ہوگی۔

دلیل جمہور علماء کی

حدیث عائشة من اصابه قئ او رعاف اوقلس اومذی فلینصرف فلیتو ضأ ثم یبن علی صلاته وهو فی ذلک لا یتکلم۔

حدیث علی۔ اذا ام القوم فوجد فی بطنه رزاء اور عافا اوقیئاً فلیضع ثوبه علی انفه ولیأخذ بید رجل من القوم فلیقدمه۔ [۳]

دلیل امام شافعی ومالک رحمہما اللہ

روایت علی بن طلق۔ اذا فسا احدکم فی الصلوٰۃ فلینصرف فلیتوضا ولیعد صلاته۔ [۴]

روایت عبداللّٰہ بن عباس اذا رعف احد کم فی صلاته فلینصرف فلیغسل عنه الدم ثم لیعد وضوء ه ولیستقبل صلاته۔ [۵]

عقلی دلیل یہ دیتے ہیں کہ حدث منافی ومفسد صلوٰۃ ہے اور جو چیز مفسد صلوٰۃ ہو اس کے ساتھ نماز کیسے باقی رہ سکتی ہے۔

جواب

پہلی روایت علی بن طلق کی، کہ اس میں ولیعد صلاته کا لفظ ہے یہ مدرج ہے جریر کی طرف سے باقی راوی اس لفظ کو نقل نہیں کرتے، حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ جریر کو آخری عمر میں سوء حفظ ہو گیا تھا۔ [۶]

ابن قطان فرماتے ہیں کہ حدیث صحت کو نہیں پہنچی کیونکہ اس کا راوی مسلم بن سلام اور عبدالملک دونوں مجہول ہیں۔

دوسری روایت جو عبداللہ بن عباس کی ہے اس کی سند میں سلیمان بن ارقم ضعیف ہے اس کے بارے میں امام نسائی امام احمد۔ ابوداؤد۔ یحییٰ بن خلیل سب فرماتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔ [۷]

اگر ان راویوں کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو دوسرے احادیث صحیحہ اور صحابہؓ کی جماعت سے جو مذہب ثابت ہے وہ مقدم ہوگا۔ (کفی بھم قدوۃ)

حضرت عبدالملک بن عمیر کے مختصر حالات: یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: اشعث بن قیس، جابر بن سمرۃ، جندب بن عبداللہ الملکی، جریر، مغیرہ بن شعبہ۔ عبداللہ بن زبیر، عمرو بن حریث، نعمان بن بشیر، عطیہ القرظی، ام العلاء الانصاریہ، اسید بن صفوان عبداللہ بن حارث بن نوفل، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی۔ علقمہ بن وائل۔ مصعب بن سعد وغیرہ۔

تلامذہ: شہر بن حوشب، اعمش، زائدۃ، سفیان ثوری، شعبہ ابراہیم نخعی، سلیمان التیمی۔

علامہ عجلی ان کے بارے میں فرماتے ہیں صالح الحدیث، ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے امام نسائی فرماتے ہیں لا بأس بہ امام احمد فرماتے ہیں مضطرب الحدیث بعض کہتے ہیں کہ موت سے پہلے ان کے حفظ میں کچھ ضعف آگیا تھا۔

وفات: ۱۶۳ ہجری میں انتقال ہوا۔

مزید حالات کے لئے مطالعہ کیجئے: ① تہذیب التہذیب ۴۱۱/۶ ② التاریخ الکبیر ۴۲۶/۵ ③ الجرح والتعدیل ۳۶/۵ ④ تہذیب الکمال ۸۶۰ ⑤ میزان الاعتدال ۶۶۰/۲ ⑥ خلاصۃ تذھیب الکمال ۲۴۵۔

حضرت معبد بن صبیح کے مختصر حالات: یہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔

یہ صحابی رسول ہیں اور ان سے قہقہہ والی حدیث منقول ہے۔

مگر حافظ ابن حجر نے الایثار میں نقل کیا ہے کہ یہ تابعی ہیں انہوں نے عثمان اور حضرت علی کی زیارت کی ہے۔

ابو حاتم اور ابن حبان وغیرہ ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

رجلا اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہے۔ جیسے کہ کنز العمال کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ ان کے حالات باب الوضوء، من مس الذکر حدیث نمبر ۲۲ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عثمان بن عفان۔ ان کے حالات بھی (باب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) میں گذر چکے ہیں۔

---

(۱) عمدۃ القاری، اوجز المسالک، ابن حزم نے اس پر لمبی بحث کی ہے ۴/ ۱۵۳ تا ۴/ ۷ ۱۴ بدائع الصنائع ۱/ ۳۲۳۔

(۲) اکثر مصنف نے ابن ابی شیبہ نقل کئے گئے۔

(۳) پہلی روایت ابن ماجہ، دار قطنی، دوسری دار قطنی میں ہے۔

(۴) ترمذی، ابوداؤد، ترمذی۔

(۵) طبرانی، دار قطنی۔

(۶) جوہر نقی ۳۵۴۔ (۷) کامل ابن عدی۔

اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔

۱۴۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ يُجْزِئُهُ وَالْاِسْتِيْنَافُ اَحَبُّ اِلَيَّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَ بِقَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ نَاْخُذُ ذٰلِكَ يُجْزِئُ فَاِنْ تَكَلَّمَ وَاسْتَقْبَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا ایسا کرنا صحیح ہے البتہ از سر نو نماز پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم حضرت ابراہیمؒ کے قول کو اختیار کرتے ہیں بنا کرنا جائز ہے لیکن اگر اس نے بات کرلی اور از سر نو نماز پڑھی تو زیادہ بہتر ہے اور یہی بات امام بوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: اَفْضَلَ: علیه بڑھنا۔ بھلائی کرنا۔ مہربانی کرنا۔ "اَفْضَلَ عَلَيْهِ فِي الْحَسَبِ" حسب میں بڑھ جانا۔ اِسْتَقْبَلَ الشيئَ۔ سامنے ہونا۔ الرجلَ۔ توجہ کرنا۔ سامنا کرنا۔ مقابلہ کرنا۔

تشریح

قال یجزئه والاستیناف احب الی جس شخص کا حالت نماز میں وضو جاتا رہا تو اب جب وہ وضو کر کے واپس آئے گا تو سب کے نزدیک یہی بات بہتر ہے کہ وہ اب استیناف (یعنی از سر نو نماز پڑھے) یہی بات اس اثر میں ہے اور یہی بات تمام فقہاء، کے نزدیک ہے۔ احناف اس میں یہ تفصیل فرماتے ہیں کہ اگر وہ امام یا مقتدی ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بناء کرے تاکہ جو نماز پڑھ رہا تھا اس کی فضیلت کی حفاظت رہے اور اگر منفرد تھا وضو ٹوٹ گیا اور پھر یہ وضو کرنے گیا تو اب اس کے لئے لازم نہیں کہ یہ سابقہ جگہ پر آ کر ہی نماز پوری کرے۔ وان تکلم واستقبل فهو افضل مقتدی اور امام کو جماعت کی جگہ پر آ کر نماز پوری کرنی چاہئے۔ اگر اسی دوران امام فارغ ہو گیا یا وضو کر رہا تھا وہاں سے امام کے ساتھ اقتداء کرنے میں کوئی چیز حائل ہو جو مانع اقتداء ہوتی ہو مثلاً راستہ چوڑا ہو یا درمیان میں بلند دیوار وغیرہ ہو تو ان صورتوں میں مقتدی کو اپنی جگہ پر آنا ضروری نہیں ہو گا۔ بلکہ اسی جگہ نماز پوری کرے۔ واللہ اعلم

۱۴۴

مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَرْعَفُ فِي الصَّلَاةِ اَوْ يُحْدِثُ قَالَ يَخْرُجُ وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا اَنْ يَذْكُرَ اللّٰهَ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِهٖ فَيَقْضِيْ مَابَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ صَلَاتِهٖ وَيَعْتَدُّ بِمَا صَلّٰى فَاِنْ كَانَ تَكَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ، اَلْكَلَامُ وَالْاِسْتِقْبَالُ اَفْضَلُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

"حضرت ابراہیمؒ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کی نکسیر نماز میں پھوٹ جائے یا وضو جاتا رہے فرمایا وہ بات نہ کرے الا یہ کہ ذکر کرے اور جاکر وضوء کر کے اپنی جگہ واپس آجائے اور باقی ماندہ نماز کو پورا کرے۔ اور جتنی پہلے پڑھ لی وہ ہو گئی۔ لیکن اگر بات کر لی تو از سر نو نماز پڑھنا ہو گی۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ بات کر کے از سر تو نماز پڑھنا افضل ہے یہی بات امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: يَرْعَفُ: رَعِفَ (س) عَفًا۔ الدَّمُ۔ نکسیر پھوٹنا (رَعَفَ (ف ن) رَعْفًا وَرُعَافًا) الرَّجُلُ۔ نکسیر والا ہونا۔
يَخْرُجُ: خَرَجَ (ن) خُرُوْجًا وَمَخْرَجًا مِنْ مَوْضِعِهٖ۔ نکلنا بہ۔ نکالنا۔

تشریح

ثم يرجع الى مكانه فيقضى مابقى عليه من صلاته اس اثر میں مسئلہ سابقہ ہی کی بات چل رہی ہے کہ حالت نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو احناف اور جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک بناء کر سکتا ہے چند شرطوں کے ساتھ وہ شرائط یہ ہیں۔

① جب وضو کرنے جائے تو اس کو کوئی اپنی فوت شدہ نماز یاد نہ آجائے بشرطیکہ وہ پہلے سے صاحب ترتیب ہو)
② خارج سے کوئی مزید نجاست نہ لگ جائے۔ جو مانع صلوٰۃ ہو۔
③ یہ حدث سماوی ہو اگر اختیاری ہو تو بناء نہیں کر سکے گا۔
④ یہ حدث موجب وضو ہو موجب غسل نہ ہو۔
⑤ اس حدث میں کسی کام کاج کی ادائیگی نہ ہو۔ اگر حدث کی حالت میں کوئی رکن ادا کر لیا تو اب بناء نہیں کر سکے گا۔
⑥ وہ حدث نادر الوقوع نہ ہو مثلاً بے ہوش ہو جانا، کھلکھلا کر ہنسنا وغیرہ۔
⑦ آنے جانے کی حالت میں کوئی رکن ادا نہ کرے مثلاً قیام میں تھا واپسی پر قراءت کرتا ہوا آئے تو اب بناء صحیح نہیں

ہوئی۔

⑧ بلاعذر تاخیر نہ کرے۔ فوراً واپس آجائے۔

⑨ اس دوران کسی خلاف نماز کا ارتکاب نہ کرے۔

⑩ حدث سابق کا ظہور نہ ہو گیا ہو مثلاً اس شخص نے موزے پر مسح کرنا شروع کیا تھا اسی دوران اس کے مسح کی مدت ختم ہو گئی۔

⑪ مقتدی اپنی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ جاکر نماز پوری کرے۔

⑫ امام تھا حدث ہو گیا اس نے ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو لائق امامت نہیں تھا مثلاً نابالغ لڑکے کو یا عورت کو تو اس صورت میں بھی بناء نہیں کر سکے گا کیونکہ اس صورت میں تو سب ہی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

⑬ اس دوران ایسا کام نہ کرے جس سے نماز میں تاخیر ہوتی ہو مثلاً قریب میں پانی تھا یہ دور چلا جائے۔[1]

استیناف افضل ہے

یہ بات اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ از سر نو نماز ادا کرے جبکہ ان تیرہ شرطوں کے مطابق عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے آسانی اسی میں ہے کہ آدمی استیناف کرے۔

(۱) بحر الرائق ۱/۳۶۸، بدائع الصنائع ۱/۲۲۲۔



بَابُ مَا یُعَادُ مِنَ الصَّلَاۃِ وَمَا یُکْرَہُ مِنْھَا

نماز کے اعادہ اور مکروہات کا بیان

۱۴۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الصَّلَاۃِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَنَھَانِیْ عَنْھَا وَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا لَمْ یُصَلُّوْھَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاْخُذُ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ فَلَا صَلَاۃَ عَلٰی جَنَازَۃٍ وَّلَا غَیْرِھَا قَبْلَ صَلَاۃِ الْمَغْرِبِ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ﴾

"حضرت حمادؒ نے فرمایا میں نے حضرت ابراہیمؒ سے مغرب سے قبل نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے روک دیا اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہیں پڑھی۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ جب سورج ڈوب جائے تو مغرب کی نماز سے قبل نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اور کوئی نماز یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: فَنَھَانِی: نَھَاہُ یَنْھَاہُ نَھْیًا عن کذا۔ ڈانٹنا۔ منع کرنا۔ (ہفت اقسام میں معتل لام یعنی ناقص ہے)
قَبْلَ: بمعنی پہلے۔ آگے۔ اور یہ ظرف زمان ہے۔

تشریح

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل ہے یا نہیں۔ اس میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: انس بن مالک، عبدالرحمن بن عوف، ابوایوب انصاریؓ، ابودرداء، جابر بن عبداللہ، امام شافعی، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کے نزدیک مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

دوسرا مذہب: خلفائے راشدین اور جمہور صحابہ و تابعین امام مالک، امام ابوحنیفہ امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر، ابراہیم نخعی، سعید بن المسیب وغیرہ کا ہے کہ ان کے نزدیک یہ دو رکعت نماز مکروہ ہے۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال

❶ حدیث انس بن مالک فان المؤذن اذا اذن قام ناس من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبتدرون السوزی حتی یخرج البنی صلی اللہ علیہ وسلم وھم کذٰلک یصلون رکعتین قبل المغرب ولم یکن بین الاذان والاقامہ شیئ وقال عثمان بن السواری وابو داؤد عن شعبۃ لم یکن بینھما الا قلیل۔(۱)

❷ حدیث عبد اللہ بن مغفل مزنی، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوا قبل صلٰوۃ المغرب رکعتین اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

❶ حدیث عبد اللہ بن عمرؓ، ما رأیت احدا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصیلھا و رخص فی الرکعتین بعد العصر۔(۳)

❷ حدیث بریدۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عند کل اذانین رکعتین ما خلا الغرب۔(۴) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو اذان (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان دو رکعت پڑھتے تھے سوائے مغرب کے۔

❸ حدیث ابو ایوب انصاری قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم لا تزال امتی بخیر مالم یوخروا المغرب الٰی ان تشتبک النجوم۔(۵) کہ میری اُمت بھلائی پر رہے گی جب تک مغرب میں تاخیر نہ کرے۔ کہ ستارے نظر آنے لگیں۔

❹ حدیث جابر قال سألنا ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل رأیتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الرکعتین قبل المغرب فقلن لا غیر ان ام سلمۃ قالت صلاھا عندی مرۃ فسألتہ ما ھذہ الصلٰوۃ فقال نسیت رکعین قبل العصر فصیلتھما الان۔(۶) کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے ازواج مطہرات سے پوچھا کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا نہیں اور حضرت ام سلمہ نے بتایا کہ میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ نماز پڑھی میں نے پوچھا کہ یہ نماز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ عصر سے قبل دو رکعتیں بھول گیا تھا ان کو اس وقت پڑھ لیا۔

جواب

جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ دو رکعت بظاہر شروع اسلام میں تھی کہ صحابہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ لیا کرتے تھے مگر بعد میں یہ عمل چھوٹ گیا (گویا کہ یہ بات منسوخ ہوگئی) نیز اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے جو کسی بھی امام

کے نزدیک صحیح نہیں۔[7]

صاحب فتح القدیر نے فرمایا یہ دو رکعت پڑھنا مکروہ نہیں ہے مباح ہے بعض لوگوں نے اسی کو پسند کیا ہے۔ یہی بات امام مالکؒ فرماتے ہیں۔[8]

فلاصلوٰۃ علی جنازۃ ولا غیرہ۔ کہ نہ نماز جنازہ اور نہ ہی کوئی اور نماز۔

یہاں پر افضلیت کو منع کیا جارہا ہے۔ ورنہ فی نفسہ اس وقت بھی نماز جنازہ سجدہ تلاوت فرائض کی قضاء جائز ہے۔ یہ بات ناپسندیدہ ہے کہ آدمی اسی وقت کے آنے کا انتظار کرے پھر نماز پڑھے یہ مکروہ ہوگا۔[9]

---

(۱) بخاری۔

(۲) بخاری۔ ابوداؤد۔

(۳) ابوداؤد۔

(۴) دار قطنی۔ بیہقی۔

(۵) ابوداؤد۔

(۶) طبرانی۔

(۷) شامی ۱/ ۲۶۳۔

(۸) فتح القدیر شرح الھدایہ۔

(۹) شامی ۱/ ۲۶۳۔



۱۴۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِذَا کَانَ الدَّمُ قَدْرَ الدِّرْهَمِ وَالْبَوْلُ وَغَیْرُهٗ فَاَعِدْ صَلَاتَكَ وَ اِنْ کَانَ اَقَلَّ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ فَامْضِ عَلٰی صَلَاتِكَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ یُجْزِئُهٗ صَلَاتُهٗ حَتّٰی یَکُوْنَ ذٰلِكَ اَکْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ الْکَبِیْرِ الْمِثْقَالِ فَاِذَا کَانَ کَذٰلِكَ لَمْ تُجْزِئُهٗ صَلَاتُهٗ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

”حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا خون یا پیشاب وغیرہ اگر ایک درم کی مقدار ہو تو نماز کا اعادہ کرو اور اگر وہ ایک درھم سے کم ہو تو نماز ہو گئی امام محمدؒ نے فرمایا جب بڑے درھم مثقال سے زیادہ نجاست نہ ہو تو نماز ہو جائے گی اگر اتنی ہو گئی تو نماز نہیں ہو گی یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔“

لغات: اَلْبَوْلُ: پیشاب۔
قَدْر: چیز کی انتہا۔ بغیر کمی زیادتی کے برابر ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ ”هٰذَا قَدْرُ ذَاكَ“ یہ اس کے مماثل اور مساوی ہے۔

تشریح

الدم و البول: خون پیشاب وغیرہ اس سے مراد نجاست غلیظہ ہے۔
خون سے مراد انسان یا جانور کا بہنے والا خون ہے۔ جس کی حرمت ہونا (یعنی غلیظ ہونا) نص قرآنی سے ثابت ہے اسی طرح دم مسفوح بھی حرام ہے مگر مذبوحہ جانور کی رگوں اور گوشت میں جو خون رہ جاتا ہے کیونکہ وہ دم مسفوح نہیں ہے۔ اس سے کپڑے وغیرہ نجس نہیں ہوں گے۔[1]
اسی طرح خون غیر سائل مثلاً مچھلی کا خون، پسو، مچھر، کھٹمل، جوں کا خون ناپاک نہیں ہو گا اگر چہ زیادہ کیوں نہ ہو[2]
پیشاب اس سے مراد بھی انسان یا جانور کا پیشاب ہے جن کا گوشت کھانا حرام ہے اگر چہ وہ غذا میں صرف پھل وغیرہ یا دودھ وغیرہ ہی استعمال کرے اس پر ابن المنذر نے احناف اور شوافع علماء کا اتفاق نقل کیا ہے جانوروں میں، چمگادڑ، چوہے کا پیشاب ناپاک نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ اس سے احتراز مشکل ہے۔[3] اسی طرح بلی کا پیشاب بھی اس سے بھی احتراز کرنا مشکل ہے۔
قدر الدرھم الکبیر المثقال: صاحب ہدایہ وزن درھم کے بارے میں فرماتے ہیں: ثم یروی اعتبار الدرھم

من حيث المساحة وهو قدر عرض الكف في الصحيح، ويروى من حيث الوزن وهو الدرهم الكبير المثقال وهو مايبلغ وزنه مثقالاً الخ۔ [۴] کہ درہم کا اعتبار ساحت کے اعتبار سے مروی ہے اور وہ ہتھیلی بھر چوڑائی ہے اور صحیح روایت میں وزن کے اعتبار سے بھی مروی ہے یعنی ایک مشقال بڑا درہم جو ایک مثقال وزن کا ہوتا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ احناف کی ظاہر روایت والی مثالوں میں درہم کی کوئی تصریح موجود نہیں ہے البتہ امام محمدؒ نے کتاب النوادر میں لکھا ہے: الدرهم الكبير مايكون مثل عرض الكف۔ درہم کبیر بقدر ہتھیلی پر چوڑائی ہوتا ہے۔ جس کا وزن بیس قیراط ہے۔ اور بعض لوگوں نے باعتبار سافت کہا ہے۔ وهو قدر عرض الكف مگر فقیہہ ابو جعفر وغیرہ نے اس میں تطبیق کی شکل یہ نکالی ہے کہ اگر سائل چیز مثلاً پیشاب وغیرہ ہو تو ایک درہم کا پھیلاؤ (ہتھیلی کے برابر) کا اعتبار ہوگا اور اگر گاڑھی چیز ہو جیسے پاخانہ وغیرہ تو اس صورت میں درہم کا وزن کا اعتبار ہوگا۔ [۵]

---

(۱) فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) تاتارخانیہ۔

(۳) الاشباہ، والنظائر۔

(۴) ہدایہ۔

(۵) یہی بات بدائع الصنائع، محیط، تبیین الحقائق تنویر الابصار وغیرہ میں ہے۔



۱۴۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الاَقْمَرِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّبِرَجُلٍ سَادَلَ ثَوْبَهٗ فِي الصَّلَاةِ فَعَطَفَهٗ عَلَيْهِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ يُكْرَهُ السَّدْلُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْقَمِيْصِ وَعَلٰى غَيْرِهٖ لِاَنَّهٗ يَشْبَهُ فِعْلَ اَهْلِ الْكِتَابِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت علی بن الاقمر سے روایت ہے کہ آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے نماز میں کپڑا لٹکایا ہوا تھا تو آپ نے اسے اس پر لپیٹ دیا۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو پسند کرتے ہیں۔ نماز میں کرتے وغیرہ پر کپڑا لٹکانا مکروہ ہے اس لئے کہ اس سے اہل کتاب کے فعل کی مشابہت ہوتی ہے یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔“

لغات: سَادَلَ: یہ باب مفاعلہ سے ہے مُسَادَلَۃٌ اس کا مصدر ہے اس کی ایک خاصیت ہے۔ مُوَافَقَتِ مجرد یعنی مجرد کے ہم معنی ہونا، جیسے "سَافَرَ زَیْدٌ" سَافَرَ بمعنی سَفَرَ ہے۔ سَادَلَ بمعنی سَدَلَ ہے۔ سَدَلَ (ن ض) سَدْلاً وسَدَّلَ الشعرَ اوِ الثوبَ۔ بال یا کپڑا لٹکانا۔

فَعَطَفَهٗ: عَطَفَ (ض) عَطْفًا و عُطُوْفًا الیہ۔ مائل ہونا۔ علیہ مہربانی کرنا۔ عنہ۔ پھر جانا۔

تشریح

سادل ثوبہ فی الصلاۃ: (نماز میں کپڑا لٹکانا) سادل کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اسدل الرجل ثوبہ من غیر ان یضم جانبیہ بین یدیہ فان ضمہ فلیس بسدل کہ کپڑے کے دونوں کنارے سمیٹے بغیر لٹکا کر چھوڑ دینا یہ سدل ہے اگر اس کو لپیٹ لیا تو اب یہ سدل نہیں کہلائے گا۔

❷ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں السدل ارسال الثوب حتی یضیب الی الارض کہ کپڑے کو اس طرح چھوڑ دینا کہ وہ زمین تک لٹکتا رہے۔

❸ علامہ کرخیؒ نے کہا سدل یہ ہے کہ کپڑے کو سر یا کندھے پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے رہیں۔

❹ صاحب نہایہ فرماتے ہیں کہ اوپر سے کپڑا اوڑھ کر دونوں ہاتھ اندر کر کے نماز پڑھنا۔

❺ بعض کہتے ہیں کہ عرب کی عادت تھی کہ چلتے وقت ازار کو کرتے کے اوپر باندھتے تھے اور جب کسی مجلس میں بیٹھتے تو ازار کو ڈھیلا کر کے بیٹھتے تھے تاکہ آرام سے بیٹھ جائیں یہی چیز نماز میں ہو تو اس کو سدل کہتے ہیں اس سے منع کیا گیا ہے

کہ اس میں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں کھل نہ جائے۔

❻ قباء کو جسم میں ڈال کر آستین میں ہاتھ داخل نہ کرنا۔

❼ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ کپڑے کو بے ڈھنگا طور پر استعمال کرنا یہ سدل ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اس قول کو پسند فرمایا ہے۔(۱)

اس سدل کے بارے میں دو مذہب ہیں

پہلا مذہب: حضرت ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، مجاہدؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی وغیرہ کا ہے ان کے نزدیک سدل ہر حال میں مکروہ ہے۔ نماز میں بھی اور خارج نماز میں بھی۔

دوسرا مذہب: امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف یہ نماز میں مکروہ ہے غیر نماز میں مکروہ نہیں ہے۔

احناف فرماتے ہیں حدیث میں آتا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن السدل فی الصلوۃ۔(۲) فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ السدل منھی عنہ مطلقا لانہ من الخیلاء وھو فی الصلوۃ اشنع واقبح۔ کہ سدل کی مطلقاً ممانعت ہے کیونکہ یہ متکبرین کیا کرتے ہیں جب یہ خارج صلوٰۃ منع ہے تو داخل صلوٰۃ تو اور زیادہ اس کی ممانعت ہوگی۔

(۱) بذل المجہود، تعلیق الصبیح، اشعۃ اللمعات، معارف السنن ۴/۴۶۳۔

(۲) ترمذی، ابوداؤد، ابن حبان۔

نوٹ: علی بن الاقمر کے حالات باب فضل الجماعۃ ورکعتی الفجر میں گذر چکے ہیں۔



۱۴۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزْعَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا يُصَامُ هٰذَانِ الْيَوْمَانِ الْفِطْرُ وَالْاَضْحٰى وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ عَنْهَا۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا كُلِّهٖ نَاْخُذُ وَلَا يَنْبَغِىْ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تُسَافِرَ اِلَّا مَعَ زَوْجِهَا اَوْمَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک کوئی نفل جائز نہیں۔ اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب شمس تک کوئی نفل جائز نہیں اور ان دونوں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں روزہ نہیں رکھا جائے گا۔ اور تین مسجدوں کے علاوہ کسی کے لئے سفر نہیں کیا جائے گا۔ ① مسجد حرام ② میری مسجد مسجد نبوی ③ مسجد اقصیٰ، اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے امام محمد نے فرمایا ہم ان سب پر عمل کرتے ہیں کسی عورت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بغیر شوہر یا محرم کے سفر کرے یہی بات امام ابوحنیفہ" فرماتے ہیں۔

لغات: اَلشَّمْس: آفتاب۔ جمع شُمُوْسٌ۔

تُسَافِر: سَافَرَ سِفَارًا وَمُسَافَرَةً۔ اِلٰى بَلَدٍ كذا۔ روانہ ہونا۔

تشریح

اس میں تین چار کو بیان کیا جا رہا ہے۔

پہلا مسئلہ: لاصلوۃ بعد صلاۃ الغداۃ حتی تطلع الشمس۔

اس میں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: ائمہ ثلاثہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ فرائض اور ایسے نوافل جو ذوات الاسباب ہیں یعنی ایسے نوافل

جن کا سبب کسی انسان کے اپنے اختیار سے ہو ان کو فجر اور عصر کے بعد پڑھنا نا جائز ہے۔ اور ایسے نوافل جو کسی سبب کے بغیر ہوتے ہیں وہ ان دونوں اوقات میں مکروہ ہیں۔ مگر امام شافعی کے نزدیک ہر قسم کے نوافل جائز ہیں۔

دوسرا مذہب: امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، امام مالکؒ کا ہے کہ فجر اور عصر کے بعد فرائض تو جائز ہیں البتہ ہر قسم کے نوافل خواہ وہ ذوات الاسباب ہوں یا غیر ذوات الاسباب دونوں ناجائز ہیں۔

تیسرا مذہب: امام احمدؒ۔ اسحاق۔ وغیرہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ فرائض تو جائز ہیں ایسے وقتوں میں مگر نوافل منع ہے مگر طواف کی دو رکعت اس وقت میں بھی جائز ہے۔

استدلال پہلے مذہب والوں کا

حرم کے بارے میں تو استدلال کرتے ہیں۔
جبیر بن مطعم کی روایت سے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یابنی عبدمناف لا تمنعوا احداً طاف بھذا البیت وصلی ایۃ ساعۃ شاء من لیل او نہار[1]
اور نوافل کے بارے میں ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں مسجد کے دخول کے بعد دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے اس میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں ہے کہ اوقات مکروہہ ہیں یا غیر مکروہہ ہیں۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

❶ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت ہے جس میں فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔
❷ روایت ابو سعید انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا بعد العصر حتی تغیب الشمس۔

جواب مذہب اول

پہلے مذہب والوں کی پہلی روایت: یا بنی عبدمناف لا تمنعوا الخ ہے مگر اس حدیث کی سند پر سخت اعتراضات کئے گئے ہیں۔ مثلاً امام طحاوی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند مضطرب الاسناد ہے وکذاقال علامہ زیلعی وقال الترمذی فی اسنادہ مقال وکذاقال الحاکم۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ارشاد کا مقصد بظاہر تو یہ ہے کہ حرم شریف کو طواف اور نماز وغیرہ کے لئے ہر وقت کھلا رکھا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ حرم شریف میں نماز اوقات مکروہ میں بھی جائز ہے۔[2] اس کی تائید حضرت عمر کے اس

عمل سے بھی ہوتی ہے کہ بقول امام بخاری کے وطاف عمر بعد صلوٰۃ الصبح فرکب حتی صلی الرکعتین بذی طوی۔[۳] اگر جائز ہوتی تو مکہ میں دو رکعت حضرت عمرؓ پڑھتے اور ذی طوی میں نہ جاتے۔ اور صحیح ابن حبان کی یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں اس سے بھی احناف کے مذہب کی ترجیح معلوم ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ یابنی عبدالمطلب ان کان لکم من الامر شیئ فلا اعرفن احدًا منکم ان یمنع من یصلی عندالبیت ای عامۃ شاء من اللیل النہار۔[۴]

اور جہاں تک فرائض کے جائز ہونے کا تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں فی نفسہ کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ اس دن کی فجر اور عصر بغیر کسی کراہیت کے اس وقت میں جائز ہوتی ہے نوافل کے ناجائز ہونے کی وجہ تو یہ تھی کہ وہ وقت حکمًا فرض میں مشغول تصور کیا جاتا ہے مگر جب حکمًا کی جگہ پر حقیقتاً فرائض آجائیں تو یہ جائز ہوگا اس فرض کے وقت میں نوافل جائز نہیں ہوتے۔

دوسرا مسئلہ: ولا یصام ھذان الیومان۔ عیدین اور ایام التشریق میں روزے رکھنے کے بارے میں نو مذاہب ہیں جن کو علامہ بدر الدین عینی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔[۵]

پہلا مذہب: امام ابواسحاق مروزیؒ، امام شافعی، ابن المنذر، ابو طلحہ، زبیر بن العوام وغیرہ کا ہے ان کے نزدیک ان دنوں میں روزہ مطلقاً جائز ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، امام احمدؒ، صحیح مذہب امام شافعی، حسن بصری، لیث بن سعد، عطا، وغیرہ کا ہے ان کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔

تیسرا مذہب: وہ حاجی جو متمتع ہو اور اس کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو اس نے ایام تشریق سے پہلے تین روزے بھی نہ رکھے ہوں تو اب ابن عمر، عائشہ، امام حارث، اسحاق بن راہویہ، امام احمد، اوزاعی وغیرہ کے نزدیک ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز ہے۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال

روایت عائشہ عن ھشام اخبرنی ابی کانت عائشۃ تصوم ایام منٰی و کان ابی یصومھا۔[۶]

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

ان روایات سے جن میں مطلقاً منع کیا گیا ہے کہ اس دن میں اللہ کی طرف سے ضیافت ہوتی ہے۔ اس دن روزہ رکھنے سے اللہ کی ضیافت کا انکار لازم آتا ہے۔

اور قانون یہ ہے کہ نہی کی روایات مقدم ہوتی ہیں اثبات والی روایات سے اس وجہ سے بھی یہ مذہب مقدم ہو گا۔

تیسرے مذہب والوں کا استدلال

روایت عائشۃ لم یرخص فی ایام التشریق ان یصمن الالمن لم یجد الھدی۔ (۷)

لا تشد الرحال الاالی ثلثۃ مساجد الخ اس حدیث میں اِلاَّ کا استثناء آرہا ہے۔ اس استثناء کو مفرغ کہا جاتا ہے۔ یعنی مستثنیٰ منہ لفظوں میں موجود نہیں ہے جبکہ محذوف ہے حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر مستثنیٰ منہ عام ہے مکان یا موضع وغیرہ سب ہو سکتا ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی لا تشد الرحال الی موضع الاالی ثلثۃ مساجد یعنی ان مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ سفر کر کے جانا جائز نہیں ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ منہ عموم مساجد ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد یعنی ان تین مساجد کے علاوہ کوئی کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کرے اور یہ مستثنیٰ سے استثناء کے ماقبل کا لفظ بھی اس کی تائید کرتا ہے تو یہ ماقبل مستثنیٰ کے ساتھ بھی مناسب ہو رہا ہے اور ایک حدیث جو مسند احمد میں ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام الاقصیٰ و مسجدی ھذا۔

جمہور علماء کے اس قول سے یہ سوال بھی نہیں ہو گا جو ابن تیمیہ کے قول پر ہوتا ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ بھی سفر کرنا جائز نہیں حالانکہ تجارت، جہاد، تبلیغ اور طلب دین کے لئے تو بالاتفاق سفر کرنا جائز ہے مگر ابن تیمیہ کے قول کے مطابق ان سب کے لئے بھی سفر کرنا جائز نہیں ہو گا۔

پھر محدثین فرماتے ہیں یہاں یہ نہی بطور مشقت کے فرمایا ہے یہاں نہی تحریمی نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ جب ان تین مساجد کے علاوہ باقی مساجد کی فضیلت برابر ہے تو پھر کیوں کسی دوسری مسجد میں جانے کے لئے سفر کیا جائے اور مشقت بھی برداشت کی جائے اس پر مال بھی خرچ کیا جائے اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہ ہو۔ (۸)

کیا روضہ اقدس کی زیارت کے لئے جانا بھی جائز نہیں

اس بارے میں فقہاء اربعہ فرماتے ہیں کہ روضہ اقدس کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے کیونکہ اس بارے میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں مثلاً:

❶ من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔

❷ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ (۹)

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تقریباً علماء کا اتفاق ہے اور امت کا تواتر چلا آرہا ہے اس لئے اس کا انکار

نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۰) زیارت قبور کو سب سے پہلے قاضی عیاضؒ نے منع کیا پھر اس مسئلے کو علامہ ابن تیمیہؒ نے پروان چڑھایا کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔ (۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے متعلّق

علماءِ دیوبند کی تصریح

علماءِ دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک کا وہ حصہ جو آپ کے جسم مبارک کے ساتھ متصل ہے وہ کعبہ شریف کیا عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ (۱۲)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت قریب واجب ہے۔ (۱۳)

کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے: من وجد سعة۔ ولم یزرنی فقد جفانی، کہ جو شخص وسعت پانے کے باوجود میری زیارت کو نہ آئے اس نے میرے ساتھ بے مروتی کی۔ علماءِ دیوبند فرماتے ہیں کہ استطاعت ہونے کے باوجود مدینہ منورہ حاضر نہ ہو تو وہ بہت ہی بدنصیب شخص سمجھا جائے گا۔

تصدیقات میں تو یہاں تک ہے کہ:

عندنا وعند مشائخنا زیارة قبر سید المرسلین (روحی فداه) من اعظم القربات واهم المندوبات وانجح لنیل الدرجات بل قریبة من الواجبات۔ (۱۴) ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (جن پر ہماری جان قربان ہو) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے جب کہ واجب کے قریب ہے

ایک جگہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی ثم المدنیؒ فرماتے ہیں:

وینوی وقت الارتحال زیارته علیه الف الف تحیة وسلام وینوی معها زیارة مسجده۔ صلی اللّٰه علیه وسلم وغیره من البقاع والمشاهد الشریفة بل الاولی ما قال العلامة ابن الهمام ان یختص النیة لزیادة قبره علیه الصلوٰة والسلام ثم یحصل له اذا قدم زیارة المسجد لان فی ذلک زیادة تعظیمه واجلاله صلی اللّٰه علیه وسلم ویوافق قوله صلی اللّٰه علیه وسلم من جاءنی زائرًا لا تحمله حاجته الا زیارتی کان حقًا علی ان اکون شفیعاله یوم القیامة۔ (۱۵)

سفر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقامات مقدسہ وزیارت قبر کی بھی نیت کرے اس میں بہتر یہ ہے جو علامہ ابن ہمام نے فرمایا کہ شروع میں صرف خالص قبر مبارک کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہو جائے تو وہاں مسجد نبویؐ کی بھی زیارت ہو جائے گی۔ اس صورت میں آپ کی تعظیم زیادہ ہے۔ اور اس کی موافقت آپ کے اس ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت کو آیا

کہ میری زیارت کے سواء کوئی اور چیز اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

رئیس المحدثین وسید علماء دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

جب مدینہ کا ارادہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی زیارت کی نیت سے جائے۔[16]

حضرت حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

مدینہ منورہ کی حاضری صرف سرور کائنات کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔[17]

کیا روضہ اقدس کے علاوہ دوسری قبروں پر جانا جائز ہے؟

اس میں علامہ ابن تیمیہ، شیخ ابو محمد الجوینی اور بعض شوافع کا مذہب یہ ہے کہ روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی قبر کی زیارت کے لئے جانا صحیح نہیں ہے۔

اس کے مقابل احناف اکثر شوافع اور جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ دوسری قبروں کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے اور استدلال اس روایت سے کرتے ہیں جس میں آتا ہے۔

ان النبی صلی اللّٰہ کان یأتی قبور شھداء احد علی راس کل حول۔[18]

اس سے علامہ شامیؒ نے بھی استدلال کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر جانا جائز ہے۔[19]

یہ الگ بات ہوگی کہ اگر وہاں بدعات وغیرہ ہوں تو ان بدعات سے اپنے آپ کو بچانا تو ضروری ہوگا ایسا نہ ہو کہ ثواب کم ہو اور گناہ زیادہ ہو جائے۔

چوتھا مسئلہ: ولا ینبغی للمرأۃ ان تسافر الا مع زوجھا او مع ذی رحم محرم عنھا کہ کسی عورت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بغیر شوہر یا محرم کے سفر کرے۔

شریعت میں سفر کا اطلاق سفر شرعی پر آتا ہے جس کی مقدار تقریباً اڑتالیس میل آتی ہے۔ تو ایسا سفر عورت بغیر محرم کے نہیں کر سکتی خواہ یہ سفر حج کے لئے ہو یا تجارت کے لئے یا تبلیغ کے لئے کوئی بھی دینوی مقصد ہو یا دینی بغیر محرم کے جائز نہیں ہوگا۔

خواہ یہ اڑتالیس میل کا سفر جدید سواریوں کے ذریعہ چند ساعتوں میں طے کیا جائے تب بھی جائز نہیں ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

حدیث ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ تؤمن باللّٰہ والیوم الاخر ان تسافر سفرًا یکون ثلاثۃ ایام فصاعدًا الا ومعھا ابوھا او زوجھا او اخوھا او ذو محرم منھا۔[20]

حضرت قزعۃ کے مختصر حالات: ان کا نام قزعۃ بن یحیٰ ہے۔

اساتذہ: حضرت عبداللہ بن عمر، عمرو بن العاص، ابی سعید الخدری حبیب بن سلمۃ، ابوہریرۃ وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: عبدالملک بن عمیر، عطیہ بن قیس، قتادہ، مجاہد، ربیعہ بن یزید، سہم بن فخاب، عاصم الاحول نہشل بن مجمع، جریر بن مالک الانصاری، محمد بن سعید، اسمٰعیل بن محمد، طلق بن حبیب۔

علامہ عجلی نے فرمایا بصری تابعی ثقۃ، ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن خراش نے فرمایا صدوق۔

حضرت بزاز فرماتے ہیں لیس بأس۔

مزید حالات کے لئے تعجیل المنبعقہ ۵۱۰ اور تہذیب التہذیب کا مطالعہ مفید ہوگا ابوسعید خدری کے حالات باب الوضوء حدیث ۴ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

نوٹ عبدالملک بن عمیر کے حالات باب الرعاف فی الصلوۃ حدیث نمبر ۲۴ میں گذر چکے ہیں۔

---

(۱) رواہ الخمسہ، تعلیق الصبیح میں ہے کہ روایت میں بنی عبد مناف کو مخاطب اس لئے بنایا کہ ان کے پاس بیت اللہ کی چابی اور پانی پلانے وغیرہ کا انتظام تھا ۲/ ۳۲۔

(۲) اثار السنن ۱۹۱، تعلیق الصبیح ۲/ ۲۳۔ (۳) بخاری ۱/ ۲۳۰۔ (۴) موارد الظمان ۲۶۵۔

(۵) عمدۃ القاری ۱۱/ ۱۳ اور کذا فتح الملہم۔ المغنی ۳/ ۱۶۴۔ فتح الباری ۴/ ۲۱۰۔ معارف السنن ۶/ ۱۶۰۔

(۶) بخاری ۱/ ۲۶۸۔ (۷) بخاری ۱/ ۲۶۸۔ (۸) عمدۃ القاری ۳/ ۶۸۲، فتح الباری ۳/ ۵۳۔

(۹) جامع الصغیر لسیوطیؒ ۲/ ۱۷۱۔ اس قسم کی کئی ہدایات کو اعلاء السنن ابواب الزیارات النبویۃ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۱۰) مزید تفصیل عمدۃ القاری ۶/ ۶۸۲، فتح الباری ۳/ ۵۳، وفاء الوفاء ۲/ ۴۱۵۔ المہند علی المفند اور فتح القدیر میں دیکھی جاسکتی ہے۔ کوکب الدری کے حدیث میں ہے حکی الاجماع علیہ النووی و ابن ہمام ۱/ ۱۵۶ و کذا، ارشاد الباری ۲/ ۲۴۴۔

(۱۱) علامہ ابن تیمیہ کے رد پر جمہور کی طرف سے علامہ تقی الدین سبکی نے مفصل کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ہے۔ مگر پھر اس کتاب پر علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالھادی الحنبلی متوفی ۷۴۴ء کی طرف سے بنام الصارم المنکی للصارم المنکی لکھی تھی پھر اس کتاب پر علامہ احمد بن ابراہیم المنکی موصوف بابن علان متوفی ۱۰۳۳ نے بنام المبرد المنکی للصارم المنکی کے نام سے جواب دیا۔

(۱۲) التصدیقات صفحہ ۶، اس پر مولانا خلیل احمد سہارنپوری، شیخ الہند، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی عزیز الرحمٰن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ اکابرین کے دستخط ہیں۔

(۱۳) مدارج النبوۃ ۲/ ۴۷۸۔ (۱۴) تصدیقات صفحہ ۵۔ (۱۵) تصدیقات صفحہ ۵۔ (۱۶) زبدۃ المناسک ۱۱۳۔

(۱۷) مکاتیب شیخ الاسلام ۱۳۰، ۱۲۹۔ (۱۸) مصنف ابن ابی شیبہ۔

(۱۹) شامی ۱/ ۲۰۴، وکذا فتاوی رشیدیہ ۳/ ۳۳۔ (۲۰) زجاجۃ المصابیح ۱/ ۱۰۱۔

۱۴۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يُفَرْقِعَ اَصَابِعَهُ فِي الصَّلَاةِ اَوْيُلْقِيَ رِدَائَهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ اَوْيَضَعَ يَدَهُ عَلٰى خَاصِرَتِهٖ اَوْيَدْفِنَ كِبَارَ الْحِصٰى اَوْيَقَعَ عَلٰى عَقِبَيْهِ اَوْيَعْبَثَ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لِاَنَّهُ عَبَثٌ فِي الصَّلَاةِ يَشْغَلُ عَنْهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے، کہ انہوں نے نماز میں انگلیاں چٹخانے کاندھوں پر چادر لٹکانے، کوکھ پر ہاتھ رکھنے، بڑے کنکریوں کو دفن کرنے، ایڑھیوں پر بیٹھنے سے اور ڈاڑھی سے کھیلنے سے منع کیا ہے۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس لئے کہ یہ بے فائدہ کام اور نماز میں کھیلنا ہے جو نماز سے غافل کر دیتا ہے۔ یہی بات امام ابوحنیفہ" فرماتے ہیں۔"

لغات: يُفَرْقِعُ: فَرْقَعَ فَرْقَعَةً وَفِرْقَاعًا۔ تیز دوڑنا الاصابعَ۔ انگلیاں چٹخانا۔ فلانًا۔ گردن مروڑنا۔

يُلْقِي: الْقٰى اِلْقَاءً عنه الشيئ۔ ڈال دینا۔ اليه السَمْعَ۔ کان لگانا۔ (ہفت اقسام میں معتل لام یعنی ناقص ہے)

عَبَثٌ: اَلْعَبَثُ۔ بے فائدہ۔ لغو۔ بے نتیجہ کہا جاتا ہے "فَعَلَ ذالک عَبَثًا اس نے یہ کام لغو کیا۔

تشریح

اس حدیث میں چھ باتوں کو بیان کیا جارہا ہے۔

پہلی بات

ان یفرقع اصابعه: نماز میں انگلیوں کو چٹخائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ قوم لوط کا عمل خارج صلوٰۃ بھی مکروہ ہے نماز میں تو بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوگا۔ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تفرقع اصابعک وانت فی الصلوٰۃ۔[1]

دوسری بات

یلقی رداء عن منکبیه: کاندھوں پر چادر لٹکائے کہ اگر آدمی بغیر کسی عذر کے ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس

کپڑے کو گردن سے باندھ لے اور اگر کپڑا ہی نہ ہو تو الگ بات ہے جیسے کہ روایت میں آتا ہے۔

❶ عن جریر عن مغیرۃ عن ابراھیم قال کانوا یکرھون اعزاء المناکب فی الصلٰوۃ۔[۲]

❷ حدیث ابی ھریرۃ نھی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ بشیئ۔

یہ مکروہ ہے اگر کپڑا نہ ہو تو اس کپڑے کو گردن سے باندھ کر نماز پڑھے کہ صحابہ بھی ایسے موقع پر ایسا کیا کرتے تھے۔

تیسری بات

او یضع یدہ علی خاصرتہ: کہ کوکھ پر ہاتھ رکھے۔

اس میں فقہاء کے دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب: صحابہ میں سے حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابراہیم نخعیؒ، مجاہد، فقہاء میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے۔

دوسرا مذہب: اہل ظاہر داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک یہ حرام ہے۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

حدیث کے الفاظ کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں مثلاً ایک روایت میں آتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل مختصرًا۔[۳]

پہلے مذہب والوں کا استدلال

جمہور بھی استدلال اسی روایت سے کرتے ہیں مگر وہ نہی سے مراد کراہت لیتے ہیں احناف میں سے ابن نجیم نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔[۴] در مختار میں ہے کہ وضع الید علی الخاصرۃ یہ خارج اور داخل صلوٰۃ ہر صورت میں مکروہ ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس کی کراہت مرد اور عورت دونوں کو شامل ہیں۔[۵]

کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع کیوں ہے

❶ یہ یہودیوں کا عمل ہے اس لئے اس سے بچنے کو شریعت نے فرمایا۔ جیسے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں ہے انما کانت تکرہ ان یجعل الرجل فی خاصرۃ و تقول ان الیھود تفعلہ۔[۶]

❷ دنیا میں جب ابلیس شیطان کو بھیجا گیا تو اس کی حالت یہی تھی اس لئے اس سے ممانعت ہے۔[۷]

❸ متکبرین کی علامت ہے۔ مصیبت زدہ کی علامت ہے۔[8]

چوتھی بات

یدفن کبار الحصٰی: بڑی کنکریوں کو دفن کرنا۔ اس میں فقہاء فرماتے ہیں اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ میں اس کو برابر کرلے۔[9] اگر ایک مرتبہ میں کرے تو بہتر ہے۔[10] جیسے کہ روایت میں آتا ہے:

حدیث معیقیب ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الا تمسح الحصی وانت تصلی فان کنت لا بد فاعلاً فمدۃ واحدۃ کہ کنکریوں کو مت ہٹاؤ جب کہ تم نماز میں ہو اور اگر ہٹانا ضروری ہو تو صرف ایک ہی بار ہٹا لے۔[11] اسی طرح حدیث ابوذر میں ہے۔ سألت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کل شیئ حتی عن مسح الحصی فقال واحدۃ او دع۔[12]

پانچویں بات

او یقعد علی عقبیہ: ایڑھیوں پر بیٹھے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں رانوں کو کھڑا کرکے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔[13]

امام کرخی کے بقول اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاؤں کو کھڑا کرکے ان کی ایڑیوں پر بیٹھے۔ اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ کہ اس طرح بیٹھنا مکروہ ہے اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح بیٹھنا سُنّت کے خلاف ہے۔

چھٹی بات

یعبث بلحیتہ: ڈاڑھی سے کھیلنا۔ یہ بھی عبث کام ہے اس لئے یہ مکروہ ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ نماز کی اندر اس طرح حرکت کرنا۔ مکروہ ہے اور خارج نماز خلاف اولی ہوگی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ایک نمازی کو اپنی ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا: لو خشع قلبہ لخشعت جوارحہ۔[14]

---

(۱) ابن ماجہ۔ مسند احمد۔ دار قطنی۔ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ۔
(۳) بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی (۳) معارف السنن ۳/۳۶۸ (۴) بحرالرائق ۲/۲۱۔
(۴) بنایہ شرح ہدایہ وعمدۃ القاری ۳/۸۳۱۔ (۵) بخاری۔ (۶) مصنف ابن ابی شیبہ۔ (۷) فتح الباری ۲/۷۱۔
(۸) منیۃ المصلی، بحرالرائق ۲/۲۰، شامی ۱/۴۵۰، عمدۃ القاری ۳/۷۱۹۔ (۹) خلاصہ ۱/۴۴۹۔
(۱۰) صحاح ستہ۔ (۱۱) مصنف ابن ابی شیبہ۔ (۱۲) امام طحاوی۔ (۱۳) فتح القدیر۔
(۱۴) مغنی لابن قدامہ، فتاوی ہندیہ ۸/۱۱۱، فتاوی شامی ۱/۴۴۹۔

۱۵۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ یُکْرَهُ السَّدْلُ فِی الصَّلٰوةِ لَا تَشَبَّهُوْا بِالْیَهُوْدِ﴾

''حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ نماز میں کپڑا لٹکانا منع ہے۔ یہود سے مشابہت اختیار مت کرو۔''

لغات: اَلسَّدل: (ن ض) سَدْلًا و سَدَّلَ الشَّعْرَ اَوِ الثوبَ: بال یا کپڑا لٹکانا۔

لَا تَشَبَّهُوا: تَشَبَّهَ تَشَبُّهًا باب تفعُّل سے۔

تشریح

اسی طرح حضرت علیؓ کا اثر بھی ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک موقعہ پر کچھ لوگ کپڑا لٹکا کر نماز پڑھ رہے تھے ان کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب یہودی ہیں اور ایک ہی مدرسہ سے نکلے ہیں۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں۔ روی المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفة یکرہ السدل علی القمیص او علی الازار لانہ صنیع اھل الکتاب فان السدل بدون السراویل فکراھتہ لاحتمال کشف العورة عند الرکوع و السجود و اما ان کان مع الازار فکراھیتہ للتشبیہ باھل الکتاب۔ [1]

---

(۱) بذل المجہود و کذا معارف السنن ۳/ ۴۶۳۔



۱۵۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخِطَابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ الْمَغْرِبَ فَلَمْ يَقْرَأْ فِيْ شَيْئٍ مِنْهَا حَتّٰى انْصَرَفَ فَقَالَ لَهُ اَصْحَابُهُ مَامَنَعَكَ اَنْ تَقْرَءَ، يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ اَوَمَافَعَلْتُ؟ اِنِّي جَهَّزْتُ عِيْرًا اَلْعَشِيَّةِ اِلَى الشَّامِ وَلَمْ اَزَلْ اُرَحِّلُهَا منقلة منقلة حَتّٰى وَرَدَتِ الشَّامَ فَاَعَادَوَ اَعَادَ بَاَصْحَابُهُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی اور کسی رکعت میں قراءت نہیں کی جب فارغ ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے عرض کیا اے امیرالمؤمنین آپ کو قراءت سے کس چیز نے روک دیا؟ انہوں نے فرمایا کہ کیا میں نے قراءت نہیں کی؟ میں نے ملک شام کی طرف شام کو لشکر تیار کیا تھا میں اسے منزل بمنزل روانہ کرتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچ گیا چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز لوٹائی۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: فَلَمْ يَقْرَأْ: نفی جحد بلم فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

قَرَأَ: (ف ن) قَرْأً وقِرَاءَةً وقُرْاٰنًا واِقْتَرَأَ الْكِتَابَ۔ پڑھنا۔ قَرَأَ (ف ن) قِرَاءَةً عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ سلام پہنچانا۔ (ہفت اقسام میں مہموز اللام ہے)

مَامَنَعَكَ: مَنَعَهُ (ف) مَنْعًا ومَنَّعَهُ الشيئ ومنه وعنه۔ محروم کرنا۔ روکنا۔

جَهَّزْتُ: واحد متکلم فعل ماضی معروف باب تفعیل مصدر تجهیز ہے۔ جَهَّزَهُ۔ تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ المیت۔ کفن دفن کا سامان کرنا۔ العروس۔ جہیز کا سامان تیار کرنا۔

تشریح

فلم یقرأ فی شیئ منہا: علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں قراءت ارکان صلوۃ میں سے ہے اس میں تو کسی بھی امام کا اختلاف نہیں ہر ایک کے نزدیک فرض ہے۔ اگر اس کو کوئی چھوڑ دے اگرچہ بھولے ہی سے کیوں نہ ہو اس کی نماز بالاتفاق فاسد ہو جائے گی۔

کتنی رکعت میں قراءت فرض ہے

اس بارے میں حسن بصریؒ اور امام زفرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت میں قراءت کرلی تو اب فرض ساقط ہو جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ وغیرہ فرماتے ہیں دو رکعت میں قراءت کرنا فرض ہے۔

امام مالکؒ وغیرہ فرماتے ہیں تین رکعت میں قراءت کرنا فرض ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں چاروں رکعت میں قراءت کرنا فرض ہے۔

ابوبکر اصم اور سفیان بن عیینہ وغیرہ کے نزدیک قراءت کرنا سُنّت ہے۔

قراءت کرنے کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟

اس بارے میں امام ابوحنیفہ سے تین روایتیں منقول ہیں۔(۱)

❶ پہلی روایت فرض قراءت ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹی سی آیت کیوں نہ ہو۔

❷ دوسری روایت جس مقدار کو قراءت کہہ سکیں ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔(۲)

❸ کم از کم چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت ہو۔ امام اعظم کی ظاہر روایت یہی ہے اور اس کے مطابق صاحبین کا قول ہے۔(۳)

---

(۱) خلاصہ۔

(۲) صاحب قدوری نے اس قول کو پسند کیا ہے۔

(۳) کتاب الاصل۔

نوٹ: حضرت عمر بن خطاب کے حالات باب الوضوء حدیث نمبر ۱ میں گذر چکے ہیں۔



۱۵۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِىْ غَادِيَةَ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَى الصَّلاَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ لاَنَرٰى اَنْ يُصَلِّىَ بَعْدَ الْعَصْرِ تَطَوُّعًا عَلٰى حَالٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابوغادیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے والے کو مارا کرتے تھے۔امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ عصر کے بعد نفل کو مطلقاً جائز قرار نہیں دیتے یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: یَضْرِبُ: ضَرَبَ (ض) ضَرْبًا۔ مارنا۔ لاَنَرٰی منفی جمع متکلم فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ رأی (ف) رُؤْیَۃً۔ بمعنی دیکھنا۔ العَصْر (ض) عصرًا دن، رات، دن کا آخری حصہ آفتاب کے سرخ ہونے تک، صبح، قبیلہ، گروہ۔

تشریح

عصر کے بعد نفل پڑھنے کے بارے میں دو مذہب ہیں:

امام ابوحنیفہ امام مالک ایک روایت امام احمد۔ محمد بن سیرین۔ سفیان ثوری حسن بصری۔ سعید بن مسیب، عطاء ابن زیاد کے نزدیک عصر کے بعد نفل پڑھنا (امت کے لئے) مکروہ تحریمی ہے۔

امام شافعی اور ایک روایت امام احمد، اسود بن یزید، احنف بن قیس، ابن حزم ظاہری، عمرو بن میمون، داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک دو رکعت عصر کے بعد مغرب سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔[1]

پہلے مذہب والوں کا استدلال

حدیث ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس۔[2]

روایت عبد اللہ بن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلوٰۃ بعد العصر۔[3]

حدیث عمرو بن عنبسہ انہ قال صلی صلوٰۃ الصبح ثم اقصر عن الصلوٰۃ حین تطلع الشمس حتی ترتفع

وفیہ حتی تصل العصر ثم اقصر عن الصلوۃ حتی تغرب الشمس۔[۴]

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

حدیث عائشۃ ماترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین اللتین بعد الظہر فھما بھاتان۔[۵]

حدیث ام سلمۃ حیث قالت سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرکعتین بعد العصر ینھی عنھما ثم رأیتھا یصلیھما فارسلت الیہ الجاریۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتانی ناش من عبد القیس فشغلو عن الرکعتین اللتین بعد الظہر فھما ھاتان۔[۶]

دوسرے مذہب والوں کا جواب اور ترجیح مذہب اول

آپ نے جو دو رکعت پڑھی یہ آپ ؐ کی خصوصیت ہے جیسے کہ روایت عائشہ میں آتا ہے: انھا حدثتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعد العصر وینھی عنھا۔[۷]

دوسری روایت میں آتا ہے۔ انہ جعلھا خاصۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح حضرت ام سلمہ کی روایت میں آتا ہے انھا قالت فقلت یا رسول اللہ انقضیھما اذا فاتا فقال لا۔[۸]

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس کو عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھتے تو اس کو مارتے تھے اسی طرح علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخصوصا بھذا دون الخلق وقال ابن عقیلی لا وجہ الا ھذا الوجہ و الدلیل علیہ ان عمر یضرب علی الرکعتین بعد العصر۔[۹]

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں تعارض ہے بعض میں تو اثبات ہے مگر طحاوی کی روایت میں نفی ہے۔ فاذا تعارضا تساقطا۔[۱۰]

تیسرا جواب مذہب اول والوں کی احادیث تواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے اس لئے ان پر عمل کیا جائے گا۔

چوتھا جواب جب نہی اور اثبات میں تعارض ہو تو نہی والی احادیث کو مقدم کیا جاتا ہے۔[۱۱]

عبد الملک بن عمیر کے حالات باب الرعاف حدیث نمبر ۱۴۲ کے ضمن سے گذر چکے ہیں۔

ابی الغاویۃ ان کا پورا نام قزعۃ بن یحیٰی ہے ان کے حالات بھی باب مایعاد من الصلوٰۃ ومایکرہ منھا میں حدیث نمبر ۱۴۸ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عمر بن خطاب کے حالات باب الوضوء حدیث نمبر ۱ کے ضمن سے گذر چکے ہیں۔

(۱) ہدایہ میں ہے یکرہ التنفل بعد العصر حتی تغرب الشمس، عمدۃ القاری ۲/۵۹۰ فتح الملہم ۲/۳۶۸، معارف السنن ۲/۱۳۲، امانی الاحبار ۴/۳۱۸ بذل المجہود ۲/۲۶۷۔

(۲) بخاری ومسلم۔
(۳) نسائی۔
(۴) مسلم۔
(۵) بخاری، مسلم، فتح الملہم ۲/۲۷۵۔
(۶) ابوداؤد ا/۱۸۲۔
(۷) تعلیق الصبیح ۲/۳۱۔
(۸) طحاوی، موارد الظمان ۱۶۴۔
(۹) شرح معانی الآثار ا/ ۲۱۳، ۲۱۴ عمدۃ القاری ۲/ ۵۹۰ بخاری تعلیق الصبیح ۲/ ۳۲۔
(۱۰) فتح الملہم ۲/ ۳۷۵۔
(۱۱) عمدۃ القاری ۲/ ۵۹۰ فتح القدیر ۶۲۔



۱۵۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِذَا دَخَلْتَ فِیْ صَلاَةِ الْقَوْمِ وَاَنْتَ لاَتَنْوِیْ صَلاَتَهُمْ لاَتُجْزِئُكَ وَاِنْ نَوَی الْاِمَامُ صَلاَةً وَنَوَی الَّذِیْنَ خَلْفَهُ غَیْرَهَا اَجْزَاَتْ لِلْاِمَامِ وَلَمْ یُجْزِئْهُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تم جماعت میں شریک ہو اور اس نماز کی نیت نہ کرو جس کی انہوں نے نیت کی ہے تو تمہاری نماز نہیں ہوگی اور اگر امام نے کسی ایک نماز کی نیت کی ہو اور مقتدیوں نے دوسری نماز کی تو امام کی نماز ہو جائے گی لوگوں کی نماز نہ ہوگی امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: لاَتَنْوِی: نَوَی الشیئ یَنْوِیہ نَوَاۃً و نِیَّۃً و نِیَۃً۔ ارادہ کرنا۔ نَوَی القومُ منزلاً بکذا۔ قصد کرنا۔ ارادہ کرنا۔
إمَامٌ: (مذکر و مونث دونوں کے لئے) پیش امام جس کی اقتدا کی جائے۔ پیشواء۔ نمونہ۔ قرآن، خلیفہ، امیر لشکر، مصلح اور منتظم۔

تشریح

وانت لاتنوی صلاتهم: اور تم اس نماز کی نیت نہ کرو جس کی انہوں نے نیت کی ہے۔
مقتدی کو تین قسم کی نیت کرنی ہوتی ہے:

① اصل نماز کی نیت۔
② نیت کا تعین۔
③ اقتداء اور اتباع امام کی نیت۔

امام کے لئے دو نیت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے:

① امام کی اقتداء کی نیت۔
② نماز کی نیت، امام کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

ہاں مقتدی کے لئے نیت کرنا تمام ہی علماء کے نزدیک فرض ہے اس لئے اس کے بغیر یا اس کے غلط ہونے کی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔ (۳)

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات نیت کی فرضیت کے لئے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں، الصلٰوۃ ولا خلاف انہا لا تجوز الا بالنیۃ۔(۴)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: فلم یختلف فی اشتراط النیۃ۔(۵)

اسی طرح تعیّن نیت بھی فرض ہے۔ یہ کہ میں عصر کی نماز یا مغرب کی نماز پڑھ رہا ہوں۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں للفرض شرط تعیینہ کالعصر مثلا(۶) لاختلاف الفروض فلا بد من التعین لقولہ علیہ السلام و انما لکل امرئی مانوی۔(۷)

اسی طرح علامہ کاسانی فرماتے ہیں: ان کان یصلی الفرض لا یکفیہ نیۃ مطلق الصلٰوۃ لان الفریضۃ صفۃ زائدۃ علی اصل الصلٰوۃ فلا بد ان ینویھا فینوی فرض الوقت اونحو ذلک۔

وان نوی الامام صلٰوۃ ونوی الذین خلفہ غیرھا۔

مقتدی اقتداء کی نیت بھی کرے ورنہ مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں وان کان مقتدیا فانہ یحتاج الی مایحتاج الیہ المنفرد ویحتاج لزیادۃ نیۃ الاقتداء بالامام۔(۸)

مگر مقتدی کی دوسری نیت کرنے سے امام کی نیت پر فرق نہیں پڑے گا۔ امام کی نماز تو صحیح ہو جائے گی۔

(۱) بحرالرائق ۱/۲۸۲۔
(۲) شامی ۱/۲۹۰۔
(۳) قلائد الازہار ۲/۲۸۵۔
(۴) عمدۃ القاری ۱/۳۶۴۔
(۵) فتح الباری ۱/۱۳۶۔
(۶) بحرالرائق ۱/۲۷۹۔
(۷) بدائع الصنائع ۱/۱۲۸۔
(۸) بدائع الصنائع ۱/۱۲۸۔



۱۵٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ مَايَسُرُّنِيْ صَلَاةُ الرَّجُلِ حِيْنَ تَحْمَرُّ الشَّمْسُ بِفَلْسَيْنِ قَالَ مُحَمَّدٌ تُكْرَهُ الصَّلَاةُ تِلْكَ السَّاعَةَ اِلَّا اَنْ تَفُوْتَهُ الْعَصْرُ مِنْ يَوْمِهِ ذَالِكَ فَيُصَلِّيْهَا تِلْكَ السَّاعَةَ فَاَمَّا غَيْرُهَا مِنَ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ وَالتَّطَوُّعِ فَلَا يَنْبَغِيْ لَهُ اَنْ يَفْعَلَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ سورج میں سرخی آجانے کے بعد مجھے کسی کی نماز (نفل) دو پیسے کے برابر بھی خوش نہیں کرتی امام محمدؒ نے فرمایا اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے الایہ کہ اسی دن کی عصر کی نماز فوت ہوگئی ہو تو اسے اس وقت پڑھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ فرض یا نفل نمازیں اس وقت نہیں پڑھنا چاہئیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔“

لغات: مایَسُرُّنی: سَرَّہٗ (ن) سُرُوْرًا و مَسَرَّۃً و سُرًّا و سُرّٰی و تَسِرَّۃً۔ خوش کرنا۔ ما نافیہ ہے۔ (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)۔

تُکْرَہُ: کَرِہَ (س) کَرْھًا وَ کَرَاھَۃً و کَرَاھِیَۃً و مَکْرَھَۃً و مَکْرُھَۃً الشیئ۔ ناپسند کرنا۔ صفت فاعلی کَارِہٌ۔ صفت مفعولی مَکْرُوْہٌ۔

تشریح

مایسرنی صلاۃ الرجل: حضرت ابوہریرۃ، عبداللہ بن مسعود، امام نخعی، سفیان ثوری، احناف وغیرہ کے نزدیک عصر کی نماز میں تاخیر مستحب تو ہے۔ مگر اتنی تاخیر نہ ہو کہ سورج میں سرخی آجائے۔ (۱)

الا ان تفوتہ العصر من یومہ ذلک الخ کہ اسی دن کی عصر کی نماز فوت ہوجائے تو اس کو اس وقت پڑھ سکتے ہیں کہ کسی نے عصر کی اتنی تاخیر کی یہاں تک کہ غروب آفتاب کا وقت آئے اور سورج میں سرخی پیدا ہونے لگی۔ تو اس صورت میں اسی دن کی عصر کی نماز تو پڑھی جاسکتی ہے اس کے علاوہ کسی اور قسم کی کوئی نماز یہاں تک کہ کسی دوسرے دن کی ظہر یا عصر وغیرہ کی نماز قضاء نہیں کرسکتے۔

صرف اسی دن کی عصر کی نماز غروب کے وقت جائز ہے باقی نمازیں نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح عصر کی نماز واجب ہوئی تھی اسی طرح ادا کی گئی اس کی تفصیل یہ ہے کہ وجوب نماز کا سبب اس کے اوقات ہیں مگر یہ سبب پورا وقت

نہیں ہوتا۔ ورنہ وقت کے گذرنے کے بعد نماز ادا کی جائے۔

لوجوب تقدیما لسبب علی المسبب بمیع اجزائه: وقت کے جزء مقارن نماز کا سبب ہے۔ تو جس نے عصر کی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ آخری وقت میں سورج میں سرخی آگئی تو اب اس دن کے عصر کے بارے میں فرضیت یہ کہی گئی کہ وہ اس نماز کو فوراً ادا کرلے کیونکہ یہاں پر آخری وقت میں نقص ہے تو نقص کے ساتھ یہ واجب ہوتی ہے۔ تو اسی نقص کے ساتھ ادا کردی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے پھر کراہیت اس کے تاخیر کرنے میں ہے ادائیگی نماز میں نہیں۔
[۲] بخلاف قضاء الفوائت کے کیونکہ وہ واجب ہوئی تھی کامل وقت میں جب وہ اس وقت میں ادا کرے تو یہ وقت تو ناقص ہے تو کامل ادا ہونے والی نماز ناقص وقت میں ادا نہیں ہوگی۔

(۱) سورج کی سرخی کی پوری بحث حدیث نمبر　　میں گذر چکی ہے۔
(۲) عنایہ شرح ہدایہ عینی شرح ہدایہ، بحر الرائق ۱/۲۵۰ جواہر النقی ۱/۳۶۸۔



۱۵۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا كَانَ الدَّمُ فِي جَسَدِكَ اَوْفِيْ ثَوْبِكَ قَدْرَ الدِّرْهَمِ فَاَعِدْ صَلَاتِكَ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَامْضِ عَلٰى صَلَاتِكَ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ الدَّمُ فِي الثَّوْبِ وَالْجَسَدِ سَوَاءٌ اِذَا كَانَ اَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ الْكَبِيْرِ الْمِثْقَالِ فَاَعِدِ الصَّلٰوةَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ اگر آپ کے جسم یا کپڑوں میں درہم کے برابر خون لگا ہو تو نماز کا اعادہ کریں اور اگر اس سے کم ہو تو نماز ہو جائے گی امام محمد نے فرمایا خون کپڑے میں لگا ہو یا جسم پر اگر وہ مثقال کے برابر بڑے درہم سے زائد ہو تو تم اپنی نماز لوٹاؤ یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: كَانَ: (ن) يَكُوْنُ كَوْنًا وَ كِيَانًا وَ كَيْنُوْنَةً الشيئ۔ نوپید ہونا۔ واقع ہونا۔ پایا جانا۔ ہونا کان افعال ناقصہ میں سے ہے۔ (ہفت اقسام میں اجوف یعنی معتل العین ہے)۔

جَسَدِكَ: الجسد۔ بدن انسانی۔ زعفران۔ خشک خون جمع اجساد۔

الثَّوْبِ: کپڑا (جمع) ثیاب و اثواب و اثوب۔

تشریح

اذا کان الدم فی جسدک او فی ثوبک: اس اثر میں نجاست غلیظہ کی مقدار بتائی جارہی ہے فقہاء کے دو مذہب ہیں پہلا مذہب امام شافعی، زفر وغیرہ کا ہے بالکل بھی معاف نہیں[1] دوسرا مذہب امام حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، ابراہیم نخعی امام ابوحنیفہ وغیرہ کا یہ ہے کہ یہ ایک مقدار درھم معاف ہے۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال

قرآن کی آیت و ثیابک فطھر اپنے کپڑے کو پاک رکھو اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ مطلق پاکی کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال اور دوسرے مذہب والوں کا جواب

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے حدیث میں مقدر نجاست کی قدر درھم نقل کی ہے۔

اثر عمر انہ سأل عن قلیل النجاسۃ فی الثوب فقال اذا کان مثل ظفری ھذا الا یمنع الصلوۃ۔[۲] اور محیط میں

ہے کہ ان کا ناخن تقریباً ہمارے ہتھیلی کے برابر تھا۔

اور صاحب ہدایہ نے عقلی وجہ یہ بیان کی ہے کہ معمولی نجاست سے بچنا ممکن نہیں ہے۔اور اس عفو (معافی) کی مقدار مثل درھم کے ہے موضع استنجاء پر قیاس کرتے ہوئے۔(۳)یعنی جب شریعت نے ڈھیلوں سے استنجاء، کرنے کو جائز کیا تو ڈھیلوں کے استنجاء، کے بعد تقریباً موضع استنجاء میں مقدار درھم نجاست باقی رہتی ہے۔

ابن حزمؒ نے اپنی عادت کے طور پر امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض کیا ہے کہ اس مقداء معافی کا سُنّت سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے پہلے کوئی قائل ہوا ہے حالانکہ ان کا یہ اعتراض صرف اعتراض ہی ہے ورنہ اگر وہ غور کریں تو حضرت سفیان ثوریؒ، حماد بن سلمہؒ، امام مالکؒ، عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھی بھی اس کے قائل ہیں۔(۴) دوسری بات یہ ہے کہ یہ آیت جمعل ہے اس پر عمل کرنا مشکل ہے اس آیت کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے مثلاً بعض نے کہا کہ کپڑے کے پاک رکھنے سے مراد اپنے نفس کو برے اخلاق سے پاک کرنا ہے۔یا عرب کی عادت یہ تھی کہ کپڑے کو زمین میں لٹکا کر چلتے تھے غرور تکبر کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے۔ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اس سے مراد کپڑے کا پاک ہونا مراد ہے۔تو اب اتنے احتمالات کی صورت میں کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اذا کان اکثر من قدر الدرھم الکبیر المثقال فاعد الصلٰوۃ: کہ اگر ایک مثقال کے برابر بڑے درھم سے زائد نجاست ہو تو اب تم اپنی نماز کو لوٹاؤ۔

ایک درہم سے کم معاف ہے اور ایک درہم سے اگر زائد ہو جائے تو معاف نہیں ہوگی۔ نماز وغیرہ کا اعادہ کرنا ہوگا۔ یہ بات یاد رکھیں کہ ایک درھم سے کم میں نماز کا جواز ہے وہ صرف اس صورت میں ہے کہ اس نجاست کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ کراہیت تو اس صورت میں بھی ہوگی۔(۵)

مقدار ایک بڑا درہم ۲۰ بیس قیراط کا ہوتا ہے۔

(۱) تقریباً یہی بات امام مالکؒ نے فرمائی ہے دیکھیں مدونہ شرح مؤطا مالک۔نیز عمدۃ القاری شرح بخاری میں دیکھیں۔

(۲) نہایہ شرح ہدایہ۔

(۳) ہدایہ۔

(۴) عمدۃ القاری، مسند احمد۔

(۵) عنایہ۔



۱۵٦

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ اَبِی رَزِیْنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ اَخَذَ قُمَّلَۃً فِی الصَّلَاۃِ فَدَفَنَھَا ثُمَّ قَالَ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَاءً وَّ اَمْوَاتًا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاخُذُ لَا نَرٰی بِقَتْلِ الْقُمَّلَۃِ وَ دَفْنِھَا فِی الصَّلَاۃِ بَأْسًا وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ﴾

"حضرت ابورزین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز میں ایک کھٹل کو پکڑ کر زمین پر دبادیا پھر فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَاءً وَّ اَمْوَاتًا (کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟) امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ نماز میں کھٹل کو مارنے اور مٹی میں دبانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: فَدَفَنَھَا: دَفَنَ (ض) دَفْنًا۔ المیّتَ۔ گاڑنا دفن کرنا۔ الحدیث۔ چھپانا۔

بِقَتْلِ: قَتَلَہٗ (ن) قَتْلًا و تَقْتَالًا۔ مار ڈالنا۔ صفت (قاتل) قتل مصدر ہے۔ القُمَّلَۃ: کھٹل۔

تشریح

لا نری بقتل القملۃ و دفنھا فی الصلاۃ بأسا الخ: نماز میں کھٹل کو مارنے اور مٹی میں دبانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

امام مالک کے نزدیک کھٹل نماز کے اندر ہو یا باہر ہر صورت میں مسجد میں مارنا مکروہ ہے۔[۱]

اور احناف کے نزدیک نماز میں کھٹل وغیرہ کو مارنا مکروہ لکھا ہے۔ احناف کی کتب میں اس کی تشریح ہے مثلاً فتاویٰ خانیہ میں ہے یکرہ ان یاخذ القملۃ و یقتلھا لکن یدفنھا تحت الحصیر و ھو قول ابی حنیفۃ و روی عنہ انہ لو اخذ قملۃ او برغوثا فقتلھا او دفنھا فقد اساء۔[۲]

ترجمہ: مکروہ ہے کھٹل کو مارنا بلکہ کو چٹائی کے نیچے دبادینا چاہئے امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اور ان سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ اگر کسی نے کھٹل یا مچھر کو مارا یا دبایا تو اس نے برا عمل کیا۔

بحرالرائق میں ہے: یکرہ قتل القمل عند الامام۔[۳]

فدفنھا: کہ اس کو دفن کردے مارے نہیں کیونکہ مارنے کی صورت میں اس کا خون مارنے والے کے ہاتھ یا کپڑے میں لگے گا۔ اگرچہ وہ ایک درہم سے کم ہی ہو گا جو کہ معاف ہے مگر بہتر تو یہی ہے کہ اس کو مارے نہیں بلکہ دفن کردے۔[۴]

حضرت عاصم بن ابی النجودؒ کے مختصر حالات: یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں (تہذیب التہذیب ۵/۳۸) اور مشہور سات فقہاء میں سے یہ ایک ہیں۔

اساتذہ: عبدالرحمٰن سلمی، ابی وائل، ابی صالح السمان، ابی رزین، مسیب بن رافع، مصعب بن سعید، معبد بن خالد، وغیرہ مشہور ہیں۔

تلامذہ: شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابو عوانہ زائدۃ، سعید ابن ابی عروبۃ، ابو خیثمہ، شریک، حفص بن سلیمان، ابوبکر بن عباس وغیرہ مشہور ہیں۔

ابن سعد طبقات ابن سعد میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کان ثقة الا انه کثیر الخطاء فی حدیثه امام احمدؒ فرماتے ہیں من کان رجلاً صالحًا قارئًا للقرآن واهل کوفه یختارون قراءته وانا اختارها وکان خیر ثقفه حضرت اعمش فرماتے ہیں احفظ منه یحییٰ بن معین فرماتے ہیں لابأس علامہ عجلی فرماتے ہیں کان صاحب سنة و قراءة و کان ثقة راسا فی القراءة۔ حماد بن سلمۃ کہتے ہیں خلط فی آخر عمره۔

وفات: وفات ۱۲۹۷ ہجری میں اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

① طبقات حنفیہ ② والتعدیل ۲/۳۴۰ ③ وفیات الاعیان ۳/۹ ④ تاریخ ابن عساکر ۳/۲۶ ⑤ میزان التہذیب ۳/۳۵۷ ⑥ تہذیب التہذیب ۲/۱۰۹ ⑦ تہذیب التہذیب ۵/۳۹ ⑧ خلاصہ تہذیب الکمال ۱۸۲ تہذیب ابن عساکر ۷/۱۲۲ ⑨ طبقات القراء ۱/۳۴۵۶۔

حضرت ابی رزین کے مختصر حالات: نام مسعود بن مالک کنیت ابو رزین الاسدی ہے یہ غلام تھے ابی وائل الاسدی کے۔ ان سے امام بخاری صحیح میں روایت نقل نہیں کرتے ورنہ امام مسلم۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی ان سب نے ان سے روایت کو اپنی سنن میں لیا ہے اور امام بخاری نے بھی الادب المفرد میں ان سے روایت نقل کی ہے۔ دیکھیں تہذیب التہذیب (۱۰/۱۸۸)

اساتذہ: حضرت معاذ بن جبل، عبداللہ بن مسعود، علی، ابوموسیٰ الاشعری، ابوہریرۃ، ابن عباس، مصدع ابی یحییٰ، وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: اسمٰعیل بن ابی خالد، عاصم بن ابی النجود، عطاء بن السائب، الاعمش، منصور، موسیٰ بن ابی عائشہ، مغیرہ بن مقسم، علقمہ بن مرثد، زبیر بن عدی، علقمہ بن مرثد وغیرہ ہیں۔

ان کے بارے میں ابوزرعہ کہتے ہیں ثقہ، اسی طرح علامہ عجلیؒ سے منقول ہے ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

وفات: ان کا انتقال ۸۵ ہجری میں ہوا۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن مسعود کے حالات باب المسح علی الخفین حدیث نمبر ۱۳ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مدونہ ۱/۱۰۰۔ (۲) فتاویٰ شامی۔ (۳) نہر الفائق۔ (۴) قلائد ازھار ۲/۲۹۳۔

۱۵۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الرَّجُلِ يَذْبَحُ الشَّاةَ وَهُوَ عَلٰى وُضُوْءٍ فَيُصِيْبُ يَدَهُ الدَّمُ قَالَ يَغْسِلُ مَا اَصَابَهُ وَلَا يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت حماد فرماتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو باوضوء ہو اور دنبہ کو ذبح کرے اور اس کے ہاتھ میں خون لگ جائے تو کیا کرے؟ فرمایا جہاں خون لگا ہو اسے دھولے وضو کا اعادہ نہیں کرے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: يَذْبَحُ: ذبحہ (ن) ذَبْحًا و ذباحًا۔ پھاڑنا۔ گلا کاٹنا۔ ذبح کرنا۔ گلا گھونٹنا۔

لَا يُعِيْدُ: اَعَادَ (افعال) اِعَادَةً الامر و الکلام۔ لوٹانا، دھرانا۔ الشیئ۔ عادت بنالینا۔ طاقت رکھنا۔

تشریح

یغسل ما اصابہ و لا یعید الوضوء: اس خون کو دھولے اور دوبارہ وضو نہ کرے۔

مفتی مہدی حسن اپنی مایہ ناز شرح قلائد الازھار میں فرماتے ہیں کہ وضو کا اعادہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہاتھ وغیرہ میں خون کا لگ جانا یہ ناقض وضو نہیں ہے۔ اس کو دھو کر نماز ادا کرے تو نماز ہو جائے گی۔

اگر اس نے اس دنبہ کے خون کو دھویا نہیں اور اسی حال میں نماز پڑھ لی تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر وہ خون ایک درہم سے زائد تھا اور وہ اس کے دھونے پر قادر بھی تھا تو اب نماز کا اعادہ کرے گا اور اگر اس کے دھونے پر یہ قادر نہیں تھا تو اب نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔

اور اگر ایک درھم سے کم خون تھا اور اسی حال میں میں نماز پڑھ لی تو اب احناف کے نزدیک اس میں دو قول ہیں ایک قول کے مطابق نماز کا اعادہ واجب ہے۔

اور دوسرے قول کے مطابق اس نماز کا اعادہ مستحب ہے۔[1]

(۱) قلائد الازھار ۲/ ۲۹۳۔

نوٹ: بعض نسخوں میں علی غیر وضوء ہے جو صحیح نہیں ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ فِي الصَّلَاةِ

جو شخص نماز میں تری دیکھے اس کا بیان

۱۵۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ فِيْ طَرَفِ ذَكَرِهٖ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ يَضَعُ كَفَّيْهِ عَلَى الْاَرْضِ وَالْحَصٰى فَيَمْسَحُ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ قَالَ حَمَّادٌ فَقُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ فَكَيْفَ تَفْعَلُ اَنْتَ قَالَ اِذَا وَجَدْتُ ذٰلِكَ فَاِنِّيْ اُعِيْدُ (الْوُضُوْءَ) وَ الصَّلَاةَ وَهُوَ اَوْثَقُ فِيْ نَفْسِيْ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَمَّا نَحْنُ فَنَرٰى اَنْ يَمْضِيَ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَلَا يُعِيْدُ وَلَا يَضْرِبُ بِيَدَيْهِ عَلَى الْاَرْضِ وَلَا يَمْسَحُ بِوَجْهِهٖ وَلَا يَدَيْهِ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ اَنَّ ذٰلِكَ خَرَجَ مِنْهُ بَعْدَ الْوُضُوْءِ فَاِذَا اسْتَيْقَنَ ذٰلِكَ اَعَادَ الْوُضُوْءَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس شخص کے بارے میں جو نماز میں اپنی شرم گاہ کے کنارے پر تری محسوس کرے یہ فرمایا وہ اپنے دونوں ہاتھ مٹی و کنکروں پر مارے اور پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرے حضرت حماد نے فرمایا میں نے حضرت ابراہیمؒ سے دریافت کیا کہ آپ ایسی صورت میں کیا کریں گے؟ فرمایا اگر میں ایسا محسوس کروں گا تو نماز کا اعادہ کرلوں گا۔ یہی میرے خیال میں زیادہ قابل اطمینان ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص نماز پڑھتا رہے۔ اس وقت تک اعادہ نہ کرے نہ مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر پھیرے جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس سے یہ تری وضو کے بعد نکلی ہے۔ اگر یہ یقین ہو جائے تو وضو کا اعادہ کرے گا۔ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔"

لغات: اَلْبَلَلُ: بَلَّهٗ(ن) بَلًّا وبِلَّةً وبَلَلًا۔ بِالْمَاءِ: ترکرنا۔ بَلَّ يَدَهٗ۔ دینا۔ بَلَّ الثوبَ۔ ترکرنا۔
اَلْبِلَّة۔ تری۔ رزق۔ خیر (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)
ذَكَرِهٖ: الذَّكَرُ: عضو تناسل (جمع) ذُكُوْرٌ مَذَاكِيْر۔

يَضَعُ: وَضَعَ(ف)وَضْعًا و مَوْضِعًا و مَوْضوعًا الشيئ۔ رکھنا۔ الشيئ مِنْ يَدِہٖ: گرانا(ہفت اقسام میں معتل فاء یعنی مثال ہے)

لَايَمْسَحُ: مَسَحَ(ف)مَسْحًا الشيئ۔ پونچھنا۔ ہٗ بالدُّھْنِ تیل ملنا۔ ہٗ بالسیف۔ تلوار سے کاٹنا۔

تشریح

اگر نماز میں مذی نکل آئے تو اس میں دو مذہب ہیں:

❶ امام مالک وغیرہ کے نزدیک نماز میں مذی نکلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔[1]

❷ جمہور فقہاء، ومحدّثین کے نزدیک اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

یجد البلل فی طرف ذکرہ وھو فی الصلوٰۃ: نماز میں اپنے ذکر کے کنارے پر تری محسوس کرے۔

مراد یہ ہے کہ وہ صرف محسوس کر رہا ہے حقیقتاً کوئی چیز نہیں نکلی اگر نکل آئی تو ناقض وضو ہو جائے گا مراد یہاں پر صرف یہ ہے کہ وہ صرف محسوس کر رہا ہے اور حقیقتاً کوئی چیز نکلی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس باب میں اس کو لائے ہیں۔

یضع کفیه علی الارض: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ وضو کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے بلکہ تیمم کر کے نماز کو ادا کرلے یہی ظاہر میں اس اثر سے مفہوم ہے۔ مگر دوسری احادیث پر غور کرنے سے یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی چیز اس کے جسم سے خارج ہوتی ہے تو اب مسجد میں تیمم کرے گا۔ جب کہ مسجد کے باہر پانی پر قدرت رکھتا ہے۔ اور اس صورت میں اس کے جسم اور کپڑے وغیرہ پر جو نجاست لگی ہے اس کو بھی دھونا ضروری ہو گا۔ صرف تیمم کر کے نماز کیسے ادا کر سکتا ہے؟ اور اگر کوئی چیز جسم سے خارج نہیں ہوئی ہے۔ تو پھر یہ تیمم کیوں کرتا ہے؟

قال اذا جدت ذلک فانی اعید: فرماتے ہیں کہ اس صورت میں وضو اور نماز کا اعادہ کروں گا۔

مذی، پیشاب کا قطرہ، یا نکسیر کا ہونا کیونکہ یہ وضو کو ختم کر دیتا ہے تو جب وضوء باقی نہ رہا تو اب نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر وہ معذور ہے۔ تو پھر اس پر معذور والا حکم لگے گا۔ کہ وقت کے اندر وہ اس عذر کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے۔ اگر عذر والا نہیں تو یہ سب چیزیں اس کے وضو کو ختم کر دیتی ہیں۔[2]

قال محمد و اما نحن فنری ان یمضی الخ: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک ایسے شخص کو یقین نہ ہو جائے کہ کوئی چیز نکلی ہے اس وقت تک وہ نماز ادا کرتا رہے کیونکہ فقہاء کا قاعدہ یہ ہے کہ الیقین لایزول بالشک اور اگر حقیقتاً کوئی چیز خارج ہوئی ہو تو پھر وضو، کر کے نماز دوبارہ ادا کرے۔ ورنہ اعادہ صلوٰۃ نہ کرے

حضرت ابی زرعۃ بن عمرو بن جریر بن عبداللہ کے مختصر حالات: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام ہرم تھا

بعض عبداللہ اور بعض عبدالرحمٰن اور بعض عمرو بتاتے ہیں۔ علامہ واقدی کہتے ہیں انہوں نے حضرت علی کی زیارت کی تھی۔ اور یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: ابوہریرہؓ، معاویہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ثابت بن قیس النخعی، فرشتہ بن الحرو، عبداللہ بن یحییٰ الحضرمی وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ابراہیم بن جریر، یحییٰ بن ایوب بن ابی زرعۃ، ابن عجہ جریر بن زید، ابراہیم النخعی، طلق بن معاویہ، عبداللہ بن شبرمۃ الضبی، عبداللہ بن یزید النخعی، سلم بن عبدالرحمٰن، ابوفروۃ الہمدانی عمرو بن سعید الثقفی، علی بن مدرک۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ثقہ، ابن خرش فرماتے ہیں، صدوق ثقۃ، اسی طرح ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

مزید حالات کے لئے ① تہذیب التہذیب ۱۲/۹۹ کا مطالعہ کریں۔ ② طبقات ابن سعد ۲/۲۹۷ ③ الجرح والتعدیل ۹/ ۳۴۴ ④ تہذیب الکمال ۱۶۰۵ ⑤ تہذیب التہذیب ۴/ ۲۱۲ ⑥ خلاصہ تہذیب الکمال ۴۵۰۔

نوٹ: حضرت ابوہریرہ کے حالات حدیث نمبر ۵۷ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) زرقانی شرح مؤطا مالک ۱/۷۸۔
(۲) بحرالرائق ۱/۲۱۵، البدائع الصنائع۔



۱۵۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِذَا وَجَدْتَ شَیْئًا مِنَ الْبَلَّةِ فَانْضِحْهُ وَمَا یَلِیْهِ مِنْ ثَوْبِكَ بِالْمَاءِ، ثُمَّ قُلْ هُوَ مِنَ الْمَاءِ قَالَ حَمَّادٌ قَالَ لِیْ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ اِنْضَحْهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ اِذَا وَجَدْتَهُ فَقُلْ هُوَ مِنَ الْمَاءِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاخُذُ اِذَا كَانَ كَثُرَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِنْسَانِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم کچھ تری پاؤ تو اس کے قریب کے کپڑے پر پانی کا چھینٹا مار دو پھر یہ تصور کر لو کہ یہ تری اس چھینٹے کے پانی کی ہے۔ حضرت حماد نے فرمایا حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا پانی کا چھینٹا مار لیا کرو اس کے بعد پھر اگر تری محسوس ہو تو یہ سمجھ لو کہ یہ اس چھینٹے کے پانی کی ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ اگر کسی کو کثرت سے اس طرح کا شک پیدا ہوتا ہو یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔“

لغات: البِلَّة: تری۔

فَانْضِحْهُ: نَضَحَ (ف ض) نَضْحًا البیت بالماء۔ پانی چھڑکنا۔ علیه المَاءَ: چھڑکنا یہ امر کا صیغہ ہے واحد مذکر حاضر۔

كَثُرَ: (ک) كَثْرَةً و كَثَارَةً۔ بہت ہونا۔ صفت كَثْرٌ و كَثِيْرٌ و كُثَارٌ كَاثِرٌ و كَثِيْرٌ۔

نوٹ: سعید بن جبیر کے حالات حدیث نمبر ۱۶ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
اسی طرح عبداللہ بن عباس کے حالات حدیث ۵ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔



بَابُ الْقَهْقَهَةِ فِي الصَّلَاةِ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا

نماز میں قہقہہ لگانے اور نماز کے مکروہات کا بیان

۱٦٠

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ لَابَاْسَ بِاَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ رَاْسَهُ فِي الصَّلَاةِ مَالَمْ يُغَطِّ فَاهُ وَيُكْرَهُ اَنْ يُغَطِّيَ فَاهُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُو نَكْرَهُ اَيْضًا اَنْ يُّغَطِّيَ اَنْفَهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں آدمی کو چاہیئے کہ سر ڈھک لے مگر منہ کو نہ ڈھکے منہ کو ڈھکنا مکروہ ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اسی طرح ہم ناک ڈھکنے کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: اَنْفَهُ: ناک۔ انف الْجَبَل۔ پہاڑ کا نکلا ہوا گوشہ۔ انف کل شیئ ہر چیز کی ابتدا اَنَفَهُ (ن ض) اَنْفًا۔ ناک پر مارنا۔

يُغَطِّيَ از تفعیل بمعنی چھپانا۔

تشریح

بان يغطی الرجل رأسه: بہتر یہ ہے کہ آدمی تین کپڑوں کے ساتھ نماز ادا کرے۔ ① شلوار وغیرہ۔ ② کرتا وغیرہ ③ عمامہ بعض اثر میں فرمایا گیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ سر کو بھی ڈھانپ لے یہی مستحب ہے۔[1]

بان يغطی الرجل راسه فی الصلاة الخ نماز میں آدمی کو چاہیئے کہ سر ڈھک لے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ویکرہ کشف الرأس بین الناس۔[2] کہ لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفيه اسقاط مروۃ وترک ادب۔ [3] کہ یہ بات ایک عقل مند پر مخفی نہیں ہے کہ سر کھولنا قبیح ہے اور مروت کو ختم کرتا ہے۔ اور ادب و شریفانہ تہذیب کے بھی خلاف ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں فساق و فجار سے مشابہت بھی ہوتی ہے۔ جس کی ممانعت شریعت میں بار بار کی گئی

ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: ومسلم راتشبہ بہ کفار وفساق حرام است۔[4] کہ مسلمانوں پر کفار وفساق کی مشابہت حرام ہے۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب خارج صلوٰۃ ننگے سر ہونا مکروہ ہے تو نماز میں تو بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں: وصلاته حاسرًا ای کاشفا رأسه التكاسل۔[5] کہ مکروہ ہے کاہلی اور بے اعتنائی کی بناء پر کھلے سر نماز پڑھنا۔

---

(۱) بحرالرائق ۲۶۹/۳۔

(۲) غنیۃ الطالبین ۱۳/۱۔

(۳) تلبیس ابلیس ۳۷۳۔

(۴) مالابد منہ ۱۳۱۔

(۵) درمختار ۵۳۴/۱۔



۱۶۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَيَذْكُرُ وَهُوَ يُصَلِّي اَنَّهُ لَمْ يُصَلِّ الظُّهْرَ قَالَ صَلَاتُهُ هٰذِهٖ فَاسِدَةٌ يَّبْدَاُ بِالظُّهْرِ ثُمَّ يُصَلِّي الْعَصْرَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ اِلَّا فِيْ خَصْلَةٍ وَّاحِدَةٍ اِنْ خَافَ فَوْتَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِنْ بَدَاَ بِالظُّهْرِ مَضٰى عَلَى الْعَصْرِ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم نے اس شخص کے بارے میں جو عصر کی نماز پڑھے اور نماز میں ہی اسے یاد آجائے کہ اس نے تو ابھی تک ظہر کی نماز بھی نہیں پڑھی ہے تو اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کی یہ نماز فاسد ہو جائے گی پہلے ظہر پڑھے پھر عصر کی نماز پڑھے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں سوائے ایک صورت کے کہ اگر اسے یہ خوف ہو کہ اگر ظہر پڑھے گا تو عصر کی نماز کا وقت فوت ہو جائے گا ایسی صورت میں اس عصر کو پڑھ لے پھر غروب کے بعد ظہر کی نماز (قضاء) پڑھ لے یہی بات امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: بَدَاَ (ف) بَدْءً او اِبْتَدَاَ و تَبَدَّاَ۔ الشیئ وبہ شروع کرنا۔ پہلے کرنا۔ بَدَاَ الشیئ۔ شروع کرنا۔ پیدا کرنا۔ (ہفت اقسام میں مہموز اللام ہے)

مَضٰی: (ض) مَضَا۔ یَمْضِیْ مِضِیًّا الشیئ۔ گذر جانا۔ (ہفت اقسام میں ناقص یائی ہے)

خَافَ: (س) خَوْفًا و خِیْفًا و مُخَافَةً و خِیْفَةً و تَخَوَّفَ۔ گھبرانا۔ احتیاط کرنا۔ ڈرنا۔ (ہفت اقسام میں اجوف ہے)

تشریح

یصلی العصر فیذکر: عصر کی نماز پڑھے اور نماز میں ہی اسے یاد آجائے کہ ابھی تک میرے ذمہ ظہر کی نماز باقی ہے۔ اس بارے میں علماء کے دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: اگر یہ صاحب ترتیب ہے تو پہلے ظہر کی نماز پڑھے پھر عصر کی نماز پڑھے یہی صورت حضرت عبداللہ بن عمر، ابراہیم نخعی، زہری، ربیعہ یحییٰ انصاری، لیث، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد، اسحاق وغیرہ کے نزدیک واجب ہے پھر احناف میں بعض نے اس کو فرض کہا ہے[1] اور بعض نے شرط کہا ہے۔[2]

دوسرا مذہب: طاؤس، ابن القاسم، سحنون، ابو ثور، امام شافعی کے نزدیک ظہر کی نماز کو پہلے پڑھنا مستحب ہے۔[3]

پہلے مذہب والوں کی دلیل

روایت عبداللّٰہ بن عمر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، من نسی صلاۃ فلم یذکرھا الا وھو مع الامام فلیتم صلاتہ فاذا فرغ من صلاتہ فلیعد التی نسی ثم لیعد التی صلاھا مع الامام۔[۴] کہ جو شخص نماز بھول گیا اس کو یاد نہیں آیا مگر اس حالت میں کہ وہ امام کے ساتھ ہے تو اس کو یاد آیا تو جس نماز میں موجود ہے اس کو پڑھ لے پھر وہ پڑھے جس کو یاد کیا اس کے بعد اس کا اعادہ کرے جو امام کے ساتھ پڑھی ہے۔

دوسرے مذہب والوں کی دلیل

قیاس سے استدلال کرتے ہیں کہ ہر فرض بذات خود اصل ہے اس لئے وہ کسی دوسرے فرض کے لئے شرط نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شرط تابع ہوا کرتی ہے اور اصالت و تابعیت میں منافات ہے۔[۵]

جواب یہ کہنا جو بذات خود اصل ہو وہ دوسرے کے لئے شرط نہیں ہوتا۔ یہ صحیح نہیں ایمان یہ تمام عبادت کے لئے شرط ہے۔ اسی طرح روزہ مستقل فرض ہے اور یہ اعتکاف واجب کے لئے شرط ہے۔

ان خاف فوت صلاۃ العصر ان بدا بالظھر مضی علی العصر ثم صلی بالظھر اذا غابت الشمس۔

اس کو خوف ہے کہ اگر وہ ظہر پڑھے گا تو عصر کی نماز کا وقت فوت ہو جائے گا تو ایسی صورت میں وہ عصر پڑھ لے اور پھر غروب کے بعد ظہر کی قضاء کرے۔

کہ اگر وقت نکل جانے کا خوف ہو تو اب وقتیہ نماز کو مقدم کرے اور پھر بعد میں فوت شدہ نماز کو پڑھے۔ اسی طرح چند دوسری صورتوں میں بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔[۶]

وقتیہ نماز پڑھتے وقت فائتہ نماز کو بھول جائے۔ تو اس صورت میں فراخی وقت کے باوجود ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

اسی طرح فائتہ نمازیں چھ سے زیادہ ہو جائے تو اس سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

ان خاف فوت صلٰوۃ العصر یہاں پر وقت کے ختم ہو جانے سے مراد حقیقت وقت ختم ہو جانا مراد ہے۔ نہ کہ صرف غالب گمان کہ یہ کافی نہیں۔[۷]

فقہاء کے درمیان یہاں ایک مسئلہ چلا ہے کہ وقت کے ختم ہو جانے سے نفس وقت مراد ہے یا مستحب وقت صلٰوۃ مراد ہے۔

مولانا عبدالحیؒ نے فرمایا اکثر مشائخ کے نزدیک اصل وقت مراد ہے۔[۸] اور امام محمدؒ نے مستحب وقت کے تنگی کا اعتبار کیا ہے کہ اس کے بعد وقتی نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۱) صدر الشریعہ، عمدۃ القاری ۲/۶۰۶۔

(۲) محیط۔ نوٹ اس مسئلہ میں مولانا عبدالحیؒ (کی تعلیق المجد) کا میلان امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف ہے۔ یہ جمہور احناف کے خلاف ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں)۔

(۳) عمدۃ القاری والمغنی لابن قدامہ۔

(۴) دار قطنی۔ بیہقی۔

(۵) ہدایہ مع فتح القدیر۔

(۶) درمختار، فتح القدیر، تبیین الحقائق۔

(۷) بحرالرائق۔

(۸) عمدۃ الرعایہ۔



۱۶۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِی الرَّجُلِ یُصَلِّیْ فِیْ یَوْمِ غَیْمٍ ثُمَّ تَطْلُعُ الشَّمْسُ وَقَدْ بَقِیَ عَلٰی بَعْضِ صَلَاتِهٖ فَاِذَا هُوَ قَدْ كَانَ یُصَلِّیْ اِلٰی غَیْرِ الْقِبْلَةِ قَالَ یَتَحَوَّلُ اِلَی الْقِبْلَةِ وَیَحْتَسِبُ بِمَا صَلّٰی وَیُصَلِّیْ مَابَقِیَ۔﴾

"حضرت ابراہیم نے اس شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا جو بادل والے دن نماز پڑھے۔ اور نماز کے دوران سورج نکل آئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ قبلہ رخ نہیں ہے؟ فرمایا قبلہ کی طرف پھر جائے اور جو نماز پڑھ چکا وہ ہوگئی باقی ماندہ کو پڑھ لے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔"

لغات: تَطْلُعُ: طَلَعَ(ن)طُلُوعًا ومَطْلَعًا ومَطْلِعًا اَلْكَوكَبُ۔ ستارہ کا نکلنا الشَّمْسُ سورج کا نکلنا۔

بَقِیَ: (س)بَقَاءً وَبَقْیً (ض)بَقْیًا۔ ہمیشہ رہنا۔ ثابت رہنا۔ (ہفت اقسام میں ناقص ہے)۔

تشریح

استقبال قبلہ صحت نماز کے لئے شرط ہے یہ اُمت کا اتفاقی مسئلہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا حکم ہے فولوا وجو هکم شطر المسجد الحرام۔ کہ پھر اپنے چہروں کو مسجد الحرام کی طرف پھیرلیں اسی طرح احادیث سے بھی ثابت ہے۔

روایت انس بن مالک امرت ان اقاتل الناس حتی یقولو الا الٰه الا اللّٰه فاذا قالو ھا وصلو اصلو اتنا واستقبلوا قبلتنا واکلوا ذبیحتنا فقد حرمت علینا دماءھم و اموالھم الا حقا وحسابھم علی اللّٰه۔[1]

مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم ہے یہاں تک کہ وہ بھی کلمہ توحید لا الٰه الا اللّٰه پڑھ لیں اور ہماری جیسی نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنے لگیں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں تو ان کے خون اور مال ہم پر حرام ہو گئے۔ مگر حق کی بناء پر باقی ان کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔

یصلی فی یوم غیم جو بادل والے دن نماز پڑھے (اگر بادل نہ ہو تو تحری جائز نہیں[2] شبہ اس وقت ہوگا کہ آسمان پر بادل ہو۔ کہ اگر کسی نے قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں تحری کر کے کسی جانب نماز پڑھنی شروع کر دی پھر نماز میں معلوم ہو جائے کہ جس طرف نماز پڑھ رہا ہے وہ غلط ہے قبلہ تو دوسری طرف ہے تو نماز میں ہی دوسری طرف پھر جائے۔

اور جو پہلے نماز پڑھ چکا ہے وہ ہو جائے گی اس بارے میں فقہاء کے دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، زفر، امام احمد وغیرہ کے نزدیک اس کی پہلے والی نماز ہو گئی۔

دوسرا مذہب: امام شافعیؒ، امام مالکؒ ایسا شخص از سر نو نماز پڑھے گا۔

پہلے مذہب والوں کا استدلال

روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بینما الناس بقباء فی صلٰوۃ الصبح اذ جاءھم اٰت فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد انزل علیہ اللیلۃ قران وقد امران یستقبل الکعبۃ فاستقبلوھا وکانت وجوھھم الی الشام فاستداروا الی الکعبۃ۔ (۳)

کہ لوگ قباء میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ان کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج کی رات ایک آیت نازل ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کریں یہ سن کر سب نے کعبہ کی طرف منہ کر لئے جب کہ ان کے منہ شام کی طرف تھے۔

اسی طرح روایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں آتا ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحو بیت المقدس ستۃ عشر شھرا او سبعۃ عشر شھر اوکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب ان یوجہ الی الکعبۃ فانزل (قد نری تقلب وجھک فی السماء) فتوجہ نحو القبلۃ وقال السفھاء من الناس وھم الیھود (ما ولھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا قل للہ المشرق و المغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔)

فصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل ثم خرج بعد ما صلی فمر علی قوم الانصار فی صلٰوۃ العصر یصلون نحو بیت المقدس فقال وھو یشھد انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ توجہ نحو الکعبۃ فنحرف القوم حتی توجھوا نحو الکعبۃ۔ (۴)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اور آپ چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل جائے پس اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی "بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اس پر کچھ بیوقوف یہودی لوگوں نے طنزاً کہا کہ کس چیز نے پھیر دیا ان کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے تو کہہ اللہ کے لئے ہی ہے مشرق اور مغرب چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ" پس آپ کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی اور پھر وہ کچھ انصار کے پاس سے گذرے جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے تھے تو اس نے شہادت کے ساتھ بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف نماز پڑھ کر آیا ہے پھر وہ سب لوگ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

یصلی فی یوم غیم: بادل والے دن کہ تحری اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ آسمان صاف نہ ہو اگر اردگرد آسمان صاف ہو تو تحری نہیں ہوتی۔

(۱) ترمذی (باب الایمان)۔ بخاری (باب صلوۃ) نسائی (باب محاربہ)

(۲) بحرالرائق۔ عمدۃ القاری۔ شرح نقایہ۔

(۳) بخاری و مسلم۔

(۴) بخاری۔



۱۶۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ زَاذَانَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ اَعْمٰى مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ وَالْقَوْمُ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَوَقَعَ فِيْ زُبْيَةٍ فَاسْتَضْحَكَ بَعْضُ الْقَوْمِ حَتّٰى قَهْقَهَ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ قَهْقَهَ مِنْكُمْ فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ﴾

"حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ قبلہ کی جانب سے نماز میں شامل ہونے کے لئے ایک نابینا (صحابی) آئے لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ ایک گڑھے میں گر گئے۔ بعض لوگ ہنسے اور قہقہہ مارنے لگے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو قہقہہ مار کر ہنسا ہو وہ وضو اور نماز دوبارہ ادا کرے۔"

لغات: اَعْمٰی: اندھا (جمع) عُمْيٌ وعُمْيَانٌ واَعْمَاء۔

عَمِيَ (س) عَمًى۔ اندھا ہونا۔ (ہفت اقسام میں ناقص ہے)

قَهْقَهَ وقَهْقَهَةً: زور سے ہنسنا۔ ٹھٹھا مار کر ہنسنا۔

فَرَغَ: (ف ن) وفَرِغَ (س) فَرَاغًا وفُرُوغًا۔ من العَمَلِ۔ کام سے فارغ ہونا۔

تشریح

انہ قال بینما ھو فی الصلاۃ: نماز میں قہقہہ[1] لگانے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ یا نہیں اس میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: حضرت ابو موسیٰ اشعری، حسن بصری، سفیان ثوری، محمد بن سیرین، اوزاعی، ابراہیم نخعی، عبید اللہ[2] امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد وغیرہ کے نزدیک قہقہہ لگانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ چند شرطوں کے ساتھ۔

1. قہقہہ لگانے والا بالغ مرد یا عورت ہو۔
2. نماز میں قہقہہ لگائے۔
3. نماز رکوع اور سجدہ والی ہو۔

دوسرا مذہب: عبد اللہ بن مسعود، جابر، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، سعید بن المسیب، ابو بکر بن عبد الرحمٰن، سلیمان

بن یسار، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور اور داؤد [۳] وغیرہ کے نزدیک قہقہہ لگانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

پہلے مذہب والوں کے مستدلات

❶ حدیث حضرت ابو ہریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا قهقه اعاد الوضوء و الصلٰوة۔ [۴]

❷ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، قال بینما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی بالناس اذ دخل رجل فتردی فی حفرة كانت فی المسجد و كان فی بصره ضرر فضحك كثیر من القوم وهم فی الصلوة فامر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ضحك ان یعید الصلٰوة۔ [۵]

❸ حدیث عبد اللّٰہ بن عمرؓ، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ضحك فی الصلوة قهقة فلیعد الوضوء و الصلٰوة۔ [۶]

❹ حدیث جابر قال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ضحك منكم فی صلاته فلیتوضأ ثم لیعد الصلٰوة۔ [۷]

❺ حدیث عمران بن حصینؓ، من ضحك فی الصلوة قهقهة فلیعد الوضوء و الصلوة۔ [۸]

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

یہ حضرات قیاس سے استدلال کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وضو ٹوٹتا ہے۔ جب کہ کوئی نجس چیز نکلے۔ قہقہہ کی صورت میں کوئی نجس چیز بدن سے تو نہیں نکلی اسی وجہ سے نماز جنازہ سجدہ تلاوت اور نماز سے باہر وضو نہیں ٹوٹتا۔

جواب

ان احادیث کی وجہ سے جو ابھی اوپر گذری ہیں ان کے پیش نظر مذہب اول والے قیاس کو چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔

حضرت منصور بن زاذان کے مختصر حالات: یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں (تہذیب التہذیب ۲۰۶/۱۰)

اساتذہ: یہ حضرت انس سے مرسل روایت نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اساتذہ میں رفیع، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، میمون بن ابی حبیب، معاویۃ بن قرۃ، حمید بن بلال، قتادہ، عمرو بن دینار، حکم بن عتیبہ، عبد الرحمٰن بن القاسم، محمد ابن الولید وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: مسلم بن سعید الواسطی، حبیب بن الشہید، جریر بن حازم، خلف بن خلیفۃ، ہشیم، ابو حمزہ اسکری ابو عوانہ

ان کے بارے میں علامہ نسائی، یحییٰ بن معین، ابوحاتم وغیرہ فرماتے ہیں ثقہ، علامہ عجلی نے فرمایا رجل صالح متعبد کان ثقة ثبتا،هشيم کہتے ہیں۔

وفات: ۱۲۸ یا ۱۲۹ یا ۱۳۱ میں ہوئی۔

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کیجئے:

① الجرح والتعدیل ۸/ ۳/ ۱۷۳ ② حلیۃ الاولیاء ۳/ ۵۷ ③ تہذیب الکمال ۳ ۷۳ ۱۳ ④ تہذیب التذہیب ۴/ ۱۷۱ ⑤ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۰۶ ⑥ خلاصۃ تہذیب الکمال ۳۸۷ ⑦ شذرات الذہب ۱/ ۱۸۱۔

نوٹ: حسن بصریؒ کے حالات باب الوضوء، مماغیرت النار حدیث نمبر ۱۸ کے ضمن میں گذرے ہیں۔

---

(۱) قہقہہ کی تعریف: مایکون مسموعًا له ولجیرانه قہقہہ وہ ہے جو خود وہ بھی سنے اور اس کے آس پاس والے بھی سنیں۔ شمس الائمہ حلوائیؒ فرماتے ہیں قہقہہ کہتے ہیں کہ ڈارھیں نمایاں ہو جائیں اور قراءت میں رکاوٹ ہو جائے۔

(۲) بنایہ شرح ہدایہ۔

(۳) بنایہ شرح ہدایہ۔

(۴) دار قطنی فی سنن۔

(۵) طبرانی فی معجم کبیر۔

(۶) ابن عدی فی الکامل۔

(۷) دار قطنی۔

(۸) دار قطنی و بیہقی۔

(۹) آدمی کا نام معلوم نہیں ہو سکا باوجود کوشش کے۔



١٦٤

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يُقَهْقِهُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ وَيَسْتَغْفِرُ رَبَّهُ فَاِنَّهُ اَشَدُّ الْحَدَثِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے اس شخص کے بارے میں جو نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسے فرمایا وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے اور اپنے رب سے استغفار طلب کرے اس لئے کہ یہ وضو توڑنے سے زیادہ برا ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: اَلْوُضوء: وَضُؤَ(ک) وُضُوْءًا و وَضَاءَةً الشیئ: پاکیزہ و خوبصورت ہونا۔

الوَضُوْءُ: بفتح الواؤ بمعنی وضو کا پانی (ہفت اقسام میں مثال ہے)

یَسْتَغْفِرُ: اِسْتَغْفَرَ۔ اللّٰہُ الذنبَ وَمِنَ الذنب۔ بخشش طلب کرنا۔ باب استفعال سے فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

تشریح

اس حدیث کے شاہد متعدد روایت ہیں علامہ بدر الدین عینی نے گیارہ احادیث نقل کی ہیں جن میں سے چار مرسل ہیں اور باقی سات مسند ہیں۔[1]

جیسے کہ ابھی گذرا کہ احناف قہقہہ کو ناقض وضو مانتے ہیں مگر چند شرطوں کے ساتھ وہ شرائط یہ ہیں۔

❶ قہقہہ لگانے والا بالغ مرد یا عورت ہو۔ خواہ منفرد ہو یا مقتدی۔

❷ قہقہہ نماز کے اندر ہو۔

❸ نماز رکوع سجدہ والی ہو۔

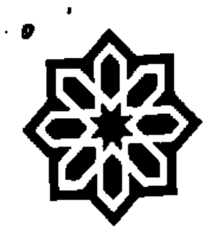
پہلی بات قہقہہ لگانے والا بالغ مرد ہو یا عورت ہو۔ اگر بچے نے قہقہہ لگایا تو بعض فرماتے ہیں کہ بچے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر جمہور فقہاء احناف اول ہی قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ بچے کے قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

دوسری شرط نماز میں ہو۔ علماء فرماتے ہیں۔ نماز فرض ہو یا واجب سُنّت یا نفل سب کا یہی حکم ہے۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد کے بعد۔ یا سجدہ سہو میں ہی قہقہہ لگایا تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

ان شرائط کو لگانے کی وجہ احناف یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خلاف قیاس وارد ہوئی ہے اس لئے اس کو اپنے مورد میں منحصر رکھا جائے گا کہ جس نماز میں صحابہؓ نے قہقہہ لگایا وہ نماز رکوع سجدہ والی تھی اور نماز کے اندر یہ قہقہہ لگایا گیا۔ ظاہر ہے کہ صحابہؓ بالغ تھے [۲] تو یہی تینوں شرائط کا احناف نے اعتبار کیا ہے۔

(۱) پوری تفصیل دیکھیں عمدۃ القاری ۱/ ۷۹۳۔

(۲) یہ شرائط تمام کتب فقہ میں موجود ہیں۔ مثلاً شامی، بدائع الصنائع، بحر الرائق ۱/ ۴۰۔



باب النوم قبل الصلاۃ و انتقاض الوضوء منه

نماز سے پہلے سونا اور سونے سے وضو کے ٹوٹنے کا بیان

۱٦٥

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ الْمُؤَذِّنَ قَدْ اَذَّنَ فَوَضَعَ جَنْبَهٗ فَنَامَ حَتّٰى عُرِفَ مِنْهُ النَّوْمُ، وَكَانَتْ لَهٗ نَوْمَةٌ تُعْرَفُ، كَانَ يَنْفُخُ اِذَا نَامَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِغَيْرِ وَضُوْءٍ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ لَيْسَ كَغَيْرِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِقَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ نَأْخُذُ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ۔ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا لَيْسَ كَغَيْرِهٖ فَاَمَّا مَنْ سِوَاهُ فَمَنْ وَضَعَ جَنْبَهٗ فَنَامَ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ وہاں مؤذن اذان دے چکا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پہلو زمین پر ٹکایا اور ایسے سو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا جان لیا گیا۔ جیسے کہ آپ کا سونا مشہور تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے میں خراٹے لیا کرتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انسانوں کی طرح نہیں تھے۔ امام محمد نے فرمایا کہ ہم حضرت ابراہیم کے قول کو اختیار کرتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دوسروں کی طرح نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اگر کوئی شخص پہلو ٹکا کر سو جائے تو اس کا وضوء واجب ہو جاتا ہے یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: تَوَضَّأَ: بالماءِ للصلوة۔ وضو کرنا۔ الغلامُ و الجاريةُ۔ بالغ ہونا۔

فَخَرَجَ: خَرَجَ (ض) خُرُوْجًا و مَخْرَجًا۔ من موضعه نکلنا فی العِلْم۔ فائق ہونا۔ بِه۔ نکالنا۔

فَنَامَ: نَامَ يَنَامُ نَوْمًا و نِيَامًا۔ اونگھنا یا سونا۔ مرنا ہم النيمة۔ نامَتِ السُّوْقُ۔ بازار کا ماند پڑنا۔ (ہفت اقسام میں

اجوف ہے) عَرَفَ: (ض)عِرْفَۃً وعِرْفاناً وعِرِفاناً ومَعْرِفَۃً الشیئ: پہنچاننا۔ جاننا۔

تشریح

نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اس میں علامہ نوویؒ نے آٹھ اور علامہ عینیؒ نے نو اقوال نقل کئے ہیں۔ علامہ عینی کے نو اقوال یہ ہیں۔

❶ حضرت ابو موسیٰ اشعری، سعید بن المسیب، ابو مجلز، حمید بن عبد الرحمٰن، مکحول ان سب کے نزدیک نیند کسی بھی حالت میں ناقض وضو نہیں ہے۔

❷ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حسن مزنیؒ، ابو عبد اللہ قاسم بن سلام، اسحٰق بن راہویہ وغیرہ، کے نزدیک نیند ہر حال میں ناقض وضو ہے۔

❸ زہری، ربیعہ، وغیرہ زیادہ نیند ناقض وضو ہے اور کم کسی حالت میں بھی ناقض وضو نہیں۔

❹ ابو حنیفہ، سفیان، حماد بن ابی سلیمان وغیرہ کے نزدیک اگر نماز کی کسی حالت پر سو جائے۔ مثلاً رکوع سجدہ، قیام، قعدہ خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز میں ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر کروٹ پر لیٹ کر یا چت لیٹ کر سو گیا تو اب وضو ٹوٹ جائے گا۔

❺ عبد اللہ بن مبارکؒ کے نزدیک جو شخص نماز کے سجدہ میں سو جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر بغیر نماز کے سجدہ میں سو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر کوئی نماز میں عمداً سو گیا تو اس کو وضو کرنا چاہئے۔

❻ امام شافعی کا چار قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی بیٹھ کر ایسی حالت میں سو جائے کہ اس کی مقعد زمین میں ٹکی رہی تو وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ معمولی ہو یا زیادہ ہو۔ خواہ نماز کے اندر ہو یا باہر۔

❼ امام احمد کا یہ قول ہے کہ نیند ناقض صرف رکوع میں سونے سے ہوتی ہے۔

❽ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ نیند ناقض صرف سجدہ میں سونے سے ہوتی ہے۔

❾ امام مالک کے مذہب کو جو کہ چار طرح سے نقل کیا گیا ہے:

① نوم طویل و ثقیل مؤثر فی النقض ہے۔ ② نوم قصیر و خفیف ناقض وضو نہیں۔ ③ نوم ثقیل و خفیف میں کبھی فرمایا کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کبھی فرمایا کہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ ④ نوم خفیف و طویل میں وضو مستحب ہے۔

خلاصہ

اس نو کا خلاصہ تین اقوال میں جمع کیا گیا ہے۔

❶ نیند مطلقاً غیر ناقض وضوء ہے۔ یہ مذہب حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابو مجلزؒ، حضرت حمید الاجرج وغیرہ کا ہے۔

❷ نیند مطلقاً ناقض وضو ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ یہ قول حضرت حسن، امام زہری امام اوزاعیؒ وغیرہ کا ہے۔

❸ نیند غالب ناقض وضو ہے۔ اور نیند غیر غالب غیر ناقض وضوء ہے یہ مذہب ہے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا۔

جمہور کا استدلال

اس بات پر تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ نیند فی نفسہ ناقض نہیں اور نیند غالب ہو تو اس میں استرخاء مفاصل ہو جاتا ہے اور اس استرخاء مفاصل کو ریح کے خارج ہونے کا قائم مقام سمجھ کر اس کو ناقض وضو سمجھ لیا گیا اور وہ نیند جس میں استرخاء مفاصل نہیں ہوتا (وہ عموماً معمولی نیند میں نہیں ہوتا ہے لہٰذا) وہ ناقض وضوء نہیں ہو گا۔

پھر احناف اور شوافع کا نوم غالب کی (تعیین) میں اختلاف ہوا۔

احناف کہتے ہیں کہ: تماسک المقعد علی الارض یہ نہیں ہے تو یہ ناقض وضو ہو جائے گا مثلاً اضطجاع کی صورت ہو یا کروٹ یا گدی کے بل لیٹنے سے اسی طرح ٹیک لگا کر سونے سے کہ اگر ٹیک ہٹا دیا جائے تو وہ آدمی گر جائے تو یہ نیند بھی ناقض وضو ہو جائے گی۔

اور اگر تماسک المقعد علی الارض ہے تو یہ ناقض وضو نہیں ہو گا۔

شوافع فرماتے ہیں وزوال المقعد عن الارض یہ علامت ہے استرخاء مفاصل کی اس لئے اگر زوال مقعد کے ساتھ نیند ہو تو یہ ناقض وضو ہو گی ورنہ نہیں۔ [1]

ممن وضع جنبہ فنام فقد وجب علیہ۔ اس کی وضاحت آگے حدیث میں آرہی ہے۔

(۱) ہدایہ، صاحب نہر، تبیین الحقائق۔



۱۶۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا نِمْتَ قَاعِدًا اَوْ قَائِمًا اَوْ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا اَوْ رَاكِبًا فَلَيْسَ عَلَيْكَ وُضُوْءٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ فَاِذَا وَضَعَ جَنْبَهٗ فَنَامَ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ اگر تم بیٹھے بیٹھے، کھڑے کھڑے رکوع سجدہ یا سواری کی حالت میں سوجاؤ تو اب تم پر وضو لازم نہیں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر پہلو رکھ کر سو گیا تو اب وضو واجب ہو جائے گا۔ یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: قَاعِدًا: قَعَدَ(ن)قُعُوْدًا و مَقْعَدًا۔ کھڑے سے بیٹھنا۔ قُعُوْدًا کھڑا ہونا۔ قَعَدَبہ۔ بٹھانا۔ قَاعِدًا اسم فاعل مفرد مذکر کا صیغہ ہے۔

قائمًا: قَامَ(ن)قَوْمًا و قَوْمَةً و قِيَامًا و قَامَةً۔ کھڑا ہونا۔ ٹھہرنا۔ چلنے والے سے تم کہتے ہو۔ "قُمْ لِي" یعنی میری وجہ سے ٹھہرو۔ قائم اسم فاعل کا صیغہ ہے مفرد مذکر۔ (ہفت اقسام میں اجوف ہے)

رَاكِعًا: رَكَعَ(ف)رَكْعًا و رُكُوْعًا۔ سر جھکانا۔ پشت خم کرنا اِلَى اللّٰه۔ اللہ کے سامنے پست ہونا۔ رَاكِعٌ اسم فاعل مفرد مذکر کا صیغہ ہے۔

رَاكِبًا: رَكِبَ(س)رُكُوْبًا و مَرْكَبًا۔ الدابَّةَ وَعَلَى الدَّابَّةِ۔ چڑھنا۔ سوار ہونا۔

اَلْبحر: دریائی سفر کرنا۔

الطريق: راستے پر چلنا۔ رَاكِبًا اسم فاعل کا صیغہ ہے مفرد مذکر۔

تشریح

قاعدا او قائما، او راكعا او ساجدا او راكبا فليس عليک وضوء: جیسے کہ ابھی گذرا ہے کہ اصل چیز نیند میں استرخاء مفاصل میں کہ اعضاء کا ڈھیلا ہو جانا یہ سبب ہوتا ہے۔ عادۃ کسی چیز کے نکلنے کے لئے جو چیز عادۃ ہوتی ہے وہ یقینی سی ہوتی ہے اس لئے ہر گہری نیند ناقض وضو ہو گی بخلاف رکوع۔ سجدہ، سواری پر سونے کے کیونکہ اس پر گہری نیند نہیں ہوتی اس لئے اس میں پورا استرخاء، مفاصل پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا ان صورتوں میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[1] صاحب منیہ نے کہا ہے کہ اگر مسنون ہیت صلوٰۃ پر سوئے تو اب وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا۔ جمہور فقہاء احناف کا

قول یہی ہے کہ خواہ ہیت مسنونہ پر یا غیر مسنونہ دونوں صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔[۲]

فاذا وضع جنبہ فنام وجب علیہ الوضوء: کہ اگر پہلو رکھ کر سو گیا تو اب وضوء واجب ہو جائے گا۔ پہلو رکھ کر سو جانے سے استرخاء، مفاصل ہو جاتے ہے۔ اس لئے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

تمام حالت نوم کا بیان مع حکم

ابو بکر ابن العربی کہتے ہیں کہ نیند کی پندرہ سورتیں ہیں:

❶ اضطجاع پہلو کے بل لیٹنا۔ یہ ناقض وضو ہے۔[۳]

❷ استلقاء چت لیٹ کر سونا یہ بھی ناقض وضو ہے۔

❸ اتکاء تکیہ لگا کر سونا یہ بھی ناقض وضو ہے۔

❹ چہرے اور پیٹ کے بل (الٹا) لیٹنا یہ ناقض وضو ہے۔

❺ کہنی کے سہارے سونا یہ بھی ناقض وضو ہے۔

❻ استناد۔ کسی چیز پر سہارا لگانا جب وہ اٹھایا جائے تو سونے والا گر جائے یہ بھی ناقض وضو ہے۔

❼ چارزانوں ہو کر اس طرح سونا کہ سر رانوں پر ہو تو یہ بھی ناقض وضو ہو گا۔[۴]

❽ پر اس طرح سونا کہ پاؤں اس میں لٹکے ہوتے ہوں تو یہ بھی ناقض وضو ہے۔[۵]

❾ احتباء زمین پر سر رکھ کر پشت اور پنڈلیوں کو ہاتھوں سے حلقے یا کپڑے سے سمیٹ کر بیٹھ کر سونا۔ یہ ناقض وضو نہیں ہے۔

❿ سجدے میں سوئے۔ یہ بھی ناقض وضو نہیں ہے۔

⓫ رکوع میں سوئے۔ یہ بھی ناقض وضو نہیں ہے۔

⓬ کھڑے ہو کر سوئے یہ بھی ناقض وشو نہیں ہے۔

⓭ نماز کی ہیئت پر بیٹھ کر سوئے یہ بھی ناقض وضو نہیں ہے۔

⓮ سوار ہو کر سوئے یہ بھی ناقض وضو نہیں ہے۔

⓯ بیٹھ کر جھونکے لیتے ہوئے سوئے یہ بھی ناقض وضو نہیں ہے۔

---

(۱) ہدایہ مع تغیر۔ (۲) فتح القدیر، محیط۔ (۳) فتاویٰ تاتارخانیہ۔
(۴) فتح القدیر۔ (۵) فتاویٰ قاضی خان۔

۱۶۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَقَالَ لَاَنْ اُصَلِّيَهَا وَحْدِىْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَنَامَ قَبْلَهَا ثُمَّ اُصَلِّيَهَا فِىْ جَمَاعَةٍ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَنَحْنُ نَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت اسمٰعیل بن عبدالملکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاھد سے عشاء کی نماز سے پہلے سونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں عشاء کی نماز تنہا پڑھ لوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں عشاء سے پہلے سوؤں پھر اسے جماعت کے ساتھ ادا کروں۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم عشاء سے پہلے سونے کو مکروہ سمجھتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: سَأَلْتُهُ: سَأَلَ (ف) سُؤَالاً و سَآلَةً و مَسْأَلَةً و تَسْآلاً۔ طلب کرنا۔ مانگنا۔ درخواست کرنا۔ اس کا تعدیہ دو مفعول کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے "سَأَلْتُ اللّٰهَ نِعْمَةً۔" اور جب استخبار کے معنی میں ہو تو مفعول اول کی طرف بنفسہ اور مفعول ثانی کی طرف عن سے متعدی ہوتا ہے۔ جیسے "سَأَلْتُهُ عَنْ حَاجَتِهٖ۔"

اُصَلِّيَهَا: صَلّٰى صَلَاةً۔ دعا کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اَللّٰهُ عَلَيْهِ۔ برکت دینا۔ اچھی تعریف کرنا۔ واحد متکلم فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ (ہفت اقسام مضاعف ثلاثی ہے) الصلوٰة: الصلاة و الصلوٰة۔ دعا، نماز، تسبیح۔

تشریح

سالت عن النوم قبل العشاء: عشاء سے پہلے سونا اس میں فقہاء کے دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر، ابن عباس، امام مالک، عطاء، مجاہد، طاؤس، وغیرہ کے نزدیک عشاء سے پہلے سونے کو مکروہ فرمایا ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت علی، ابوموسیٰ اشعری اور جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کو خود اٹھنے کا یقین ہو یا کوئی دوسرا اٹھانے والا آدمی ہو تو اس صورت میں کراہت نہیں اور خطرہ ہو تو پھر مکروہ ہوگا۔[1]

پہلے مذہب والوں کا استدلال

حدیث سیار بن سلامہ انہ علیہ اسلام کان یکرہ النوم قبلها۔

اثر حضرت عمر، جوبد دعا دے فرمایا قال فمن نام فلا نامت عینہ۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

حدیث عائشۃ اعتم بالعشاء حتی ناداہ عمر نام النساء و الضیان

حدیث ابن عمر انہ علیہ اسلام شغل عنہا لیلۃ فاخرہا حتی رقدنا فی المسجد ثم استیقظ ثم خرج علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب مذہب والوں

ایسا سونا کہ نماز عشاء ہی فوت ہو جائے یہ مکروہ ہے۔

دوسرا جواب۔ اگر سونے کی رخصت ہوتی تو جماعت کی نماز کا اہتمام ختم ہو جاتا۔ (۲)

حضرت اسمٰعیل بن عبد الملکؒ کے مختصر حالات: یہ ابوداؤد، ترمذی نسائی فی عمل الیوم و الیلۃ، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۱/۳۱۲)

اساتذہ: سعید بن جبیر، ابن علیہ، ابن زبیر، عطاء بن ابی رباح وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: سفیان ثوری، عبد الحمید الحمانی، عیسی بن یونس وکیع، ابونعیم۔

یحییٰ کہتے ہیں لیس بہ باس

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب ۱/۳۱۲ دیکھیں۔

حضرت مجاہد کے مختصر حالات: یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۱/۴۲)

اساتذہ: عبد اللہ بن عباس کے یہ خاص شاگرد تھے۔

تلامذہ: ایک بہت بڑی جماعت ان کی شاگرد تھی۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ کان ثقۃ فقیہا عالما کثیر الحدیث۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ کان فقیہا ورعا متقنا عابدا علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اجمعت الامۃ علی اصابۃ مجاہد علامہ طبری کہتے ہیں کان قائما عالما۔

وفات: ۱۱۰ ہجری میں انتقال ہوا۔ جب کہ ان کی عمر ۸۳ سال تھی۔

(۱) عمدۃ القاری ۲/۵۷۷، بحر الرائق ۱/۲۴۸۔

(۲) بذل المجہود ۱/۲۳۴، عمدۃ القاری ۲/۵۷۷ شامی ۱/۲۵۷۔

۱٦٨

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ عَرَّسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ مَنْ يَحْرِسُنَا اللَّيْلَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ شَابٌّ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اُحْرِسُكُمْ فَحَرَسَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ مَعَ الصُّبْحِ غَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَمَا اسْتَيْقَظُوْا اِلَّا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ وَتَوَضَّاَ اَصْحَابُهُ وَ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَذَّنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْفَجْرَ بِاَصْحَابِهٖ وَجَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَاءَةِ كَمَا كَانَ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ وَقْتِهَا

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر شب میں پڑاوڈالا اور فرمایا آج رات ہماری حفاظت وچوکیداری کون کرے گا؟ ایک نوجوان انصاری نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ حضرات کی حفاظت کروں گا چنانچہ وہ چوکیداری کرتے رہے یہاں تک کہ جب صبح کا وقت قریب ہوگیا تو ان پر نیند غالب آئی اور دھوپ کی تپش سے ان کی آنکھ کھلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پھر آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے وضوء فرمایا اور مؤذن کو حکم دیا اس نے اذان دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سنتیں پڑھیں پھر جماعت کے لئے اقامت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، قراءت اس طرح زور سے پڑھی جس طرح وقت میں ادا کی صورت میں زور سے پڑھتے تھے۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی ہی اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے۔“

لغات: عَرَّسَ: باب تفعیل سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے جس کے معنٰی ہیں آخر رات میں آرام لینے لے لئے اترنا۔

يَحْرُسُنَا: حَرَسَهٗ (ن ض) حَرْسًا۔ حفاظت کرنا۔ صفت (حارس) (جمع) حُرَّاس وحَرَسَة وحَرَس و اَحْرَاس۔

شَابٌّ: وَالشَّبُّ۔ جوان (جمع) شَبَاب وشُبَّان وشَبَبَةٌ مونث شَابَّةٌ وَشَبَّةٌ (جمع) شابَّاتٌ وشَبَّاتٌ وشَوَابُّ شَبَائِب۔

غَلَبَ: (ض)غَلْبًا وغَلَبًا وغَلَبَۃً ومَغْلَبًا ومَغْلَبَۃً وغُلُبّی وغِلِبّی وغُلُبَّۃً وغَلاَبِیَۃً واِغْتَلَبَہٗ۔ غالب ہونا۔

تشریح

اس واقعہ کو واقعہ لیلۃ التعریس کہا جاتا ہے اور یہ واقعہ پیش آیا تھا غزوہ خیبر کے واپسی پر۔[1]

اس بارے میں تمام ہی جمہور فقہاء محدثین کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نیند ناقض وضوء نہیں ہوتی۔[2]

سوال: ابھی یہ بات گذری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان عیناء تناماں ولا ینام قلبی تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضاء کیوں ہوئی۔ کہ جب کہ آپ کا دل بیدار تھا۔

جواب: مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ اکثر اوقات تو ایسا ہی ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف آنکھ سوتی تھی اور دل جاگتا رہتا تھا مگر کبھی دل بھی سوجاتا تھا لیلۃ التعریس میں ہی ثانی حالت پیش آئی تھی۔

جواب نمبر② : علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث لا ینام قلبی کا مطلب یہ ہے کہ سونے میں آدمی بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کو حدث ہو جاتا ہے جس کا آدمی کو معلوم نہیں ہوتا۔ یہ کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہوتی تھی۔ کہ حدث ہونے کا معلوم نہ ہوسکے۔

جواب③ : آپ کا دل بیدار رہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی حالت نوم میں بھی وحی آتی تھی اس اعتبار سے فرمایا کہ دل بیدار رہتا ہے وحی کے نزول کے اعتبار سے فلاینبغی لقلبہ ان ینام

جواب④ : حدیث ان عینای تناماں ولا ینام قلبی۔ اور نماز کے قضاء ہونے پر کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ سورج کے طلوع ہونے کا تعلق ظاہری آنکھ سے ہے نہ کہ دل سے۔ اس لئے اس میں کوئی تعارض نہیں رہا۔[3]

---

(۱) بحرالرائق ۱/۱۰۱، عمدۃ القاری، فتح الباری۔

(۲) بذل المجہود ۲/۲۵۱۔

(۳) تعلیق الصبیح ۱/۳۰۲۔



بَابُ صَلَاةِ الْمُغْمٰى عَلَيْهِ

بے ہوش آدمی کی نماز کا بیان

المغمی علیہ غمی، اغمی علی المریض: بیمار پر غشی طاری ہوگئی۔ اغماء کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے۔ اور غشی کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ غشی کہتے ہیں کہ دل کی کمزوری اور روح کے اس کی طرف سمٹ آنے کی وجہ سے ہو تو کہ باہر نکلنے کو راستہ نہ پائے اندر ہی گھٹ رہی ہو تو اس کا نام غشی رکھتے ہیں۔

اور اگر دماغ کی جھلیوں میں بلغم وغیرہ کے اجتماع کے سبب سے ہو تو اس کا نام اغماء رکھا جائے گا۔ (۱)

اغماء ہر حال میں خواہ کھڑے یا بیٹھے رکوع یا سجدہ نماز بغیر نماز سب ہی صورت میں ناقص وضو ہے۔ بخلاف نیند کے کہ وہ بعض صورتوں میں ناقص وضو نہیں ہوتی۔

۱۶۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ سَاَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ الْمَرِيْضِ يُغْمٰى عَلَيْهِ فَيَدَعُ الصَّلَاةَ قَالَ اِذَا كَانَ الْيَوْمَ الْوَاحِدَ فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَقْضِيَهُ وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَاِنَّهُ فِيْ عُذْرٍ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا اُغْمِيَ عَلَيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً قَضٰى وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت حماد نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابراہیمؒ سے اس بیمار کے بارے میں دریافت کیا جس پر بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہو اور وہ نماز چھوڑ دیتا ہو فرمایا اگر ایک دن کی نماز فوت ہو تو مجھے یہ پسند ہے کہ وہ اس کی قضاء کرے اور اگر ایک دن سے زیادہ کی ہو تو وہ انشاء اللہ معذور سمجھا جائے گا۔

امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایک دن رات تک بے ہوش رہا تو نماز قضاء کرے گا اور اگر اس سے زیادہ بے ہوش رہے تو اس پر قضاء نہیں ہے یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔“

لغات: اَلْمَرِيْضُ: مَرِضَ (س) مَرَضًا و مَرْضًا بیمار ہونا۔ صِفَتْ مَرِضٌ و مَرِيْضٌ و مَارِضٌ۔

اَلْمَرِيْضُ: (جمع) مَرْضٰى و اَلْمَرِضُ (جمع) مِرَاضٌ۔ بیمار قَلْبٌ مَرِيْضٌ۔ کمزور دل والا۔ رَأْيٌ مَرِيْضٌ۔

کمزور رائے والا۔

عُذْر: حُجَّت جس کی وجہ سے عذر کیا جائے (جمع) اعذار۔

تشریح

فقال اذا کان اکثر من ذلک فانه فی عذر ان شاء اللّٰه تعالٰی: فرمایا جب ایک دن سے زائد کی نماز فوت ہو جائے تو وہ انشاء اللہ معذور ہے۔

اس میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو اگر یہ بے ہوشی پانچ نمازوں سے کم ہے تو اب ان نمازوں کو قضاء کرے۔ اور اگر پانچ نمازوں سے زائد میں بے ہوشی طاری رہی تو اب قضاء نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد اور بشر مریسی کے نزدیک پانچ نمازوں سے زائد میں بھی قضاء کیا جائے گا۔ یہ ائمہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر ہزار نماز تک بے ہوشی طاری رہی جب بے ہوشی ختم ہو گی تو ان سب کی نمازوں کی قضاء لازم ہو گی۔ (۲)

احناف کا استدلال

احناف استحسان سے استدلال کرتے ہیں کہ پانچ نماز سے زائد یہ کثرت میں داخل ہو جائے گی تو قضاء کرنے میں حرج واقع ہو گا اس سے کم میں حرج نہیں ہے۔ اس لئے اس کی قضاء کرنی ہو گی۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ بے ہوشی ایسا مرض ہے کہ جس میں عاقل اپنی عقل کا استعمال نہیں کر سکتا۔ اگرچہ اس کے اندر عقل موجود ہے۔ اس لئے وہ ادا کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے پانچ سے کم میں تو اس کو معتبر نہیں سمجھا گیا مگر جب پانچ سے زائد ہو گی تو اب اس کو معتبر سمجھ لیا جائے گا۔ (۳)

---

(۱) مغرب ۲/۷۳۔

(۲) بحر الرائق ۲/۱۱۷۔

(۳) فتح القدیر بدائع الصنائع۔



۱۷۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الْمُغْمِي عَلَيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً قَالَ يَقْضِيْ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ حَتّٰى يُغْمٰى عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں جو ایک دن رات بے ہوش رہے یہ مروی ہے کہ وہ قضاء کرے گا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں جب کہ ایک دن رات سے زیادہ بے ہوش رہے یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: المغمی علیہ۔ از(س) وافعال بمعنی غشی طاری ہونا۔(از ہفت اقسام ناقص)

یَقْضِيْ: قَضٰی(ض) قَضَاءُ الشیئ۔ مضبوطی سے بنانا۔ الدَّیْنَ۔ قرض ادا کرنا۔ الصلوٰۃَ۔ نماز پڑھنا۔(ہفت اقسام میں ناقص ہے۔)

تشریح

اس اثر میں بھی گذشتہ اثر ہی کے مسئلہ کی وضاحت کی جارہی ہے کہ اگر بے ہوشی پانچ نمازوں سے کم میں ہے تو اس کی قضاء کی جائے گی پانچ سے زائد ہو تو اب حرج ہونے کیوجہ سے قضاء لازم نہیں ہوگی۔

صاحب ہدایہ اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں۔

ومن اغمی علیہ خمس صلوٰۃ او دونہا قضی وان کان اکثر من ذلک لم یقض وھذا استحسان، والقیاس ان لاقضاء علیہ اذا استوعب الاغماء وقت صلوٰۃ کاملا لتحقیق العجز فاشبہ الجنون وجہ الاستحسان ان المدۃ اذا طالت کثرت الفوائت فینحرج فی الاداء واذا قصرت قلت فلاحرج والکثیر ان تزید علی یوم ولیلۃ انہ یدخل فی حد التکرار والجنون کالاغماء کذا ذکرہ ابو سلیمان بخلاف النوم لان امتدادہ نادر فیلحق بالقاصر۔[1]

(یعنی) جس پر پانچ نمازوں یا اس سے کم بے ہوشی رہی تو وہ قضاء کرے۔ اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ ہو تو اب قضاء نہ کرے یہ استحسان ہے قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ بے ہوش پر قضاء نہ ہو جب کہ بے ہوشی نے ایک نماز کا پورا وقت

گھیر لیا ہو کیونکہ عجز متحقق ہو گیا پس بے ہوشی جنون کے مشابہ ہوئی۔ استحسان یہ ہے کہ جب بے ہوشی کی مدت لمبی ہو گئی تو قضا نمازیں بہت ہو جائیں گی اب اس کے ادا کرنے میں حرج واقع ہو گا اور جب مدت کم ہو گی تو قضاء نمازیں تھوڑی ہوں گی اس لئے حرج نہیں پڑے گا اور کثیر مدت یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں ایک شب و روز سے بڑھ جائیں کیونکہ وہ حد تکرار میں داخل ہو جائیں گی۔ اور جنون مثل بے ہوشی کے ہے ابو سلیمان نے ایسا ہی ذکر کیا ہے بخلاف نیند کے کیونکہ اس کا لمبا ہونا نادر ہے اس کو عذر قاصر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

ایک طرف تو اغماء کو احناف نے جنون پر قیاس کیا۔ اس طرح جنون ایک دن رات سے زائد ہو تو قضاء ساقط ہے۔ ورنہ نہیں۔[۲] اسی طرح یہاں پر بھی کہ اگر ایک دن رات سے زائد ہو تو قضاء ساقط ہو گی ورنہ نہیں۔[۳] جیسے کہ عمار بن یاسر کے بارے میں آتا ہے۔

اغمی علیہ فی الظھر و العصر و المغرب و افاق نصف اللیل فقضی۔

کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء چار نمازوں تک بے ہوشی رہی اور آدھی رات کو افاقہ ہوا تو آپ نے ان چاروں نمازوں کی قضاء کی۔[۴]

---

(۱) مصنف عبدالرزاق۔

(۲) ہدایہ ۱/ ۱۶۳، ۱۶۴ مزید تفصیل بحرالرائق ۲/ ۱۱۷ میں دیکھیں۔

(۳) تبیین الحقائق۔

(۴) دار قطنی۔



بَابُ السَّهْوِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں بھول (کے) پیش آنے کا بیان

یہاں اس باب میں بھول کے لئے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں ① سہو ② نسیان۔ ان دونوں کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ فقہاء و اصولیین و اہل لغت کے یہاں اس میں کوئی فرق نہیں دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مگر بعض علماء ان میں فرق بیان کرتے ہیں کہ نسیان کہتے ہیں وہ چیز قوت حافظہ اور قوت مدرکہ دونوں سے دور ہو جائے۔ اور سہو کہتے ہیں کہ وہ چیز صرف قوت مدرکہ سے دور ہو جائے۔ بنی آدم پر یہ دونوں چیزیں طاری کی گئی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں قاضی عیاض (مالکی) فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام پر بھی نسیان ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ کی طرف سے ان پر قوت تذکیر و تعلیم کے ذریعہ سے اس کو دور کر دیا جاتا ہے۔

ابن دقیق العید نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نماز میں پانچ مرتبہ سہو ہوا ہے۔

① ظہر میں پانچ رکعات پڑھادی۔[1] ② مغرب کی نماز میں قعدہ اولی پر سلام پھیر دیا۔ ③ چار رکعت کی جگہ پر دو رکعت پڑھائی۔[2] ④ قعدہ اولی چھوڑ دیا۔[3] ⑤ نماز میں ایک آیت بھول گئے۔ بعد میں ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ تم نے مجھ کو یاد کیوں نہیں دلایا۔

۱۷۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِي الرَّجُلِ يَشُكُّ فِي السَّجْدَةِ الْاُوْلٰى اَوِ التَّشَهُّدِ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِنْ صَلَاتِهٖ مَالَمْ تَكُنْ رَكْعَةً۔ فَاِنَّهٗ يَقْضِيْ مَاشَكَّ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ، وَيَسْجُدُ لِذٰلِكَ اَيْضًا سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فَاِنَّهُمَا تُصْلِحَانِ بِاِذْنِ اللّٰهِ مَا كَانَ قَبْلَهُمَا مِنْ نِسْيَانٍ، وَكَانَ يُقَالُ اِنَّهُمَا الْمُرْغِمَتَانِ لِلشَّيْطَانِ وَاِنَّهٗ قَالَ لَاَنْ اَسْجُدَ لِذٰلِكَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِيْمَا لَمْ يَحِقَّ عَلَيَّ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَدَعَهُمَا قَالَ مُحَمَّدٌ، وَبِهٖ نَاْخُذُ فَاِنْ كَانَ يُبْتَلٰى بِذٰلِكَ كَثِيْرًا مَضٰى عَلٰى اَكْبَرِ رَاْيِهٖ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَهٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت ابراہیم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کو پہلے سجدے یا التحیات یا اس طرح نماز کے کسی حصہ کے بارے میں شک ہو جائے تو فرمایا کہ جب تک ایک رکعت نہ آئی ہو وہ قضاء کرے جس میں شک ہے اور سجدہ سہو کے دو سجدے بھی کرلے اس لئے کہ یہ سجدے انشاء اللہ اس سہو کی جو ان سے پہلے

پیش آیا ہے اصلاح کردے گا۔ ان سجدوں کو شیطان کو رسواء وذلیل کرنے والے کہا جاتا ہے۔ انہوں نے (مزید) فرمایا کہ سجدہ سہو کروں جہاں مجھ پر واجب بھی نہ ہو وہاں سجدہ کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان سجدوں کو چھوڑوں۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کسی شخص کو کثرت سے شک پیش آتا ہو تو ظن غالب پر عمل کر کے سجدہ سہو کرے گا یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: یَشُکُّ: شَكَّ (ن) شَكًّا۔ فِي الْأَمْرِ۔ شبہ کرنا صفت فاعلی (شَاكٌّ) اور صفت مفعولی (مَشْکُوْكٌ) فِیهِ عَلَیهِ الْأَمْرُ۔ مشتبہ ہونا اَلشَّكُّ (مصدر) شبہ۔ (جمع) شُکُوْک (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)

یَسْجُدُ: سَجَدَ (ن) سُجُوْدًا۔ فروتنی سے جھکنا۔ عبادت کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا۔

اَلسَّهْوُ: سَهَا (ن) سَهْوًا و سُهُوًّا۔ فِي الْأَمْرِ و عن الامر: غافل ہونا۔ بھولنا۔ دل کا دوسری طرف متوجہ ہونا۔ (ہفت اقسام میں ناقص ہے)

تشریح

مضى على اكبر رأيه: اگر اس آدمی کو یہ شک اکثر بیشتر پیش آتا ہی رہتا ہے تو اب اس کے بارے میں فقہاء کے کل چار مذاہب ملتے ہیں۔

پہلا مذہب: عبداللہ بن عمر، سعید بن جبیر، میمون بن مہران، عبدالکریم جزری، شعبی، اوزاعی، قاضی شریح وغیرہ کا یہ ہے کہ آدمی کو جب بھی شک ہو وہ اعادہ کرے یہاں تک کہ اس کو یقین آجائے۔

دوسرا مذہب: اس میں ابوہریرۃ، جابر بن یزید، ابراہیم نخعی، علامہ شوکانی، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر وغیرہ کے نزدیک ایسا شخص تحری کر کے ظن غالب پر عمل کرے۔

تیسرا مذہب: حسن بصری، سعید بن المسیب، قتادہ، عطاء بن ابی رباح، معمر بن امام وغیرہ کے نزدیک ایسا شخص جس کو نماز میں شک ہوا ہے صرف سجدہ سہو کرے تو اس کی نماز درست ہو جائیگی۔

چوتھا مذہب: امام مالک، حضرت امام شافعی، امام احمد بن حنبل، عامر شعبی، سفیان ثوری، اسحٰق بن راہویہ، سالم بن عبداللہ وغیرہ کا ہے کہ ان کے نزدیک اقل پر عمل کرنا ہر حال میں لازم ہوتا ہے۔[۴]

(۱) بخاری۔ (۲) بخاری۔ (۳) ابوداؤد۔

(۴) یہ مذاہب بذل المجهود ۲/۱۴۸، النخب الافکار ۲/۲۴۹، ۲۵۷، نووی ۱/۲۱۱ سے نقل کئے گئے ہیں۔

۱۷۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْمَنْ نَسِيَ الْفَرِيْضَةَ فَلَا يَدْرِيْ اَرْبَعًا صَلّٰى اَمْ ثَلَاثًا قَالَ اِنْ كَانَ اَوَّلَ نِسْيَانِهِ اَعَادَ الصَّلَاةَ وَ اِنْ كَانَ يَكْثُرُ النِّسْيَانُ يَتَحَرَّى الصَّوَابَ۔ وَاِنْ كَانَ اَكْبَرُ رَأْيِهِ اَنَّهُ اَتَمَّ الصَّلَاةَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَاِنْ كَانَ اَكْبَرُ رَاْيِهِ اَنَّهُ صَلّٰى ثَلَاثًا اَضَافَ اِلَيْهَا وَاحِدَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم اس شخص کے بارے میں جو فرض نماز میں بھول جائے اور اسے یہ بات یاد نہیں رہی کہ چار رکعات پڑھی ہیں یا تین تو فرمایا کہ اگر یہ بھول پہلی مرتبہ پیش آیا ہے۔ تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر کثرت سے یہ پیش آتا رہتا ہے تو صحیح مقدار کے بارے میں غور و فکر کرے اور ظن غالب پر نماز پوری کرے اور سجدہ سھو کرلے اور اگر ظن غالب یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو ان (تین) کے ساتھ ایک رکعت ملالے اور پھر سجدہ سہو کرلے امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: الفريضة: الفرض۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر مقرر کیا ہوا قانون۔ اپنے پر لازم کی ہوئی چیز۔

فَرَضَ: (ض) فَرْضًا۔ الامر۔ فرض کرنا۔ معین کرنا۔ الفريضة۔ فرض۔ زکوٰۃ۔ مقرر کردہ حصّہ (جمع) فرائض۔

نَسِيَ: (س) نَسْيًا و نِسْيَانًا و نِسَايَةً و نَسْوَةً الشيئ۔ بھولنا۔ (ہفت اقسام میں ناقص ہے)

اَكْبَرَ: اَكْبَرَ الْاَمْرَ۔ بڑا سمجھنا۔ الرَّجُلَ۔ بڑا شمار کرنا۔ تعظیم کرنا۔

تشریح

وان کان اکبر ظنه انه صلی ثلاثا اضاف الیها واحدة: اس سے پہلے مذاہب کا بیان ہوا تھا جس میں یہ تھا کہ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک ہر حال میں اقل پر عمل کیا جائے گا۔ اور احناف کے نزدیک غالب ظن پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام شافعی کا استدلال

روایت ابو سعید خدری اذا شک احدکم فی صلاته فلیلق الشک ولیبن علی الیقین فاذا استقین التمام

سجد سجدتین الخ۔[1]

❶ روایت عبداللہ بن مسعود، اذا شک احدکم فی صلاتہ فلیتحر الصواب فلیتمم علیہ ثم سلم ثم یسجد سجدتین۔[2]

روایت عبداللہ بن مسعود و ابوہریرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو نماز میں سہو اور شک واقع ہو جائے اس کو چاہئے کہ وہ تحری کر کے ظن غالب پر عمل کرے۔[3]

انس بن مالک کی روایت بھی اسی طرح سے آتی ہے۔[4]

احناف کا استدلال

سہو کے باب میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے مختلف مذاہب والے اپنا اپنا استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

ہر حال میں اعادہ صلوٰۃ کا حکم دینے والوں کا استدلال۔ عن ابن عمر فی الذی لا یدری ثلاثا صلی او اربعًا قال یعید حتی یحفظ۔[5]

قال اذا شک فلم یدر کم صلی اعاد پر بنا کرے۔ جیسے کہ امام شافعی کے استدلال میں روایت گذری کہ وہ تحری اور ظن غالب پر عمل کرتے ہیں جیسے کہ احناف کے استدلال میں اس قسم کی روایت گذری ہیں اور وہاں سجدہ سہو کو کافی بتایا گیا ہے کہ سجدہ سہو کرے نماز ہو جائے گی۔

رویات ابوہریرۃ مرفوعًا۔ ان الشیطان جاء احدکم فی صلاتہ فیلبس علیہ حتی لا یدری کم صلی فاذا وجد ذلک احدکم فلیسجد سجدتین وھو جالس۔

ائمہ ثلاثہ نے ان سب احادیث سے بناء علی الاقل والی احادیث کو ترک کر دیا۔

اسی طرح امام اوزاعی وغیرہ نے استیناف والی احادیث کو لے کر باقی احادیث کو چھوڑ دیا اور حسن بصری وغیرہ نے سجدہ سہو والی حدیث کو لے کر باقی احادیث کو متروک کر دیا۔

مگر احناف نے ان سب احادیث کو اپنے مسلک میں جمع کر دیا۔ اور ہر حدیث پر عمل کیا۔ مثلاً جس روایت میں اعادہ صلوٰۃ کا حکم آتا ہے اس کو محمول کیا اس پر جس کو پہلی مرتبہ نماز میں شک آیا ہو تو وہ اعادہ صلوٰۃ کرے۔

اور جن روایات میں تحری کا حکم آیا ہے۔ ان کو محمول کیا ہے اس شخص پر جسکو ظن غالب نہ ہوتا ہو تو بناء علی الاقل کرے اور سجدہ سہو کرے۔ یا اس صورت میں جب کہ آخری رکعت ہونے کا امکان ہو تو ہر ہر رکعت میں قعدہ کرے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ احناف نے تمام احادیث پر عمل کیا باقی ائمہ نے ایک حدیث پر عمل کر کے باقی کی تاویل کی ہے۔

(۱) صحیح مسلم، ابوداؤد، الفاظہ من ابو داؤد۔

(۲) بخاری (باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان ۱/۵۸ و مسلم فی باب السہو فی الصلوٰۃ و سجود ۱۱/۲۱۱، ۲۱۲۔

(۳) طحاوی ۱/ ۲۵۲۔

(۴) طحاوی ۱/ ۲۵۲۔

(۵) مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۸۔



۱۷۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَضْرِبُ الرَّجُلَ اِذَا رَاٰهُ يُتَابِعُ بَيْنَ السُّجُوْدِ فِيْ غَيْرِ سَهْوٍ۔
قَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَسْجُدَ الرَّجُلُ لِرَكْعَةٍ اَكْثَرَ مِنْ سَجْدَتَيْنِ اِلَّا اَنْ يَسْهُوَ فَلَا يَدْرِيْ اَسَجَدَ سَجْدَةً وَّاحِدَةً اَمِ اثْنَتَيْنِ فَيَمْضِيْ عَلٰى اَكْبَرِ رَأْيِهٖ وَهٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔﴾

"حضرت ابرہیم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر کسی آدمی کو غیر نسیان کے سجدہ سہو کرتے دیکھتے تھے تو اسے مارا کرتے تھے امام محمد نے فرمایا کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ ایک رکعت میں دو سجدوں سے زیادہ سجدے کرے الایہ کہ سہو پیش آجائے۔ اور یہ معلوم نہ ہو کہ ایک سجدہ کیا ہے یا دو تو پھر ظن غالب پر عمل کرے گا یہ سب امام ابوحنیفہ سے بھی منقول ہے۔"

لغات: يَضْرِبُ: ضَرَبَ (ض) ضَرْبًا۔ الشیئ۔ متحرک ہونا۔ ہ: مارنا۔
رَاٰهُ: رَأَىٰ (ف) رأيًا و رُؤْيَةً و رَاءةً و رِئيَانًا۔ بصارت یا بصیرت سے دیکھنا۔ يَرىٰ کی اصل يَرْاَىٰ ہے اور اصل کا استعمال نادر ہی ہوتا ہے۔ اور امر کا صیغہ رہ ہے۔ (ہفت اقسام میں مہموز العین ہے)

تشریح

اس اثر میں مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ اگر کسی شخص کو سجدے میں بھول معلوم نہیں ہو رہی ہو کہ کتنے سجدے کئے تو اب ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے۔

کان یضرب الرجل: یہ قاعدہ ہے۔ کہ نماز کی جنس سے بغیر کسی عذر اور سہو کے کسی رکن کو زائد کرنا مثلاً دو رکوع کرنا۔ تین سجدے کرنا یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ مگر نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (۱)

اذا راٰہ یتابع السجود فی غیر سھو: کہ بغیر کسی ضرورت یا بغیر کسی سہو کے وہ ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدا کرے۔ اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے مگر جمہور فقہاء احناف کے نزدیک سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ مگر اسی نماز کا اعادہ اور دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔ کیوں کہ فقہاء کا یہ قاعدہ ہے۔ کل صلوٰۃ ادیت مع کراھیۃ التحریم فاعادتھا واجبۃ کہ ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ اگرچہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی صرف ایک روایت امام محمد سے آتی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایسی نماز فاسد ہے۔ امام محمد اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ:

ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی پانچویں رکعت پڑھ لے۔ تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی ہو جاتی ہے۔

اس کا جواب شیخین یہ دیتے ہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیوں کہ پانچویں رکعت کو تو زائد کرتا ہے عبادت کے لئے مگر تیسرا سجدہ ہو تو کوئی عبادت کے لئے نہیں کرتا ہے ویسے ہی یہ بھولے سے یہ کام کرتا ہے۔

لا ینبغی ان یسجد الرجل بر کعۃ اکثر: کہ بغیر کسی عذر کے تیسرا سجدہ کرنا یہ مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔ واجب ہوگی اس کی نماز کا اعادہ کیوں کہ اس بات پر احادیث فعلی قولی اور اجماع اُمت ہے کہ ہر رکعت میں دو سجدے ہیں۔

لا ینبغی کا لفظ یہ فقہاء متقدمین کے عرف عام میں مکروہ تحریمی اور تنزیہی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور متأخرین کے نزدیک یہ تنزیہی کے لئے عموماً استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہاں پر مراد مکروہ تحریمی ہے۔

(۱) بدائع الصنائع ۱/۱۷۱۔



۱۷۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلْمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلاَتِهٖ فَلاَيَدْرِيْ ثَلاَثًا صَلّٰى اَمْ اَرْبَعًا فَلْيَتَحَرَّ، فَلْيَنْظُرْ اَفْضَلَ ظَنِّهٖ فَاِنْ كَانَ اَكْبَرُ ظَنِّهٖ اَنَّهَا ثَلٰثٌ قَامَ فَاَضَافَ اِلَيْهَا الرَّابِعَةَ ثُمَّ تَشَهَّدَ فَسَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وان كان افضل ظنه انه صلى اربعًا تشهد ثم مسلم ثم سجد سحد فى السهو۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاخُذُ اِلاَّ اَنَّا نَسْتَحِبُّ لَهٗ اِذَا كَانَ ذٰلِكَ اَوَّلَ مَا اَصَابَهٗ اَنْ يُعِيْدَ الصَّلاَةَ﴾

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم میں سے جب کسی شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اسے غور و فکر کرنا چاہئے۔ اور غالب ظن پر عمل کرے۔ اگر غالب ظن یہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں تو کھڑے ہو کر چوتھی رکعت ملا کے اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو التحیات پڑھ کر سلام پھیر لے پھر سجدہ سہو کر لے۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی اختیار کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ شک اسے پہلی مرتبہ پیش آیا ہے تو اس وقت مستحب یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے۔“

لغات: شَكَّ: (ن) شَكًّا۔ فِي الْاَمْرِ۔ شبہ کرنا۔ صفت فاعلی (شاكٌّ) اور صفت مفعولی (مشكوكٌ) فيه۔ عليه الْاَمْرُ۔ مشتبہ ہونا۔ الشيئَ الى الشيئِ۔ ملانا۔ (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)

يَدْرِيْ: دَرَىٰ (ض) دَرْيًا و دِرْيًا و دَرْيَةً و دِرْيَةً و دَرَيَانًا و دِرْيَانًا و دُرِيًّا دِرَايَةً۔ الشيئَ و بالشيئِ۔ حیلہ سے جاننا۔ (آخری مصدر) زیادہ مستعمل ہے)

فَلْيَنْظُرْ: نَظَرَ (ن) و نَظِرَ (س) نَظْرًا و مَنْظَرًا و مَنْظَرَةً و تَنْظَارًا و نَظَرَانًا۔ ہ و اِلَيْهِ۔ دیکھنا، غور سے دیکھنا۔
نَظَرَ: (ن) نَظْرًا فِي الامرِ۔ سوچنا۔ فکر کرنا۔ اندازہ کرنا۔ الشيئَ۔ انتظار کرنا۔

تشریح

اذا كان ذلك اول ما اصابه الخ۔

❶ اگر یہ شک اس کو پہلی مرتبہ پیش آیا ہو۔

❷ اول مرتبہ سے مراد صاحب اجناس نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ بلوغ کے بعد عمر بھر میں پہلی بار یہ شک پیش آیا ہے۔

❸ فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ اول مرتبہ سے مراد یہ ہے کہ اس نماز میں اس کو پہلی مرتبہ یہ عارضہ پیش آیا ہو۔

❹ شیخ شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں یہ کنایہ ہے۔ اس بات سے کہ اس کی یہ اکثر عادت نہیں ہے۔[1]

ان یعید الصلوۃ کہ جب یہ شک پہلی مرتبہ پیش آیا ہو تو اب بہتر ہے کہ یہ نماز کا اعادہ کرے۔

اس بارے میں امام شافعی اقل کو ہی اختیار فرماتے ہیں ہر حال میں کہ اگر تین یا چار رکعات میں شک ہو تو اب تین پر ہی بناء کیا جائے گا۔ خواہ پہلی مرتبہ اس کو شک پیش آیا ہو یا بار بار ہوتا ہو۔

دوسرا مذہب: عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن العاص، امام شعبی، طاؤس ائمہ احناف فرماتے ہیں۔ کہ اگر یہ شک اس کو نماز میں بار بار پیش آتا ہے اس کو ظن غالب پر عمل کرنا ہوگا۔ اور اگر پہلی بار یہ عارضہ پیش آیا ہے تو اب وہ دوبارہ از سر نو نماز پڑھے۔[2]

امام شافعی کا استدلال

حدیث ابوسعید خدری ہے جس میں آتا ہے کہ قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اذا شک احدکم فی صلوتہ فلیلق الشک ولیبن علی الیقین فاذا استیقن اہتمام سجد سجدتین الخ۔

احناف کا استدلال

حدیث عبداللہ بن مسعود اذا شک احدکم فی صلوتہ کم یصلی فلیستقبل الصلوۃ۔

حدیث ابن عمر، اما انا اذا لم ادر کم صلیت فانی اعید کہ جب بھی کوئی شک ہوتا ہے کہ کتنی رکعات ہوئی تو اعادہ کر لیتا ہوں۔

امام شافعی کے استدلال کا جواب

امام شافعی ایک روایت اھتمام علی الاقل پر عمل کر کے کئی روایات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جبکہ احناف نے اس باب میں وارد ہونے والی تمام ہی احادیث پر عمل کیا۔[3]

ثم تشھد فسلم ثم سجد سجدتی السھو پھر التحیات کے بعد سلام پھیرے اور پھر سہو کے دو سجدہ کرے۔

اس میں کہا جا رہا ہے کہ التحیات کے بعد دو سلام پھیر کر دو سجدے سہو کرے۔ اس میں فقہاء کے چار مذاہب ہیں۔

یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے جائز ناجائز میں نہیں ہے۔

پہلا مذہب: امام ابوحنیفہ سفیان ثوری وغیرہ کا کہ سجدہ سہو ہر صورت میں سلام پھیر کر کرنا چاہئے۔

دوسرا مذہب: امام شافعی وغیرہ کا ہر حالت میں قبل سلام کرنا چاہئے

تیسرا مذہب: امام مالک وغیرہ کا ہے۔ کہ اگر نماز میں زیادتی ہوئی ہے تو سجدہ سہو بعد سلام کرنا چاہئے اور اگر نماز میں کوئی کمی کی ہے تو اب سہو قبل السلام کرنا چاہئے۔ یہ مذہب والے آسانی کے لئے اس کو اس طرح تعبیر کرتے ہیں القاف بالقاف و الدال بالدال۔ پہلے قاف سے مراد قبل السلام اور دوسرے قاف سے مراد نقصان ہے۔ اسی طرح پہلے دال سے مراد بعد سلام ہے اور دوسرے دال سے مراد زیادتی ہے۔

چوتھا مذہب: امام احمد کا ہے کہ جو غلطی ہوئی ہے اس کو احادیث میں دیکھا جائے کہ اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل السلام سجدہ کیا ہے یا بعد سلام اسی طرح ہم کو بھی کرنا ہوگا۔ [۴]

احناف کے مذہب کے لئے وجوہ ترجیح

❶ احادیث فعلیہ میں تو دونوں طرح سے احادیث میں ثابت ہے مگر قولی حدیث بعد سلام والی ہی ہے۔ جیسے کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت میں آتا ہے۔

واذاشک احدکم فی صلوته فلیتحر الصواب ثم یسلم ثم یسجد سجدتین۔

❷ احناف کے مذہب میں مشقت زیادہ ہے اور مشقت کے بقدر اجر ملتا ہے۔ کہ سلام پھیرا جاتا ہے پھر دو سجدے کرنے کے بعد تشہد پڑھا جاتا ہے۔ پھر سلام پھیرا جاتا ہے۔ جب کہ شوافع وغیرہ کے نزدیک تشہد بھی نہیں ہے۔

❸ اکابر صحابہ و فقہاء صحابہ کا بھی احناف والا مذہب ہے جیسے کہ طحاوی کی روایات میں حضرت عمر [۵] ابن عباس [۶] انس [۷] عبداللہ بن مسعود [۸] عبداللہ بن زبیر [۹] رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا مذہب نقل کیا گیا ہے۔

---

(۱) بحرالرائق اور خانیہ نے اول قول کو ترجیح دی ہے جب کہ محیط نے امام شافعیؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔
(۲) بدائع الصنائع۔ (۳) پوری تفصیل اس مسئلہ کی حدیث نمبر ۱۷۲ کے ضمن میں گذر چکی ہے۔
(۴) معارف السنن ۳/۴۸۵، ۴۸۶۔ (۵) طحاوی ۱/۲۹۱۔
(۶) طحاوی ۱/۲۹۱۔ (۷) طحاوی ۱/۲۹۱۔
(۸) طحاوی ۱/۲۹۱۔ (۹) طحاوی ۱/۲۹۱۔

۱۷۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ اَنَّهُ قَالَ یُعِیْدُ (مَرَّةً) قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

''حضرت عطا ابن ابی رباح نے فرمایا وہ شخص نماز کا اعادہ کرے گا امام محمد اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔''

لغات: یُعِیْدُ: اَعَادَ (افعال) اِعَادَةً الْاَمْرَ اَوِ الْکَلَامَ۔ لوٹانا۔ دہرانا۔ الشیئ عادت بنالینا۔ طاقت رکھنا۔
مَرَّةً: ایک بار (جمع) مِرَارٌ و مِرَرٌ و مُرُوْرٌ و مَرَّاتٌ۔

تشریح

۱۷٦

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِذَا تَخَالَجَكَ اَمْرَانِ نَظُنُّ اَنَّ اَقْرَبَهُمَا اِلَی الْحَقِّ اَوْسَعُهُمَا﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا جب آپ کو دو باتیں خلط ہو جائیں تو ان میں سے حق کے جو زیادہ قریب ہوتا ہے وہ زیادہ بہتر ہے۔"

لغات: تَخَالَجَكَ: باب تَفَاعُل۔ سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ "تَخَالُج" کے معنیٰ ہیں دل میں خلجان کا پیدا ہونا۔

تَخَالَجَتْهُ۔ المُهْمُوم: کہا جاتا ہے۔ "تَخَالَجَ فِی صَدْرِی شَیْی" یعنی میرے دل میں کچھ خلجان ہوا۔ "تَخَالَجَكَ" میں "ک" مخاطب کی ہے۔

اَقْرَبَهُمَا: اَقْرَبُ۔ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بمعنی زیادہ قریب۔

قَرِبَ: (س) وقَرُبَ (ک) قُرْبًا و قُرْبَانًا و قِرْبَانًا۔ قریب ہونا۔ قَرِبَهُ و قَرُبَ مِنْهُ و اِلَیْهِ۔ قریب ہونا۔

تشریح

تخالجک بمعنی جھگڑا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب شک ہو جائے کہ کتنی رکعت ہوئی ہے تو اب اس صورت میں جو بات دل میں غالب ہو اس پر عمل کرے۔ کیونکہ مؤمن کا دل حق کے پہچان کے لئے آئینہ ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے استفت قلبک وان افتاک الناس وفتوک اپنے دل سے فتویٰ لو اگر یہ لوگ فتویٰ تم کو دے اور تم بھی دو مگر بات وہی صحیح ہوئی جو تمہارے دل میں آئے۔

اس وجہ سے نماز میں بھی دل کو معیار بنایا گیا ہے۔ کہ جب بھی نماز میں شک ہو دل میں جو ظن غالب ہو اس پر عمل کرے یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔

۱۷۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا سَهَا الْاِمَامُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فَاسْجُدْ مَعَهُ وَاِنْ لَمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَيْسَ عَلَيْكَ اَنْ تَسْجُدَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت حضرت ابراہیم نے فرمایا اگر امام کو سہو پیش آجائے اور وہ سجدہ سہو کرے تو تم بھی سجدہ سہو کرو اور اگر وہ سجدہ سہو نہ کرے تو تم پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔"

لغات: سَهَا: (ن) سَهْوًا وسُهُوًّا۔ فِی الْاَمْرِ وعَنِ الْاَمْرِ۔ غافل ہونا۔ بھولنا۔ دل کا دوسری طرف متوجہ ہونا۔ (ہفت اقسام میں ناقص ہے)

اَلْاِمَام: (مذکر و مونث دونوں کے لئے) پیش امام جس کی اقتداء کی جائے۔ پیشوا۔ ڈوری جس سے معمار عمارت کی سید قائم کرتے ہیں۔ نمونہ۔ واضح راستہ۔ سبق جتنا ہر روز لڑکے پڑھیں۔ قرآن۔ خلیفہ۔ امیر لشکر۔ مصلح اور منتظم۔

تشریح

اذا سها الامام فسجد سجدتی السهو فاسجد معه: کہ امام کو سہو پیش آجائے اور وہ سجدہ سہو کرے تو مقتدی کو بھی سجدہ سہو کرنا ضروری ہوگا۔

کیونکہ امام اصل ہے۔ اور جب اصل پر سجدہ سہو واجب ہوا تو اب تمام مقتدیوں پر بھی لازم آجائے گا۔ جیسے کہ جب امام نے اقامت کی نیت کرلی تو یہ نیت اقامت مقتدیوں کے حق میں بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ چند لوگوں نے سفر شروع کیا انہوں نے آپس میں ایک کو اپنا امیر و امام بنالیا تو جب اس امام نے اقامت کی نیت کرلی تو اب اس پر چار رکعات لازم ہوگی اس کی وجہ سے تمام دوسرے مسافروں پر بھی چار رکعات لازم ہوجائے گی۔

استدلال

اثر ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب امام کو سہو ہوا تو امام کی وجہ سے مقتدیوں پر بھی سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ **و ان لم یسجدها فلیس علیک ان تسجد:** جب وہ سجدہ سہو نہ کرے تو تم پر بھی سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔ اس میں دو مذہب

ہیں:

پہلا مذہب: امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف قاسم، حماد، حسن بصری، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری ایک روایت امام شافعی کے شاگردوں میں سے علامہ مزنی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ جب امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی نہ کرے۔

دوسرا مذہب: امام مالک، امام شافعی، امام احمد وغیرہ کا ہے کہ مقتدی تنہاء سجدہ کرے گا۔ اگرچہ امام سجدہ نہ کرے۔

استدلال احناف

حدیث میں آتا ہے فلا تختلفوا علیه کہ امام کی مخالفت مت کرو اور جب مقتدی امام کے بغیر خود سجدہ کرے گا اس صورت میں امام کی مخالفت لازم آئے گی اس کی ممانعت ہے۔

اسی بات کو صاحب ہدایہ نے اپنی اس عبارت میں بیان کیا ہے۔

فان لم یسجد الامام لم یسجد المؤتم لانه یصیر مخالفا وما التزم الاداء الا متابعا۔[1] کہ اگر امام نے سجدہ نہ کیا تو مقتدی بھی نہیں کرے گا۔

سوال: تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین۔ تکبیر رکوع، ثنا قراءت تشہد، تکبیر تشریق وغیرہ میں تو مقتدی امام کی مخالفت کرتا ہے کہ امام نہ کرے تب بھی مقتدی کرتا ہے تو ان امور بالا میں بھی مقتدی کو امام کی اتباع کرنا چاہئے کہ امام نہیں کرے تو اب مقتدی کو بھی نہیں کرنا چاہئے؟

جواب: دونوں باتوں میں فرق ہے۔ سجدہ سہو تو وہ جز ہے جو امام کی وجہ سے مقتدی پر لازم آرہا ہے اور باقی امور تو ابتداءً امام اور مقتدی دونوں پر لازم تھے۔ اس لئے اس کو امام کے ادا کئے بغیر بھی ادا کرے گا۔ کیونکہ وہ تو فی نفسہ دونوں پر مستقل لازم ہے اور باقی رہا سجدہ سہو وہ تو امام کی وجہ سے لازم آرہا ہے۔ جب امام نہیں کر رہا تو مقتدی بدرجہ اولیٰ نہیں کرے گا۔[2]

(۱) ہدایہ باب سجود السہو۔

(۲) عنایہ شرح ہدایہ۔



۱۷۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِیْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ فِیْ رَجُلٍ سَجَدَ ثَلٰثَ سَجْدَاتٍ نَاسِیًا قَالَ عَلَیْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ.

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو غلطی سے تین سجدے کرلے اسے سجدہ سہو کرنا ہوگا۔
امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔"

لغات: رَجُلٌ: مرد۔ پیدل چلنے والا (جمع) رِجَالٌ ورَجْلَۃٌ ورَجِلَۃٌ و اَرَاجِل ورَجَالات۔ کہا جاتا ہے کہ "فلان رَجُلٌ فی الرِجالِ" فلاں کامل مرد ہے۔

نَاسِیًا: (فاعل) نَسِیَ (س) نَسْیًا و نِسْیَانًا و نِسَایَۃً و نَسْوَاۃً۔ الشیئ۔ بھولنا۔ (ہفت اقسام میں ناقص ہے)

تشریح

سجد ثلٹ سجدات ناسیا: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے دو سجدے کے بجائے تین سجدے کرلئے تو اب اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔

سجدہ سہو کے چھ اسباب ہیں:

❶ تاخیر رکن، جیسے کہ قعدہ اولی میں تشہد پر درود شریف، دعا، وغیرہ پڑھنا کہ اس سے تیسری رکعت میں تاخیر ہوتی ہے۔
❷ تکرار رکن، مثلا ایک رکعت میں دو رکوع کرنا یا ایک رکعت میں تین سجدے کرنا۔
❸ تقدیم رکن جیسے رکوع کو فاتحہ یا سورت پر مقدم کرنا۔
❹ ترک واجب جیسے کہ بھولے سے قعدہ اولی چھوڑ دینا۔
❺ ایسی سُنّت کو چھوڑنا جو جمع صلوٰۃ کی طرف مضاف ہوتی ہو مثلاً قعدہ اولیٰ میں تشہد چھوڑنا۔
❻ تغیر واجب، جیسے کہ دوسری رکعت میں قراءت سراً کرنا یا تیسری رکعت میں قراءت جہراً کرنا۔[1]

تو مسئلہ بالا میں بھی ان چھ اسباب میں سے دوسرے نمبر کا پایا جا رہا ہے۔ وہ ہے تکرار رکن اس لئے یہاں پر بھی سجدہ سہو لازمی ہوگا۔

شارح صاحب ہدایہ نے مسئلہ ہدایہ کی اس عبارت سے نکالا ہے۔

یلزمہ السہو اذازادفی صلاتہ فعلا من جنسہا لیس منہا۔[۲]
تو سہو لازم ہو جاتا ہے جب کہ زیادہ کیا ہو اپنی نماز میں کوئی ایسا فعل جو نماز کی جنس سے ہو۔(اس جگہ) نماز میں نہ ہو۔

(۱) کفایہ شرح ہدایہ۔
(۲) ہدایہ باب سجود السہو۔



۱۷۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاتِكَ فَعَرَضَ لَكَ شَكٌّ فِيْ وُضُوْءٍ اَوْ صَلَاةٍ اَوْقِرَأَةٍ فَلَا تَلْتَفِتْ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا تم جب نماز پڑھ چکو پھر وضوء کے ہونے نہ ہونے یا نماز یا قراءت میں شک ہو جائے تو اس کی پرواہ مت کرو۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔"

لغات: اِنْصَرَفْتَ: باب انفعال سے فعل ماضی معروف واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِنْصِرَافٌ کے معنیٰ پھرنے کے ہیں۔

فَعُرِضَ: عَرَضَ (ض) و عَرِضَ (س) عَرْضًا۔ ظاہر ہونا۔ اور ہمیشہ نہ رہنا۔

عَرَضَ: (ض) عَرْضًا الشيئ بفُلَانٍ۔ پیش کرنا۔ الشيئ عليه۔ دکھلانا۔ عُرِضَ۔ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

قِرَاءة: (مصدر) پڑھنے کی کیفیت (جمع) قِرَاءات۔

تشریح

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی بات اماابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اذا فرغت عن صلاتک فغرض لک شک: جب تم نماز سے فارغ ہو چکو۔ یہاں پر صلوٰۃ سے مراد کامل نماز بھی ہوسکتی ہے یا اس رکن سے فراغت بھی کہ سلام سے پہلے یا سلام کے بعد ہو اس وسوسہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فی الوضوء: اس مسئلہ میں ابن نجیمؒ نے لکھا ہے۔ کہ اگر یہ شک پہلی مرتبہ پیش آیا ہو تو دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر یہ شک بار بار پیش آتا ہی رہتا ہے تو اس صورت میں اس کی طرف توجہ نہ کرے اس کی نماز ہو جائے گی۔[1]

او صلاۃ: اگر کوئی شخص فرض نماز پڑھ رہا ہو تو آخری رکعت میں قعدے کے بعد سہو ہو گیا۔ اور وہ پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تو اب اس کو سجدہ میں جانے سے پہلے یاد آجائے تو وہ قعدے کی طرف لوٹ آئے اور سجدہ سہو

کرلے اس کی نماز ہوگئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو اب اس کو چاہئے کہ اور ایک رکعت ملا کر چھ کر کے سجدہ سہو کر کے سلام پھیرلے اس صورت میں چار رکعت تو اس کی فرض اور دو رکعت اس کی نفل ہو جائے گی۔

اور اگر اس نے آخری قعدہ نہیں کیا تھا اور اب کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا اور اس کو یاد آگیا تو اب وہ قعدے میں بیٹھ کر سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرلے اور اگر اس کو پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا تو اب اس صورت میں احناف کے نزدیک اس کی نماز فرض باطل ہو جائے گی۔[۲]

یا اس عبارت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ میں نے نماز کتنی رکعت پڑھی ہے؟ اگر پہلی مرتبہ یہ شک پیش آئے تو از سر نو نماز پڑھے اور اگر یہ شک بار بار پیش آتا ہے تو اب اس وسوسہ کی وجہ سے دوبارہ نماز نہ پڑھے۔

قراءت: نماز کے بعد یا قراءت کے بعد اس کو شک ہوا کہ میں نے قراءت کی بھی ہے یا نہیں۔ تو اب اگر پہلی مرتبہ یہ بات پیش آئی ہے۔ تو اب بہتر یہ ہے کہ وہ از سر نو نماز پڑھے اور اگر بار بار یہ شک آتا ہے تو اب وہ نماز پڑھ لے اور اس شک کی وجہ سے نماز کا اعادہ نہ کرے۔

---

(۱) بحر الرائق۔

(۲) ہدایہ (باب سجود السہو)۔



بَابُ مَنْ يُسَلِّمُ عَلٰى قَوْمٍ فِي الْخُطْبَةِ اَوْفِي الصَّلَاةِ

اس شخص کا بیان جو خطبہ یا نماز کے دوران سلام کرے

۱۸۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَرُدُّ السَّلَامَ وَيُشَمِّتُ الْعَاطِسَ وَالْاِ مَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمْعَةِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَسْنَا نَاْخُذُ بِهٰذَا، وَلٰكِنَّا نَاْخُذُ بِقَوْلِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

”حضرت ابراہیم نے فرمایا جمعہ میں خطبہ کے دوران سلام اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دے گا۔
امام محمد نے فرمایا ہم اس کو اختیار نہیں کرتے ہم حضرت سعید بن مسیب کے قول پر عمل کرتے ہیں۔“

لغات: يَرُدُّ: رَدَّہٗ (ن) رَدًّا و مَرَدًّا و مَرْدُوْدًا و رِدِّيْدًا۔ عن كذا۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔ لوٹانا۔ رَدَّ فُلَانًا۔ خطاکار ٹھہرانا (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)

يُشَمِّتُ: شَمَّتَ۔ الْعَاطِسَ و شَمَّتَ عَلَيْه۔ یرحمک اللہ کہہ کر دعا کرنا۔ یا یہ دعا کرنا کہ ایسی حالت میں مبتلا نہ ہو جس پر کسی کو شماتت کا موقع ملے۔ ہٗ محروم کرنا۔ شَمَّتَ بينهما۔ جمع کرنا۔

اَلْعَاطِسُ: عَطَسَ (ن ض) عَطْسًا و عُطَاسًا۔ چھینکنا۔ الصبح۔ پو پھٹنا۔ روشن ہونا۔ عاطس (فاعل) واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

يَخْطُبُ: خَطَبَ (ن) خُطْبَةً و خَطْبًا و خَطَابَةً۔ وعظ کہنا۔ تقریر کرنا۔ لیکچر دینا۔ حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھنا۔

تشریح

یرد اسلام: علامہ بدر الدین عینیؒ نے تو اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ زبان سے سلام کا جواب دینے سے سب کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی۔[1]

ہاں اگر سلام کا جواب اشارے سے دیتا ہے تو اس میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: حضرت عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام مالک کا ایک قول

اسحاق، سفیان ثوری، وغیرہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔[۲]

دوسرا مذہب: سعید بن مسیب قتادۃ، حسن بصری اور امام مالک کا دوسرا قول ان سب کے نزدیک اشارے سے سلام کا جواب دینا جائز ہے۔

نماز میں چھینک کے جواب دینے کے بارے میں دو مذاہب ہیں

ویشمت العاطس: چھینک کا جواب دینا نماز میں۔

پہلا مذہب: امام رازی، عطاء شعبی، سالم بن عبداللہ، حسن بصری، قاسم بن محمد، حماد بن ابی سلمان، محمد بن علی، حکم بن عینہ قتادہ اور امام شافعی کا قول جدید امام احمد، داؤد ظاہری وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں چھینک کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

دوسرا مذہب: ابن سیرین، سعید بن مسیب، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف امام محمد وغیرہ کے نزدیک چھینک کا جواب نماز میں نہیں دیا جائے گا۔[۳]

---

(۱) عمدۃ القاری شرح بخاری۔

(۲) مراقی الفلاح، منیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہو گا۔

(۳) محلی لابن حزم ۵/۶۶، ۵/۶۷، کتاب الام ۱/۱۸۹۔



۱۸۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِنْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اِنَّ فُلاَنًا عَطَسَ وَ الْاِمَامُ يَخْطُبُ فَشَمَّتَهُ فُلاَنٌ قَالَ مُرْهُ فَلاَ يَعُوْدَنَّ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَ نَاْخُذُ اَلْخُطْبَةُ بِمَنْزِلَةِ الصَّلاَةِ لاَ يُشَمَّتُ فِيْهَا الْعَاطِسُ وَلاَ يُرَدُّ فِيْهَا السَّلاَمُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت سعید بن ابی ہند نے فرمایا میں نے حضرت سعید بن مسیب سے عرض کیا فلاں صاحب کو چھینک آئی امام صاحب خطبہ دے رہے تھے اس نے ان کی چھینک کا جواب دے دیا فرمایا اس سے کہہ دو آئندہ ایسا نہ کرے۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ خطبہ نماز کے حکم میں ہے اس میں چھینکنے والے کو نہ چھینک کا جواب دیا جائے گا نہ سلام کا نہ ہی بات کا یہی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔“

لغات: عَطَسَ: (ن ض) عَطْسًا و عُطَاسًا۔ چھینکنا۔

اَلْإِمَام: (مذکر و مؤنث دونوں کے لئے) پیش امام جس کی اقتداء کی جائے۔ پیشوا۔ قرآن۔ خلیفہ۔

تشریح

لا یشمت فیھا العاطس: کہ نماز میں چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ چھینک کا جواب یرحمک اللّٰہ ہے۔ فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ چھینک کے جواب میں صاف خطاب ہے اس لئے یہ کلام الناس کے مشابہ ہو گیا اور جو کلام، کلام الناس کے مشابہ ہوتا ہے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک کسی کو چھینک آئی۔ میں نے یرحمک اللّٰہ کہہ دیا لوگوں نے مجھ کو گھورنا شروع کر دیا میں نے کہا کہ تمہاری ماں تمہیں گم کرے مجھے کیوں گھورتے ہو؟ لوگوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے شروع کئے میں نے جب دیکھا کہ لوگ مجھے خاموش کروانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے۔ تو میرے ماں باپ آپ پر قربان کہ میں نے ایسا تعلیم دینے والا آپ سے پہلے دیکھا اور نہ ہی آپ کے بعد دیکھا۔ خدا کی قسم نہ تو آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ برا بھلا کہا صرف یہ فرمایا کہ نماز میں لوگوں کے کلام سے کچھ مناسب نہیں نماز تو تسبیح و تکبیر اور آیات قرآن کی جگہ ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں

تو یہ جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا۔

ولا یرد فیھا السلام: اگر اس سے مراد ہاتھ سے جواب دینا ہے تو یہ تو عند احناف مکروہ ہے۔[۲] دوسرے ائمہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ اگر اس سے مراد زبان سے جواب دینا ہے تو یہ بالاتفاق فاسد ہو گا۔

دوسرے ائمہ کی دلیل

حدیث صھیب قال قال مررت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی فسلمت علیہ فرد علی اشارۃ وقال لا اعلم الا انہ قال اشارۃ باصبعہ۔[۳] کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا آپ نماز میں تھے میں نے سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ سے جواب دیا۔ راوی نے کہا کہ مجھے یہی یاد پڑتا ہے کہ کہا انگلی کے اشارہ سے جواب دیا۔

احناف کی دلیل

حدیث ابن مسعود قال کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا وقال ان فی الصلوٰۃ شغلا۔[۴] کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سلام کا جواب دیتے جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نماز میں تھے تو جواب نہیں دیا اور فرمایا نماز خود ایک بڑا شغل ہے۔

ابن ہمام نے فرمایا اشارہ سے جواب دینا مکروہ ہے۔ جیسے کہ علامہ زیلعی شارح کنز نے ذکر کیا ہے۔ مگر احناف کے نزدیک گنجائش ہے کہ اس کو مکروہ نہ کہا جائے۔

جیسے کہ غایہ میں شیخ حلوانی اور صاحب محیط کا قول ہے۔

مگر احناف میں سے امام کے نزدیک تو اشارہ سے جواب دینے کی گنجائش ہے۔ مگر امام ابو یوسفؒ اس کی بالکل اجازت نہیں دیتے علامہ خطابی اور امام طحاوی نے فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کو سلام کا جواب نماز کے بعد دیا تھا۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: وقال اصابنا اذا الشتغل الامام بالخطبۃ ینبغی للمستمع ان یجتنب ان یجیب فی الصلوٰۃ لقولہ عزوجل فاستمعو الہ۔[۵]

ہمارے اصحاب (یعنی احناف) فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ میں مشغول ہو تو سامع کو چاہیے کہ ان سب باتوں سے اپنے آپ کو بچائے جس سے حالت نماز میں بچنا ہوتا ہے۔ کیوں کہ قرآن میں آتا ہے کہ سنو اور خاموش رہو۔

الخطبة بمنزلہ الصلوٰۃ: حضرت عمرؓ کی روایت میں آتا ہے کہ خطبہ کو دو رکعت کے قائم مقام بنایا گیا ہے۔ خطبہ کے ساتھ جمعہ کی نماز چار رکعت ہوگی۔ (۶)

یہی بات علامہ طاؤس، مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں، مگر جمہور فقہاء، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، مالک، احمد، اسحٰق، اوزاعی، ابوثور، ابن منذر وغیرہ فرماتے ہیں کہ خطبہ جمعہ کی نماز کے لئے شرط ہے۔ نماز کا جزء، نہیں ہے۔ جواب علامہ طاؤس، عطاء وغیرہ نے یہ دیا کہ خطبہ نماز سے خارج ہے۔ رکن نہیں ہو سکتا۔ علامہ ابن ہمام نے تو اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ خطبہ شرط ہے۔ (۷)

حضرت سفیان بن عیینہ کے مختصر حالات: نام سفیان۔ والد کا نام عیینہ۔ غلام خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ دادا کا نام ابو عمران میمون ہے۔

شروع میں سفیان بن عیینہ کا حصول علم کی طرف پوری توجہ نہیں تھی ایک موقعہ پر ان کے والد نے نصیحت کی جب کہ سفیان کی عمر ۱۵ سال تھی۔

پیارے بیٹے! بچپن کا زمانہ ختم ہوا اور تم اب سن شعور کو پہنچے۔ اب پورے طور سے خیر کی طلب یعنی حصول علم دین میں لگ جاؤ مگر اس راہ میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ اہل علم کی اطاعت و خدمت کی جائے اگر تم ان کی اطاعت و خدمت کروگے تو علم و فضل کی حدیث سے بہرہ مند ہونگے۔ (تہذیب الاسماء ۱/ ۲۴۵)

اس نصیحت نے ان کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا اس کے بعد زندگی بالکل تبدیل ہوگئی۔ پھر انہوں نے امام زہری اور عمرو ابن دینا کی مجلس میں ہونا شروع کر دیا۔

قوت حافظہ: خود ہی فرماتے ہیں ماکتبت شیئا قط الا شیئا حفظته۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۱۸۲)

کہ جس نے چیز کو تحریر میں لے آیا مجھے یاد ہوگی۔

اساتذہ: اساتذہ کی تعداد بھی ۸۰ سے زائد تھے ان میں سے مشہور یہ ہیں۔ امام زہری، مسعر بن کدام، امام شعبہ، ابو اسحاق، محمد بن عقبہ، حمید الطویل، صالح بن کیسان، زیاد بن علامہ وغیرہ ہے۔

متعدد شہروں سے جب اپنے شہر کوفہ واپس آئے وہاں پر امام ابوحنیفہ کے علم کا آفتاب چمک رہا تھا۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ مجھ کو جس نے سب سے پہلے محدث بنایا وہ امام ابوحنیفہ ہیں (ابن خلکان ۱/ ۳۷۶)

سفیان بن عیینہ کا علمی مقام: امام شعبی فرماتے ہیں کہ جس کو محدث عمرو بن دینار کی دو بات چاہے وہ ابن عیینہ کے پاس جائے۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۱۷۵)

امام زہری اور عمرو بن دینار کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جن پر اعتماد کیا جاتا ہے وہ سفیان بن عیینہ ہیں۔

ابن المدینی فرماتے ہیں۔ مافی اصحاب الزہری اتقن من ابن عینۃ۔ (تہذیب التہذیب ۴/ ۱۱۹)

یحییٰ بن معین نے ایک دن فرمایا کہ سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار کی مرویات کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ کسی نے پوچھا کہ حماد

بن زید سے بھی زیادہ بولے ہاں۔ پھر پوچھا کہ عمرو بن دینار کی کسی روایت میں سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ تو کس کو ترجیح دیں گے بولے ابن عیینہ کو۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ جیسا حدیث کی بہتر تفسیر و تشریح کرنے والا نہیں دیکھا۔ (تہذیب الاسماء ۱/ ۲۴۴)

ابن قطان فرماتے ہیں کہ سفیان چالیس برس سے حدیث کے امام ہیں عجلی فرماتے ہیں کہ ان کی ذات قابل وثوق اور قابل اعتماد ہے۔

حدیث کے ساتھ قرآنی تفسیر اور فقہ کے امام تھے۔

سفیان ابن عیینہ نے سترحج کئے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۱۸۴)

وفات: ۱۶۳ ہجری میں کوفہ سے مستقل طور پر مکہ مکرمہ آئے پھر تقریباً ۳۵ سال مکہ میں ہی بسر کئے۔ پھر ۱۹۸ میں انتقال ہوا۔ حرم پاک کے مشہور قبرستان حجون میں سپرد خاک ہوئے (ابن خلکان تاریخ بغداد)

حضرت عبداللہ بن سعید بن ابی ہند کے مختصر حالات: یہ قبلیہ فزاری سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: ان کے اساتذہ میں سے ان کے والد ماجد، ابوامامہ بن سہل بن حنیف سعید بن المسیب، بکیر بن الاشج، ثور بن یزید، صالح بن ابی صالح وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: یزید بن الحاد، مالک، عبداللہ بن مالک، وکیع الفضل بن موسیٰ الیسانی، عبدالرزاق، وغیرہ ہیں۔

ان کے بارے میں امام محمد، یحیٰ بن معین، ابوداؤد، ابن سعد وغیرہ فرماتے ہیں کہ ثقہ، ابن المدینی، نسائی وغیرہ فرماتے ہیں کہ لا باس، ابوحنیفۃ کہتے ہیں کہ ضعیف الحدیث۔

وفات: بعض کے نزدیک ۱۴۴ میں یا ۱۴۷ میں ہوئی۔

مزید حالات کے لے لئے تہذیب التہذیب ۴/ ۲۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱) رواہ مسلم و ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، دار قطنی۔

(۲) بدائع الصنائع ۱/ ۲۶۴۔

(۳) ابوداؤد و ترمذی و نسائی۔

(۴) بخاری، مسلم۔

(۵) عمدۃ القاری ۳/ ۳۱۱۔

(۶) کنز العمال ۴/ ۲۷۳۔

(۷) فتح القدیر، بحر الرائق ۲/ ۲۴۶۔

۱۸۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِى الرَّجُلِ يَدْخُلُ عَلٰى صَاحِبِهٖ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّىْ قَالَ اَلَيْسَ يَقُوْلُ اِذَا تَشَهَّدَ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَقَدْ رَدَّ عَلَيْهِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَلَا يُعْجِبُنَا اَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَهُوَ يُصَلِّىْ وَلَا يُعْجِبُنَا اَنْ يُسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّىْ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

''حضرت ابراہیم نے فرمایا اس شخص کے بارے میں جو اپنی کسی ساتھی کے پاس جائے وہ نماز پڑھ رہا ہو یہ اسے سلام کرے تو کیا کرے؟ فرمایا کیا وہ التحیات میں السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین نہیں پڑھتا یہ پڑھ کر گویا اس نے اس کے سلام کا جواب دے دیا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ نماز میں سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ اور نہ کسی نمازی کو حالت نماز میں سلام کرنا چاہئے یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔''

لغات: صَاحِبَهٗ: ساتھی۔ ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والا۔ مالک۔ وزیر۔ گورنر۔ (جمع) صَحْبٌ و اَصْحَابٌ و صُحْبَةٌ و صِحَابٌ اور اصحاب کی جمع اَصَاحِيب۔

فَيُسَلِّمُ: سَلَامَةً۔ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ۔ السلام علیک کہنا۔

رَدًا: رَدَّهٗ (ن) رَدًّا و مَرَدًّا و مَرْدُوْدًا و رِدِّيْدًا۔ عَنْ كذا۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔ لوٹانا۔ رَدَّ فلانًا۔ خطا کار ٹھہرانا (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)۔ يُعْجِبُنَا: از افعال، بمعنی تعجب میں ڈالنا: عَجِبَ (س) عَجَبًا مِنَا الْاَمْرُ وَلَهٗ۔ تعجب کرنا۔ الیہ۔ پسند کرنا۔

تشریح

ابتداء اسلام میں تو یہ جائز تھا کہ کوئی آدمی جب سلام کرتا تو نمازی آدمی اس کو جواب دے دیتا مگر بعد میں اس کو منسوخ کر دیا گیا[1] جیسے کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ مثلاً:

حدیث ابو ہریرة، ان النبیؐ قال من اشار فی الصلوٰة اشارة تفهم قطع الصلوٰة۔[2]

اور ابوداؤد کے الفاظ میں فليعدلها یعنی الصلوٰة کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز میں ایسا اشارہ

کیا جو سمجھا جائے یا جانا جائے اس کی نماز ختم ہوگی۔ اور ناسخ کرنے والی روایت پہلے گذر چکی ہے مثلاً جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ جواب بھی دیتے تھے مگر جب ہم نجاشی کے پاس سے آئے، تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا اور فرمایا نماز خود ایک بڑا شغل ہے۔ (۴)

احناف کے نزدیک اشارہ بالید بہ نیت سلام مکروہ ہے۔

شامی نے ان لوگوں کو اس نظم میں جمع کیا ہے جن پر سلام کرنا مکروہ ہے۔

المواضع التی یکرہ فیھا السلام

وہ جگہیں جن میں سلام کرنا مکروہ ہے

سلامک مکروہ علی من ستسمع ومن بعد ما اُبدی یسن و یشرع

"تیرا سلام کرنا مکروہ ہے اس شخص کو جن کو میں ابھی ذکر کروں گا، جو تو سنے گا۔ ان کے علاوہ یہ معلوم کرنا سُنّت اور مشروع ہے۔"

مصل، وتال ذاکر و محدث خطیب ومن یصغی الیھم ویسمع

"نمازی، تلاوت کرنے والا، ذاکر، محدّث، خطیب، اور جو ان کی طرف متوّجہ ہو اور سن رہا ہو۔"

مکرر فقه جالس لقضائه ومن بحثوا فی الفقه دعھم لینفعوا

"فقہ کا تکرار کرنے والا، فیصلہ کے لئے بیٹھنے والا، اور جو شخص فقہ کے اندر بحث کرتے ہوں، چھوڑ دے ان کو، کہ وہ نفع حاصل کریں۔"

مؤذن ایضا أومقیم مدرس کذا الاجنبیات الفتیات امنع

"موذن، اقامت کرنے والا مدرس، اسی طرح اجنبی نوجوان عورتیں، ان کو سلام کرنے سے میں منع کرتا ہوں۔"

ولعاب شطرنج و شبه بخلقھم ومن ھو مع اھل له یتمتع

"جوا کھیلنے والا، فاسق فاجر لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے والا، اور وہ شخص جو اپنے اہل عیال سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔"

و دع كافرًا ايضًا و مكشوف عورة　　ومن هو فى حال التغوط أشنع

”اور چھوڑ دے کافر کو، اسی طرح ستر عورت کھلے ہوئے کو، اور اس کو جو پیشاب پائخانہ کی حالت میں ہو، ان کو سلام کرنے کو میں برا سمجھتا ہوں۔“

ودع اكلا إلا اذا كنت جائعا　　و تعلم منه انه ليس يمنع

”اور چھوڑ دے کھانا کھانے والے کو جب تو بھوکا ہو اور تو جانتا ہو کہ وہ تم کو کھانے سے نہیں روکے گا تو سلام کر سکتے ہو۔“

كذلک أستاذ مغن مطير　　فهذا ختام والزيادة تنفع

”اسی طرح استاذ، جو پڑھانے والا ہو، گانا گانے والا، کبوتر اڑانے والا، یہ ہے اختتام اور اس پر اضافہ کرنا فائدہ دے گا۔“

قولہ وشبہ: و المراد من يشابههم فى فسقهم من سائر ارباب المعاصى كمن يلعب بالقمار اويشرب الخمر او يغتاب الناس اويطير الحمام او يغنى۔ الغلامى: ولا يسلم على الشيخ الممازح، و الكذاب، واللاغى، ولا على من يسبه الناس، اوينظر وجوه الا جنبيات، ولا على الفاسق المعلن، ولا على من يغنى، أويطير الحمام مالم تعرف توبتهم الخ ۳۱۶/۱۔

---

(۱) جیسے کہ حدیث نمبر ۱۸۱ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا۔
(۲) ابوداؤد۔ دار قطنی، بیہقی۔
(۳) صحیحین۔



۱۸۳

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ خَلْفَ الْاِمَامِ قَدْرَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ الْاِمَامُ قَالَ لَا يُجْزِئُهُ وَقَالَ عَطَاءُ ابْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ اِذَا جَلَسَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ اَجْزَاهُ۔

قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ قَوْلِيْ قَوْلُ عَطَاءٍ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَّبِقَوْلِ عَطَاءٍ نَاْخُذُ نَحْنُ اَيْضًا﴾

"حضرت ابراہیمؒ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو امام سے پیچھے التحیات کی مقدار بیٹھ جائے اور امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیردے فرمایا کہ اس کی نماز نہیں ہوگی۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے فرمایا جب التحیات کی مقدار بیٹھ جائے گا۔ تو نماز ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں حضرت عطاء کے قول کا قائل ہوں امام محمدؒ نے فرمایا ہم بھی حضرت عطاء کے قول کو پسند کرتے ہیں۔"

لغات: يَجْلِسُ: جَلَسَ (ض) جُلُوْسًا ومَجْلَسًا۔ بیٹھنا۔ صفت (جَالِسٌ) جمع جُلُوسٌ و جُلَّاسٌ۔

خَلْفَ: (مصدر) ایک گروہ جو ایک گروہ کے بعد ہو۔ خلف قُدَّام۔ کی نقیض ہے۔ بمعنی پیچھے وبعد ازاں۔

قَدْرَ: (مصدر) چیز کی انتہا۔ بغیر کی زیادتی کے برابر ہونا۔ کہا جاتا ہے۔ "هٰذا قدر ذاک" یہ اس کے مماثل اور مساوی ہے۔

قَدَرَ: (ض) قَدْرًا۔ الامرَ: تدبیر کرنا۔ الشیئ بالشیئ: اندازہ کرنا۔ مقدار کے مطابق کرنا۔ (قَدَارَۃً) الشیئ۔ تیار کرنا۔ وقت معین کرنا۔

تشریح

امام سلام پھیردے تشہد پڑھنے کے بعد تو اب امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی مگر امام محمد و امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہوگی۔

صاحبین کے مستدلات

ثم ینصرف قبل ان یسلم الامام: امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر دے اس صورت میں نماز ہو جائے گی۔ کراہت تحریمی کے ساتھ۔ کیوں کہ احادیث میں بھی آتا ہے اذاقضی الامام فقعد واحدث ھو اواحد نحن نتم الصلٰوۃ معہ قبل ان یسلم الامام فقد تمت صلاتہ۔ (۱)

دوسری روایت میں آتا ہے:

اذا رفع المصلی راسہ من اخر صلاتہ ثم احدث قبل ان یتشھد وفی روایۃ قبل ان یسلم، فقد تمت صلاتہ۔ (۲)

تیسری روایت میں آتا ہے:

روایت عبداللہ بن عمر مرفوعًا۔ اذاجلس الامام فی اخر رکعۃ ثم احدث رجل من خلفہ قبل ان یسلم الامام فقد تمت صلاتہ۔ (۳)

چوتھی روایت میں آتا ہے:

روایت حضرت علیؓ اذاقعد قدر التشھد ثم احدث فقد تمت صلاتہ۔ (۴)

پانچویں روایت میں آتا ہے:

مرفوعا اذا قضی الامام الصلٰوۃ فقعد و احدث قبل ان یسلم فقد تمت صلاتہ ومن کان خلفہ ممن اتم صلاتہ۔ (۵)

امام صاحب کی دلیل

صاحب ہدایہ نے امام صاحب کی طرف سے دلیل یہ پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

لہ انہ لایمکنہ اداء صلٰوۃ اخری الابالخروج من ھذہ ومایتوصل الی الفرض الایۃ یکون فرضا۔

کہ نمازی کو دوسری نماز ادا کرنا ممکن نہیں ہے اور دوسری نماز شروع کرنا فرض ہے تو پہلی نماز سے نکلنا بھی فرض ہوگا۔ کیوں کہ یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز پر کوئی دوسرا فرض موقوف ہو تو اس چیز کا کرنا بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لئے موجودہ نماز سے نکلنا بھی فرض ہوگا۔

صاحبین کے مستدلات کا جواب

احادیث میں جو تمت صلاتہ آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قاربت الصلٰوۃ کہ نماز پوری ہونے کے قریب

ہوگی جیسے کہ حج میں وقوف عرفہ کے بارے میں فرمایا گیا۔ من وقف بعرفة فقد تم حجه کہ جس نے عرفہ کا وقوف کرلیا اس کا حج مکمل ہوگیا۔ حالانکہ ابھی عرفہ کے بعد طواف زیارت فرض باقی ہے۔(۶)

صاحبین بھی یہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز واجب الاعادۃ ہے کیونکہ اس نے سلام کو چھوڑدیا ہے جو کہ واجب ہے۔

---

(۱) طحاوی۔

(۲) ترمذی، ابوداؤد، دارقطنی، بیہقی۔

(۳) دارقطنی۔

(۴) حاشیہ عمدۃ الرعایہ۔

(۵) دارقطنی۔

(۶) مگر احناف کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔



۱۸۴

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ اَبِی النُّضْرِ قَالَ سَمِعْتُ حَمْلَةَ وَفِی رِوَایَةِ حَمِیْدَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ لَا تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ اِلَّا بِتَشَهُّدٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ فَاِذَا تَشَهَّدَ فَقَدْ قَضَی الصَّلٰوةَ فَاِنِ انْصَرَفَ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ اَجْزَاَتْهُ صَلَاتُهُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَهُ اَنْ یَّتَعَمَّدَ ذَالِكَ﴾

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہؓ فرمایا کرتے تھے نماز التحیات کے بغیر جائز نہیں ہوتی۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو پسند کرتے ہیں۔ التحیات پڑھ لی تو نماز پوری ہو گئی لہٰذا اگر سلام پھیرنے سے قبل نماز ختم کردی تو نماز ہو جائے گی البتہ قصداً ایسا نہیں کرنا چاہئے۔"

لغات: بِتَشَهُّد: تَشَهَّد۔ گواہی طلب کرنا۔ التحیات پڑھنا۔ باب تَفَعُّل کا مصدر ہے۔

اِنْصَرَفَ: باب انفعال سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ انصراف کے معنی پھرنے کے ہیں۔

قَضٰی: (ض) قَضاءً الشیئ۔ مضبوطی سے بنانا۔ الدین۔ قرض ادا کرنا۔ الصلٰوۃ۔ نماز ادا کرنا۔ (ہفت اقسام میں ناقص ہے)

تشریح

اگر کسی نے سلام پھیرنے سے پہلے نماز ختم کردی تو ایسے شخص کے بارے میں علی، ابن مسعود، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، امام محمد، ابو یوسف، وغیرہ کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے۔[1]

مگر امام ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک نماز نہیں ہوتی۔

صاحبین وغیرہ کے نزدیک نماز ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ فرائض اور ارکان پورے ہو گئے مگر سلام جو کہ واجب ہے بغیر اس کے یہ نماز نقصان کے ساتھ پوری ہوگی۔

ابن حزمؒ نے اپنی عادت کے مطابق احناف پر خوب طعن و تشنیع کی ہے مثلاً فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک یہ جائز ہے حالانکہ حقیقت ایسی نہیں ہے احناف کے نزدیک بھی یہ نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ہوتی ہے۔[2]

ولا ینبغی ان یتعمد لذالک البتہ قصداً ایسا کرنا نہیں چاہئے۔

اگر یہ ارکان فرائض تشہد کے بعد پورے ہو گئے۔ اور یہ شخص اس وقت کے نماز کے ذریعہ بری الذمہ ہو جائے گا۔

مگر یہ بات الگ ہے کہ ایسی نماز کراہیت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگی۔ اس لئے نماز کا اعادہ واجب ہوگا کیوں کہ اس شخص نے ایک واجب جو سلام ہے۔ اس کو چھوڑ دیا ہے۔[۳]

مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے اس حدیث سے عجیب بات سمجھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ نے صحابہ کو روکا ہے اس بات سے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیرے۔

دوسرا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کو روکا گیا کہ سلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھیرنے سے پہلے نہ پھیریں کیوں کہ سلام کے فوری بعد عورتیں مسجد سے نکلتی تھیں تو ان سے اختلاط نہ ہو جائے۔ جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے۔

عن ام سلمة ان النساء في عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كن اذا سلمن قمن و ثبت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و من صلى من الرجال ماشاء اللّٰه فاذا قام رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قام الرجال۔[۴]

ترجمہ: کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب سلام پھیرنے کے بعد عورتیں اٹھ جاتی تھیں اور آپ اور آپ کے مرد لوگ جب تک عورتیں جاتی تھیں بیٹھے رہتے تھے۔ اور جب آپ اٹھتے تھے تو آپ کے ساتھ مرد بھی اٹھتے تھے۔[۵]

حضرت شعبہ بن الحجاج کے مختصر حالات: یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ولادت ۸۲ میں ہوئی۔

اساتذہ: ان کے اساتذہ کی تعداد بہت لمبی ہے۔

تلامذہ: اسی طرح ان کے تلامذہ کی مقدار بھی لمبی ہے۔

ان کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں ان جیسا اور کوئی نہیں تھا۔ سفیان ثوری نے تو ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ ابن سعد فرماتے ہیں۔ ثقة ثبت مامون حجة صاحب حديث، اما شافعی فرماتے ہیں کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق والے احادیث کو نہ جانتے۔

وفات: ۱۶۰ میں یہ حافظ حدیث دار فانی سے رخصت ہو کر دار بقاء میں پہنچ گئے۔ مزید حالات کے لئے۔ تہذیب التہذیب دیکھیں۔

حضرت ابی النصر کے مختصر حالات: ان کا پورا نام مسلم بن عبد اللہ ابو النصر الشامی ہے۔

اساتذہ: ان کے اساتذہ میں سے محلہ بن عبد الرحمٰن وغیرہ ہے۔

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں سے شعبہ وغیرہ ہیں۔

ان کے بارے میں ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ حديث في صحيحه ولكن توقف في توثيقه۔

حضرت حملہ بن عبدالرحمٰن کے مختصر حالات:

اساتذہ: ابوالنضر وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: شعبہ وغیرہ ہیں۔

ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ لیست الموقوفة۔

اس کے جواب میں دوسرے اصحاب الرجال فرماتے ہیں کہ فان لم یعرفه ابن خزیمة فقد عرفه شعبة حیث روی عنه۔

امام بخاری نے بھی بغیر کسی جرح کے ان سے اپنی تاریخ کبری میں روایت کو لیا ہے۔ دیکھیں ۲۶۵، اسی طرح ابی حاتم بھی ان کو بغیر کسی جرح کے ذکر کرتے ہیں۔

ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

---

(۱) عمدۃ القاری ۲/ ۲۹۴ بدائع الصنائع ۱/ ۱۶۲ شامی ۳۳۰۔

(۲) المحلی ابن حزم۔

(۳) بحرالرائق ۱/ ۲۹۴۔

(۴) بخاری۔

(۵) بذل المجہود ۱/ ۳۴۹، نوٹ۔ پہلا مطلب یہاں الفاظ حدیث کے ساتھ زیادہ موافق ہے۔



بَابُ تَخْفِيْفِ الصَّلٰوةِ

نماز ہلکی پڑھنے کا بیان

۱۸۵

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَّ قَوْمًا فَاَطَالَ بِهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَابَالُ اَقْوَامٍ يُنَفِّرُوْنَ عَنْ هٰذَا الدِّيْنِ مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الْمَرِيْضَ وَالْكَبِيْرَ وَ ذَاالْحَاجَةِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَلَابُدَّ اَنْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے لوگوں کی امامت کی اور لمبی نماز پڑھائی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا بات ہے کہ تم بعض لوگوں کو اس دین سے متنفر کرتے ہو۔ جو شخص کسی کی امامت کرے تو اسے ہلکی نماز پڑھانا چاہیے۔ اس لئے کہ لوگوں میں بیمار، عمر رسیدہ اور حاجت مند ہوتے ہیں۔

امام محمد فرماتے ہیں۔ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ البتہ رکوع و سجدہ پورا کرے یہی بات امام ابوحنیفہ کرتے ہیں۔"

لغات: اَصْحَابٌ: صَاحِبٌ۔ کی جمع ہے۔ بمعنی ساتھی۔ ایک ساتھ زندگی گزارنے والے۔

فَاَطَالَ: باب افعال سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اَطَالَهٗ و اَطْوَلَهٗ اِطَالَةً و اِطْوَالاً لمبا کرنا۔ اَطَالَتِ الْمَرْأَةُ: لمبے لمبے بچے جننا۔

فَبَلَغَ: بَلَغَهٗ (ن) بُلُوْغًا۔ پہنچنا۔ الثمر۔ پکنا۔ الغلام۔ بالغ ہونا۔ صفت (بَالِغٌ) مؤنث (بَالِغَةٌ و بالِغٌ)

فَلْيُخَفِّفْ: باب تفعیل سے واحد مذکر غائب فعل امر معروف کا صیغہ ہے۔ بمعنی "ہلکا کرنا۔"

تشریح

امّ قوما فاطال بھم فبلغ ذلک الخ۔

اس قسم کی ذخیرۂ احادیث میں کئی روایت ملتی ہیں۔ مثلاً:

❶ حدیث ابو ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا صلی احد کم للناس فلیخفف فان فیھم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احد کم لنفسہ فلیطول ماشاء۔[1]

کہ جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو چاہئے کہ نماز ہلکی پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں سے بیمار، کمزور، بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔ جب تنہا نماز پڑھے تم میں سے کوئی تو جس قدر چاہے طویل کرے۔

❷ حدیث عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال رجل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لاتاخر عن الصلوۃ فی الفجر مما یطیل بنا فلان فیھا فغضب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مارأیت غضب فی موعظۃ کان اشد غضبا منہ یومئذ قال یا ایھا الناس ان منکم منفرین فمن ام منکم الناس فلیخفف فان خلفہ الضعف والکبیر وذا الحاجۃ۔[2]

کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں فلاں شخص کے لمبی کرنے کی وجہ سے میں فجر کی نماز سے رہ جاتا ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے غصہ ہوئے کہ میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ غصہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا کسی نصیحت کے وقت پھر فرمایا تم میں سے کچھ آدمی عبادت سے متنفر کرتے ہیں تو جو شخص لوگوں کا امام بنے اس کو تخفیف کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور حاجت مند ہوتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً موجود ہوتے ہیں اس لئے اس کو علت تامہ بنالیا جائے جیسے کہ عموماً سفر میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر نہ بھی ہو تب بھی نماز میں قصر ہی ہوگی۔[3] اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے حکم دیا ہے فلیخفف اور اس کے بعد آپ ناراض بھی ہوئے ہو جو وجوب کا تقاضہ کرتا ہے۔[4]

اس کے باوجود اگر کوئی بھی نماز پڑھائے تو مکروہ تحریمی ہو جائے گی کیونکہ اس نے آپ کے حکم کو چھوڑ دیا ہے۔[5]

ان یتم الرکوع والسجود کہ امام قراءت میں تو کمی کرلے گا عوارض کی بناء پر مگر رکوع اور سجدہ کی تسبیح میں کمی نہ کرے۔ حتیٰ کہ واجبات وغیرہ میں بھی کمی نہ کرے۔[6]

---

(۱) بخاری، مسلم۔

(۲) بخاری۔

(۳) عمدۃ القاری۔ وفتح الباری ۲/۷۷۵۔

جیسے کہ ابوداؤد کی روایت میں معاذ کا نام آتا ہے۔

(۴) عمدۃ القاری۔

(۵) بحرالرائق ۳۵۱۔

(۶) عمدۃ القاری ۲/۷۷۳۔ فتح الباری ۱۶۶۔

۱۸۶

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَيْمُوْنُ بْنِ سِيَاهٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ سَاَلَهُ سَائِلٌ اَقْرَءُ خَمْسَ مِائَةِ آيَةٍ فِيْ رَكْعَةٍ۔ قَالَ فَتَعَجَّبَ وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَنْ يُطِيْقُ هٰذَا قَالَ الرَّجُلُ اَنَا اُطِيْقُ هٰذَا قَالَ اِنَّ اَحَبَّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ قَالَ مُحَمَّدٌ طُوْلُ الْقِيَامِ فِي الصَّلٰوةِ التَّطَوُّعِ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ كَثْرَةِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَكُلُّ ذٰلِكَ حَسَنٌ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت میمون بن سیاہ نے فرمایا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ میں ایک رکعت میں پانچ سو آیتیں پڑھ لیا کروں؟ فرمایا انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا سبحان اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟

ان صاحب نے عرض کیا۔ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا اللہ جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب نماز طویل قیام والی ہے۔

امام محمد نے فرمایا ہے کہ نفل نماز میں قیام کا لمبا کرنا ہمیں رکوع اور سجدہ کی کثرت سے زیادہ محبوب ہے اور دونوں طریقے اچھے ہیں۔ یہی بات ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔"

لغات: سَأَلَهُ: سَأَلَ (ف) سُؤَالاً و سَأَلَةً و سَآلَةً و مَسْأَلَةً و تَسْآلاً۔ مانگنا۔ درخواست کرنا۔ (ہفت اقسام میں مہموز العین ہے)

اَقْرَأُ: قَرَأَ (ف ن) قَرْأً و قِرَاءَةً و قُرْآنًا و اِقْتَرَأَ الْكِتَابَ۔ پڑھنا۔ واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ (ہفت اقسام میں مہموز اللام ہے)

طُوْلٌ: طَالَ يَطُوْلُ طُوْلاً۔ لمبا ہونا۔ علیہ غالب ہونا۔ فخر کرنا۔ احسان کرنا۔ (ہفت اقسام میں اجوف ہے)

يُطِيْقُ: باب افعال سے واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ بمعنی قادر ہونا۔ طاقت رکھنا۔ (ہفت اقسام میں اجوف ہے)۔

تشریح

ان احب الصلوۃ الی اللہ طول القنوت: سب سے زیادہ محبوب نماز لمبی قنوت والی ہے۔

قنوت کے لغت میں کئی معنی آتے ہیں۔ مثلاً ① خشوع ② اطاعت ③ اہتمام ④ سکوت [1] مراد یہاں پر قنوت سے قیام ہی ہے۔

جیسے کہ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ای الصلوۃ افضل قال طول القیام۔ [2]

احادیث میں نماز پڑھنے کے بارے میں دو قسم کے طریقے وارد ہوتے ہیں۔

① طول قیام۔ ② کثرت سجود۔

طول قیام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نماز مقدار کے اعتبار سے کم ہو مگر اس میں قیام اور قراءت لمبی ہو۔

کثرت سجود کا مطلب یہ ہے کہ نماز تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہو اس میں بھی زیادہ رکوع و سجدہ ہوگا۔ ان دو میں سے بہتر کون سی نماز ہے۔

اس میں تین مذاہب ہیں:

پہلا مذہب، امام ابوحنیفہ، مفتی بہ قول امام شافعی، [3] جمہور فقہاء طول قیام کو افضل کہتے ہیں۔

دوسرا مذہب، عبداللہ بن عمر، امام محمد کا اور ایک قول امام شافعیؒ کثرت سجود افضل ہے طول قیام سے۔

تیسرا مذہب، امام ابویوسف، اسحٰق بن راہویہ۔ کے نزدیک دن میں تو کثرت سجود افضل ہے اور رات میں طویل قیام افضل ہے۔ [4]

چوتھا مذہب، امام احمد وغیرہ کا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں توقف کے قائل ہیں۔ [5]

پہلے مذہب والوں کا استدلال

افضل الصلوۃ طول القنوت۔

دوسرے مذہب والوں کا استدلال

روایت ثوبان سے ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن عبد یسجد للہ سجدۃ الا رفعہ اللہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا خطیئتہ۔ [6]

جواب دوسرے مذہب والوں کا

یہ حدیث مجمل ہے اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

دوسرا جواب سجدہ سے مراد نماز ہے ایسا کئی جگہ پر ہوتا ہے۔

عقلی دلیل اس پر یہ ہے کہ جب قیام لمبا ہو گا تو قرآن زیادہ پڑھا جائے گا اور کثرت سجود میں تسبیحات زیادہ پڑھی جاتی ہیں تو قرآن کا زیادہ پڑھنا تسبیحات کے زیادہ پڑھنے سے افضل ہے۔(۷)

نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عموماً عادت شریفہ طول قیام کی تھی۔

حضرت میمون بن سیاہ کے مختصر حالات: یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں بخاری اور نسائی کے راوی ہیں۔

اساتذہ: ان کے اساتذہ میں سے جندب بن عبداللہ البجلی، انس بن مالک حسن بصری، شہر بن حوشب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں سے منصور بن سعد اللولوی، میمون بن موسیٰ المرئی، ابوالاشہب العطردی، حمید الطویل، سلام بن سکین وغیرہ ہیں۔ ان کے بارے میں ابو حاتم فرماتے ہیں ثقہ، ابوداؤد فرماتے ہیں لیس بذاک، امام مسلم بن ابراہیم فرماتے ہیں۔ یہ سید القراء ہیں۔ اسی طرح حسن بن سفیان فرماتے ہیں انہ سید القراء۔ ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

مزید حالات کے لئے تہذیب التہذیب دیکھیں۔

تقریب تہذیب ۴۴۸/۲۔

نوٹ: حسن بصری کے حالات باب مسح الوجہ بعد الوضو میں گذر چکے ہیں۔

---

(۱) فتح الباری ۱۷۱۔

(۲) شرح المہذب ۲۶۷/۳، معارف السنن ۴۸۰/۳۔

(۳) بذل المجہود ۸۰/۲، فتح الملہم ۳۱۵/۲۔

معارف السنن ۴۷۹/۳۔

(ہماری کتابوں میں امام شافعی کا مسلک عموماً کثرت سجود والا مسئلہ لکھا گیا ہے۔ حالانکہ ان کا فتویٰ احناف والا مذہب ہے کذا معارف السنن)

(۴) بدائع الصنائع۔

(۵) ترمذی۔ باب ماجاء فی کثرۃ الرکوع والسجود۔

(۶) معارف السنن ۴۸۰/۳۔

(۷) قلائد الازھار ۱۲/۳۔



۱۸۷

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَّ اَصْحَابَهُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ بِهِمْ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِقُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّانِيَةِ لِاِيْلَافِ قُرَيْشٍ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَنَرَاهُ مَجْزِئًا وَلٰكِنَّا نَسْتَحِبُّ لِلْاِمَامِ اِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَهُوَ مُقِيْمٌ اَنْ يُّطِيْلَ فِيْهَا الْقِرَاءَةَ وَاَنْ يَّقْرَاَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ سُوْرَةً تَكُوْنُ عِشْرِيْنَ اٰيَةً فَصَاعِدًا سِوٰى فَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ وَيُطِيْلَ الْاُوْلٰى عَلَى الثَّانِيَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾

”حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فجر کی نماز میں جماعت کرائی اور پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری میں لایلاف قریش پڑھی۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اتنے پڑھنے کو بھی کافی قرار دیتے ہیں۔ البتہ حالت اقامت میں فجر میں امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ قراءت طویل کرے اور ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے علاوہ ایسی سورت پڑھے جو بیس یا اس سے زائد آیات پر مشتمل ہو اور پہلی رکعت کو دوسری (رکعت) سے لمبی کرے۔ یہی بات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔“

لغات: اَمَّ: (ن) اِمَامَةً و اَمًّا و اِمَامًا۔ القوم و بالقوم۔ امام بننا۔

مُقِيْم: باب افعال سے اسم فاعل ہے۔ بمعنی اقامت کرنا۔ (ہفت اقسام میں اجوف ہے۔)

يُطِيْلُ: باب افعال سے فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اَطَالَهٗ و اَطْوَلَهٗ اِطَالَةً و اِطْوَالاً لمبا کرنا۔

تشریح

اذا صلی الصبح و ھو مقیم ان یطیل فیھا القراءۃ: حالت اقامت میں فجر میں امام لمبی قراءت پڑھے۔

فجر میں کیا مقدار ہے قرآن پڑھنے کی اس میں طوال مفصل یعنی سورت حجرات سے لے کر سورت بروج تک پڑھنا چاہئے اگر درمیان سے پڑھے تو اس بارے میں کئی روایات منقول ہیں۔ آئمہ احناف سے مثلاً:

❶ چالیس یا پچاس آیات سورت فاتحہ کے علاوہ یعنی ہر رکعت میں ۲۰ آیات یا ۲۵ آیات۔ [1]

❷ دوسری روایت میں دونوں رکعات میں چالیس سے ساٹھ تک۔ ہر رکعت میں ۲۰ یا ۳۰ آیات۔
❸ ساٹھ سے سو آیتوں تک ہر رکعت میں چالیس سے ساٹھ آیات۔ یہ مختلف اقوال روایات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں آتا ہے جس کے راوی حضرت جابر بن سمرۃ ہیں ان سے سورت ق اور اس کے مثل قراءت مروی ہے۔[۲]

حضرت ابن حجر سے اور جابر بن سمرۃ سے سورت واقعہ کی قراءت بھی فجر میں منقول ہے۔[۳]

روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ساٹھ سے سو تک آیات کی قراءت فجر کی نماز کے لئے نقل کی گئی ہے۔[۴]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ جمعہ کے روز فجر میں سورت الم سجدہ اور سورت دھر پڑھتے تھے۔[۵]

علماء نے ان اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے

فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر رغبت کھنے والے مقتدی ہوں تو ساٹھ سے سو تک پڑھے اور اگر اوسط درجہ کے ہوں تو پچاس سے ساٹھ تک اور اگر بہت ہی کم درجہ کے سست ہوں تو چالیس والی روایت یعنی ایک رکعت میں ۲۰ آیات پر عمل کرے۔

دوسری تطبیق: موسم کے اعتبار سے دی گئی ہے کہ سردی کی راتیں لمبی ہوتی ہیں اس لئے اس میں زیادہ پڑھ لے اور گرمی کی راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اس لئے اس میں کم پڑھیں۔

تیسری تطبیق: اسی طرح اگر نماز کو غلس میں شروع کی تو لمبی قراءت کرے اگر نماز کو اسفار میں شروع کیا ہے تو اب کم قراءت کرے۔

چوتھی تطبیق: مقتدیوں کی مشغولیت کو سامنے رکھتے ہوئے قراءت کرے۔

ام اصحابہ (فی صلوۃ) الصبح فقرأبھم فی الرکعۃ الاولی بقل یاایھا الکافرون الخ۔

حضرت عمر نے فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں لایلاف قریش پڑھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل حالت سفر میں تھا۔ جس کے بارے میں صاحب ھدایہ فرماتے ہیں۔ وفی السفر یقرأ بفاتحۃ الکتاب وای سورۃ ماشاء۔[۶] کہ سفر میں سورت فاتحہ اور کوئی سورت جو دل چاہے پڑھ لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی نماز میں سفر میں معوذتین کا پڑھنا ثابت ہے۔[۷] ایک اور اثر الاعمش عن

ابراھیم قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأون فی السفر بسورۃ القصار۔

دوسرا اثر عن ابن میمون قال صلی بنا عمر القبر فی السفر فقرا قل ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد جبکہ اللہ نے سفر میں قصر کرنے کا حکم دیا ہے تو تخفیف قراءت تو بطریق اولی ہوئی اس طرح اور بھی کوئی عذر ہو تو مختصرا پڑھی جا سکتی ہے۔

یطیل الاولی علی الثانیۃ: پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبی کرے۔

اس میں احناف کے دو مذہب ہیں:

1. امام شافعی و شیخین کا مذھب یہ ہے کہ دونوں رکعت برابر ہی ہونی چاہئے۔ البتہ ظہر میں فجر میں پہلی رکعت لمبی کر سکتے ہیں۔
2. دوسرا مذہب امام محمد کا ہے کہ پہلی رکعت لمبی کی جائے دوسری رکعت سے ہر نماز میں یہ مستحب ہے۔[8]

استدلال شیخین و امام شافعی

دونوں رکعت استحقاق قراءت کے اعتبار سے برابر ہے تو مقدار بھی برابر ہونی چاہئے۔ البتہ فجر میں پہلی رکعت لمبی ہونی چاہئے کہ سب ہی لوگوں کو جماعت کی نماز مل جائے کیونکہ صبح کا وقت کچھ غفلت اور نیند وغیرہ کا ہوتا ہے۔

امام محمد وغیرہ کی دلیل

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظھر فی الاولین۔ بام الکتاب و سورتین و فی الرکعتین الاخرین بام الکتاب و یسمعنا الایۃ ویطول فی الرکعۃ الاولی مالا یطیل فی رکعۃ الثانیۃ وھکذا فی العصر وھکذا فی الصبح۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور ہم کو کوئی آیت کبھی کبھار سنا دیتے تھے اور پہلی رکعت کو دوسرت رکعت پر لمبی کرتے تھے۔ عصر اور صبح میں بھی یہی صورت حال ہوتی تھی۔

شیخین کا جواب

شیخین امام محمد کی دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ چونکہ پہلی رکعت میں ثناء تعوذ تسمیہ وغیرہ ہوتا ہے اس لئے پہلی رکعت خود بخود لمبی ہو جاتی ہے۔ مقدار قراءت میں تو دونوں ہی برابر رہتی ہیں۔

(۱) جیسے کہ یہاں پر امام محمد نے بیان فرمایا ہے وکذا عینی۔
(۲) صحیح مسلم۔
(۳) صحیح ابن حبان۔
(۴) بخاری۔ مسلم، شامی ۱/ ۵۰۴ کبیری ۳۰۳۔
(۵) مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ وغیرہ۔
(۶) ہدایہ۔
(۷) ابوداؤد، نسائی۔
(۸) بعض فقہاء احناف نے فتویٰ امام محمد کے قول پر دیا ہے۔



بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی السَّفَرِ

سفر کی نماز کا بیان

۱۸۸

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَاَتْمِمِ الصَّلٰوةَ اِنْ كُنْتَ لَاتَدْرِيْ فَاقْصُرْ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى﴾

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تک مسافر ہو اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو، اور اگر تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ کب سفر کرو گے تو قصر کرتے رہو۔ امام محمد نے اسی کو اختیار کیا ہے یہی بات امام ابوحنیفہ نے فرمائی ہے۔"

لغات: مُسَافِرٌ: سَفَرَ (ن) سُفُوْرًا۔ سفر کے لئے روانہ ہونا۔ المرأۃ۔ چہرہ کھولنا۔ صفت (مُسَافِرٌ)

فَوَطَّنْتَ: وَطَنَ (ض) وَطْنًا و اَوْطَنَ اِيْطَانًا بالمكان۔ اقامت کرنا۔

فَاقْصُرْ: قَصَرَ (ن) قُصُوْرًا الشيئَ۔ ناقص ہونا۔ ارزاں ہونا۔ الصلوۃ مِنَ الصلاۃ۔ چار رکعت کو دو رکعت پڑھنا۔

تشریح

کتنے دن ٹھہرنے کی نیت کرنے سے مسافر آدمی مقیم بنتا ہے

اس میں بہت سے مذاہب ہیں جن میں سے چند مشہور اقوال یہ ہیں۔

❶ احناف، سفیان ثوری وغیرہ کے نزدیک پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت سے آدمی مسافر مقیم ہو جاتا ہے۔

❷ امام اوزاعی بارہ دن ٹھہرنے کی نیت سے مقیم ہو گا۔

❸ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ۱۹ دن سے زائد سے مسافر مقیم ہو گا۔

❹ امام شافعی لیث بن سعد کا مشہور قول مدت اقامت چار دن ہے۔ آنے جانے کے علاوہ۔

❺ امام مالک کا بھی مذہب چار دن کا ہے لیکن خروج ودخول کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے۔

❻ امام احمد کے نزدیک ۱۲ دن کی نیت سے مسافر مقیم ہوگا۔ [1]

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مرفوع (قولی یا فعلی) حدیث کسی کے پاس نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار غزوات کے سلسلہ میں متعدد ہوئے مگر ان میں پہلے سے نیت نہیں کی جاسکتی تھی کہ اس غزوہ میں کتنے دن ٹھہرنا پڑے گا اس لئے اس پر سفر والے احکام ہی جاری ہوتے تھے۔

ہاں اس مسئلہ میں حضرات صحابہ کے اقوال سے آئمہ استدلال کرتے ہیں۔

دلائل احناف

عبداللہ بن عمر، و ابن عباس، قال اذا قدمت بادیة و انت مسافر وفی نفسک ان تقیم خمسة عشر یوما اکمل الصلوة بہا و ان کنت لا تدری حتی تظن فاقصرھا۔ [2] کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں مسافر ہو کر آئے اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے اور اگر اتنی اقامت کا ارادہ نہ ہو تو پھر قصر کرتا رہے۔

اور ابن عمر کے بارے میں آتا ہے کہ جب پندرہ دن کے قیام کا ارادہ فرماتے تو پوری نماز پڑھتے تھے۔ [3]

امام مالک وشافعی کا استدلال

روایت سعید بن المسیب سے ہے: انہ قال من اجمع علی اربع وھو مسافر اتم الصلوة کہ جو شخص چار دن ٹھہرنے کی نیت کرے وہ پوری نماز پڑھے۔

اس کا جواب احناف یہ دیتے ہیں کہ خود دوسرا اثر سعید بن المسیب کا اس قول کے خلاف ہے۔ وہ یہ ہے۔

داؤد بن ابی ہند سعید بن المسیب سے نقل کرتے ہیں۔ قال اذا اقام المسافر خمسة عشر یوما اولیلة اتم الصلوة وما کان من دون ذلک فلیقصر۔

توجب سعید بن المسیب کا قول ہی اس کے خلاف ہوگا تو کیسے اس کو معیار بنا کر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

حضرت موسیٰ بن مسلم کے مختصر حالات: یہ قبیلہ حزامی سے تعلق رکھتے ہیں ان کو شیبانی بھی کہتے ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں یہ ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: ابراہیم التیمی، ابراہیم النخعی، سلمة بن کہیل، عبدالرحمن بن سابط، عکرمة عبدالملک بن میسرة، عبداللہ بن عتبہ جلال بن یساف وغیرہ ہیں۔

تلامذہ: ان کے تلامذہ میں سے سفیان ثوری، ابو معاویۃ مروان بن معاویہ، عبداللہ بن عمیر، یحییٰ القطان، ابو اسامہ وغیرہ ہیں۔
یحییٰ بن معین، ابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

حضرت مجاہد کے مختصر حالات: یہ مجاہد بن جبیر ہیں۔ یہ امام مفسرین ہیں۔ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: ابن عباس، ابی ہریرۃ، جابر، عائشہ، ام سلمۃ۔

تلامذہ: عطاء، قتادہ، حکم بن عتیبہ، ایوب وغیرہ ہیں۔

وفات: ۱۰۲ھ میں سجدے کی حالت میں ہوئی۔
مزید حالت کے لئے تہذیب التہذیب دیکھیں۔ ان کے حالات پہلے بھی باب النوم قبل صلوۃ العشاء میں گزر چکے ہیں۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن عمر کے حالات باب مسح علی الخفین میں گزر چکے ہیں۔

---

(۱) بدائع الصنائع ۱/ ۹۷، معارف السنن ۴/ ۵۳، ۴، بذل المجہود (نوٹ: حدیث نمبر ۹۰ پر مزید اس بارے میں اقوال آرہے ہیں)۔
(۲) طحاوی، نصب الرایہ ۲/ ۱۸۳، ۱۸۴۔
(۳) مصنف ابن ابی شیبہ۔



۱۸۹

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ صَلَّى بِالنَّاسِ بِمَكَّةَ الظُّهْرَ (رَكْعَتَيْنِ) ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا اَهْلَ مَكَّةَ اِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ فَلْيُكْمِلْ فَاَكْمَلَ اَهْلُ الْبَلَدِ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ اِذَا دَخَلَ الْمُقِيْمُ فِيْ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ فَقَضَى الْمُسَافِرُ صَلَاتَهُ قَامَ الْمُقِيْمُ فَاَتَمَّ صَلَاتَهُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر سلام پھیر کر فرمایا۔ اے اہل مکہ ہم مسافر ہیں لہٰذا جو اس شہر کا ہو اسے پوری نماز پڑھنا چاہئے۔ چنانچہ شہر والوں نے نماز مکمل کی۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ مقیم اگر مسافر کے پیچھے نماز پڑھے اور مسافر اپنی نماز پوری کر چکے تو مقیم کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کرے گا یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔"

لغات: صَلّٰی: باب تفعیل سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ نماز پڑھنا۔ (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے۔)

اِنْصَرَفَ: باب انفعال سے واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف بمعنی پھرنا۔

قَوْمٌ سَفْرٌ: بمعنی مسافرین۔ "سَفْرٌ" سَافِرٌ کی جمع ہے۔

تشریح

صورت مسئلہ یہ ہے کہ مسافر آدمی کو امام بنایا گیا مقیم لوگوں پر تو اب یہ مسافر آدمی دو رکعت کے بعد تو سلام پھیر لے گا اور مقیم لوگ کھڑے ہو کر اپنی بقیہ دو رکعت پوری کر کے سلام پھیریں گے۔ اس کی وجہ صاحب ھدایہ یہ فرماتے ہیں:

لان المقتدی التزم الموافقة فی الرکعتین فینفرد فی الباقی کالمسبوق۔[1] اس لئے کہ مقتدیوں نے امام کو مسافر سمجھ کر اس کی صرف دو ہی رکعتوں میں موافقت کا التزام کیا تھا نہ کہ چار رکعتوں میں۔ اب جتنی نماز میں انہوں نے موافقت کا التزام کیا تھا اتنی تو وہ ادا کر چکے ہیں لیکن ان کی نماز پوری نہیں ہوئی کیوں کہ وہ مقیم ہیں اور مقیم کا فرض چار

رکعت ہے۔لہٰذا وہ باقی دو رکعتوں میں منفرد ہونگے جیسے کہ مسبوق۔

قال یا اھل مکہ انا قوم سفر فمن کان من ھذا البلد فیکمل۔

فرمایا اے مکہ والوں ہم مسافر ہیں جو اس شہر کے رہنے والے ہیں وہ اپنی نمازیں پوری کرلیں۔

اسی طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ دن تک مکہ میں رہے تو آپ دو ہی رکعت پڑھتے تھے اور فرماتے تھے۔ یا اھل مکہ صلوا اربعا فانا قوم سفر۔[۲]

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ یستحب للامام اذا سلم ان یقول اتموا صلاتکم فانا قوم سفر۔[۳] اور مستحب ہے کہ امام جب سلام پھیرے تو یہ کہہ دے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری کرلو ہم تو مسافر ہیں۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مسافر امام کو چاہئے کہ نماز پڑھانے سے پہلے اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے مگر مسبوقین لوگ جو بعد میں آئے ہیں ان کو اس کے مسافر نہ ہونے کی اطلاع کی وجہ سے سلام پھیرنے کے بعد بھی اعلان کردے تو بہتر ہے۔

اس مسئلہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ مقتدیوں کو اپنے امام کے بارے میں اطلاع ہو کہ وہ مسافر ہے یا مقیم ضروری ہے۔یہی وجہ ہے صاحب فتاویٰ قاضی خان فرماتے ہیں کہ مقتدیوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ ان کا امام مقیم ہے یا مسافر ان کی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ مگر اس عبارت کا مفہوم دوسرے علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قاضی خان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے پہلے یا سلام کے بعد کسی صورت میں بھی امام کے بارے میں آگاہی نہ ہو کہ جس کے پیچھے نماز پڑھی تھی وہ مسافر تھا یا مقیم۔[۴]

---

(۱) ہدایہ۔

(۲) ترمذی، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، بن راھویہ، طحاوی، ابوداؤد طیالسی مسند احمد، بزار۔

(۳) ہدایہ۔

(۴) عینی۔



۱۹۰

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِيْ صَلٰوةِ الْمُقِيْمِ اَكْمَلَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ اِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مَعَ الْمُقِيْمِ وَجَبَ عَلَيْهِ صَلٰوةُ الْمُقِيْمِ اَرْبَعًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا مسافر جب مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو نماز پوری کرے گا۔

امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں مسافر اگر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے چار رکعات نماز پڑھنا پڑے گی۔ اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔"

لغات: دَخَلَ: (ن) دُخُوْلاً وَ مَدْخَلاً۔ الدار آنا داخل ہونا۔ بہ۔ اندر لانا۔ داخل کرنا۔ علیہ زیارت کرنا۔ ملاقات کرنا۔ وَجَبَ: (ض) وُجُوْبًا وَجِبَةً الشیئ ثابت ہونا۔ لازم ہونا۔

الصَّلٰوۃ: الصلٰوۃ و الصلاۃ۔ دعا، نماز اور تسبیح۔

تشریح

اذا دخل المسافر مع المقیم وجب علیہ صلوۃ المقیم اربعا: اگر مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے چار رکعات نماز پڑھنی ہوگی۔

اس مسئلہ میں تین مذاہب ہیں:

پہلا مذہب: طاؤس، داؤد وغیرہ کے نزدیک اگر مقیم نے مسافر کے پیچھے اقتداء کی تو یہ جائز ہی نہیں ہے۔

دوسرا مذہب: امام احمد، و اسحاق بن راہویہ کا ہے کہ مقیم کو اختیار ہے کہ مقیم مسافر امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے گا۔[1]

دوسرا قول یہ ہے کہ مقیم امام کے پیچھے مفر پڑھ سکتا ہے۔

تیسرا مذہب: احناف، امام شافعی، جمہور فقہاء، سفیان ثوری کے نزدیک مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کی اقتداء بالکل صحیح ہے اور مقیم پوری چار رکعات پڑھے گا۔

جمہور کا استدلال

روایت عبداللّٰہ بن عباس انہ تسئل مابال المسافر یصلی رکعتین اذا انفرد واربعا اذا اتم بمقیم فقال تلک السنۃ۔[۲]

جمہور فقہاء فرماتے ہیں۔ جب اقتداء صحیح ہوئی تو اب وہ امام کی نیت کے ساتھ چار ہی رکعات پڑھے گا خواہ مدرک ہو یا لاحق یا مسبوق۔ یہاں تک کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسافر دو رکعات کے بعد مقیم امام کے ساتھ شامل ہوا ہو تب بھی چار رکعات پڑھے گا۔ اس کی علّت صاحب ھدایہ نے یہ فرمائی ہے۔

لانہ یتغیر فرضہ الی اربع للتبعیۃ کما یتغیر بنیۃ الاقامۃ لاتصال المغیر بالسبب وھو الوقت۔[۳]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اتباع امام کی وجہ سے مسافر کا فرض متغیر ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے کہ کوئی عارفی نصف ماہ کی اقامت کی نیت کرنے سے اس کا فرض متغیر ہو جاتا ہے۔ لیکن اقتداء کے صحت کے لئے ابتداء میں وقت ادا کا ہونا ضروری ہے۔ اگر وقت ادا نکل جائے تو اب اقتداء صحیح ہوگی۔ کیونکہ وقت کے نکلنے کے بعد مسافر کا فرض متغیر نہیں ہوتا۔

---

(۱) نیل المارب، الروض المربع۔

(۲) مسند الامام احمد۔

(۳) ہدایہ (باب صلوٰۃ المسافر)



۱۹۱

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ مَحْشَرُكُمْ هٰذَا مِنْ صَلَاتِكُمْ يَغِيْبُ الرَّجُلُ مِنْكُمْ فِي ضَيْعَتِهٖ فَيَقْصُرُ وَيَقُوْلُ اَنَا مُسَافِرٌ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ اِذَا كَانَ عَلٰى مَسِيْرَةٍ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ بِهَا اَهْلٌ، وَلَمْ يُوَطِّنْ نَفْسَهٗ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ فَلْيَقْصُرِ الصَّلٰوةِ فَاِذَا وَطَّنَ نَفْسَهٗ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ مَادَامَ فِيْ ضَيْعَتِهٖ فَاِذَا خَرَجَ رَاجِعًا اِلٰى اَهْلِهٖ قَصَرَ الصَّلٰوةَ وَّمَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا بِالْقَصْدِ بِسَيْرِ الْاِبِلِ وَمَشْيِ الْاَقْدَامِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا یہ جمع ہونا تمہیں نماز سے دھوکہ میں نہ ڈالے۔ تم میں سے کوئی شخص اپنی زمینوں پر چلا جاتا ہے اور وہاں قصر کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں مسافر ہوں۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو پسند کرتے ہیں کہ اگر تین دن ورات سے کم مسافت پر ہو تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر تین دن ورات یا اس سے زیادہ مسافت پر ہو وہاں اس کے بیوی بچے بھی نہ ہوں اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت بھی نہ ہو تو نماز قصر پڑھے گا۔ پھر جب پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو جب تک اپنی زمینوں پر رہے پوری نماز پڑھے گا پھر جب وہاں سے اپنے گھر لوٹے گا تو نماز قصر پڑھے گا۔ قصر کے لئے تین دن ورات کی مسافت اونٹوں اور پاؤں سے چلنے کے اعتبار سے ہے۔"

لغات: لَا يَغُرَّنَّكُمْ: غَرَّهٗ (ن) غَرًّا وَغِرَّةً وَغُرُوْرًا۔ دھوکا دینا۔ بیہودہ امید دلانا۔ ہفت اقسام میں (مضاعف ثلاثی ہے۔)

مَحْشَرُكُمْ: اَلْمَحْشَرُ وَالْمَحْشِرُ۔ لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ۔

حَشَرَ: (ن ض) حَشْرًا۔ النَّاسَ۔ جمع کرنا۔

يَغِيْبُ: غَابَ (ض) غَيْبًا وَغَيْبَةً وَغِيَابًا وَغُيُوْبًا وَمَغِيْبًا۔ عَنْهُ عائب ہونا۔ دور ہونا۔ جدا ہونا۔ (ہفت اقسام میں معتل العین یعنی اجوف ہے)

فَيَقْصُرُ: قَصَرَ (ن) قُصُوْرًا الشَّيْئَ۔ ناقص ہونا۔ ارزاں ہونا۔ الصلٰوۃ ومِنَ الصلاۃ۔ چار رکعت کو دو رکعت

پڑھنا۔

اَتَمَّ: تَمَّمَهٗ و اَتَمَّهٗ۔ باب تفعیل اور افعال سے بمعنی پورا کرنا۔ مدت تک پہنچا دینا۔ (اَتَمَّ) باب افعال سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ (ہفت اقسام میں مضاعف ثلاثی ہے)

تشریح

مدت سفر کی مقدار کے بارے میں فقہاء کے ۱۹ اقوال ہیں۔

❶ مدت سفر کی مقدار میں مسافر کسی بھی مقام پر اترے تو پوری نماز پڑھے گا۔

❷ امام ربیعہ الرائے کے نزدیک ایک دن ایک رات کے قیام کے ارادے سے پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

❸ سعید بن المسیب کے نزدیک تین دن کے قیام کے ارادے سے پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

❹ امام شافعی، امام مالک، امام احمد کے نزدیک چار دن کے قیام سے پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

❺ امام داؤد ظاہری اور ایک روایت امام احمد کی یہ ہے کہ چار دن سے زائد کی نیت کرنے سے پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

❻ ایک روایت امام احمد کی یہ ہے کہ ۲۲ نمازوں کی مقدار سے زائد کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

❼ امام حسن بن صالح، محمد بن علی بن حسین کے نزدیک اگر دس دن کے قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی ورنہ نہیں۔

❽ امام اوزاعی کے نزدیک بارہ یوم کے قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

❾ حضرت امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری وغیرہ کے نزدیک پندرہ دن کی نیت ہو تو پوری نماز ادا کرنی ہوگی۔

❿ امام شافعی کے نزدیک ۱۶ دن کے قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

⓫ دوسرا قول امام شافعی کا ۱۸ دن قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز ادا کرنی ہوگی۔

⓬ امام اسحاق بن ابراہیم کے نزدیک ۱۹ دن کے قیام کے ساتھ مقیم ہوگا۔

⓭ علامہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک اگر بیس دن کے قیام کا ارادہ ہو تو مقیم ہوگا۔

⓮ حسن بن ابی حسن کے نزدیک ہر حال میں قصر ہی کرنا ہوگی چاہے جتنا بھی قیام کا ارادہ ہو۔

⓯ سعد بن مالک کے نزدیک دو ماہ کے قیام سے پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

⓰ عبداللہ بن عباس کے ایک قول کے مطابق پانچ ماہ کے قیام کا اگر ارادہ ہو تو اتمام کرنا ہوگا۔

⓱ امام احمد بن حنبل کا ایک قول یہ ہے کہ ۲۱ نمازوں کا اگر قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز ہوگی ورنہ نہیں۔[1]

تشریح

مشی الاقدام: مشائخ نے اس کا اندازہ اکیس فرسخ یعنی ۶۳ میل لگایا ہے۔
بعض نے ۱۵ فرسخ یعنی ۴۵ فرسخ یعنی ۵۴ میل کو اختیار کیا ہے اور بعض نے دس فرسخ یعنی ۳۰ میل کے قول کو پسند فرمایا ہے اور بعض نے ۴۸ میل پر فتویٰ دیا ہے۔

میل کی مقدار

ایک میل چھ ہزار ذراع کا ایک ذراع چوبیس انگشت کا اور ایک انگشت چھ جو کا ہوتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ایک میل اونٹ کے ایک ہزار قدم کے برابر ہوتا ہے۔

بعض نے چار ہزار قدم اور بعض نے تین اور بعض نے دو ہزار قدم کا اعتبار کیا ہے۔

(۱) عینی نے ۲۲ اقوال نقل کئے ہیں ۳/ ۴۲۷۔ النخب الافکار، ۲۶۸، ۲۶۶، فتح الملہم ۲/ ۲۵۴، معارف السنن ۴/ ۴۷۴، بذل المجہود ۳/ ۲۴۳ اس مسئلہ کے دلائل ۱۰۸ کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔



۱۹۲

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ الطَّائِيّ عَنْ عَلِّي بْنِ رَبِيْعَةَ الْوَاجِبِيْ الْوَالِبِى بَطْنٌ مِّنْ بَنِيْ اَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ قَالَ سَئَلْتَ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِلٰى كَمْ تُقْصَر الصَّلٰوةُ فَقَالَ أتَعْرِفُ السُّوَيْدَاءِ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ بِهَا قَالَ هِيَ ثَلٰثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ فَاِذَا خَرَجْنَا اِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلٰوةَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

”حضرت علی بن ربیع الطائی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے میں نے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر قصر کیا جائے گا؟

فرمایا کیا تم سویدا، نامی جگہ کو جانتے ہو میں نے کہا جی نہیں البتہ میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ فرمایا یہ تین درمیانی راتوں کی مسافت پر ہے کہ ہم جب اس کا ارادہ کریں گے تو نماز قصر پڑھیں گے۔

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی بات امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔“

لغات: سَأَلْتُ: سَأَلَ (ف) سُؤالاً وسَالَةً ومَسْأَلَةً وتَسْاٰلاً۔ مانگنا درخواست کرنا۔ (ہفت اقسام میں مہموز العین ہے)

أتَعْرِفُ: عَرَفَ (ض) عِرْفَةً وعِرْفَانًا وعِرِفَانًا ومَعْرِفَةً الشيئ۔ پہچاننا۔ جاننا۔ تعرف فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

قَوَاصِد: قصد سے ہے بمعنی میانہ روی۔ قَصَدَ (ض) قَصْدًا و اِقْتَصَدَ فی الامْرِ۔ درمیانہ روی کرنا۔ فی النفقۃ متوسط خرچ کرنا۔

تشریح

فقال اتعرف السویداء قال قلت لا ولکنی قد سمعت بھا قال ھی ثلث لیال قواصد فاذا خرجنا الیھا قصرنا الصلوۃ۔ فرمایا تم سویداء جانتے ہو، میں نے کہا کہ نہیں البتہ میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ فرمایا یہ تین درمیانی راتوں کی مسافت پر ہے۔ ہم جب اس کا ارادہ کریں گے تو نماز قصر پڑھیں گے۔

کتنے مسافت پر آدمی مسافر ہوتا ہے۔ اس میں فقہاء کے تقریباً ۲۰ اقوال ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

① اہل ظاہر کے نزدیک اقل مدت قصر تین میل کا ہے۔

❷ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رازی، اسحاق بن راہویہ، جزی وغیرہ کے نزدیک چار برید ہے۔
❸ تین دن رات کی مسافت سے آدمی مسافر بنتا ہے اور پھر قصر نماز شروع ہوگی۔ یہ قول ہے حضرت عثمان، ابن مسعود، حذیفہ بن الیمان، سوید بن غفلہ شعبی، ابوقلابہ شریک بن عبداللہ، امام ابوحنیفہ، سعید بن جبیر، محمد ابن سیرین وغیرہ کا۔
❹ امام ابویوسف کے نزدیک پورے دو دن اور تیسرے دن کا اکثر حصّہ اور ایک روایت امام ابوحنیفہ کی ہے۔ حسن بن زیادہ کی روایت میں بھی ہے اور امام محمد سے بھی ابن سماعہ کی روایت میں یہی منقول ہے۔
❺ حسن بصری، امام زہری کے نزدیک دو دن دو رات کی مسافت میں قصر ہوگی۔(۱)

دلائل قول اول

حدیث انس کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی الظهر بالمدینه اربعا و صلی العصر بذی الحلیفة رکعتین۔(۲) ذی الحلیفہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔(۳)

حدیث انس کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا خرج مسرۃ ثلاث امیال۔(۴)

دلائل قول ثانی

رواہ مالک بلغہ ان ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ کان یقصر الصلوۃ فی مثال مایکون بین مکۃ و الطائف و فی مثل بین مکۃ و عسفان و فی مثل بین مکۃ و جدۃ قال مالک و ذلک اربعۃ برد۔(۵)

حدیث عبدالوہاب بن مجاھد عن ابیہ و عطاء عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا اھل مکۃ لا تقصر الصلوۃ فی ادنی من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان۔(۶)

احناف وغیرہ کے دلائل

لا تسافر المراۃ ثلاثۃ ایام الا مع ذی رحم محرم۔(۷)

حدیث شریح بان ام ھانی قال سالت علی بن ابی طالب عن المسح علی الخفین قال جعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام ولیالیھن للمسافر۔(۸)

حدیث ابی بکرہ انہ علیہ السلام رخص للمسافر ثلاثۃ ایام ولیالیھن۔(۹)

عقلی دلیل یہ ہے کہ سفر کے دوسرے احکام میں بھی شریعت نے تین دن کو معیاد بنایا ہے۔ مثلاً مسافروں کے لئے علی مسح الخفین۔

جواب مذہب اول والوں کا

بذی الحلیفۃ رکعتین: ذی الحلیفہ میں جو نماز پڑھی وہ مکہ سے واپسی پر پڑھی ہے نہ کہ آتے وقت۔ واپسی کے وقت میں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ مسافر تھے۔(۱۰)

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ ثلاثۃ امیال میں شعبہ نے شک ظاہر کیا ہے اور جو مشکوک ہوتی ہے وہ تو فی نفسہ ثابت ہی نہیں تو اس سے کوئی دوسری چیز کیسے ثابت کی جاسکتی ہے۔

امام مالک، شافعی، احمد کے دلائل کا جواب

اربعۃ برد کا لفظ ہے۔ یہ حدیثین کے نزدیک راوی کی اپنی رائے ہے۔ حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ دوسری حدیث میں عبدالوہاب راوی ضعیف ہی نہیں بلکہ اسماء الرجال والوں کے نزدیک کاذب ہے۔ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں برید والی حدیث سے استدلال کرنا کسی بھی صورت میں مناسب نہیں کیونکہ اس کے معنی میں ابہام ہے۔(۱۱)

حضرت سعید بن عبید الطائی کے مختصر حالات: ان کا پورا نام سعید بن عبید الطائی ابوالہذیل الکوفی ہے۔ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں سوائے ابن ماجہ کے۔

تلامذہ: سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، وکیع، یحیٰی القطان، یزید بن ہارون، ابونعیم، الفضل ابن موسیٰ وغیرہ ہیں۔
لوگوں نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

حضرت علی بن ربیعۃ الواجبی کے مختصر حالات: ان کی کنیت ابومغیرہ ہے۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔
صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

اساتذہ: ان کے استاذوں میں حضرت علی بن ابی طالب، مغیرہ بن شعبۃ، سلمان، ابن عمر، سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔

تلامذہ: ان کے شاگردوں میں سے خلم بن عتیبۃ، سعید بن عبید، اسحاق السبیعی النہال بن عمرو، عاصم بن جہدانۃ، سلمۃ بن کھیل وغیرہ ہیں۔
یحیٰی بن معین، نسائی ابن سعد العجلی وغیرہ نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور ابو حاتم نے فرمایا صالح الحدیث ہیں۔

---

(۱) عمدۃ القاری ۳/۵۳۱، فتح الملہم ۲/۲۴۲، بذل المجہود ۲/۲۳۱، اوجز المسالک ۲/۷۰، اشعۃ اللمعات ۱/۶۰۷۔
(۲) بخاری، مسلم۔ (۳) تعلیق الصبیح۔ (۴) ابوداؤد۔ (۵) مؤطا امام مالک۔ (۶) دار قطنی۔ (۷) بخاری، مسلم۔
(۸) مسلم۔ (۹) دار قطنی، مشکوۃ۔ (۱۰) عمدۃ القاری، بذل المجہود ۲/۲۳۱۔
(۱۱) اعلاء السنن ۷/۲۴۵۔ (۱۲) شامی اور بحر الرائق نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

١٩٣

﴿مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمُقِيْمُ فِيْ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ فَلْيُصَلِّ مَعَهٗ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيَقُمْ فَلْيُتِمَّ صَلاَتَهٗ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾

"حضرت ابراہیم نے فرمایا مقیم جب مسافر کے پیچھے نماز پڑھے گا تو دو رکعتیں اس کے ساتھ پڑھے گا پھر کھڑے ہو کر اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرے گا۔"

امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی بات امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔

لغات: فلیصل: باب تفعیل سے واحد غائب امر غائب بمعنی پس چاہیے کہ نماز پڑھے۔
لیقم (ن) واحد غائب فعل امر معروف بمعنی پس چاہیے کہ کھڑا ہو جائے۔

تشریح

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر ہے وہ امام بن جائے۔ مقیم آدمی اس کے پیچھے نماز پڑھے تو چار رکعت پڑھنی ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب اس حدیث میں یہ دیا جارہا ہے کہ مقیم آدمی اس مسافر کے پیچھے دو رکعت پڑھ لے۔ پھر مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت اپنی پوری کر لے۔[1]



(۱) اس حدیث کی وضاحت حدیث نمبر ۱۸۳ میں بھی گزر چکی ہے۔